نخبۃ المسائل

تتمہ: کتاب النوازل

منتخب فتاویٰ

حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصورپوری

استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند
وسابق نائب مفتی واستاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

چہارم

الوقف - الفرائض

ترتیب و مراجعت

مفتی محمد ابوبکر صدیق منصورپوری

مفتی محمد ابراہیم قاسمی مرادپوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال رسول اللّٰہ ﷺ:

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْراً يُّفَقِّهْهُ فِيْ الدِّيْنِ.

(صحیح البخاري ۱۶/۱ رقم: ۷۱، صحیح مسلم ۳۳۳/۱ رقم: ۱۰۳۷)

نخبۃ المسائل

(تتمہ: کتابُ النوازل)

منتخب فتاویٰ:

حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصورپوری

اُستاذ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند

وسابق نائب مفتی واُستاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

(جلدِ چہارم)

کتابُ الوقف – تا – کتابُ الفرائض

ترتیب ومراجعت:

(مفتی) محمد ابوبکر صدیق منصورپوری

(مفتی) محمد ابراہیم قاسمی مرادپوری

ناشر

مکتبہ ''التذکیر'' دیوبند

9058602750

○ نام کتاب : نخبۃ المسائل تتمہ کتاب النوازل (جلد چہارم)

○ منتخب فتاویٰ : مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری

○ ترتیب ومراجعت : مفتی محمد ابوبکر صدیق منصور پوری

: مفتی محمد ابراہیم قاسمی غازی آبادی

○ کمپیوٹر کتابت : محمد انظار قاسمی ہردوئی، محمد شعیب قاسمی بجنوری

○ سیٹنگ : محمد اسجد قاسمی مظفر نگری

○ طابع : المرکز العلمی للنشر والتحقیق، لال باغ مرادآباد

9412635154 - 9058602750

○ تقسیم کار : فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ دریا گنج دہلی

011-23289786 - 23289159

○ اشاعتِ اول : صفر المظفر ۱۴۴۶ھ مطابق اگست ۲۰۲۴ء

○ صفحات : ۵۵۲

○ قیمت : ۵۰۰/روپئے

ملنے کے پتے:

○ مکتبہ ''التذکیر'' نزد چھتہ مسجد دیوبند

○ مرکز نشر وتحقیق لال باغ مرادآباد

○ کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

○

مسائل کی پوچھ تاچھ

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ:

فَسْئَلُوْٓا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○

[الأنبيآء، جزء آيت: ٧]

ترجمہ : پس پوچھ لو جانکار لوگوں سے اگر تم نہ جانتے ہو۔

○

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

إِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّوَالُ.

(سنن أبي داؤد ٤٩/١ رقم: ٣٣٦، سنن ابن ماجة ٤٣/١ قم: ٥٧٢)

ترجمہ: عاجز (ناواقف) شخص کے لئے اطمینانِ قلب کا ذریعہ (معتبر اور جانکار لوگوں سے مسئلہ کے بارے میں) سوال کر لینا ہے۔

○

فہرست عناوین

کتاب الوقف

موقوفہ چیزوں کے احکام

مسجد کے اَوقاف

مسجد اور عیدگاہ کی تعمیر

مسجد کی آمدنی اور مصارف

مسجد کے آداب

احکامِ مدارس

احکام مقابر

كتاب الاضحية

قربانی کا وجوب

قربانی کے جانور

کتاب الصید والذبائح

صید وذبائح کے مسائل

عقیقہ کے مسائل

کتاب الحظر والاباحۃ

مباحات وممنوعات

زیب وزینت

طب وعلاج

معاصی ومنکرات

موبائل اور انٹرنیٹ کے مسائل

غصب کے مسائل

کتاب الوصایا والفرائض

وصیت کے مسائل

میراث سے متعلق مسائل

ترکہ میں تصرف

وارثین کو محروم کرنا

ترکہ کی تقسیم

کتابُ الوقف

موقوفہ چیزوں کے احکام

وقف میں واقف کی شرط قابلِ لحاظ ہوگی

سوال (۱۲۴۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک بستی میں ایک صاحب نے ایک سرائے بنا کر عوام کے لئے وقف کی؛ تاکہ پردیسی مسافروں کو مناسب قیمت پر یہاں قیام کی سہولت مل سکے، وقف نامہ میں اُنہوں نے لکھا کہ اس سرائے کا انتظام جامع مسجد کمیٹی سنبھالے گی، تقریباً ۳۰؍سال تک جامع مسجد کمیٹی سرائے کا انتظام سنبھالتی رہی، سرائے چوں کہ ایک آمد کی جگہ تھی، اِس لئے اُس میں ترقی ہوتی رہی؛ یہاں تک کہ ایک بڑی عمارت سرائے کی تیار ہوگئی، جب سرائے کی عمارت بہت بڑی ہوگئی اور اُس کا بجٹ کئی لاکھ روپے ہوگیا، تو پھر کئی اَفراد اور جماعتیں سرائے کی صدارت اور اُس کا انتظام سنبھالنے کی چاہت رکھنے لگیں، اپنے اِس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے سیاسی روابط بھی کام میں لئے جانے لگے؛ اور چوں کہ سرائے اور جامع مسجد کا انتظام ایک ہی کمیٹی کے سپرد تھا، اِس لئے تکنیکی طور پر سرائے کا انتظام دیکھنے والی کمیٹی ہی جامع مسجد کی منتظمہ قرار پاتی رہی، اس میں ایک خرابی لازم آئی کہ جامع مسجد کا انتظام اُس کمیٹی کے سپرد ہوا جو عام طور سے جامع مسجد کے مصلیان نہیں تھے۔

اِسی طرح یہ بات بھی پیش آئی کہ ایک مرتبہ کوشش کرکے بریلوی صاحبان نے سرائے کی نظامت سنبھال لی اور تبعاً جامع مسجد بھی ان کے زیر انتظام آگئی، پھر اُنہوں نے جامع مسجد میں اپنے مسلک کا اِمام اور اپنی مرضی کے مطابق اَعمال انجام دئے جانے کی کوشش شروع کی، جامع مسجد کے مصلیان کے لئے یہ بات انتہائی تکلیف کا باعث ہوئی، اختلاف ہوا حتیٰ کہ

جھگڑے کی نوبت آ گئی اور فریقین پر کیس بھی درج ہوئے، اِس صورتِ حال کے پیش نظر اُس وقت وقف بورڈ کے صوبائی صدر اُس بستی میں آئے اور انہوں نے اس بات کو محسوس کیا کہ دونوں اِدارے اپنی جگہ اہم ہیں اور دونوں کا ایک ساتھ رکھا جانا اختلاف کا باعث ہے، اِس لئے وقف بورڈ نے انتظامی طور پر دونوں اِداروں کو الگ کر دیا کہ سرائے کا انتظام پورے شہر سے منتخب کمیٹی دیکھے گی اور جامع مسجد کا انتظام مسجد کے مصلیان کے مشورے سے منتخب کمیٹی سنبھالے گی، اِس طرز پر تقریباً دس سال تک بحسن وخوبی کام چلتا رہا۔

اَب پھر کچھ حضرات کا یہ کہنا ہے کہ دونوں جگہ کی کمیٹی ایک ہونی چاہئے؛ کیوں کہ واقف کی منشاء یہی تھی اور دونوں کمیٹیوں کا الگ الگ ہونا واقف کی منشاء کے خلاف ہے، اِس لئے ایک ہی کمیٹی دونوں جگہوں کا انتظام سنبھالے۔

اور جن لوگوں نے اختلافات کا دور دیکھا ہے، اُن کی چاہت یہ ہے کہ دونوں اِدارے الگ رہے ہیں؛ تاکہ سابقہ اختلاف کی کوئی صورت پیش نہ آئے۔ اور واقف کی منشاء اُس وقت سرائے کی چھوٹی سی عمارت کے پیش نظر ایک دوسری مسجد سے جوڑ کر انتظام کرنے کی تھی، اَب سرائے خود اِس قابل ہے کہ مستقل اُس کی منتظمہ طے کی جائے اور وہ اس پورے نظام کو دیکھے۔

اِس پوری صورتِ حال کے پیش نظر مفتیانِ عظام سے رہبری مطلوب ہے کہ دونوں اِداروں کا الگ کیا جانا کیا واقف کی اس منشاء کے خلاف ہے، جس سے انحراف نہیں کیا جاسکتا یا انتظامی طور پر دونوں کو الگ الگ رکھنے کی گنجائش ہے؟

موجودہ صورتِ حال میں جب کہ دونوں اِدارے الگ الگ جاری ہیں، تو کیا شرعی لحاظ سے انہیں ایک کمیٹی کے تحت لانا ضروری ہے، یا الگ الگ بھی رکھے جاسکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- سوال میں ذکر کردہ واقف کی طرف سے تولیت کی شرط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ سرائے (مسافر خانہ) کا انتظام مستقل نہیں ہوگا؛ بلکہ وہ

انتظامی طور پر جامع مسجد کمیٹی کے تابع ہوگا، اِس لئے سرائے کی الگ منتظمہ کمیٹی نہیں ہونی چاہئے بلکہ حسبِ شرط واقف اس کا انتظام جامع مسجد کمیٹی کے سپرد ہونا چاہئے۔

یہ جواب سوال کی روشنی میں لکھا گیا ہے؛ تاہم بہتر یہ ہے کہ اِس کے متعلق مقامی معتبر علماء ومفتیان کرام سے رجوع کرکے اُن کے مشورے پر عمل کیا جائے۔

شرط الواقف كنص الشارع، أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به. (الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع ٦٤٩/٦ زكريا، ٤٣٣/٤-٤٣٤ كراچی، تنقيح الفتاوىٰ الحامدية ١٢٦/١ المكتبة الميمنية مصر) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳؍۳؍۱۴۴۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

موقوفہ زمین میں خرد برد کرنا

سوال (۱۲۴۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: یوپی سنی سینٹرل وقف بورڈ لکھنؤ اتر پردیش کے انسپکٹر اور ریکارڈ افسر اہم عہدے کا استعمال کرکے اور اپنے اعلیٰ افسروں کو گمراہ کرکے وقف آراضی کو خرد برد کرنے کے درپے ہے، ایسے شخص کے لئے شریعت محمدی کا کیا حکم ہے؟ آپ سے درخواست ہے کہ اِس مسئلہ کا تفصیلی جواب دے کر احقر کا شکریہ قبول فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- موقوفہ جائیداد کو وقف نامہ کی شرائط کے مطابق باقی رکھنا اور اُس کے منافع کو حسبِ شرط صرف نہ کرنا لازم ہے، جو شخص بھی اُس میں خرد برد کرے گا یا کرائے گا وہ خیانت کا مرتکب ہوگا اور عند اللہ جواب دہ ہوگا، اِس لئے ہر مسلمان کو ایسی خیانت والے تصرف سے بچنا لازم ہے۔

شرط الواقف كنص الشارع، أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل

بہ. (الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع ٦٤٩/٦ زكريا، ٤٣٣/٤-٤٣٤ كراچی، تنقيح الفتاوىٰ الحامدية ١٢٦/١ المكتبة الميمنية مصر) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۳/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

موقوفہ جائیداد، واقف اور متولی سے متعلق چند مسائل

سوال (۱۲۴۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عباس علی نے دو قطعہ مکان (بہ شکل ایک مکان) اپنے بھتیجے اظہر علی کو ہبہ کیا، اظہر علی نے عباس علی کی بیٹی کی اجازت سے مکان کو وقف علی الاولاد کر کے رجسٹرڈ کیا، جس کی تفصیل اِس طرح ہے:

(۱) متولی اول: اظہر علی پوری جائیداد کا (حصہ شمالی وجنوب)

متولی دوم: بعد وفات اظہر علی زوجہ ثانی اظہر علی (برائے حصہ شمالی)

متولی سوم: بعد وفات اظہر علی ثانی پھر اکبر عبد الحفیظ از زوجۂ ثانی، اس کے بعد پسر اکبر عبد الحفیظ پھر سلسلۂ شاخ عبد الحفیظ۔

اُس وقت تک پسر اکبر عبد الحفیظ اور ایک دختر پیدا ہوئے تھے، اِس لئے بعد والوں کا ذکر نہیں، عبد الحفیظ کی اولاد نرینہ کوئی نہیں، صرف تین بیٹیاں ہیں، عبد الحفیظ ۲۰۰۳ء میں فوت ہوگئے۔

اظہر علی کی زوجۂ ثانی سے دو لڑکے بعد میں پیدا ہوئے، دونوں لاولد موجود ہیں، صدیق عمر، عثمان عمر۔

(۲) حصۂ جنوبی: احمد محمد، مظہر علی از زوجۂ اَول اظہر علی۔

متولی احمد محمد ابدال کے بعد پسر اکبر، اگر شاخ موجود نہ ہو تو پسر ثانی مظہر علی دونوں نے تقسیم ہند کے بعد ہندوستان ترک کیا اور پڑوسی مملکت میں مستقل سکونت اختیار کی اور وہیں فوت ہوئے، احمد محمد کی شاخ مختلف ملکوں میں ہے، کون کہاں ہے، نہیں معلوم، مظہر علی کنوارے فوت ہوئے۔

سوالات:

(۱) کیا آخری متولی اپنی مرضی سے کسی کو متولی بنا سکتا ہے یا کوئی ترتیب ہے؟

عبدالحفیظ کی اولادِ نرینہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کی بیٹیوں کو متولی بنایا جا سکتا ہے؟ اور اس مکان میں رہائش اختیار کر سکتی ہیں۔

(۲) کیا وقف مکان میں تینوں بیٹیوں کی حصہ داری ہو سکتی ہے آزاد جائیداد کی طرح؟

(۳) کوئی وارث اور نگراں نہ ہونے کی صورت میں مکان کو دینی درس گاہ میں دینے کی ہدایت ہے، تو جس مدرسہ کا ذکر ہے اُسی کو دیا جائے گا یا کسی بھی دینی درس گاہ کو دیا جا سکتا ہے؟

اگر مدرسہ والے اُس مکان کو فروخت کر دیں تو کیا اُن کو اِس کی اِجازت ہے؟ جیسا کہ اکثر دیکھا گیا ہے؟

(۴) کیا موجود وارث لوگ اگر دوسرے شہر میں منتقل ہونا چاہیں تو وقف مکان کو فروخت کر کے دوسری جگہ مکان خرید کر اُس کو وقف کر سکتے ہیں؟

(۵) کیا موجود لوگ اُس جائیداد میں اپنے طور پر کوئی دینی یا عصری درس گاہ یا مسجد قائم کر سکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱-۲) وقف نامہ کا بغور مطالعہ کیا گیا جس کی دفعہ نمبر ۵ / میں واقف نے یہ صراحت کی ہے کہ ’’اگر مسمی عبدالحفیظ بھی موجود نہ ہوں یا اُس کی شاخِ اکبر ختم ہو جائے، تو پسر ثانی کی شاخ کو حق تولیت حاصل ہوگا، اور اگر میرے نطفہ اور مسماۃ محمد بیگم کے بطن سے کوئی اولاد نرینہ نہ ہو یا اولادِ نرینہ کی اولاد نرینہ کا سلسلہ کسی وقت منقطع ہو جائے تو حق تولیت اس شخص کو منتقل ہو جائے گا جو جنوبی مکان کا متولی ہو‘‘۔ اِس وضاحت سے یہ معلوم ہوا کہ عبدالحفیظ اور اس کی اولادِ نرینہ کے موجود نہ ہونے کے وقت حصۂ شمالی کے متولی واقف کی دوسری اولادِ نرینہ ہوں گی اور اس کی اولادِ نرینہ (صدیق عمر، عثمان عمر) موجود ہیں؛ لہٰذا

وہ اس حصہ موقوفہ کے بتصریح واقف متولی قرار پائیں گے اور وہ اگر اپنی زندگی میں کسی کو اس حصہ کا متولی بنانا چاہیں تو اس کی گنجائش ہے؛ جیسا کہ وقف نامہ کی دفعہ:۲ میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ نیز موقوفہ مکان کی آمدنی میں سے آٹھ آنہ (کل آمدنی کا نصف حصہ) ماہوار قائم کردہ مدرسہ میں دینے کے بعد ما بقیہ منافع واقفین کی اولادیں اپنے صرف میں لاسکتی ہیں، جیسا کہ اس کی وضاحت وقف نامہ کی شق نمبر:۹/اور ۱۰/ میں موجود ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ قاسمیہ ۱۷/۳۶۱،۳۶۲)

شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به.

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب في قولهم: شرط الواقف كنص الشارع ٦/٦٤٩ زكريا)

لأن شرط الواقف معتبر فيراعى كالنص وعليه الفتوىٰ. (مجمع الأنهر / كتاب الوقف ٢/٥٧٤ دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) حسبِ شرط وارث اور نگراں نہ ہونے کی صورت میں آمدنی متعینہ مدرسہ کو دینے کا ذکر ہے؛ لہٰذا جب تک وہ مدرسہ موجود ہے کسی اور مدرسہ کو وہ مکان حوالہ کرنا جائز نہ ہوگا اور بہرحال اُس موقوفہ مکان کو فروخت کرنا کسی کے لئے درست نہیں ہے۔

لأن شرط الواقف معتبر فيراعي كالنصوص. (تبيين الحقائق / كتاب الوقف ٤/٢٦٩ زكريا)

إذا صح الوقف لم يجز بيعه ولا تمليكه. (الهداية / كتاب الوقف ٢/٦٤٠ المكتبة الأشرفية ديوبند)

(۴) موقوفہ مکان کو فروخت کرنا یا اُس کا تبادلہ کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، واقفین کی مستحق اَولادیں موقوفہ مکان میں صرف اپنے حصے میں رہائش یا کرایہ کی آمدنی سے فائدہ اٹھاسکتی ہیں۔

حبس العين على حكم ملك اللّٰه تعالىٰ على وجه تعود منفعته إلى العباد فيلزم ولا يباع ولا يوهب ولا يورث. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الأول في تعريفه وركنه الخ ٢/٣٥٠ زكريا قديم)

ولـو قال وقفت على أولادي دخل فيه الذكر والأنثىٰ والخنثى. (الفتاوىٰ الهـنـدية، كتـاب الـوقف / الـفـصل الثاني في الوقف على نفسه وأولاده / الباب الثالث في المصارف ۳۷۱/۲ زكريا قديم)

(۵) وقف نامہ کی صراحت کے اعتبار سے اس جگہ کو بالآخر متعینہ مدرسے کے حوالے کرنے کی شرط لگائی گئی ہے؛ لہٰذا اِس کے برخلاف وارثین کو اس جگہ پر الگ سے مسجد یا مدرسہ قائم کرنا درست نہ ہوگا؛ البتہ اَولاً واقف کی شرط کے مطابق اُسے مذکورہ مدرسہ کے حوالے کردیا جائے، پھر مدرسہ کی انتظامیہ اپنے زیرانتظام اس جگہ پر حسبِ ضرورت مدرسہ یا مسجد تعمیر کرلے تو شرعاً اِس میں حرج نہ ہوگا۔

مراعاة غرض الواقفين واجبة. (رد المحتار / كتاب الوقف ٦٦٥/٦ زكريا)

وكـذا لـو قـال على ولدي وعلى من يحدث لي من الولد فإذا انقرضوا فعلى المساكين. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الفصل الثاني في الوقف على نفسه وأولاده / الباب الثالث في المصارف ۳۷۱/۲ زكريا قديم) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۲/۵/۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا وقف نامہ کی شرائط نسل درنسل جاری ہوں گی؟

سوال (۱۲۴۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے دادا مرحوم حاجی ولی محمد خان نے ایک بیٹھک محلّہ فراشان کے حق میں وقف کی تھی اور اُس کی تولیت اپنے ذمہ لی تھی، اور وقف نامہ کی صراحت کے مطابق تولیت کا حق دار نسلاً بعد نسلٍ اُن کی اَولاد ہی میں سے ہوگا۔

تو سوال یہ ہے کہ اس بیٹھک کا متولی مرحوم حاجی ولی خان کی نسل میں سے کوئی ہوگا؟ یا کوئی بھی اُس پر تولیت کا دعویٰ کرسکتا ہے؟ شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمادیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں وقف نامہ کی شرائط کے مطابق واقف کی نسل کا فرد ہی تولیت کا حق دار ہے، غیر شخص کا دعویٰ معتبر نہیں ہے۔

شرط الواقف كنص الشارع، أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به. (الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع ٦٤٩/٦ زكريا، ٤٣٣/٤-٤٣٤ كراچى، تنقيح الفتاوىٰ الحامدية ١٢٦/١ المكتبة الميمنية مصر) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۸/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

موقوفہ زمین پر راستہ نکالنے پر اِصرار کرنا

سوال (۱۲۴۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدرسہ دار الیتامیٰ شہر بھروچ کا قدیم ومعروف ادارہ ہے جس کے اطراف وجوانب میں سب جیل، سرکاری ملازمین (پولیس) کی رہائش گاہیں اور دیگر سوسائیٹیاں واقع ہیں، اس جغرافیائی پس منظر کی وضاحت کے بعد عرض ہے کہ حکومت کی طرف سے ایک اسکیم رائج ہے، جس کو بلدیاتی اصطلاح میں ٹی پی (ٹاؤن پلاننگ) کہتے ہیں، اس اسکیم کے تحت حکومت شہر کے کچھ علاقوں کو اپنی تحویل میں لے کر اس پر راستے، باغیچے وغیرہ شہری ضروریات کے طور پر استعمال کرتی ہے، چناں چہ مدرسہ کی ایک طویل پٹی (۲۵۲۰ میٹر زمین) اس اسکیم کے تحت جانے کا خطرہ (ایکوائر ہوچکی ہے)؛ کیوں کہ مدرسہ کی عقبی جانب ایک سوسائٹی (جو مسلم آبادی پر مشتمل ہے) کے کچھ افراد نے اس اسکیم کا سہارا لے کر حکومت سے مدرسہ کی مذکورہ وقف زمین میں راستہ نکالنے کا مطالبہ کیا ہے، جب کہ راستے کی ضرورت کے لئے اُن کے پاس مدرسہ کی موقوفہ زمین کے علاوہ متبادل موجود ہیں، اب اس کے نتیجے میں ادارے کو کافی پریشانیوں کا سامنا ہے، چناں چہ:

○ سب سے بڑا مسئلہ مدرسہ کی موقوفہ زمین کا ہے کہ اُس واقف کی منشاء کے خلاف دوسرے مصرف کے لئے دیا جارہا ہے۔

○ مدرسہ میں دینیات اور اسکول کے چھوٹے چھوٹے بچے زیر تعلیم ہیں، اِس لئے ایکسیڈنٹ کا ہر وقت خطرہ رہتا ہے۔

○ مدرسہ دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔

○ مدرسہ کے پاس دیوار اور اندرونی راستہ کے مصارف کا انتظام نہیں ہے؛ کیوں کہ دو چار سال قبل ہی سب جیل کی زمین سے متصل طویل دیوار (کا کافی حصہ) ہم نے تعمیر کروایا تھا۔

○ مدرسہ سے متصل سب جیل کی زمین ہے اور وہ افتادہ ہے، سب جیل کی کوئی ضرورت اُس سے متعلق نہیں ہے؛ لیکن حکومت وہ زمین راستہ کے لئے نہیں دے رہی ہے؛ جب کہ راستہ وہاں سے بھی نکل سکتا ہے، اِس کے علاوہ دیگر ۲؍ جہتوں سے بھی راستہ نکل سکتا ہے، اِس کے باوجود وہ اَفراد مدرسہ کی وقف زمین کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

اِس صورتِ حال میں مدرسہ کی زمین کو بچانے کے لئے ہماری کیا ذمہ داری بنتی ہے؟ کیا ہم زمین راستے کے لئے دے سکتے ہیں؟ اِس صورت میں ہم گنہگار ہوں گے؟ کیا اُن اَفراد کے لئے (جو مسلمان ہیں) مدرسہ کی وقف زمین کے حوالے سے یہ مطالبہ کرنا جائز ہے؟ کیا وہ اِس حرکت اور اِقدام کی بنا پر گنہگار ہوں گے؟ اِس سلسلے میں سوسائٹی کے دیگر سربرآوردہ، سنجیدہ اور باوقار ذمہ داران کی، نیز عوام المسلمین کی کیا ذمہ داری بنتی ہے؟ اُمید ہے کہ مفصل جواب سے ممنون فرمائیں گے اور مدرسہ اور ہم خدام کو اپنی دعواتِ صالحہ میں یاد رکھیں گے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں ''دارالیتامیٰ'' کے لئے وقف شدہ زمین عقبی سوسائٹی کے لئے عام راستہ کے واسطے دینا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ واقف کی منشاء اور شرائط کے خلاف ہے، اور حسب تحریر سوال جب کہ مذکورہ سوسائٹی کے راستہ کی ضرورت کے لئے دیگر متبادل موجود ہیں، اس کے باوجود مدرسہ کی موقوفہ زمین سے راستہ نکالنے پر اصرار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

شرط الواقف كنص الشارع. (الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع ٦٤٩/٦ زكريا، ٤٣٣/٤-٤٣٤ كراچی، تنقيح الفتاوىٰ الحامدية ١٢٦/١)

مراعاة غرض الواقفين واجبة. (رد المحتار / كتاب الوقف ٦٦٥/٦ زكريا)

وإن أرادوا أن يجعلوا شيئًا من المسجد طريقًا للمسلمين فقد قيل ليس لهم ذلك الخ. (الفتاوىٰ الهندية / كتاب الوقف ص:٤٩ مكتبة الاتحاد ديوبند، ٤٥٧/٢ قديم، كفايت المفتي ٤٣/٧ زكريا قديم) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۶/۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دماغی طور پر معذور شخص کی جائیداد مدرسہ کو وقف کرنا

سوال (۱۲۴۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا ایک چھوٹا بھائی محمد پرویز عالم دماغی طور پر معذور ہے، میں اس کا مکان مدرسہ کے نام وقف کرسکتا ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- دماغی معذور بھائی کا مکان یا اس کی جائیداد اس کی زندگی میں آپ کے لئے وقف کرنا جائز اور معتبر نہیں ہے۔

وأما الذي يرجع إلى الواقف فأنواع منها العقل، ومنها: البلوغ، فلا يصح الوقف من الصبي والمجنون؛ لأن الوقف من التصرفات الضارة لكونه إزالة الملك بغير عوض والصبي والمجنون ليسا من أهل التصرفات الضارة ولهٰذا لا تصح منها الهبة والصدقة والإعتاق ونحو ذلك. (بدائع الصنائع، كتاب الوقف والصدقة / شرائط جواز الوقف ٣٢٧/٥ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۲/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مشتری کو دھوکہ دے کر اُسے موقوفہ زمین فروخت کرنا

سوال (۱۲۴۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے کلکتہ میں ایک علاقہ بانکڑا ہے، وہاں میں نے سرور نامی آدمی سے گراؤنڈ فلور خریدا، اور تھوڑے تھوڑے کرکے پیسے دیتا رہا، فل پیمنٹ کرکے جب کاغذات بنوانے کی باری آئی تو سرور نے مجھ سے پوچھا کہ پکا کاغذ بنوائیں گے یا کچا؟ کچا تو میں بنا کر دے دوں گا؛ لیکن پکا کاغذ سکریٹری صاحب بنائیں گے، مجھے شک ہوا، تو میں نے تحقیق کی، تو معلوم ہوا کہ وہ جگہ سرور کی نہیں؛ بلکہ وہ بلڈنگ جس کا گراؤنڈ فلور میں نے خریدا ہے وہ وقف ہے اور سرور بس اس بلڈنگ کی دیکھ ریکھ کرنے والا ہے؛ لیکن سارے معاملات میں مجھ سے اُس نے یہ ظاہر کیا؛ جیسا کہ وہی اس بلڈنگ کا مالک ہے، اور مزید تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ ایک مسجد گھڑی والی ہے، اس کے اِردگرد وقف کی جگہ تھی، ۱۹۶۴ء کے جھگڑے میں بانکڑے کے ہندو مسجد گھڑی والی کے اِردگرد وقف کی جگہ پر بس گئے، اور مسلمانوں سے یہ کہہ دیا کہ ہم نے یہاں اپنی جگہ بنالی ہے تم لوگ اِس کے بدلے بانکڑے والی جگہ لے لو۔ تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اوپر ذکر کردہ صورت میں استبدالِ وقف درست ہوگیا؟ اب میرے لئے شرعی کیا حکم ہے؟ واضح فرمادیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حسبِ تحریر سوال مذکورہ زمین جو ۱۹۶۴ء کے فساد کے بعد غیر مسلموں کے قبضے کے بدلے میں لی گئی ہے، وہ بھی شرعاً وقف ہے، اس کا بیچنا اور فروخت کرنا کسی کے لئے ہرگز جائز نہیں ہے؛ لہٰذا آپ کو لاعلم رکھ کر سرور نامی شخص نے جو موقوفہ زمین آپ کو فروخت کی ہے تو یہ معاملہ شرعاً درست نہیں ہوا، آپ کو اپنی پوری رقم واپس لینے کا اختیار حاصل ہے؛ البتہ اگر آپ چاہیں تو مذکورہ وقف کے سکریٹری سے ازسرنو مناسب اور معقول کرایہ پر وہ جگہ لے سکتے ہیں؛ لیکن بہرحال اُس کے مالکانہ حقوق آپ کو حاصل نہ ہوں گے۔

لا يستبدل العامر إلا في أربع ...... الثالثة: أن يجحده الغاصب ولا بينة:

أي وأراد دفع القيمة فللمتولي أخذها ليشتري بها بدلًا. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب: لا يستبدل العامر إلا في أربع ٥٨٨/٦ زكريا)

وصح شرط أن يستبدل به أي بالوقف غيره أي يبيعه ويشتري بثمنه أرضًا أخرى إذا شاء عند أبي يوسف استحسانًا؛ لأن فيه تحويله إلى ما يكون خيرًا من الأول أو مثله فكان تقريرًا لا إبطالا، فإذا فعل صارت الثانية كالأولى في شرائطها. (مجمع الأنهر / كتاب الوقف ٥٧٦/٢ مكتبة فقيه الأمة ديوبند)

وإذا صح الوقف لم يجز بيعه. (الهداية / كتاب الوقف ٦٢١/٢ أشرفية ديوبند)

وقيل تقيد بسنة مطلقًا وبها أي بالسنة يفتى في الدار وبثلاث سنين في الأرض (الدر المختار) وتحته في الشامية: لأن المدة إذا طالت تؤدي إلى إبطال الوقف فإن من رآه يتصرف بها تصرف الملاک علی طول الزمان يظنه مالكًا.
(رد المحتار، كتاب الوقف / فصل: يراعي شرط الواقف في إجازته ٦٠٥/٦ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۵/۱۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

میری زمین میں جو بھی بویا جائے اس کا نصف مسجد یا مدرسہ کا ہے

سوال (۱۲۵۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خالد نے (جو ایک لاولد شخص تھا) محمود کو (جس نے اس کی معذوری کے ایام میں خدمت کی تھی) اپنے آخری ایام میں اپنی زمین یہ کہہ کر محمود کے حوالہ کردی کہ ''میری زمین محمود جو تو بوئے گا اُس میں سے میرا حصہ (نصف) مسجد ومدرسہ کو دے دیا کرے گا'' خالد کے انتقال کے بعد محمود اس ہدایت کے مطابق عمل پیرا رہا، اسی دوران حکومت کی طرف سے زمین داری کے خاتمے کا قانون نافذ ہوا اور یہ پوری زمین سرکاری کاغذات میں محمود کے نام سے درج ہوگئی؛

تاہم ہدایت گذشتہ کی بنا پر محمود نصف پیداوار مسجد و مدرسہ کو دیتا رہا، اَب محمود کا انتقال ہوگیا۔

دریافت طلب اَمر یہ ہے کہ:

محمود کے انتقال کے بعد اُس زمین کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟ کیا محمود کے ورثہ اُس زمین کے وارث ہوں گے؟ اگر ہوں گے تو کس طور پر اور کتنی زمین پر؟ اگر نہیں تو یہ زمین کس کی ملک ہوگی؟ اور خالد کی منشاء کے مطابق نصف پیداوار جو مسجد و مدرسہ کے لئے مختص تھی اس پر کیسے عمل ہوگا؟ اور اس کا ذمہ دار کون ہوگا، کیا اس زمین کو محمود کے ورثہ فروخت کر کے نصف قیمت خود اور نصف مسجد و مدرسہ کو دے سکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ظاہر یہ ہے کہ مرحوم خالد نے محمود کو جو زمین حوالہ کی تھی وہ بطور ملکیت نہ تھی؛ بلکہ وقف تھی، جس کی آمدنی کا نصف حصہ کا مستحق محمود تھا اور نصف حصہ مسجد و مدرسہ کے لئے متعین کیا تھا؛ چناں چہ خالد کی وفات کے بعد محمود اُسی اعتبار سے اُس جگہ کی آمدنی کو مصارف میں صرف کرتا رہا؛ جیسا کہ سوال میں درج ہے۔ اور خاتمہ زمین داری کے قانون کی وجہ سے اُس زمین پر جو محمود کا نام درج کر دیا گیا ہے یہ محض قانونی کارروائی ہے، اِس کی وجہ سے اصل زمین کی نصف پیداوار مسجد و مدرسہ میں صرف کی جائے گی اور نصف پیداوار حسبِ حصصِ شرعیہ محمود کے وارثین میں تقسیم ہوتی رہے گی اور وارثین آپس میں مل کر جس کو چاہے زمین کی دیکھ بھال کے لئے نگراں بنا سکتے ہیں؛ لیکن اُس کو فروخت کرنا درست نہیں ہے۔

إنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبةٌ. (رد المحتار، کتاب الوقف / مطلب: مراعاة غرض الواقفين واجبة والعرف يصلح شخصًا ٦٦٥/٦ زکريا)

شرط الواقف كنص الشارع، أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به. (الدر المختار، کتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع ٦٤٩/٦ زکريا، ٤٣٣/٤-٤٣٤ کراچی، تنقيح الفتاویٰ الحامدية ١٢٦/١ المكتبة الميمنية مصر)

ولو جعل الولاية لأفضل أولاده وكانوا في الفضل سواء تكون لأكبرهم سنًا ذكرًا كان أو أنثىٰ، ولو لم يكن فيهم أحد أهلا لها فالقاضي يقيم أجنبيًا إلى أن يصير أحد منهم أهلا لها فتردّ إليه. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الخامس في ولاية الوقف ۴۱۱/۲ دار إحياء التراث العربي بيروت، ۳۸۱/۲ زكريا جديد)

إذا صح الوقف لم يجز بيعه وتمليكه. (الهداية ۶۴۰/۳ مكتبة بلال ديوبند) **فقط** واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۴/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کمیٹی کا ایک مخصوص مدت کے لئے اِمام کا تقرر کرنا

سوال (۱۲۵۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی مسجد کی کمیٹی جو کہ کافی سالوں سے مسجد کا نظام سنبھالے ہوئے ہے، کیا اپنی مسجد میں اِمام کو رکھتے ہوئے یہ شرط لگا سکتے ہیں کہ ہم اپنی مسجد میں طے شدہ مدت تین سال کے لئے آپ کو رکھیں گے، کیا کمیٹی اِس شرط کے ساتھ اِمام رکھ سکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مدت کی تعیین کے ساتھ اِمام کا تقرر کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، مسجد کی کمیٹی کو اس کا اختیار حاصل ہے اور مدت پوری ہو جانے پر وہ ملازمت میں توسیع بھی کرسکتی ہے۔

والإجارة لا تخلوا من وجهين إما أن تقع على وقت معلوم أو على عمل معلوم. (النتف في الفتاوىٰ للسغدي / كتاب الإجارة ۵۵۹/۲ دار الفرقان مؤسسة الرسالة عمان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۱/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایسی زمین خریدنا جس میں قبرستان کی زمین شامل ہونے کا الزام ہو

سوال (۱۲۵۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص مثلاً زید کی کچھ زمین تھی، بستی کے کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ زید نے اپنی زمین میں کچھ قبرستان کی زمین بڑھائی ہے، قبرستان اُس کے بالکل متصل ہے، زید نے وہ زمین بکر کو بیچ دی اور اُس کے نام بیع نامہ بھی کردیا ہے، اور کئی سال قبل نگر پالیکا نے قبرستان اور اُس زمین کے درمیان نالہ بھی بنوادیا ہے۔ اور زمین مالک کا قانونی اعتبار اور قبرستان والوں سے کسی بھی طرح کا کوئی نزاع نہیں ہے۔ تو کیا ایسی صورت میں شرعی اعتبار سے لوگوں کا بکر سے زمین خریدنا جائز ہے؟ جواز اور عدم جواز جو بھی صورت ہو تحریر فرمادیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حسبِ تحریر سوال جب کہ قانونی طور پر بکر اُس جائیداد کا مالک ہے اور قبرستان والوں کی طرف سے اُس پر کوئی دعویٰ بھی نہیں ہے، تو دیگر لوگوں کے لئے یہ جائیداد بکر سے خریدنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے اور بلاثبوت کسی کے دعویٰ کا کوئی اعتبار نہیں۔

وشرط المعقود علیه ستة: کونه موجودًا الخ، وکون الملک للبائع فیما یبیعه لنفسه. (رد المحتار / کتاب البیوع ۷/۱۵ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۰/۱۱/۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

قبرستان کی زمین بیچنا جائز نہیں

سوال (۱۲۵۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آبادی میں قبرستان آگیا اُس کو بیچ کر اُس کی رقم کو کسی مسجد مدرسہ میں لگا سکتے

ہیں؟ اور جس نے اُس کو خریدا ہے کیا وہ اُس پر مکان بنا سکتا ہے؟ اِس کے بارے میں شرعی کیا حکم ہے؟ آپ سے درخواست ہے کہ قرآنِ کریم اور ادیث شریفہ کی روشنی میں جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں، مہربانی ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق:- قبرستان کے آبادی کے بیچ میں آنے کی وجہ سے اُس کی موقوفہ حیثیت ختم نہیں ہوتی؛ لہٰذا مذکورہ قبرستان کی زمین کو بیچنا جائز نہیں ہے، اور جس نے اُس کو خریدا ہے اُس کے لئے وہاں مکان بنانا بھی درست نہیں ہے، اُسے چاہئے کہ معاملہ فسخ کرکے بیچنے والے سے اپنی رقم واپس لے لے۔

فإذا تم ولزم لا يملك (تنوير الأبصار) وتحته في الشامية: أي لا يكون مملوكًا لصاحبه ولا يملك أي لا يقبل التمليك لغيره بالبيع ونحوه لاستحالة تمليك الخارج عن ملكه. (رد المحتار، كتاب الوقف / قبيل مطلب في شرط واقف الكتب الخ ٥٣٩/٦ زكريا)

وعندهما حبس العين على حكم ملك الله تعالى على وجه تعود منفعته إلى العباد فيلزم ولا يباع ولا يوهب ولا يورث. وفي العيون واليتيمة أن الفتوى على قولهما. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الأول ٣٥٠/٢ زكريا)

قوله: ولا يملك الوقف بإجماع الفقهاء ...... ولأنه باللزوم خرج عن ملك الواقف وبلا ملكٍ لا يتمكن من البيع. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٣٤٢/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۶/۱۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

موقوفہ دوکان کا کرایہ اَدا نہ کرنے والے کا حکم

سوال (۱۲۵۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے عمر سے ایک وقف دوکان کرایہ پر لی اور کرایہ طلب کرنے پر دینے سے انکار کردیا اور آج تک کرایہ نہیں دیا، کیا اس شکل میں زید کا کوئی عمل مذہبی اللہ کی درگاہ میں قبول ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- موقوفہ دوکان کرایہ پر لےکر اس کا کرایہ ادا نہ کرنا سراسر ظلم اور خیانت ہے، ایسا نادہند کرایہ دار سخت گنہگار رہے، اس پر لازم ہے کہ یا تو سابقہ یا حالیہ پورا کرایہ ادا کرے یا دوکان خالی کردے؛ تاہم اس عمل کی وجہ سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس کی دیگر عبادتیں قبول نہیں ہیں۔

لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته الخ. (الدر المختار مع رد المحتار / كتاب الغصب ۹/۲۹۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۱۱/۱۴۳۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

○❖○

مسجد کے اَوقاف

مسجد کی جائیدادوں کا نفع بخش جگہ سے تبادلہ کرنا

سوال (۱۲۵۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ’’جامع مسجد گیان واپی‘‘ اور’’وشوناتھ مندر‘‘ اِحاطہ میں داخل ہونے والا دروازہ جو جامع مسجد کے اُتر جانب ٹھیک سامنے ایک موقوفہ جائیداد ہے، جو پلاٹ نمبر۸۲۶۳ پر واقع ہے۔ اوراس کے چندقدم کے فاصلے پر بجانب پورب دوسری موقوفہ جائیداد واقع ہے، جس کا پلاٹ نمبر۸۲۷۶ ہے۔ یہ دونوں جائیدادیں’’جامع مسجد گیان واپی‘‘ بنارس پر وقف ہیں۔ پلاٹ نمبر ۸۲۶۳ والی جائیداد پر جوعمارت قائم تھی، جامع مسجد مذکورہ سے متصل ہونے کی بنا پر اُس کی چھت پر عیدین وجمعۃ الوداع کے موقعوں پر قانونی طور پرنماز کی اَدائیگی کا حق حاصل تھا، اوراسی حق کے تحت اس پر حسب معمول تینوں نمازیں اَدا کی جاتی تھیں۔

پچھلی سرکاروں میں یکے بعد دیگرے دونوں موقوفہ عمارتوں پر افتاد پڑی، ۱۹۹۲ء کے بعد پلاٹ نمبر۸۲۷۶ پر واقع عمارت کو جامع مسجد کمیٹی (انجمن انتظامیہ مساجد بنارس) سے ضلع انتظامیہ نے مسجد ومندر کے تحفظ کے لئے کنٹرول روم بنانے کی غرض سے مانگا، مگر انجمن انتظامیہ مساجد نے انکار کردیا، ضلع انتظامیہ کا دباؤ بڑھتا رہا مگر انجمن انتظامیہ مساجد اپنے موقف پر قائم رہی۔ ضلع انتظامیہ نے انجمن پر محنت کرنا بند کردیا اور وہ سیدھے وقف بورڈ لکھنؤ کے ذریعہ اس عمارت پر قابض ہوگئی، اب وہاں ۱۹۹۳ء سے کنٹرول روم قائم ہے۔

چار پانچ سال پہلے اِحاطہ کے دروازے کو’’راشٹریہ ایکتا دوار‘‘ منصوبہ کے تحت توڑ دیا گیا، جس کے نتیجہ میں پلاٹ نمبر۸۲۶۳ پر واقع عمارت کو شدید نقصان پہنچا، ضلع انتظامیہ نے

اسے خطرناک قرار دے کر اس موقوفہ عمارت کو اتروا دیا، اور یہ وعدہ کیا کہ اس کو از سر نو بنوا دیا جائے گا، مگر کافی کوشش کے باوجود کچھ نہ ہوسکا، اب یہ جائیداد صرف زمین ہی کی شکل میں بچی ہے، جس پر مذکورہ بالا تینوں موقع پر نماز بھی نہیں ہو پارہی ہے؛ کیوں کہ عدالت سے صرف چھت پر نماز اَدا کرنے کی اجازت تھی۔ عمارت کے اندر یا عمارت کی زیریں منزل میں نماز اَدا کرنے کی اجازت نہیں تھی۔

نئی حکومت نے ''کاشی وشوناتھ مندر کاریڈور'' منصوبہ بنایا اور منصوبہ کے تحت مسجد ومندر اِحاطہ کے ساتھ ہی آس پاس کی گلیوں میں واقع مکانات کو خریدنا شروع کیا۔ اب تک دوسو سے زائد مکانات خرید کر مذکورہ بالا منصوبے کی تکمیل کے لئے منہدم کئے جاچکے ہیں، یہ سلسلہ ابھی جاری رہے گا۔ اسی کاریڈور منصوبے کی زد میں مذکورہ بالا دونوں موقوفہ جائیدادیں بھی ہیں، جن کے تحفظ کے لئے انجمن مسلسل کوشش کررہی ہے مگر کامیابی کی کوئی امید نہیں ہے؛ البتہ ضلع انتظامیہ نے یہ پیشکش کی ہے کہ ان جائیدادوں کے بدلے میں قریب ہی کوئی دوسری جائیداد دے دیں گے۔ جب کہ اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ اگر انجمن انتظامیہ مساجد اپنے موقف پر اڑی رہتی ہے تو سرکار وقف بورڈ کے ذریعہ حاصل کرلے گی، اور مسجد کے فائدہ میں کچھ نہیں رہ جائے گا، اور ہم مسلمان صرف احتجاج کرتے رہ جائیں گے، جس کے نتیجے میں جائیداد مذکور کے ساتھ ساتھ عوام کے جانی ومالی نقصان کا بھی شدید اندیشہ ہے، پھر یہ کہ اس سے واقف کی منشا بھی فوت ہوجائے گی۔

مذکورہ بالا تفصیلات کے تناظر میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ ضلع انتظامیہ کی مذکورہ پیشکش کو قبول کرتے ہوئے مذکورہ موقوفہ جائیدادوں کی مالیت وحیثیت کے بقدر دوسری جائیدادوں سے تبادلہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- تفصیلی سوال نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ

جائیدادیں اصل مسجد شرعی میں داخل نہیں ہیں؛ بلکہ مسجد کے منافع کے لئے وقف ہیں، اور موجودہ صورتِ حال میں ان سے منفعت بالکل معدوم ہوچکی ہے، اور مستقبل میں بھی ان موقوفہ جگہوں سے فائدہ کی کوئی اُمید نہیں ہے، پس اگر سوال میں ذکر کردہ یہ حقائق مبنی برواقعہ ہیں تو مسجد کی انتظامیہ کمیٹی مسجد کی مصلحت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان موقوفہ جگہوں کا دوسری منفعت بخش جائیدادوں سے تبادلہ کرنے کی مجاز ہے، شرعاً اِس کی گنجائش ہے۔

وشرط في البحر خروجه عن الانتفاع بالكلية. (الدر المختار / كتاب الوقف ٥٨٥/٦ زكريا)

فإن كان [الاستبدال] لخروج الوقف عن انتفاع الموقوف عليهم به، فينبغي أن لا يختلف فيه كالصورتين المذكورتين لقاضي خان، حيث قال: أرض الوقف إذا غصبها غاصب وأجرى عليها الماء حتى صارت بحرًا لا تصلح للزراعة يضمن قيمتها ويشتري بها أرضًا أخرى، فتكون وقفًا مكانها. (إعلاء السنن / ما يجوز وقفه وما لا يجوز ١٦٣/١٣ المكتبة الأشرفية ديوبند، ١٦١/١٣ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۱/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

مسجد کی تعمیر سے پہلے مسجد کی کچھ جگہ کا تبادلہ کرنا

سوال (۱۲۵۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے مسجد کے لئے تین گٹھا زمین رجسٹرڈ کی جو سڑک کے کنارہ لمبائی میں ہے، ابھی اس پر نہ تو تعمیر ہوئی ہے اور نہ نماز شروع ہوئی ہے، اَب اُس زمین کے پڑوس میں ایک دوسرے صاحب کی زمین ہے وہ یہ چاہتے ہیں کہ اس لمبائی والی زمین کا کچھ حصہ لے کر اُس کے بدلے میں چوڑائی کی طرف کچھ زیادہ زمین دیدے؛ تاکہ اُس پڑوسی شخص کا راستہ بھی ہوجائے

اور مسجد بھی چوڑائی میں کچھ بڑھ جائے۔ تو سوال یہ ہے کہ مسجد کے لئے رجسٹرڈ کرنے کے بعد اُس جگہ کا تبادلہ کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں چوں کہ ابھی نہ تو مسجد کی تعمیر ہوئی ہے اور نہ وہاں نماز شروع کی گئی ہے؛ بلکہ رجسٹری کرکے صرف مسجد کی تعمیر کا اِرادہ کیا گیا ہے۔ بریں بنا مسجد کی مصلحت کو دیکھتے ہوئے اُسے چوڑی کرنے کی غرض سے مذکورہ تبدیلی کی گنجائش معلوم ہوتی ہے؛ لیکن جو بھی صورت ہو اُس کو اَز سر نو رجسٹرڈ کرالینا چاہئے؛ تاکہ بعد میں کوئی نزاع نہ ہو۔

ویزول ملكه عن المسجد والمصلى بالفعل أي بالصلاة فيه وبقوله: جعلته مسجدًا عند الثاني. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب: وإذا وقف كل نصف على حدة صارا وقفين ٥٤٤/٦-٥٤٥ زكريا)

وإذا بنى مسجدًا لا يصير مسجدًا حتى يقر بلسانه أنه مسجد لا يباع ولا يوهب ولا يرهن ولا يورث وفتح الباب وأذن فيه وأقيم وأُذِن للناس بالدخول فيه عامةً فيصير مسجدًا إذا صلي بجماعة فيه. وقال أبو يوسف: يصير مسجدًا بقوله جعلته مسجدا. وفي الخانية وفي رواية أخرىٰ عن أبي حنيفة: إذا صلى واحد فيه بإذنه يصير مسجدًا، إلا أن بعضهم قال: إذا صلى فيه واحد بأذان وإقامة وفي ظاهر الرواية لم تذكر هذه الزيادة، والصحيح رواية الحسن وهو أنه يشترط أداء الصلاة بالجماعة من اثنين فصاعدًا بإذنه كما قال محمد. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الوقف / الفصل الحادي والعشرون في المساجد ١٥٦/٨ رقم: ١١٤٩٥ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۵/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

آپسی رضامندی سے مسجد کے نام پر دی ہوئی زمین کی واپسی کا مطالبہ

سوال (۱۲۵۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مدرسہ جس کے قریب میں ایک مسجد ہے جس میں مدرسہ کی تعمیر پہلے ہوئی تھی، اُس کے کچھ عرصہ بعد مسجد کی تعمیر ہوئی، مدرسہ کی زمین میں ایک زینہ ایک مینار اور کچھ زمین جوتے اُتارنے کے لئے عارضی ناظم کے مشورہ سے بعد والوں کو دی گئی، جب کہ اس مدرسہ کے ذمہ دار جناب قاری محمد شمشاد صاحب مرحوم بانی ومہتمم تھے، اُن کے انتقال کے بعد یہ اہتمام ۱۵؍سال کے لئے ایک عارضی ناظم نے سنبھالا تھا، اُنہیں کی نظامت میں یہ زمین ناظم صاحب نے مسجد کو دی تھی، جس کا کوئی معاوضہ نہیں لیا گیا تھا، پندرہ سال کے بعد وہ عارضی ناظم مدرسہ سے برطرف کردئے گئے، فی الحال موجودہ ذمہ دار جناب مرحوم قاری محمد شمشاد صاحب کے بیٹے قاری محمد احمد صاحب ہیں، جو اس بات پر مصر ہیں کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدرسہ کا حق مدرسے کو مل جائے، حضرت مفتی صاحب معلوم یہ کرنا کہ:

(۱) اس طرح کی رضامندی سے مدرسہ کی زمین مسجد کو دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۲) اب مدرسہ کی اس زمین کی واپسی کی کیا شکل ہے؟ جب کہ مدرسہ کی اس زمین میں مسجد کا ایک مینار ایک زینہ اور کچھ زمین ہے۔

(۳) اگر آپس میں بیٹھ کر بات چیت کی جائے اور پیسوں پر صلح ہوجائے تو کیا یہ درست ہے؟

(۴) پیسوں پر صلح ہو تو ۲۰؍سال پہلے کی قیمت پر صلح ہو یا موجودہ قیمت پر؟ قرآن وحدیث روشنی میں مکمل اور مدلل جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- سوال نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ اور مسجد کی انتظامیہ کمیٹی الگ الگ ہے؛ لہٰذا مسجد یا مدرسہ کی زمین ایک دوسرے کو نہیں دی جائے گی اور

مدرسہ کی جو جگہ آپسی رضا مندی سے مسجد کو دے دی گئی تھی، اَب جب مدرسہ والے اس زمین کے متعلق واپسی کا مطالبہ کر رہے ہیں، تو زمین تو واپس نہیں ہوگی؛ بلکہ موجودہ وقت کی جو مناسب قیمت ہے وہ مسجد کی طرف سے مدرسہ کو ادا کی جائے اور اس لین دین کے بارے میں اسٹامپ پیپر پر معاہدہ کرلیا جائے تاکہ آئندہ کے لئے سند رہے۔ (مستفاد: فتاویٰ قاسمیہ ۱۷/۳۹۷)

علیٰ أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبةٌ. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبةٌ والعرف يصلح مخصصًا ٦/٦٦٥ زكريا، ٤/٤٤٥ كراچی)

البقعة الموقوفة على جهة إذا بنى رجل فيها بناء ووقفها على تلك الجهة يجوز بلا خلاف تبعًا لها، فإن وقفها على جهة أخرى اختلفوا في جوازه والأصح أنه لا يجوز. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الثاني فيما يجوز وقفه وما لا يجوز الخ ٢/٣٦٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۴/۱۴۴۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے نام سے الگ کی گئی زمین کو مسجد کی تعمیر سے پہلے بیچنا

سوال (۱۲۵۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) پانچ بھائیوں نے مل کر آپس میں زمین کا کاروبار کیا، اور آپس کی رضا مندی سے اسی زمین کا کچھ حصہ مسجد کی نیت سے چھوڑ دیا، تقریباً پندرہ سال کا عرصہ گذر جانے کے بعد اب ایک بھائی کہتا ہے کہ آپ لوگ ہمارا حصہ الگ کر دیں، ہم اپنے حصہ کی زمین بیچ کر اُس کا پیسہ ایک دوسری مسجد میں -- جس کے لئے زمین خریدی گئی ہے گواہوں کی موجودگی میں -- لگائیں گے، تو کیا اَز روئے شریعت اِس کی اجازت ہے؟

(۲) اور کیا ایسی زمین کا پیسہ اپنی ذاتی ضرورت میں بھی استعمال کر سکتے ہیں؟

(۳) مذکورہ پانچوں بھائیوں میں سے ایک بھائی تقریباً بارہ سال سے جیل میں ہے،

اُس کی بیوی اور بچے غربت کی حالت میں زندگی گذار رہے ہیں اور یہ بھائی مقروض بھی ہے، تو کیا اُس بھائی کی اِجازت کے بغیر اُن کے حصہ کی مذکورہ زمین پر مسجد تعمیر کی جاسکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال اگر زمین کے مذکورہ حصے میں نہ تو نماز شروع ہوئی اور نہ ہی تعمیر شروع کی گئی اور نہ ہی باقاعدہ وقف کیا گیا؛ بلکہ صرف اِرادہ کیا گیا ہے؛ لہٰذا یہ وقف تام نہیں ہوا؛ اِس لئے شرکاء اپنا حصہ لے کر اپنی ضرورت میں یا دوسری مسجد وغیرہ میں لگا سکتے ہیں، اِس میں شرعاً کوئی حرج نہ ہوگا۔

الوقف إخراج المال عن الملک علی وجه الصدقة فلا يصح بدون التسليم كسائر التصرفات. (بدائع الصنائع، كتاب الوقف والصدقة / فصل في شرائط جواز الوقف ۳۲۸/۵ المكتبة النعيمية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۵/۱۴۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

مسجد کے لئے خریدی ہوئی زمین کو بیچنا

سوال (۱۲۵۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر قصبہ کے چند لوگوں نے عوامی چندہ سے قصبہ سے متصل ایک قطعہ زمین مسجد کی تعمیر کی نیت سے خریدی تھی؛ لیکن ابھی تک اُس زمین پر مسجد تعمیر نہیں ہوسکی ہے؛ چوں کہ یہ زمین مسجد کے لئے مناسب کم تھی، اِس لئے اُس زمین پر تعمیر مسجد کی کوشش بھی نہ ہوسکی، اَب اُس سے قریب ہی ایک دوسری مسجد کی زمین ایک صاحب خیر نے مسجد بنانے کے لئے وقف کردی ہے، اوراَب اُس موقوفہ زمین پر مسجد تعمیر کرنے کا لوگوں نے فیصلہ کیا ہے۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ جو زمین مسجد کی تعمیری کی نیت سے پہلے خریدی گئی تھی، اُسے بیچ کر اُس کی رقم موقوفہ زمین پر تعمیر ہونے والی نئی مسجد کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں جس جگہ کومسجد کی تعمیر کرنے کی نیت سے خریدا گیا ہے وہ جگہ ابھی شرعاً چندہ دہندگان کی ملکیت میں ہے، مسجد کے لئے وقف نہیں ہوئی ہے؛ لہٰذا اگر سب کے مشورہ سے اُس جگہ کوفروخت کرکے اُس کی قیمت نئی موقوفہ جگہ میں مسجد تعمیر کرنے پر صرف کردی جائے تو اِس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

وفي فوائد نجم الدين النسفي – رحمه الله –: أهل مسجدٍ اشتروا عقارًا بغلة المسجد ثم باعوا العمارة، اختلف المشائخ في جواز بيعهم، والصحيح أنه يجوز كذا في الغياثية. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / قبيل: الباب الثاني عشر في الرباطات والمقابر والخانات والحياض ٤٦٤/٢ زكريا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۲/۱۴۳۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

مرحوم نے مسجد کے لئے جگہ متعین کی مگر ورثہ منع کررہے ہیں

سوال (۱۲۶۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب نے مسجد کی جگہ بھی اپنی طرف سے دی اور یہ عزم کیا کہ میں اُس کو اپنے پیسے سے بنواؤں گا اور اس جگہ بنیاد رکھ دی گئی، مٹیریل بھی آ گیا اور بھی بہت سارا کام ہوچکا، اَب اُن صاحب کا انتقال ہوگیا، اب وارثین میں سے کچھ چاہتے ہیں کہ وہاں کچھ نہ بنے سب بند کرو۔ دریافت طلب اَمر یہ ہے کہ مسجد کے لئے جو جگہ مرحوم متعین کر گئے وہ مسجد ہی رہے گی یا وارثین جو چاہ رہے ہیں اُن کے مطابق فیصلہ ہوگا، جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حسب تحریر سوال چوں کہ مذکورہ صاحب نے اپنی

زندگی میں مسجد کی جگہ متعین کرکے بنیاد رکھ دی تھی اور تعمیری ساز وسامان منگا کر تعمیر بھی شروع کردی تھی اور یہ عزم بھی کیا تھا کہ میں اِس مسجد کو اپنے ہی پیسے سے بنواؤں گا، تو اِس واضح اور صریح اِقدام کی وجہ سے یہ جگہ اور عمارت مسجد کے لئے وقف اور مخصوص ہوچکی ہے، اَب مرحوم کے وارثین کے لئے اُس جگہ میں ذاتی تصرف کرنا قطعاً جائز نہیں ہے؛ بلکہ اُنہیں چاہئے کہ سب متفق ہوکر اُس مسجد کی تعمیر مکمل کرکے اُسے آباد کرنے کی کوشش کریں؛ تاکہ مرحوم کے لئے صدقۂ جاریہ میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

ویزول ملكه عن المسجد والمصلى بالفعل وبقوله جعلته مسجدًا عند الثاني وشرط محمد والإمام الصلاة فيه بجماعة (وفي الشامي:) ومقتضى هذا أنه لا يحتاج إلى قوله وقفت ونحوه وهو كذلک ...... وفي الدر المنتقى وقدم في التنوير والدرر والوقاية وغيرها قول أبي يوسف، وعلمت ارجحيته في الوقف والقضاء الخ. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب: في أحكام المسجد ٥٤٤/٦-٥٤٦ زكريا)

وأما القبض والتسليم فشرط لصيرورته مسجدًا عند أبي حنيفة ومحمد، وعند أبي يوسف ليس بشرط، حتى أن عنده يصير مسجدًا بمجرد البناء. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الوقف / الفصل الحادي والعشرون في المساجد ١٥٦/٨ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۳/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی زمین مسجد کے ماتحت مدرسہ چلانے کے لئے دینا

سوال (۱۲۶۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے علاقے ضلع امراوتی کا ایک تحصیل انجن گاؤں سورجی شہر ہے، اُس شہر میں ایک مرکزی مسجد ہے، جسے درگاہ مسجد کے نام سے جانا جاتا ہے، مسجد کی آمدنی کے لئے کچھ مکانات ہیں، جو فیملی والوں کو کرایہ پر دئے جاتے ہیں؛ تاکہ اس سے آنے والی آمدنی سے مسجد

کے اخراجات کا نظم ہو سکے، اسی مسجد کے مکانوں کا ایک حصہ ہال ہے، جس کے اندر مسجد کے ذمہ داروں نے ۱۹/۹/۲۰۰۵ء میں شہر کے مفتی ذاکر الدین صاحب قاسمی کو دار الاقامہ کی غرض سے مدرسہ شروع کرنے کی اجازت دی تھی کہ جب تک آپ کی زمین کا نظم نہ ہو جائے، اُس وقت تک مدرسہ اِسی ہال میں چلائیں، نہ کہ ملکیت کا اختیار دیا تھا، مدرسہ ۲۰۱۳ء تک چلا، بعد میں مدرسہ بند ہو گیا۔

اَب مسجد کی کمیٹی مفتی صاحب سے ہال کی واپسی کا مطالبہ کرتی ہے، تو مفتی صاحب دینے سے انکار کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا مضمون سے قرآن وحدیث کی روشنی میں آپ سے درج ذیل باتیں معلوم کرنی ہیں:

(۱) جو چیز مسجد کے لئے وقف ہوتی ہے کیا اسے مدرسہ کے لئے دی جاسکتی ہے؟

(۲) مسجد کی ملکیت کو نہ لوٹانے والا مفتی صاحب کا عمل کیسا ہے؟

(۳) مفتی صاحب کا مسجد کی ملکیت پر قبضہ کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ضرورت کے وقت مسجد کی موقوفہ زمین مسجد کی ماتحتی میں مدرسہ چلانے کے لئے دی جاسکتی ہے؛ لیکن حسبِ تحریر سوال جب مدرسہ بند ہو گیا تو اُس جگہ پر کسی اور کا قبضہ کرنا ہرگز درست نہیں ہے، وہ جگہ مسجد انتظامیہ کو واپس کرنا لازم ہے اور انتظامیہ کمیٹی اُس جگہ کو واپس لے کر مصالح مسجد میں استعمال کرنے کی مجاز ہے۔

ويتصرف القيم في الوقف بما فيه من النفع للوقف. (تنقيح الفتاویٰ الحامدية، كتاب اللقيط واللقطة / الباب الثالث في أحكام النظار وأصحاب الوظائف ۲۰۰/۱ دار المعرفة بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۱۲/۱۴۳۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بڑی بلڈنگ کے درمیانی فلیٹوں کو مسجد کے لئے وقف کرنا

سوال (۱۲۶۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نالاسو پارہ کی ایک مارکیٹ میں کئی سالوں پہلے چار کمرے کسی نے نماز کے لئے وقف کئے، جس عمارت میں یہ کمرے تھے وہ کئی منزلہ تھی، نیچے (گراؤنڈ فلور) میں مارکیٹ تھی اور اُوپر فلیٹ تھے، جس میں لوگ رہتے تھے، تقریباً ڈھائی سال پہلے وہ عمارت بوسیدہ ہونے کی وجہ سے منہدم کردی گئی، تو ٹرسٹ اور مقامی حضرات نے سوچا کہ پوری عمارت خرید لی جائے؛ تاکہ مسجد وسیع ہو اور وسیع کرنے کی ضرورت بھی تھی کہ جمعہ اور عیدین میں کئی کئی جماعتیں کرنی پڑتی ہیں؛ چناں چہ اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے اُس کا سودا اِس طرح کیا کہ ہر فلیٹ والے سے الگ الگ معاملہ کرکے بات پختہ کرلی اور بلڈر سے رقم طے کردی، یعنی اُس سے معاملہ کرکے پیسے طے کردئے؛ لیکن حالات معیشت اور کورونا کی تباہی نے پیسے جمع کرنا دشوار ترین بنا دیا؛ کیوں کہ وہ رقم کروڑوں میں تھی، کچھ رقم جمع ہوئی تھی، اُس میں کچھ فلیٹ والوں کو اور کچھ بلڈر کو دے دی تھی، اِس وقت پیسے نہیں ہیں اور اَسباب کی رو سے پیسے آنے کے راستے بھی نظر نہیں آرہے ہیں۔ دوسری طرف فلیٹ والے اور بلڈر تقاضا نہایت بدتمیزی سے کررہے ہیں، تو ٹرسٹ کا سوچنا یہ ہے کہ فلیٹ والوں سے سودا منسوخ کردیا جائے اور جتنے پیسے دئے ہیں اُن میں جتنی جگہ آئے اُتنی ہی لے لی جائے، اس مسجد کا ایک حصہ اور بھی ہے جو کسی نے بعد میں دی تھی، وہ تھوڑی سی جگہ ہے، اَب سوال یہ ہے کہ:

(۱) یہ کمرے مسجد کے لئے وقف کرنا کہاں تک درست تھا؟ (یعنی وقف ہوئے یا نہیں)

(۲) یہ سودا ختم کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ برائے کرم مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اوپر کی منزل میں نماز پڑھنے کی جگہ ''مسجد شرعی'' کے درجہ میں تو نہ ہوگی؛ کیوں کہ اُس جگہ کے اُوپر اور نیچے کی جگہیں مسجد پر

وقف نہیں ہیں؛ بلکہ متعدد اَفراد کی ملک ہیں؛ البتہ چوں کہ موجودہ دور میں اوپر کی منزلوں کو بھی ایک ''حق قرار'' کا درجہ حاصل ہو چکا ہے جس سے تابیدی طور پر نفع اٹھایا جا سکتا ہے اور اس کا عرف عام ہے۔ بریں بنا دینی مقاصد اور عبادات کی اَدائیگی کی غرض سے متعین کی گئی منزلوں اور فلیٹوں کو حق قرار کے اعتبار سے وقف کے درجہ میں رکھا جائے گا، یعنی پوری تعمیرات میں اتنے حصے کے بقدر جگہ پر واقف کی غرض کے موافق نماز اَدا کرنے کا انتظام کیا جائے گا، نیز اس غرض سے چندہ کی جتنی رقم حاصل ہو چکی ہے اس کو بھی مذکورہ جگہ کی توسیع میں لگا کر اسی درجہ میں سمجھا جائے گا اور رقم کی فراہمی میں دشواری ہو تو آپسی رضامندی سے مزید فلیٹوں سے متعلق کئے گئے سودے منسوخ بھی کئے جا سکتے ہیں، اِس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

ومن جعل مسجدًا تحته سرداب أو فوقه بيت وجعل بابه إلى الطريق وعزله أو اتخذ وسط داره مسجدًا وأذن للناس بالدخول فله بيعه ويورث عنه؛ لأنه لم يخلص لله تعالىٰ لبقاء حق العبد متعلقًا به. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٤٣١/٥ دار الكتاب ديوبند)

فيفتى بجواز النزول عن الوظائف بمال وبلزوم خلو الحوانيت فليس لرب الحانوت إخراجه ولا إجارتها لغيره ولو وقفًا (الدر المختار) وقال الشامي: ورأيت بخط بعض العلماء عن المفتي أبي السعود أنه أفتى بجواز أخذ العوض في حق القرار والتصرف وعدم صحة الرجوع. (رد المحتار، كتاب البيوع / مطلب في خلو الحوانيت ٣٧/٧ زكريا)

والقول المختار عند المتأخرين من الحنفية أن ما كان من هذه الحقوق متعلقًا بالأعيان الثابتة فهو مال حكمًا يجوز بيعه وشرائه مثل حق المرور وحق الشرب ...... ولا يجوز بيع حق التعلي عندهم؛ لأنه ليس متعلقًا بعين ثابت، ولكنه يجوز التناول عنه بمال عن طريق الصلح، كما صرح به الأتاسي. إن

للعرف مجالا في إدراج بعض الحقوق في الأموال؛ فإن المالية تثبت بتمول الناس، كما يقول ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ. (بحوث في قضايا فقهية / البحث الثالث: بيع الحقوق المجردة ۱۱۰/۱ وزارة الأوقاف) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۴/۱۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

مسجد والوں کا مسجد کے نام پر زمین گھیر لینا

سوال (۱۲۶۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد ہے جس کے بازو میں ایک چھوٹی سی خالی جگہ پڑی ہے جس کا رقبہ تقریباً ۲×۳ فٹ ہے، اسی خالی جگہ کے سامنے زید کے گھر کی پہلی منزل کا ایک دروازہ ہے اور اس دروازہ سے اُس کی آمد ورفت ہے اور یہ گھر بنے ہوئے تقریباً سو سال سے بھی زائد ہو چکے ہیں، جب کہ لوگوں کا کہنا ہے کہ تقریباً پچاس سال سے پہلے یہ دروازہ بنا ہے اور اب خالی جگہ کے بارے میں مسجد کی کمیٹی والوں کا دعویٰ ہے کہ یہ مسجد کی جگہ ہے، صحیح صورت حال کیا ہے وہ کچھ پتہ نہیں، اگر یہ مسجد کی بھی ہو تو کیا اس مسجد کی کمیٹی والوں کے لئے یہ مناسب ہے کہ اس جگہ کو اس انداز سے گھیرنا کہ زید کے گھر کا ایک دروازہ بند ہو جائے، جب کہ مسجد میں آمد ورفت کے لئے کوئی دشواری نہیں ہے۔ نیز مدتوں پہلے مسجد اور مکان اُسی صورت میں بنایا گیا تھا کہ اُدھر سے نکلنا آسان ہو؛ کیوں کہ وہ خالی جگہ عام جگہ کہلاتی ہے، مسجد کمیٹی والوں نے زید سے کوئی مشورہ بھی نہیں لیا اور یہ قدم اُٹھالیا ہے تو کیا اُن کا یہ قدم اُٹھانا جس میں گھر والوں کے لئے سخت پریشانی کا سبب بنے تو کیا یہ درست ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- سوال میں جس خالی جگہ کا ذکر کیا گیا ہے اُس کے

متعلق یہ اَمر قابل تحقیق ہے کہ کاغذات کے اعتبار سے یہ جگہ کس کی ملکیت میں ہے، اگر یہ مسجد کی ملکیت ہے جیسا کہ مسجد کی کمیٹی والوں کا دعویٰ ہے تو مسجد والوں کو اُسے گھیرنے اور زید کے گھر کا دروازہ بند کرنے کا حق حاصل ہے اور اگر کاغذات سے یہ ثابت ہوجائے کہ یہ مسجد کی جگہ نہیں ہے؛ بلکہ مشترکہ ہے یا افتادہ ہے یا کسی کے پاس کاغذات موجود ہی نہ ہوں، تو ایسی صورت میں اُسے علی حالہٖ باقی رکھا جائے گا اور اُسے مسجد کی عمارت میں شامل نہیں کیا جائے گا، اَب ملکیت کی تحقیق مقامی طور پر کرلی جائے اور اُسی کے مطابق عمل کیا جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۳/۲۹۵)

الوقوف التي تقادم أمرها ومات وارثها ومات الشهود الذين يشهدون عليها فإن كانت لها رسوم في دواوين القضاة يعمل عليها ...... وإن لم تكن لها رسوم في دواوين من القضاة يعمل عليها تجعل موقوفة فمن أثبت في ذلك حقا قضى له به. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الخامس في ولاية الوقف، الفصل الثاني في الشهادة ٢/٤٣٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۹/۴/۱۴۳۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مکان کا راستہ بڑا کرنے کے لئے مسجد کی زمین استعمال کرنا

سوال (۱۲۶۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے محلّہ کی مسجد کے پاس عمر کا مکان ہے، عمر کے گھر اور مسجد دونوں کی دیوار برابر ہے۔ اَب مسئلہ یہ ہے کہ عمر کے مکان میں اندر جانے کا راستہ چھوٹا ہے، جس کی وجہ سے عمر چاہتا ہے کہ کچھ زمین مسجد کے پاس سے خرید لی جائے تاکہ راستہ بڑا ہوجائے اور جس جگہ عمر راستہ خریدنا چاہتا ہے اُس جگہ بیت الخلاء بنے ہوئے ہیں۔ عمر کا کہنا ہے کہ اگر متولیان مسجد کی زمین کے بدلے میں دوسری زمین لینا چاہتے ہیں، جو مسجد کے اندرونی حصہ میں شامل ہوتی ہیں، تو زمین لے لیں اور قیمت لینا چاہتے ہیں تو قیمت وصول کرلیں، تو کیا مسجد کی زمین میں

اِس طرح زمین کا تبادلہ یا قیمت وصول کرسکتے ہیں؟ حضور والا سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ مسئلہ کا حل فرماکر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسجد کی موقوفہ زمین کی تبادلہ یا خرید وفروخت جائز نہیں ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں عمر کو چاہئے کہ وہ برابر کی مسجد کی زمین لینے کا خیال دل سے نکال دے۔

فإذا تم ولزم لا يملك (الدر المختار) **أى لا يكون مملوكًا لصاحبه ولا يملك أي لا يقبل التمليك لغيره بالبيع ونحوه لاستحالة تمليك الخارج عن ملكه.** (رد المحتار / كتاب الوقف ٦/٥٣٩ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۳/۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

مسجد کے زائد مصلوں اور قرآن کریم کو بیچنے کا حکم

سوال (۱۲۶۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گاؤں کی مسجد میں جب بھی گاؤں میں بارات آتی ہے تو ایک جانماز اور ایک قرآنِ پاک بطور ہدیہ دیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے مسجد میں بڑی تعداد میں قرآن پاک اور مصلے جمع ہوگئے ہیں جو ضرورت سے بہت زائد ہیں، تو کیا مسجد کی انتظامیہ کمیٹی کا قرآن پاک اور جائے نمازوں کو مناسب قیمت پر فروخت کرکے اُن سے حاصل شدہ رقم کو مسجد کے دیگر مصارف میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں مسجد میں آمد شدہ زائد قرآنِ

پاک ایسی مساجد میں منتقل کردئے جائیں؛ جہاں قرآن پاک کی ضرورت ہو۔ اِسی طرح اگر بسہولت ممکن ہوتو زائد مصلوں کو بھی دیگر مساجد میں تقسیم کردیا جائے؛ لیکن اگر اُن کی تعداد زیادہ ہو اور رکھے رکھے ضائع ہونے کا خطرہ ہوتو اُن مصلوں کو فروخت کرکے اُس سے حاصل شدہ قیمت مسجد کی دیگر ضروریات میں خرچ کی جاسکتی ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ قاسمیہ ۳۰۱/۱۸-۳۰۲)

وأما الحصر والقناديل فالصحيح من مذهب أبي يوسف أنه لا يعود إلى ملك متخذ بل يحول إلى مسجد آخر أو يبيعه قيم المسجد للمسجد ورجّح المحقق في ''فتح القدير'' قول أبي يوسف بأنه الأوجه، كذا في البحر ۲۵۱/۵. (إعلاء السنن ۲۰۱/۱۳ کراچی، فتح القدير ۲۲۰/۶ المكتبة الأشرفية ديوبند)

إذا وقف مصحفًا على أهل مسجد لقرائة القرآن إن كانوا يحصون جاز وإن وقف على المسجد جاز ويقرأ في ذلک المسجد وفي موضع آخر ولا يكون مقصورًا على هذا المسجد. (البحر الرائق، كتاب الوقف / وقف المنقول ۳۳۸/۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۰/۲/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کا موٹر چلا کر اُس کا پانی تقریبات میں استعمال کرنا؟

سوال (۱۲۶۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے گاؤں کی مسجد میں سمر سیبول لگا ہوا ہے مسجد کے پڑوسی لوگ تقریبات وغیرہ کے موقع پر مسجد کا موٹر چلا کر پانی لے لیتے ہیں اور اپنی ذاتی ضرورت میں استعمال کرتے ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ اِس طرح پڑوسیوں کا مسجد کے پانی کو استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور جو پانی استعمال کیا گیا ہے اُس کا کرایہ یا عوض دے کر اُس کی تلافی کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ آپ سے درخواست ہے کہ تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مساجد کا پانی نمازیوں کے لئے وقف ہے؛ لہٰذا اہل محلّہ وغیرہ کے لئے اُس پانی کو اپنی ذاتی ضرورتوں میں بلا معاوضہ استعمال کرنا درست نہیں ہے؛ البتہ اگر پانی نمازیوں کی ضرورت سے زائد ہو تو ضرورت کے وقت مناسب عوض دے کر اُس کے استعمال کی گنجائش ہوگی۔

فإن كان له أدنى قيمة لا يأخذه إلا بعد الشراء من المتولي أو القاضي أو أهل المسجد أو الإمام. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٥/ ٤٢٠ زكريا)

متولي المسجد ليس له أن يحمل سراج المسجد إلى بيته. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الوقف / مسائل وقف المسجد ٨/ ١٦٩ زكريا)

ولا يحمل سراج المسجد إلى بيته. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة / الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة وما لا يكره ١/ ١١٠ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۰/۱۱/۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

مسجد کا بورنگ اپنی بجلی سے چلا کر پانی لینا

سوال (۱۲۶۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے محلے میں گھر گھر سرکاری نل لگا ہوا ہے؛ لیکن ہمارا گھر اخیر میں ہونے کی وجہ سے پانی نہیں آتا اگر آتا بھی ہے تو بہت ہی کم جس سے ضرورت پوری نہیں ہوسکتی، ساتھ ہی محلے میں مشترکہ بورنگ بھی کھودا ہوا ہے؛ لیکن اُس میں ابھی خصوصاً گرمی کے موسم میں تکلیف رہتی ہے، اور ہمارے گھر میں بورنگ کھدوانے کے لئے کوئی مناسب جگہ نہیں ہے؛ البتہ ہمارے پڑوس میں ایک مسجد ہے جس کا بورنگ ہمارے گھر کے حدود میں کھودا گیا ہے اور وہ مسجد ہی کے

لئے وقف کیا ہوا ہے، اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس بورنگ کے ساتھ اس طرح کنکشن کردیا جائے کہ اگر ہم اس بورنگ سے پانی لیویں تو ہمارے گھر کی بجلی چلے گی اور اگر مسجد والے استعمال کریں گے تو مسجد کی بجلی چلے گی تو کیا اس طرح مسجد کے بورنگ سے پانی لینا جائز ہوگا یا نہیں؟

اور جائز ہونے کی صورت میں اس بورنگ کا پائپ جو ہم استعمال کریں گے، کیا اُس کا کرایہ مسجد کو اَدا کرنا ہمارے ذمہ ضروری ہے؟ نیز وہ کرایہ کس طرح طے کیا جائے؟

نیز ایک مسئلہ یہ ہے کہ اگر ہم اپنے پیسے سے مسجد میں کسی جگہ بورنگ کھدوائیں اور ہمارے گھر میں مسجد کا جو بورنگ ہے وہ ہم اپنی ملکیت میں لے لیں تو کیا یہ صورت جائز ہوسکتی ہے؟

ایک اور مسئلہ یہ بھی عرض کرنا ہے کہ ضرورت کے موقع پر محلے والے مسجد کے بورنگ سے پانی لے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور کیا لینے کی صورت میں مسجد کے متولی کو اُس کا کرایہ اَدا کرنا ضروری ہے؟ نیز وہ کرایہ کس طرح طے کیا جائے؟

آپ حضرات سے عاجزانہ درخواست ہے کہ اِن سوالات کے مدلل جوابات عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگرچہ آپ اپنی بجلی سے موٹر چلائیں گے؛ لیکن بہرحال مسجد کے موٹر اور بورنگ سے فائدہ اُٹھانا پایا جائے گا، اِس لئے اِس منفعت کے عوض جب تک مناسب اور معقول کرایہ طے کرکے مسجد کو اَدا نہ کیا جائے، اُس وقت تک آپ کے لئے اُس بورنگ سے پانی لینے کی اجازت نہ ہوگی اور کرایہ انتظامیہ کمیٹی کے مشورہ سے آپسی رضامندی سے طے کیا جاسکتا ہے۔

المستفاد: فإن کان له أدنیٰ قیمة لا یأخذہ إلا بعد الشراء من المتولي أو القاضي أو أھل المسجد. (البحر الرائق / کتاب الوقف ٥/ ٤٢٠ دار الکتاب دیوبند)

آپ نے اپنی زمین کی حدود میں مسجد کے لئے بورنگ کرکے ایک ثواب کا کام کیا ہے

اور آپ جب تک چاہیں اِس سلسلے کو باقی رکھ سکتے ہیں، اور جب چاہیں اِس کو موقوف کرنے کا بھی آپ کو اختیار رہے، موقوف کرنے کی صورت میں آپ پر لازم ہوگا کہ یا تو اس بورنگ پر مسجد کا جو خرچ ہوا وہ مسجد کو لوٹائیں (کیوں کہ وہ آپ کی رضا مندی سے وہاں لگایا گیا ہے) یا مسجد کی حدود میں اسی معیار کا دوسرا بورنگ کرا کر دیں، مسجد کی انتظامیہ کمیٹی یا متولی جس بات پر راضی ہوں اُسے آپ اختیار کر سکتے ہیں۔

مستفاد: ومنها لو غصب ساجة أي خشبة وأدخلها في بناء ہ فإن كانت قيمة البناء أكثر يملكها صاحبها بالقيمة. وقال الحموي: وفي الخانية: وإن كانت قيمة الساجة والبناء سواء فإن اصطلحا على شيء جاز. (الأشباه والنظائر / القاعدة الخامسة: الضرر يزال ۱/۲۵۸)

مسجد کا پانی دراصل نمازیوں کی ضرورت کے لئے وقف ہوتا ہے؛ اس لئے یہ پانی ذاتی ضرورت کے لئے بلا معاوضہ لینا درست نہیں ہے؛ البتہ اگر نمازیوں کی ضرورت سے زائد پانی ہو تو معقول اور مناسب معاوضہ دے کر وہ پانی استعمال کیا جا سکتا ہے اور یہ معاوضہ حالات اور عرف کو سامنے رکھ کر مسجد کے ذمہ داران طے کریں گے۔

ليس لمتولي المسجد أن يحمل سراج المسجد إلى بيته. (البحر الرائق / كتاب الوقف ۵/۴۲۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۱۱/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ نماز مسجد کے پنکھے چلانے پر متولی کا ناراض ہونا

سوال (۱۲۶۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بتاریخ ۲۸ رجولائی ۲۰۲۱ء کو اپنے محلّہ کی مرکز مسجد میں عشاء کی نماز پڑھنے گیا تھا، فرض نماز اَدا کرنے کے بعد سنن ونوافل میں مشغول تھا، مسجد میں تقریباً دس پندرہ نمازی اپنی اپنی

نماز اَدا کرر رہے تھے کہ اتنے میں مؤذن نے پنکھے بند کردئے، تو میں نے مؤذن سے کہا کہ پنکھے کیوں بند کردئے، پنکھے چلاؤ، جب کہ گرمی بہت سخت تھی، مؤذن نے دوبارہ پنکھے چلا دئے، میں نماز پڑھ کر گھر آیا تو مسجد کے متولی نے مجھے گھر سے بلا کر بہت لعنت ملامت وسخت وسست کہہ کر گندی گندی گالیاں دیں۔

کیا ایسے شخص کو متولی بنانا یا بنوانا جائز ہے، نیز ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ جواب عنایت فرمائیں، مہربانی ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسجد میں پنکھے وغیرہ کی سہولتیں نمازیوں کے لئے ہوتی ہیں، اگر کوئی ایک یا چند نمازی اُسے استعمال کرلیں، تو اُن پر لعنت وملامت کی اجازت نہیں ہے، اگر نمازی ضرورت سے زائد استعمال کریں تو انہیں اچھے انداز میں سمجھا دیا جائے اور مؤمن کی بےعزتی سے بہرحال اجتناب لازم ہے۔

ولو وقف على دهن السراج للمسجد لا يجوز وضعه جميع الليل بل بقدر حاجة المصليين. (الفتاویٰ الهندية / الباب الحادي عشر في المسجد وما يتعلق به ٤٥٩/٢ زكريا)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في حديث: ...... وفيه: المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره الخ. (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة / باب تحريم الظلم رقم: ٢٥٨٠)

وقال النووي: قوله: ولا يحقره، أي لا يحتقره فلا ينكر عليه ولا يستصغره ويستقله. (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب البر والصلة باب تحريم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه وماله ٦٥٧٤/١٠ مكتبة نزار مصطفى الباز) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱۲/۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تفسیر قرآن کے لئے لوگوں کا مسجد کی لائٹ اور پنکھا استعمال کرنا

سوال (۱۲۶۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مغرب سے عشاء تک مسجد میں قرآن کی تفسیر ہوتی ہے اور اُس میں بہت سے لوگ جمع ہوتے ہیں، کیا اُن لوگوں کے لئے مسجد کی لائٹ، پنکھے اور مائک کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ آپ سے گذارش ہے کہ مسئلہ کے تعلق سے صحیح طور پر ہماری رہنمائی فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- تفسیر قرآن بھی وعظ ونصیحت کے قبیل سے ہے اور مساجد میں یہی عرف جاری ہے کہ وعظ واصلاح کے پروگرام (مثلاً اصلاحی جلسے اور تبلیغی جماعت کے اجتماعات) مسجد ہی کے ضمنی کاموں میں شمار ہوتے ہیں، بریں بناء مسجد کی انتظامیہ کمیٹی کی اجازت سے مسئولہ صورت میں تفسیر قرآن کی مجلس کے لئے بقدر ضرورت مسجد کی لائٹ اور پنکھے وغیرہ استعمال کیے جاسکتے ہیں، اِس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

ویجوز الدرس في المسجد وإن کان فیہ استعمال اللبود والبواري المسبلۃ لأجل المسجد. (البحر الرائق/ کتاب الوقف ۴۱۹/۵ زکریا، ۲۵۰/۵ کوئٹہ)

ولأن المسجد ما بني إلا لہا من صلاۃ واعتکاف وذکر شرعي وتعلیم علم وتعلمہ وقراء ۃ قرآن. (البحر الرائق، کتاب الصلاۃ / باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا ۶۰/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱۲/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے اِمام کا مسجد کے فلیٹ میں کسی دوسرے کو ٹھہرانا

سوال (۱۲۷۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: یہ علاقہ جس میں ہم لوگ رہتے ہیں، یہ ایک بڑا علاقہ ہے، جو سرسید نگر کے نام

سے موسوم ہے، یہ پورا علاقہ نواب آف جے پور کی پراپرٹی ہے جو وقف علی الاولاد ہے، اس میں انہوں نے ایک پلاٹ مسجد کے نام سے مختص کر دیا تھا، محلّہ والوں نے آپس میں چندہ کرکے اس میں ایک مسجد بنائی جو بڑی مسجد کے نام سے موسوم ہے، اس میں چار فلیٹ بھی ہیں، جو امام و مؤذن اور مسجد کے خدام کو فری رہائش کے لئے دیا جاتا ہے؛ چوں کہ ان حضرات کی تنخواہیں بہت معمولی رہتی ہیں اس وجہ سے رہائش کے لئے فلیٹ فری دیا جاتا ہے، مسجد کی ایک کمیٹی بھی ہے، ہمارے اِمام صاحب جو دیوبند دارالعلوم سے فارغ ہیں، تقریباً ۱۲/سال سے ایک فلیٹ میں رہائش پذیر ہیں، اِس دفعہ اُنہوں نے یہ حرکت کی کہ وہ مع اپنی فیملی کے محلّہ کے ایک کرائے کے مکان میں منتقل ہوگئے اور مسجد والا فلیٹ جس میں وہ رہا کرتے تھے وہ اپنے داماد کو بغیر مسجد کی کمیٹی کے علم میں لائے ہوئے رہائش کے لئے دے دیا، اُن کے داماد دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہیں اور یونیورسٹی میں ملازم ہیں، مسجد میں اُن کا کوئی سروکار نہیں، جب مسجد کمیٹی کے ممبران کو اِس کا علم ہوا، اُن اِمام صاحب سے پوچھ گچھ کی، اِمام صاحب نے معذرت ظاہر کی اور ایک مختصر مدت کے لئے رہنے کی اِجازت چاہی، جو اُن کو دے دی گئی۔

(۱) کیا امام صاحب کو اس کا مجاز ہے کہ وہ خود مکان میں نہ رہ کر وہ مکان اپنے کسی عزیز کو بغیر مسجد کمیٹی کی اجازت کے دے دیں اور خود باہر منتقل ہوجائیں۔

(۲) مسجد کمیٹی جو کہ مالک مطلق نہیں ہے؛ بلکہ نگراں ہے، اُس کو اختیار ہے کہ وہ اِمام صاحب کے بدلے اُن کے کسی عزیز کو فری رہنے کی اِجازت دے دیں، ایسا عزیز جو باہر ملازم ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں مسجد کا جو فلیٹ اِمام صاحب کو مفت میں رہائش کے لئے دیا گیا ہے، اِمام صاحب اُسے اپنی طرف سے کسی دوسرے کو دینے کے مجاز نہیں ہیں۔ نیز مسجد کی کمیٹی کے ذمہ دار حضرات بھی اِمام صاحب کے علاوہ کسی اور شخص کو بلامعاوضہ مسجد کے کسی فلیٹ کو رہائش پر دینے کا اختیار نہیں رکھتے، اگر مصلحۃً اِمام ومؤذن کے

علاوہ کسی اور کو فلیٹ دینے کی نوبت آئے تو مسجد کے لئے اُس کا مناسب کرایہ وصول کرنا ضروری ہے۔

ویؤجر بأجر المثل فلا یجوز بالأقل ولو هو المستحق (الدر المختار)

أي لا یصح إذا کان بغبن فاحش کما یأتي. (رد المحتار، کتاب الوقف / مطلب: لا یصح إیجاز الوقف بأقل من أجرة المثل ۶۰۸/۶ زکریا)

فإذا تم ولزم ولا یعار ولا یرهن. (الدر المختار، کتاب الوقف / قبیل مطلب في شرط واقف الکتب ۵۳۹/۶ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

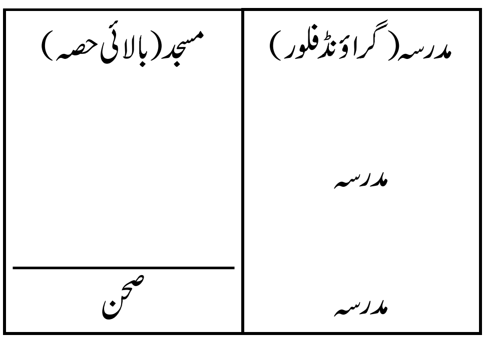
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۱/۱۴۳۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد اور عید گاہ کی تعمیر

کامن پلاٹ پر نقشہ سے مسجد مدرسہ تعمیر کرانا

سوال (۱۲۷۱):- کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ''ریحان پارک'' نامی ایک کالونی ہے، جس میں ایک کامن پلاٹ (COMMAN PLOT) ہے، کالونی کے باشندگان نے باہمی رضا مندی سے کامن پلاٹ میں آج سے ۲۰؍سال قبل مسجد مدرسہ بایں طور تعمیر کیا کہ نیچے کے حصہ میں زمین کے ساتھ میں مدرسہ بنایا اور مدرسہ کے اوپر ایک صاحب خیر کے تعاون سے مسجد تعمیر کی، جس کی شکل ذیل میں درج ہے:

موجودہ نقشہ



اَب نمازیوں کی تعداد بڑھ جانے کی وجہ سے موجودہ مسجد ناکافی ہے، جس کے سبب یہ طے ہوا ہے کہ موجودہ مسجد مدرسہ کی عمارت کی جگہ نئی عمارت مسجد کی تعمیر کی جائے بایں طور کہ گراؤنڈ فلور اور بالائی حصہ پر مسجد تعمیر ہو، بالائی حصہ میں پہلے جہاں مسجد تھی وہاں بالائی حصہ میں تو مسجد رہے گی اور اُسی کے نیچے زمینی حصہ میں بھی مسجد بنادی جائے؛ البتہ اُوپر والے حصہ میں

جہاں پہلے صحن تھا، وہاں مدرسہ کی کلاسیں کردی جائیں، مجوزہ نقشہ کچھ اِس طرح ہے:

گراؤنڈ فلور مسجد	بالائی حصہ مسجد
صحن (زیریں حصہ)	مدرسہ (بالائی حصہ)

اِس سلسلہ میں چند باتیں دریافت طلب ہیں:

(۱) کامن پلاٹ پر اس طرح مسجد مدرسہ بنانے سے وہ جگہ وقف ہوجاتی ہے یا نہیں؟

(۲) بہرصورت مجوزہ نقشہ کے مطابق مسجد تعمیر کرنا اور مدرسہ کو بالائی حصہ میں صحن کی جگہ منتقل کرنا کیسا ہے؟

اُمید ہے کہ حضرت والا توجہ فرمائیں گے اور اپنی خداداد فقہی بصیرت کے ذریعہ سے ہماری رہنمائی فرمائیں گے، ادعیۂ صالحہ میں یادشاد فرمائیں۔

نوٹ:- بالائی صحن مسجد کا حصہ مسجد شرعی ہے یا خارج ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱) مذکورہ کالونی کے سبھی باشندے اگر راضی ہوں تو اس ''کامن پلاٹ'' کو مسجد اور مدرسہ کے نام وقف کرنا درست ہے۔

ولو قال وهبت داري للمسجد وأعطيتها له صح ويكون تمليكًا الخ.

(حاشية الطحطاوي على الدر المختار ٥٣٦/٢)

(۲) ضرورت کی بنا پر نیچے کی منزل کو مسجد شرعی میں شامل کرنا اور خارجِ مسجد صحن والی جگہ پر اوپر نیچے مدرسہ تعمیر کرنا درست ہے؛ لیکن دونوں کا انتظام ایک ہی کمیٹی کے تحت رہنا چاہئے؛ کیوں کہ یہ سب ایک ہی وقف ہے۔

قال في البحر: وحاصله أن شرط كونه مسجدًا أن يكون سفله وعلوه مسجدًا لينقطع حق العبد عنه لقوله تعالىٰ: ﴿وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ﴾ بخلاف ما إذا كان السرداب والعلو موقوفًا لمصالح المسجد. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب في أحكام المسجد ٥٤٧/٦ زكريا)

مستفاد: وقد علم منه أنه لا يجوز لمتولي الشيخونية بالقاهرة صرف أحد الوقفين للآخر. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٣٦٢/٥ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱۲/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مشتبہ ملکیت والی زمین پر مسجد کی تعمیر کا حکم

سوال (۱۲۷۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے پاس ایک رجسٹرڈ زمین ہے جو اس کے لاولد ماموں سے خدمت کے صلہ میں کچھ اور چیزوں کے ساتھ بطور وصیت ملی تھی، جس زمین کے متعلق زید کو اتنی بات سنی سنائی معلوم ہے کہ آج سے ستر، اسی سال پہلے ایک غیر مسلم نے کچھ روپئے کے عوض ماموں کو یہ زمین دی تھی، معلوم نہیں بطور رہن دی تھی یا بطور بیع؛ لیکن یہ بات زید کو معلوم ہے کہ ماموں اور اس غیر مسلم کے درمیان اسی زمین کے متعلق بعد میں مقدمہ بھی چلا تھا، وجہ معلوم نہیں، نتیجۃً ماموں کو کامیابی ملی تھی اور سرکاری ڈگری بھی حاصل ہوئی تھی، پھر بعد میں چک بندی کے اندر ایک اور قصبے سے دور زمین کو بھی اسی زمین کے ساتھ ماموں نے شامل کرالیا تھا، جس کے سرکاری کاغذات نیز وصیت نامہ آج بھی زید کے پاس موجود ہے؛ لیکن کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ایسی زمین پر مسجد کی تعمیر ناجائز ہے؛ کیوں کہ یہ زمین بطور رہن تھی اور اُس کا مالک پیسہ لے کر آیا تو ماموں نے دینے سے انکار کردیا تھا اور ناجائز طریقہ پر اپنے نام کرالیا تھا۔ اور یہ بھی گمان ہے کہ اُن کے مرنے کے بعد زید بھی زمین کو ٹھیک کرنے کے لئے اُس غیر مسلم کے ورثہ کے پاس گیا

تھا، تو ورثہ نے یہ کہا کہ معاملہ اُوپر طے ہوگا یعنی آخرت میں طے ہوگا؛ جب کہ اِس آخری بات کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں اور زید اِس پر حلف لینے کے لئے تیار ہے۔ اَب برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ ایسی زمین پر مسجد کی تعمیر جائز ہے یا ناجائز، نیز اِس بلادلیل گمان کی کوئی شرعی حیثیت ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں زمین کے کاغذات اگر درست ہیں تو مالک کی اِجازت سے اُس زمین پر مسجد بنانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے اور سنی سنائی اور بلاتحقیق باتوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ پھر بھی مزید اطمینان کے لئے اگر مذکورہ زمین کا پورا سرکاری ریکارڈ اور زمین کے متعلق مقدمہ کی پوری کارروائی نکلوا کر دیکھ لی جائے تو بہتر ہوگا؛ تاکہ کسی کو اعتراض کا موقع نہ رہے۔

ولو قال وهبت داري للمسجد أو أعطيتها له صح ويكون تمليكًا فيشترط التسليم. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الفصل الثاني في الوقف وتصرف القيم وغيره في مال الوقف عليه ٢/٤٦٠ زكريا قديم، ٢/٤١٢ زكريا جديد)

لا يجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي. (قواعد الفقه ص: ١١٠ رقم: ٢٦٩ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۸/۱۴۳۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد سے متصل سرکاری زمین پر طہارت خانے بنانا

سوال (۱۲۷۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) گاؤں کی مسجد بالکل ندی سے متصل ہے اِس طرح کہ مسجد کی حی علی الفلاح کی سمت کی دیوار ندی سے لگی ہوئی ہے، ندی سال بھر خشک رہتی ہے، سال میں ایک دو مرتبہ شدید

بارش ہونے کی بنا پر اُس میں پانی آتا ہے، گذشتہ دنوں حکومت کی طرف سے ندی میں تقریباً ۳۰ رفٹ اندر کی طرف ایک بڑی اور مضبوط دیوار بنائی گئی ہے، اب مسجد کی دیوار اور ندی میں تعمیر شدہ دیوار کے درمیان تقریباً ۳۰ رفٹ کی جگہ نکل آئی ہے جو قانوناً تو سرکاری زمین ہے، راستہ وغیرہ کے لئے ہوسکتی ہے؛ لیکن فی الحال اسے راستہ کے طور پر استعمال ہونے کے امکانات نہیں ہیں؛ گویا کہ اگر اِس وقت مذکورہ جگہ پر مسجد کے طہارت خانے، غسل خانے، وضو خانے اور بالائی منزل پر مکتب، جماعتوں کے باورچی خانے وغیرہ بنانا چاہیں تو کسی بھی طرح کے اعتراض یا کارروائی کا امکان نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض کبھی کوئی کارروائی ہوئی بھی تو گاؤں کے دیگر علاقوں میں اِس طرح کی تعمیرات اتنی ہیں کہ اُن کے حوالے اور آڑ سے اِس کارروائی کو روکا جاسکتا ہے؛ لہٰذا:

اَب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مذکورہ جگہ پر مسجد کے طہارت خانے وغیرہ اور بالائی منزل پر مکتب وغیرہ کی ضروریات کے کمرے، عوامی چندے سے بنوانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اس زمین پر سرکاری فنڈ سے نیچے مسلم شادی ہال بنوا کر اوپر عمومی چندے سے مکتب کے کمرے جماعتوں کے قیام وطعام کے کمرے بنوانے کی شرعاً اجازت ہے یا نہیں؟ البتہ یہ بات ملحوظ رہے کہ سرکاری فنڈ سے کوئی بھی تعمیر ہو، اس میں گاؤں کی کسی بھی سیاسی پارٹی کا کام کئے بغیر اُن سے کام کروانا ممکن نہیں؛ خواہ وہ کوئی بھی پارٹی ہو۔

اَز راہِ کرم دونوں ہی صورتوں میں حکم شرع کے مطابق رہنمائی فرمائیں تو نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱-۲) حسبِ تحریر سوال مذکورہ ندی سے متصل جگہ سرکاری ملکیت ہے؛ لہٰذا جب تک سرکاری محکمہ سے باقاعدہ اجازت نہ مل جائے، وہاں کسی طرح کی تعمیر کرنا درست نہ ہوگا؛ خواہ مسجد کے غسل خانے وغیرہ ہوں یا شادی ہال، سب کا یہی حکم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۷۷ اڈابھیل)

لا یجوز لأحد أن یتصرف في ملک الغیر بغیر إذنه. (قواعد الفقه / الرسالة الثالثة ص: ۳۵ رقم: ۲۷۰ المکتبة الأشرفیة دیوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نگر پالیکا کی زمین پر مسجد کے لئے بیت الخلاء کی تعمیر

سوال (۱۲۷۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نینی تال میں ایک عمارت مسجد کی آمد وخرچ کے لئے وقف علی اللہ ہے، زمین نگر پالیکا سے ۹۹/ سال کی ملی ہے، اسی پر یہ عمارت قائم ہے، ان کے اطراف میں نگر پالیکا کی اور بھی زمینیں خالی پڑی ہوئی ہیں، مسجد اور اس عمارت کی دیکھ بھال کرنے والی کمیٹی نے وقتاً فوقتاً خاموشی سے نگر پالیکا کی زمین پر قبضہ کر کے غسل خانہ، پائخانہ بنالئے ہیں اور وہ اسے اس روشنی میں دیکھتے ہیں کہ کمیٹی مسجد کی جائیداد کو بڑھا رہی ہے اور اس میں اضافہ کر رہی ہے، جگہ کی سرکاری طور پر ان کے پاس اجازت نہیں ہے اور یہ صرف غاصبانہ قبضہ ہے۔

حضور والا سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ اِس معاملہ پر غور کر کے ہمیں قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بتائیں کہ آیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ کمیٹی میں اِس معاملہ میں متفق ہیں وہ کس حد تک ذمہ دار ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں نگر پالیکا کی خالی پڑی ہوئی جگہ میں مسجد کے لئے جو بیت الخلاء وغیرہ بنائے گئے ہیں، تو جب تک نگر پالیکا کو اس پر اعتراض نہیں ہے اُن کو باقی رکھا جائے۔ اور اگر آئندہ کبھی اعتراض ہو تو اُن کو بلا توقف ہٹالیا جائے اور چوں کہ یہ عوامی جگہ ہے اور مسجد کا بیت الخلاء بھی ایک طرح کی عوامی ضرورت میں داخل ہے، اِس لئے نگر پالیکا کو اعتراض نہ ہونے کی صورت میں اُس کو غاصبانہ قبضہ نہیں کہا جائے گا۔

وأما إذا وقف السلطان من بیت المال أرضًا للمصلحة العامة فذکر في الخانیة جوازه. (رد المحتار/ کتاب الوقف ٦٥٤/٦ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۷/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد تعمیر ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ زمین حرام پیسے سے خریدی گئی تھی

سوال (۱۲۷۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے مسجد کے لئے زمین دی جس پر مسجد تعمیر کرلی گئی اور ایک عرصہ سے وہاں نماز ہورہی ہے، اَب معلوم ہوا کہ جس شخص نے زمین دی تھی وہ سراسر حرام پیسے سے خریدی گئی تھی، اس شخص کا پورا کاروبار سودی قرض دینے کا تھا، جس وقت زمین خریدی گئی تھی، اس کی قیمت ۸۰/ ہزار روپئے تھی؛ جب کہ اس وقت قیمت بہت بڑھ چکی ہے۔ تو اَب سوال یہ ہے کہ اس مسجد میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں اور مسجد کی انتظامیہ کی کیا ذمہ داری ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں مسجد پر مذکورہ زمین کا وقف تو صحیح ہے؛ لیکن جو ۸۰/ ہزار روپئے حرام مال کے صرف ہوئے ہیں، اُس کی وجہ سے وہاں نماز پڑھنے میں ایک گونہ کراہت ہے، اَب اگر اتنی رقم مسجد کے فنڈ سے غریبوں میں تقسیم کردی جائے تو کراہت ختم ہوجائے گی۔

قوله: وشرطه شرط سائر التبرعات، أفاد أن الواقف لا بد أن یکون مالکه وقت الوقف ملکًا باتًا، ولو بسبب فاسدٍ، وأن لا یکون محجورًا عن التصرف ...... وصح وقف ما شراه فاسدًا بعد القبض. (رد المحتار، کتاب الوقف / مطلب قد یثبت الوقف بالضرورة ٥٢٥/٦ زکریا)

قال تاج الشريعة: أما لو أنفق في ذلك مالًا خبيثًا وما لا سببه الخبيث والطيب فيكره؛ لأن اللّٰه لا يقبل إلا الطيب فيكره تلوبث بيته بما لا يقبله. (رد المحتار، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ٤٣١/٢ زكريا)

وكذا تكره في …… وأرض مغصوبة، وتحته في الشامية: وفي شرح المنية للحلبي: بنى مسجدًا في أرض غصب لا بأس بالصلاة فيه. وفي الواقعات: بنى مسجدًا على سور المدينة لا ينبغي أن يصلي فيه؛ لأنه حق العامة فلم يخلص للّٰه تعالى كالمبنى في أرض مغصوبة. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة / مطلب في الصلاة في الأرض المغصوبة الخ ٤٢/٢-٤٥ زكريا)

لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد علىٰ صاحبه. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء، فصل في البيع ٥٥٣/٩ زكريا، ٣٨٥/٦ كراچی، الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس عشر في الكسب ٣٤٩/٥ قديم زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۲/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

سرکار کی اِجازت کے بغیر مسجد میں شامل کردہ راستہ پر نماز کا حکم

سوال (۱۲۷٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مرادآباد ضلع کے دولہا پور گاؤں میں ۱۹۷٦ء میں ایک چھوٹی پرانی مسجد کو منہدم کرکے اُسی مقام پر مزید آراضی خرید کر ۵۰/فٹ لمبی ۲۰/صفوں کی موجودہ جدید تعمیر شدہ مسجد کی تعمیر عمل میں آئی، جو فی الوقت اپنی خوبصورت شکل میں دو مینار، تین طرف چھوٹے نیچی چھت کے برآمدہ اور جانب مشرق صدر دروازے کے پاس وضوخانہ کے ساتھ ہر طرح مکمل ہے، منہدم شدہ سابقہ مسجد کی آخری دیوار سے متصل ۵۰/فٹ لمبا، ۱۲/فٹ چوڑا عام راستہ سرکار کی منظوری

کے بغیر بیسوں سال سے مسجد کی تحویل میں ہے، ۱۰؍سال قبل ۵؍صفوں پر ٹین شیڈ ڈال کر نماز اَدا کی جاتی رہی ہے، اب ٹین شیڈ ہٹا کر پختہ گنبدی برامدے کی تعمیر ہورہی ہے، ۵۰؍فٹ لمبا اور ۱۲؍ فٹ چوڑا عام راستہ (کھرنجہ) مسجد کی ملکیت نہیں ہے، اور اتنا بڑا راستہ کسی کی ذاتی ملکیت ہو بھی نہیں سکتا، یہ تو سرکار (حکومت) کی ملکیت ہوتی ہے۔

علاوہ اَزیں اسی کھرنجہ یعنی عام راستہ سے متصل مشرق کی جانب پرانا کنواں تھا، اہل محلّہ اُسی سے سیراب ہوتے تھے اور مسجد کے نمازی بھی اُسی کے پانی سے وضو کرتے تھے، ۱۰؍سال ہوئے آہستہ آہستہ کنواں بھی غائب ہوگیا، کنواں بند کردیا، کنویں کی کوئی بھی علامت، پہچان، شناخت اور وجود ونام ونشان سب نیست ونابود کرکے چھپادیا گیا گویا یہاں کنواں نام کی کوئی چیز تھی ہی نہیں، مختصر یہ کہ کنواں مکمل طور پر پوری طرح سے مسجد کے فرش کا حصہ ہے، بقیہ فرش کی مانند کنویں پر بھی سفید پتھر لگا ہوا ہے، جس پر نماز اَدا کی جاتی ہے۔

جواب طلب امر یہ ہے کہ سرکاری عام راستہ یا کھرنجہ پر مسجد کے برامدے کی تعمیر جائز ہے یا ناجائز؟ اُس پر جو نماز اَدا کی جاتی ہے نماز ہوجائے گی یا نہیں؟ نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟ بلا رورعایت شرعی حکم کے مطابق جواب سے ممنون ومشکور فرمائیں عنایت ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- سرکاری اجازت کے بغیر راستہ اور کنویں کی جو جگہ مسجد کی حدود میں شامل کی گئی ہے وہ مسجد شرعی میں داخل نہ ہوگی؛ لیکن چوں کہ وہاں نماز پڑھنے پر حکومت کی طرف سے کوئی اعتراض نہیں کیا گیا ہے؛ اِس لئے وہاں اَدا کی جانے والی نمازیں درست ہیں، اُن میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

فإن شرط الوقف التابید والأرض إذا کانت ملکًا لغیرہ، فللمالک استردادها وأمرہ بنقض البناء. (رد المحتار، کتاب الوقف / مطلب في وقف البناء بدون الأرض ٦/٥٩١ زکریا)

ویسع للذي عمله أن ینتفع به مالم یضر بالمسلمین. (الهدایة، کتاب الدیات / باب ما یحدثه الرجل في الطریق ٥٩٤/٤ مکتبة بلال دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی توسیع میں پرانی مملوکہ قبر اور مدرسہ شامل کرنا

سوال (۱۲۷۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) ہمارے محلّہ میں ایک مسجد ہے جس کا نام مسجد بلال ہے، اُس کو شہید کر کے دوبارہ بنایا جارہا ہے، مسجد میں ایک چھوٹی سی دوکان بھی ہے، محلّہ والوں اور اُس جگہ کے وارث کا یہ کہنا ہے کہ یہ دوکان مسجد میں داخل کرلو؛ چوں کہ مسجد چھوٹی ہے اور ضرورت بھی ہے؛ لیکن کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس میں تقریباً ۳۰؍سال پہلے قبر تھی، تو کیا اس دوکان کو مسجد میں شامل کیا جاسکتا ہے؟

(۲) مسجد کے برابر بلال نام کا چھوٹا سا مدرسہ بھی ہے اور کچھ لوگ مدرسہ میں ۲۰-۳۰؍ سال پہلے قبر بتارہے ہیں، تو کیا ضرورت کی وجہ سے مدرسہ کی جگہ مسجد میں شامل کرسکتے ہیں، جب کہ مسجد اور مدرسہ سے دونوں کی کمیٹی ایک ہی ہے اور واقف کے رشتہ دار بھی اِس کی اجازت دے رہے ہیں، جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - (۱) پرانی قبر والی مملوکہ جگہ کو مسجد میں داخل کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ لہٰذا مالکین کی اِجازت سے مذکورہ دوکان مسجد میں شامل کی جاسکتی ہے۔

ولو بلي المیت وصار ترابًا جاز دفن غیره في قبره وزرعه والبناء علیه. (الفتاویٰ الهندیة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز / الفصل السادس في القبر والدفن والنقل من مکان آخر ١٦٧/١ زکریا)

(۲) اگر وہ مدرسہ؛ مسجد ہی کی خارجی ملحق جگہ میں بنایا گیا ہے تو اُسے توسیع مسجد میں شامل کرنا درست ہے؛ لیکن اگر مسجد اور مدرسہ دونوں کا وقف الگ الگ ہے تو پھر وقف مدرسہ کے تبادلہ کے بغیر اُس کی جگہ کو مسجد میں شامل کرنا درست نہ ہوگا؛ کیوں کہ یہ واقف کی منشاء کی خلاف ورزی ہوگی، جس کی اجازت نہیں ہے۔

ففي وقف القنية: المساجد التي فيها المدارس مساجد لأنهم لايمنعون من الصلاة فيها. (رد المحتار، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في أحكام المساجد ۲/ ۴۳۰ زكريا)

علىٰ أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبةٌ. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبةٌ والعرف يصلح مخصصًا ٦/ ٦٦٥ زكريا، ٤/ ٤٤٥ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/ ۴/ ۱۴۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

توسیع کے وقت شرعی مسجد کے کسی حصے پر دیگر تعمیرات کرنا

سوال (۱۲۷۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مرادآباد محلّہ فیل خانہ میں ایک مسجد کی توسیع اِس طرح کی ہے کہ اِمام صاحب کا حجرہ اور دوکان کو مسجد میں شامل کرلیا گیا ہے اور جو حصہ پہلے سے مسجد میں شامل تھا اُس کا کچھ حصہ دروازہ اور وضوخانہ کو کشادہ کرنے کے لئے مسجد سے خارج کردیا گیا۔ تو سوال یہ ہے کہ اِس مسجد شرعی کے حصہ کو دوبارہ مسجد میں شامل کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں جو حصہ پہلے سے مسجد شرعی میں داخل تھا اُسے مسجد سے خارج کرکے اُس میں دیگر تعمیرات کرنا درست نہیں ہے، اُس حصہ کو

بہرحال مسجد شرعی ہی میں داخل کرنا چاہئے؛ البتہ خارجی حصہ کو حسبِ ضرورت مسجد میں داخل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لأنـه مسـجد إلى عنان السماء و كذا إلى تحت الثرىٰ. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ٤٢٨/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۳/۱۴۴۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی زمین کا کچھ حصہ مسجد شرعی کے لئے اور کچھ دیگر ضروریات کے لئے متعین کرنا

سوال (۱۲۷۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ایک قطعۂ زمین اپنی اہلیہ کو ایصالِ ثواب کے لئے برائے مسجد خریدا، اور ایک ٹرسٹ بنایا، ٹرسٹ کے سبھی حضرات نے باہمی اتفاق سے اس قطعۂ زمین کے وسط میں کچھ حصہ بنام مسجد اور اس حصہ کے شمال وجنوب میں کچھ حصہ اور مشرق کی جانب میں کچھ حصہ خارج مسجد رکھنا طے کیا ہے، یہ حصہ ضروریاتِ مسجد (وضوخانہ، تبلیغی جماعت کا قیام، بچوں کے لئے دینی مکتب اور تہہ خانہ میں پارکنگ وغیرہ) کے لئے طے کیا ہے، اِس پورے حصے میں تعمیری کام کا آغاز ہو چکا ہے۔

یہ حصۂ مسجد وخارج مسجد پورا ایک ہی چھت کے نیچے رہے گا؛ البتہ اعلان آویزاں کر کے حدودِ مسجد کی نشان دہی کر دی جائے گی؛ تاکہ معتکفین ومصلیان کے بھی علم میں رہے؛ البتہ بیچ میں دیوار نہیں کھڑی کی جائے گی، جس وقت کام شروع ہوا، اُس وقت اس حصہ کی تعیین نہیں کی گئی کہ کس حد تک مسجد ہے اور کس حد سے حصہ خارج مسجد ہے؟ اب آپ سے یہ معلوم کرنا ہے کہ صورتِ مسئولہ میں اس طرح کچھ حصہ قطعۂ زمین کا مسجد اور کچھ حصہ ضروریاتِ مسجد کے لئے طے کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور وہ مصلیان جو اِمام کی اقتداء میں اتصالِ صف کے ساتھ حدودِ مسجد سے خارج نماز میں شریک ہیں اُن کو مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسجد کے متولی یا انتظامیہ کمیٹی کی طرف سے مسجد کی زمین کا کچھ حصہ مسجد شرعی کے لئے اور کچھ حصہ خارجی ضروریات کے لئے متعین کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر پہلے سے تعیین نہیں کی گئی ہے تو آج بھی اسے متعین کیا جاسکتا ہے اور جو مصلیان خارجی ملحق حصہ میں اتصالِ صف کے ساتھ جماعت میں شریک ہوں گے اُن کو جماعت کا ثواب ملے گا؛ لیکن مسجد شرعی کے ثواب سے وہ مستحق نہ ہوں گے۔

وإذا جعل تحته سردابًا لمصالحه أي المسجد جاز. (تنویر الأبصار مع الدر المختار ورد المحتار، کتاب الوقف / مطلب في أحکام المسجد ٥٤٧/٦ زکریا)

بخلاف ما إذا کان السرداب أو العلو موقوفًا لمصالح المسجد؛ فإنه یجوز. (البحر الرائق، کتاب الوقف / قوله: من جعل مسجدًا تحته سرداب الخ ٤٢١/٥ زکریا)

عن أبي الأحوص قال: قال عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه: إن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم علمنا سنن الهدی، وإن من سنن الهدیٰ الصلاة في المسجد الذي یؤذن فیه. (صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة / باب صلاة الجماعة من سنن الهدی ٢٨٧/٢ رقم: ٦٥٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۶/۱۴۳۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے مکان میں نیچے کے حصہ میں دوکان اور اُوپر کے حصے میں جماعت خانہ بنانا

سوال (۱۲۸۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے شہر ناگپور میں جامع مسجد ہے، مسجد کے تقریباً ۱۰/ مکانات ہیں اس میں کرایہ دار رہتے ہیں، جس کا محل وقوع الگ الگ محلّہ میں ہے، اسی طرح مسجد سے منسلک ہاسٹل

بھی ہے جس کی آمدنی بھی کافی اچھی ہے، ان ہی مکانات میں ایک مکان مسجد کے بالکل سامنے محمد علی روڈ پر واقع ہے، اس مکان سے مسجد کو تقریباً ہر ماہ دو ہزار روپیہ کی آمدنی تھی، چند ماہ قبل اس مکان پر انتظامیہ کمیٹی نے ایک چار منزلہ کامپلیکس بنایا ہے جس کا کرایہ ایک لاکھ پچاس ہزار روپئے ماہانہ موصول ہوگا، اسی طرح مسلم کثیر آبادی کے درمیان میں مسجد کا خریدا ہوا ایک مکان تھا، جسے انتظامیہ کمیٹی نے ۱۹۵۳ء میں خریدا تھا، اور وہ مکان تقریبا ۵۷/سال پرانا تھا اور بہت زیادہ خستہ حال تھا، اس لئے انتظامیہ کمیٹی نے اس کی تعمیر نو کا منصوبہ بنایا، تاکہ مسجد کی آمدنی میں زبردست اِضافہ ہوسکے، اسی سلسلے میں انتظامیہ کمیٹی نے کرایہ دار سے بات چیت کے ذریعہ اس مکان کو خالی کرایا اور اس بات کی یقین دہانی بھی کرائی کہ اس عمارت میں نیچے دوکانیں رہیں گی اور اوپر کے حصے میں نماز کا انتظام رہے گا۔

۳/جنوری ۲۰۱۹ء کو انتظامیہ کمیٹی نے پہلا سلیپ تعمیر کیا ہے، مکان مارکیٹ میں ہونے کی وجہ سے دوکان داروں کو نماز کے لئے سہولت ہوگی اور نماز کے اوقات بھی جامع مسجد کے وقت سے متفرق رکھا جائے گا تاکہ ملازم حضرات اور مالک دوکان دونوں سہولت کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھ سکیں، اس مکان کا کرایہ مسجد کو سات سوتیس روپیہ ماہانہ موصول ہوتا تھا، تعمیر جدید کے بعد تقریباً ۴۰/ ہزار روپئے ماہانہ موصول ہوگا، اِس طرح انتظامیہ کمیٹی کا یہ عمارت تعمیر کرنا کہ نیچے کے حصے میں دوکانیں اور اُوپر کے حصے میں حسبِ ضرورت نماز اور اُس کے متعلق ضروریات کا انتظام ہوگا۔ کیا اَز روئے شرع اِس نوتعمیر مکان میں نیچے دوکان اور اُوپر نماز کا اہتمام کیا جاسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حسبِ تحریر سوال مذکورہ خستہ حال مکان کی جدید تعمیر کرکے نیچے کے حصہ میں دوکانیں بنانا اور اُوپر کے حصے میں پنج وقتہ نماز کے لئے نماز کا انتظام کرنا جائز ہے؛ لیکن اِس جماعت خانہ پر مسجد شرعی کے احکام جاری نہ ہوں گے، اُسے بعد میں حسبِ ضرورت تبدیل کرنے یا اُس کے اُوپر مزید تعمیر کرنے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔

متولی مسجد جعل منزلا موقوفًا علی المسجد مسجدًا وصلی الناس

فيه سنين، ثم ترك الناس الصلاة فيه فأعيد منزلا مستغلا جاز؛ لأنه لم يصح جعل المتولي إياه مسجدًا. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد وما يتعلق به ٢/٤٥٦ كوئٹه) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۵/۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مکان کا نچلا حصہ اپنی ذاتی ملکیت میں رکھ کر اُوپر مسجد شرعی بنانا

سوال (۱۲۸۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص مکان فروخت کر رہا ہے، دوسرا شخص اس کو خرید رہا ہے، جس کا ارادہ یہ ہے کہ وہ مکان خرید کر مکان کے نیچے والے حصے کو بطور گودام استعمال کیا کرے گا اور اپنے استعمال میں رکھے گا، جب کہ اوپر والے حصہ کو مسجد بنائے گا۔ تو سوال یہ ہے کہ مکان کا نچلہ حصہ خریدار کی ملکیت میں رہتے ہوئے اوپر والا حصہ مسجد شرعی بن جائے گا یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں نیچے گودام والے حصہ کو اپنی ملکیت میں رکھ کر اوپر کے حصے میں مسجد بنانے سے وہ مسجد شرعی کے حکم میں نہ ہوگی بلکہ جماعت خانہ کے درجہ میں ہوگی، مسجد شرعی کے لئے اُوپر نیچے سب حصوں کا مسجد پر وقف ہونا ضروری ہے۔

إلا أنه يؤخذ من التعليل أن محل عدم كونه مسجدًا فيما إذا لم يكن وقفًا على مصالح المسجد الخ. قال في البحر: وحاصله أن شرط كونه مسجدًا أن يكون سفله وعلوه مسجدًا لينقطع حق العبد عنه لقوله تعالىٰ: ﴿وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ﴾ (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب: في أحكام المسجد ٦/٥٤٧ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۶/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گذرگاہ کے اُوپر مسجد شرعی بنانا

سوال (۱۲۸۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اِس طرح مسجد بنانا کہ نیچے سے عام راستہ ہو اور اُوپر باقاعدہ مسجد کے لئے جماعت خانہ بنایا جائے، تو اُس پر شرعی مسجد کا اطلاق ہوگا یا نہیں؟ واقعہ یہ ہے کہ یہ راستہ مسجد کی ملکیت نہیں؛ بلکہ عام سڑک ہے، جس کو اُوپر سے پاٹ کر محلّہ والوں نے مسجد بنائی ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسجد شرعی کے لئے ضروری ہے کہ اُوپر نیچے دونوں حصے مسجد ہی کی ملکیت ہوں اور مسئولہ صورت میں چوں کہ یہ راستہ مسجد کی ملکیت نہیں ہے، تو اُس کے اوپر مسجد شرعی نہیں بن سکتی؛ البتہ جماعت خانہ بن سکتا ہے، جس میں باجماعت نماز پڑھنا تو جائز ہے؛ لیکن اُس پر مسجد شرعی کے احکام جاری نہ ہوں گے۔

وإذا جعل تحته سردابًا لمصالحه أي المسجد جاز كمسجد القدس، ولو جعل لغيرها أو جعل فوقه بيتًا ...... لا يكون مسجدًا (الدر المختار) وفي الشامي: ظاهره أنه لا فرق بين أن يكون البيت للمسجد أو لا، إلا أنه يؤخذ من التعليل أن محل عدم كونه مسجدًا فيما إذا لم يكن وقفًا على مصالح المسجد، وبه صرح في الإسعاف. فقال: وإذا كان السرداب أو العلو لمصالح المسجد أو كانا وقفًا عليه صار مسجدًا. قال في البحر: وحاصله أن شرط كونه مسجدًا أن يكون سفله وعلوه مسجدًا لينقطع حق العبد عنه لقوله تعالىٰ: ﴿وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ﴾. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب: في أحكام المسجد ٦/٥٤٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸؍۷؍۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

خالی زمین اور دوکانوں کی چھت کو ملاکر مسجد تعمیر کرنا

سوال (۱۲۸۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکیوں کا ایک اسکول ہے، اس کی دکھن کی طرف کچھ خالی زمین ہے اور اس کے آگے دوکانیں ہیں جو سب کچھ اسکول کے لئے وقف ہے کیا اس خالی زمین اور دوکانوں کی چھت کو ملاکر ایک مسجد کی تعمیر کی جاسکتی ہے جب کہ دوکانوں کا کرایہ اسکول کی آمدنی کے لئے رہے، اس کا مسجد سے کوئی تعلق نہ رہے گا، اس جگہ مسجد کی ضرورت ہے، اس علاقہ میں اپنے مسلک کی مسجد کچھ دوری پر ہے؟ آپ سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ ہماری اِس مسئلے کے متعلق صحیح طور پر رہنمائی فرمائیں، نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اِسکول کی انتظامیہ سے مذکورہ خالی زمین کے ساتھ دوکانوں کی چھت کو ملاکر مسجد بناسکتے ہیں، بشرطیکہ وہ دوکانیں بھی مسجد کے لئے وقف کردی جائیں اور ان کی آمدنی بھی مسجد ہی میں صرف کی جائے، اگر دوکانیں مسجد کے لئے وقف نہ کی گئیں تو ان کے اوپر کا حصہ مسجد شرعی میں داخل نہ ہوگا۔

سلطان أذن لقوم أن يجعلوا أرضًا من أرض البلد حوانيت موقوفة على مسجد وأمرهم أن يزيدوا في مساجدهم ينظر إن كانت البلدة فتحت عنوة يجوز أمره إذا كان لا يضر بالمارة؛ لأن البلدة إذا فتحت عنوة صارت ملكًا للغزاة فجاز أمر السلطان فيها. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد ومايتعلق به ٢/ ٤١٠ زكريا)

حاصله أن شرط كونه مسجدًا أن يكون سفله وعلوه مسجدًا لينقطع حق العبد عنه لقوله تعالىٰ ﴿وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ﴾ بخلاف ما إذا كان السرداب أو العلو موقوفًا لمصالح المسجد فإنه يجوز إذ لا ملك فيه لأحد؛ بل هو من

تتمیم مصالح المسجد. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٤٢١/٥ زكريا، رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب: في أحكام المسجد ٥٤٧/٦ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱۱/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کا تہہ خانہ مسجد شرعی میں داخل ہے یا خارج؟

سوال (۱۲۸۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے علاقے میں ایک گاؤں میں پرانی خستہ حالت کی مسجد شہید کرکے نئی مسجد بنانے کا پروگرام ہے، نقشہ یہ ہے کہ پرانی مسجد جتنے حصے میں تھی اتنا حصہ نیچے تہ خانہ کی شکل میں بنانا ہے، اس تہ خانہ میں تبلیغی جماعتوں کا قیام، کھانا، سونا اور کھانا پکانا اور ضرورت پڑنے پر اس تہ خانہ میں مکتب چلانا، یہ سب کام ہوں گے اور جماعت ثانیہ بھی کرلیا کریں گے اور مسجد کی سطح جہاں نماز با جماعت ہوا کرے گی وہ کچھ اونچی کرلیں گے، اصل مسجد یہی ہوگی جماعت ہوتے وقت یہ جگہ پر ہو جانے پر نیچے بھی کھڑے ہوجایا کریں گے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ شکل صحیح ہے؟ کیا نیچے کا حصہ تہہ خانہ شرعاً مسجد ہوگا اور کیا وہاں پر اعتکاف کرسکتے ہیں؟ کیا اس حصے کے شرعاً مسجد ہونے پر وہاں کھانا بنانا، اور اہل محلّہ کو وہاں جماعت ثانیہ کرنا درست ہوگا؟ مفتی صاحب سے درخواست ہے کہ اِس مسئلہ کے تعلق سے ہماری صحیح طور پر رہنمائی فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں مسجد شرعی کے حدود میں تہہ خانہ بنانا تو درست ہے؛ لیکن یہ واضح رہنا چاہئے کہ اس تہہ خانہ پر بھی مسجد شرعی ہی کے تمام احکام جاری ہوں گے، یعنی وہاں معتکفین قیام کرسکتے ہیں وغیرہ؛ لیکن وہاں کھانا بنانا یا اہل محلّہ کا جماعت ثانیہ کرنا درست نہ ہوگا؛ البتہ احتیاط کے ساتھ دینی تعلیم اور تبلیغی جماعت کو ٹھہرانے کی گنجائش ہوگی۔

ولو أنه بنى المسجد أولا ثم أراد أن يجعل تحته حانوتًا للمسجد فهو مردود باطل. (حاشيه چلپى على التبيين / كتاب الوقف ٢٧١/٤)

أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع. (الدر المختار مع رد المحتار / كتاب الوقف ٥٤٨/٦ زكريا)

وانما اختصت الكراهة بمسجد المحلة لانعدام علتها في مسجد الشارع والسوق ...... وهذا هو مذهب أبي حنيفة. (إعلاء السنن ٢٤٨/٤، معارف السنن ٢٨٥/٢، ٢٨٦، رد المحتار ٢٨٨/٢-٢٨٩ زكريا، بدائع الصنائع ٣٧٨/١-٣٧٩)

لأن المساجد ما بنى إلا لها من صلاة واعتكاف وذكر شرعي وتعليم علم وتعلمه وقراءة قرآن. (البحر الرائق، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ٦٠/٢ زكريا)

ولا بأس للغريب ولصاحب الدار أن ينام في المسجد في الصحيح من المذهب. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الكراهية ٣٧١/٥ مكتبة الاتحاد ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۳/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مشترکہ زمین پر دو آدمی مسجد کے لئے راضی ہیں بقیہ راضی نہیں

سوال (۱۲۸۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مشترکہ زمین جس میں پانچ آدمی شریک ہوں، ان میں سے دو آدمی نے اپنے حصہ کو شناخت اور تقسیم کئے بغیر مسجد کے لئے وقف کردیا، باقی تین آدمی نے اس زمین میں مسجد بنانے سے منع کردیا، پھر وقف کرنے والے دو آدمی نے تقسیم اور شناخت کے بغیر رجسٹر کردیا، کیا اس مسجد کو مسجد شرعی میں شمار کیا جاسکے گا اور اُس میں نماز وغیرہ درست ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں ۵/ شریکوں میں سے جن دو

شریکوں نے مسجد کے لئے جگہ وقف کی ہے، اُن کے حصوں کو الگ کرکے اُس جگہ پر مسجد شرعی بنائی جاسکتی ہے؛ لیکن مابقیہ تین شرکاء کی اِجازت کے بغیر اُن کے حصہ میں مسجد بنانا درست نہ ہوگا؛ بلکہ اُن کی رضامندی ضروری ہوگی، اگر وہ اُس جگہ نماز پڑھنے سے منع کریں تو لوگوں کا وہاں نماز پڑھنا مکروہ ہوگا۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۷/۵۷ زکریا قدیم)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه. (شرح المجلة لسليم رستم باز ۱/٦۱ رقم: ۹٦ مكتبة الاتحاد ديوبند)

فإن شرط الوقف التأبيد، والأرض إذا كانت ملكا لغيره، فللمالك استردادها وأمره بنقض البناء. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب: مناظرة ابن الشحنة مع شيخه الخ ٦/٥۹۱ زكريا)

إلا في المسجد والمقبرة؛ لأن بقاء الشركة يمنع الخلوص لله تعالىٰ.
(رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب شروط الوقف على قولهما ٦/٥٣٤ زكريا)

وكذا تكره في أماكن: كفوق كعبة – إلىٰ قوله – وأرض مغصوبة أو للغير الخ. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة / مطلب: تكره الصلاة في الكنيسة ۲/٤۲–٤٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۱/۵/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ذاتی اختلاف کی بنا پر دوسری مسجد بنانا ”مسجد ضرار“ ہے؟

سوال (۱۲۸٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے گاؤں میں تعزیہ داری ہوتی ہے اور پورے گاؤں کے تعزیہ کے شوقین نوجوان ایک ساتھ مل کر محرم میں کھیل تماشہ کرتے ہیں۔ اتفاق سے اِمسال ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۰۲۱ء میں ایک محلّہ (جس کو چوتھائی محلّہ کہتے ہیں) کے ایک فرد کو آپسی رنجش کی وجہ سے محرم کی

تعزیہ داری اور کھیل وغیرہ میں شریک نہیں کیا گیا، تو اُس فرد نے اپنے پورے محلّہ کے لوگوں کو بٹھا کر کہا کہ ہم لوگوں کو چھانٹ دیا گیا ہے، اِس لئے اب ہم لوگ اپنے محلّہ میں کھیل تماشہ کریں گے اور اس محلّہ کی مسجد میں نماز اَدا کرنے نہیں جائیں گے، الگ اپنی مسجد بنائیں گے؛ جب کہ ہمارے گاؤں میں دو مساجد ہیں اور الحمدللہ دونوں جامع اور بڑی مسجد ہیں، جب کہ پنج وقتہ نمازوں میں دونوں مسجد میں تقریباً ایک ڈیڑھ صف نمازی ہوتے ہیں اور جمعہ میں بھی دوسری منزل کا کچھ حصہ خالی رہ جاتا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں مذکورہ اختلاف، فرقہ پرستی اور ضد وعناد کی بنیاد پر جس تیسری مسجد کی تعمیر کا اِرادہ کیا گیا ہے، جو تقلیل جماعت کو بھی مستلزم ہوگا، ایسی صورت میں تیسری مسجد کی تعمیر شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟ مدلل اور مفصل جواب تحریر فرمائیں اور اجر کے مستحق ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ذاتی اختلاف کی بنیاد پر قریب میں دوسری مسجد بنانا پسندیدہ عمل نہ تھا؛ کیوں کہ اِس سے قدیم مسجد کی جماعت میں تقلیل لازم آتی ہے؛ لیکن بہرحال جب نماز پڑھنے کی غرض سے باقاعدہ مسجد بنائی گئی تو اُس میں نماز پڑھنا ناجائز نہیں ہے، اُس کو ''مسجد ضرار'' نہیں کہا جائے گا؛ اِس لئے کہ قرآنِ کریم میں جس مسجد ضرار کا ذکر ہے وہ نماز کے لئے نہیں بنائی گئی تھی؛ بلکہ وہ منافقین کی سازشوں کے مرکز کے طور پر تیار کی گئی تھی، اِس کے برخلاف سوال میں مذکور نئی مسجد کا مقصد نماز قائم کرنا ہی ہے۔ بریں بنا اِس کے متعلق ہم رشتہ فتویٰ میں مسجد ضرار والی جو عبارات تحریر کی گئی ہیں وہ اس پر منطبق نہیں ہوتیں اور اس مسجد میں نماز پڑھنا درست ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ جدید ۶/۱۷۰)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ [التوبۃ، جزء آیت: ۱۰۷]

أخرج ابن أبي حاتم عن قتادة في قوله تعالىٰ: ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا﴾ قال: إن نبي اللّٰه صلى الله عليه وسلم: بنى مسجدًا بقباء فعارضه المنافقون بآخر، ثم بعثوا إليه ليصلي فيه فاطلع اللّٰه نبيه صلى الله عليه وسلم على ذلک. (الدر المنثور ۴۹۵/۳ دار الکتب العلمیة بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷/۴/۱۴۴۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے نام میں اختلاف کی وجہ سے دوسری مسجد تعمیر کرنا

سوال (۱۲۸۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری مسجد ابتدا ہی سے قریشیان کے نام سے موسوم ہے، چند دنوں پہلے گورنمنٹ کی جانب سے مساجد کی رجسٹری کا قضیہ آیا، تو اس میں فارم پر مسجد کا نام لکھنے کی ضرورت پڑی، تو چوں کہ ہم قریشی ہیں اور آج تک مسجد کا نام شروع سے ہی قریشیان ہوتا چلا آیا ہے، اِس لئے فارم پر ''مسجد قریشیان'' ہی لکھ دیا؛ لیکن ہمارا فریق جو کہ چودھری ہے اِس نام پر بالکل راضی نہیں ہوا اور بزور بازو لوگوں کو بھڑکانے کی کوشش کی؛ لیکن برادری کے تمام لوگ نام نہ چھوڑ کر مسجد کو چھوڑنے پر تیار ہوگئے، فی الحال مسجد کی تعمیر نو کا مسئلہ درپیش ہے، تو ہماری برادری نے مل کر یہ طے کرلیا ہے کہ اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری جگہ خرید کر نئی مسجد تعمیر کرلیتے ہیں؛ کیوں کہ اِس مسجد میں نام کے علاوہ بھی آئے دن کوئی نہ کوئی مسئلہ پیش آتا رہتا ہے۔ خطرہ یہ بھی ہے کہ چودھری قریشی باہم دست وگریباں نہ ہوجائیں؛ لیکن متنازع فیہ مسجد سے متصل ایک بڑی سی جگہ ہے جو صرف قریشیوں ہی کی خریدی ہوئی ہے اور اس جگہ کو خریدنے کا مقصد یہ تھا کہ نئی مسجد کی تعمیر کے وقت اُس کو احاطۂ مسجد میں شامل کرکے مسجد کی توسیع کرلی جائے گی، خریدار سارے کے سارے فی الحال موجود ہیں، اس جگہ میں وضوخانہ اور جنریٹر وغیرہ رکھا ہوا ہے، اب خریدار اور برادری کے تمام لوگ اس جگہ کو بیچ کر اُس کے پیسوں کے بدلے نئی مسجد کے لئے جگہ لینا چاہتے ہیں، ان

حالات کے تناظر میں مسجد سے متصل جگہ کو بیچ کر اس کے پیسوں کے عوض نئی جگہ نئی مسجد کے لئے خرید سکتے ہیں؟ اگر بیچنا شرعاً ممنوع ہو تو کیا مسجد سے الگ اس میں مدرسہ بنانے کی اجازت ہے؟

(۲) دوسری نئی مسجد جس کی تعمیر کا اب ارادہ ہے وہ اس مسجد سے تقریباً ۲۵؍ گز کی دوری پر واقع ہے۔ نیز ۸۵؍ فیصد لوگ نئی مسجد کی تعمیر کی حمایت میں ہیں، تو دوسری مسجد کے اتنا قریب ہونے نیز پرانی مسجد سے اتنے کثیر مصلیان کے ادھر منتقل ہونے کی وجہ سے نئی مسجد کی تعمیر میں شرعاً کوئی قباحت تو نہیں؟ کیا یہ مسجد کی ویرانی میں تو داخل نہیں؟

(۳) ایک صاحب خیر شخص نے ۵؍ لاکھ روپئے متنازع فیہ مسجد کے تعمیر نو کے لئے وقف کئے تھے اور وہ پیسے ابھی واقف ہی کے پاس ہیں، واقف بھی قریشی ہیں، تو کیا اُن کے لئے وہ پیسے نئی مسجد کی خریداری اور اس کی تعمیر کے لئے استعمال کرنے کی گنجائش ہے؟ نیز پرانی مسجد کے لئے قریشیان حضرات کی طرف سے اے سی اور جنریٹر وغیرہ جو وقف کیا گیا ہے کیا اس کو ادھر منتقل کرنا جائز ہے؟ اَز راہِ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱) مسجد کسی ذات یا برادری کی ملکیت نہیں ہوتی؛ بلکہ ہر مسجد شرعی وقف علی اللہ ہونے کے اعتبار سے اللہ کی ملکیت ہوتی ہے اور مسجدوں کے جو نام رکھے جاتے ہیں وہ محض تعارف اور پہچان کے لئے ہیں، یہ بہت افسوس کی بات ہے کہ صرف برادری کے تعاون کی بنیاد پر مسجد کے نام کے بارے میں اس قدر تنازعہ ہو جائے کہ اس کے بالکل قریب نئی مسجد بنانے تک بات پہنچ جائے، ایسی باتوں سے بچنا چاہئے اور آپس میں مل جل کر مسجد کے کسی ایسے نام پر اتفاق کر لینا چاہئے جو سب کے لئے قابل قبول ہو اور بلا ضرورت نئی مسجد بنانے کا ارادہ ترک کر دینا چاہئے۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ جو زمین پہلی مسجد میں توسیع کی غرض سے خریدی جا چکی ہے، اسے نئی مسجد کی تعمیر کے لئے فروخت کرنا جائز نہیں ہے؛ بلکہ یہ جگہ پہلی مسجد ہی کے لئے استعمال ہوگی، اگر اس میں مدرسہ یا مکتب بنانا ہے تو وہ بھی اسی مسجد کی انتظامیہ کمیٹی کی ماتحتی میں بنایا جائے گا، دوسروں کو اس میں دخل دینے کا حق نہ ہوگا۔

وعندهما حبس العين على حكم ملك الله تعالىٰ على وجه تعود منفعته إلى العباد. (الفتاوىٰ الهندية / أول كتاب الوقف ٢/ ٢٥٠ زكريا)

فيزول ملك الواقف منه إلى الله تعالىٰ على وجه تعود منفعته إلى العباد، فيلزم ولا يباع ولا يوهب ولا يورث. (الهداية / كتاب الوقف ٢/ ٦٤٠ إدارة المعارف ديوبند، كذا في الفتاوىٰ التاتارخانية ٨/ ٣ رقم: ١١٠٥٩ زكريا)

إذا لزم الوقف فانه لايجوز بيعه ولا هبته ولا التصرف فيه بأي شيء يزيل وقفيته. (فقه السنة ٣/ ٣٨٠ دار الكتب العلمية بيروت)

ولا يجوز نقله ونقل ماله إلى مسجد آخر، سواء كانوا يصلون فيه أولا. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره ٦/ ٥٤٨ زكريا، البحر الرائق / كتاب الوقف ٥/ ٤٢١ زكريا)

(۲) پہلی مسجد سے محض ۲۵؍گز دوری پر دوسری مسجد بنانا یقیناً پہلی مسجد کی آبادی میں مداخلت کا باعث بنے گا، اس لئے اتنے قریب مسجد کی تعمیر کا ارادہ ہرگز نہ کیا جائے۔

وروي عن عطاء لما فتح الله الأمصار على عمر رضي الله عنه أمر المسلمين أن يبنوا المساجد وأن لا يتخذوا في مدينة مسجدين يضار أحدهما صاحبه. (روح المعاني ٧/ ٣١ [التوبة: ١٠٨] زكريا)

(۳) جو رقم پہلی مسجد کے لئے وقف کی گئی ہے یا جو سامان وغیرہ دیا گیا، اسے دوسری مسجد کی تعمیر وغیرہ میں استعمال یا منتقل کرنا جائز نہیں۔

ولا يجوز نقله ونقل مَالِه إلى مسجد آخر سواء كانوا يصلون فيه أو لا. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره ٦/ ٥٤٨ زكريا، البحر الرائق / كتاب الوقف ٥/ ٤٢١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱۱/۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی محراب بنانے میں کس صف کا اعتبار کریں گے؟

سوال (۱۲۸۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کی محراب بنانے کے لئے کس صف سے اس کا اعتبار کریں؛ کیوں کہ پہلی اور دوسری صف چھوٹی بڑی ہیں، بقیہ جو پانچ صفیں ہیں اس میں ایک ایک فٹ کا اضافہ ہے (اور یہ اضافہ دونوں طرف برابر نہیں ہے؛ بلکہ کسی طرف کم اور کسی طرف زیادہ ہے) اَب ہم محراب بنانے کے لئے کس صف کا اعتبار کریں کہ محراب مسجد کے بالکل بیچ میں ہوسکے؟ آپ سے درخواست ہے کہ مسجد کے محراب سے متعلق جو مسئلہ درپیش ہے اُس سے جلد اَز جلد آگاہ فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں ذکر کردہ پہلی صف کے درمیان میں محراب بنائی جائے گی اور پچھلی صفوں کی کمی بیشی کا اعتبار نہ ہوگا؛ کیوں کہ اگر پچھلی صفوں کا اعتبار کیا جائے گا تو پہلی صف میں محراب درمیان میں نہ رہے گی جو خلاف موضوع ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: وسطوا الإمام وسدوا الخلل. (سنن أبي داؤد، تفريع أبواب الصفوف / باب مقام الإمام من الصف ۹۹/۱ رقم: ٦٨١ دار السلام)

السنة أن يقوم الإمام إزاء وسط الصف، ألا ترىٰ أن المحاريب ما نصبت إلا وسط المساجد وهي قد عينت لمقام الإمام والظاهر أن هذا في الإمام الراتب لجماعة كثيرة لئلا يلزم عدم قيامه في الوسط فلو لم يلزم ذلك لا يكره. (رد المحتار، كتاب الصلاة / باب الإمامة، مطلب: في كراهة قيام الإمام في غير المحراب ۳۱۰/۲ زكريا، ٦٤٦/١ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۷/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ قدیم مسجد کا رخ ۴۲ ڈگری منحرف ہے

سوال (۱۲۸۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد کی تعمیر کو تقریباً دس برس ہوچکے ہیں، ابھی چند دنوں قبل مسجد کے نمازیوں کا مشورہ ہوا کہ فرش پر پتھر لگوادیا جائے، مگر جب کام شروع ہونے کا وقت آیا تو پتہ چلا کہ مسجد کا رخ علاقہ کی قدیم مساجد وقبلہ نما کے حساب سے کچھ منحرف ہے، اگر اس منحرف رخ کی تعیین کی جائے تو تمام تر حساب لگانے کے بعد بھی چالیس تا بیالیس ڈگری سے زائد انحراف نہیں ملتا، واضح رہے کہ علاقہ کی دیگر مساجد کے رخ کا بھی ماہرین اگر جائزہ لیتے ہیں تو ان کا رخ بھی یقینی طور پر درست نظر نہیں آتا؛ بلکہ کم وبیش ہر مسجد کے رخ میں انحراف ہے، یہی وجہ ہے کہ مسجد کی تعمیر کے وقت اس مسئلہ کی حساسیت کی طرف خاطر خواہ توجہ مبذول نہ ہوسکی، غرض کہ اس واقعہ کے بعد لوگوں میں دو قسم کے سوالات اٹھے:

پہلا سوال یہ ہے:

(۱) چالیس ڈگری سے زائد تقریباً ۴۲ ڈگری انحراف کے ساتھ نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

(۲) اگر نماز صحیح ہوجائے گی تو فرش کا پتھر موجودہ رخ پر ہی لگالیا جائے یا دوسری پرانی مساجد اور قبلہ نما کے مطابق کرلیا جائے؟

(۳) اہل محلّہ میں بعض کی رائے ہے کہ جس رخ پر نماز پہلے ہوتی رہی ہے اسی کو برقرار رکھا جائے اور بعض کا کہنا ہے کہ معلوم ہونے کے بعد اسی رخ پر نماز پڑھنے کو طبیعت تیار نہیں، اس لئے مسجد کا ہال جوں کا توں رہے؛ البتہ فرش کا پتھر صفوں کا صحیح رخ پر نشان لگوا کر لگوایا جائے تاہم یہ بات ذہن میں رہے کہ اس صورت میں مسجد کا خاص حصہ غیر مستعمل ہوجائے گا جو کسی مصرف کا نہیں رہے گا۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ:

(۱) مسجد کا رخ عین کعبہ سے اڑتیس ڈگری منحرف ہے، اگر اسی رخ پر تعمیر باقی رکھی

جائے تو مسجد کو زیادہ توڑ پھوڑ اور نقصان سے بچایا جا سکتا ہے اور مسجد کی خوب صورتی بھی کسی حد تک باقی رہے گی، کیا ایسی صورت میں بلا کراہیت نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

(۲) مکہ مکرمہ سے دور دراز علاقہ والوں کے لئے عین کعبہ ضروری ہے یا جہت کعبہ ہی کافی ہے؟

(۳) عین کعبہ سے دائیں بائیں منحرف ہونے کی حد کتنی ڈگری ہے، جس حد تک نماز پڑھنا بلا کراہیت درست ہو؟

(۴) رخ کو متعین کرنے کے لئے کمپاس کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں؟ اگر نہیں کیا جائے گا تو رخ متعین کرنے کی شرعی شکل کیا ہوگی؟

گذارش ہے کہ اس مسئلہ میں شرعی نقطۂ نظر سے ایک جامع و متوازن مشورہ دے کر ممنون و مشکور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں جب کہ مذکورہ مسجد میں قبلہ کا انحراف ۴۵؍ ڈگری سے زیادہ نہیں ہے اس لئے موجودہ محراب کے رخ پر نماز پڑھنا درست ہے، اسے بدلنے کی ضرورت نہیں ہے؛ کیوں کہ اس کی وجہ سے مسجد شرعی کا ایک معتدبہ حصہ غیر مستعمل ہونا لازم آئے گا جو مناسب نہیں ہے اور واضح ہو کہ مکہ معظّمہ سے باہر رہنے والوں کے لئے عین قبلہ کی طرف رخ کرنا لازم نہیں؛ بلکہ جہت قبلہ کافی ہے اور اس میں معمولی انحراف مضر نہیں ہے جس کا اندازہ حضرات فقہاء نے دونوں جانب ۴۵، ۴۵؍ ڈگری سے لگایا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا چہرہ گولائی لئے ہوئے ہوتا ہے، بس نماز کے وقت چہرہ کا کوئی جزو بھی قبلہ کی طرف ہوجائے یہی کافی ہے اور مساجد میں قبلہ کی تعیین اس علاقہ کی قدیم مساجد کے رخ سے کی جائے گی، نیز جدید آلات اور قبلہ سے بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

فیعلم منہ أنہ لو انحرف عن العین انحرافًا لا تزول منہ المقابلۃ بالکلیۃ

جاز، ویؤیده ما قال في الظهیریة: إذا تیامن أو تیاسر تجوز؛ لأن وجه الإنسان مقوس لان عند التیامن أو التیاسر یکون أحد جوانبه إلی القبلة. (رد المحتار، کتاب الصلاة / باب شروط الصلاة، مبحث في استقبال القبلة ۱۰۹/۲ زکریا)

ومن کان خارجًا عن مکة فقبلته جهة الکعبة وهو قول عامة المشائخ وهو الصحیح، هکذا في التبیین. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلاة / الفصل الثالث في استقبال القبلة، الباب الثالث في شروط الصلاة ۶۲/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۳/۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

سرکار کی طرف سے ملی ہوئی قبرستان کی زمین کے ایک حصہ پر عیدگاہ بنانا

سوال (۱۲۹۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک زمین ہے جس کے پرانے کھتیان میں نام اور والد کے نام والے خانہ میں ’’غیر مزروعہ بہار سرکار‘‘ اور چوہدی والے خانے میں ’’قبرستان‘‘ لکھا ہوا ہے، اور اچھی خاصی زمین ہے، فی الحال اس زمین کے ایک حصے میں میت کو دفن بھی کیا جاتا ہے، آج سے بیس سال قبل اس زمین کے درخت کے بارے میں اختلاف ہوا، تھانہ والے نے یہ کہہ کر معاملے کو خارج کردیا کہ وہ عام جنتا پبلک کی چیز ہے، اِس لئے اِس کے بارے میں ہم کچھ نہیں کرسکتے ہیں، جس بستی میں یہ زمین ہے وہاں کوئی عیدگاہ نہیں ہے۔

دریافت طلب اَمر یہ کہ کیا اس زمین کے ایک حصے میں عیدگاہ بنایا جاسکتا ہے؟ اور کیا اس زمین کے درخت کی قیمت مسجد، مدرسہ یا عام رفاہی کام میں لگایا جاسکتا ہے؟ شریعت کی روشنی میں تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں جو وسیع جگہ سرکار کی طرف سے قبرستان کے نام پر چھوڑی گئی اور وہ قبرستان کی ضرورت سے زائد ہے، تو اُس بستی والوں کے مشورے اور رضامندی سے اُس میں خالی حصہ پر عیدگاہ بنانے کی اِجازت ہے، اور مذکورہ زمین میں لگے ہوئے خودرو درخت وغیرہ کی آمدنی اَولاً قبرستان کی ضرورت مثلاً چہار دیواری وغیرہ کو پورا کیا جائے گا، اور اگر پھر بھی زائد رقم بچ جائے تو اہل بستی کے مشورے سے اسے دیگر دینی مصارف مثلاً مساجد ومدارس میں لگایا جاسکتا ہے۔

هل يجوز أن تبني المساجد على قبور المسلمين؟ قلت: قال ابن القاسم: لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنىٰ قومٌ عليها مسجدًا لم أر بذٰلك بأسًا؛ وذٰلك لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمين لدفن موتاهم لا يجوز لأحدٍ أن يملكها؛ فإذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها إلى المسجد؛ لأن المسجد أيضًا وقف من أوقاف المسلمين لا يجوز تملكه لأحدٍ، فمعناهما علىٰ هٰذا واحدٌ. (عمدة القاري، كتاب الصلاة / باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية الخ، مبحث: بيان حكم نبش قبور المشركين الخ ١٧٩/٢ دار الفكر بيروت)

وما فضل من ريع الوقف واستغنى عنه؛ فإنه يصرف في نظير تلك الجهة كالمسجد إذا فضلت غلة وقفه عن مصالحه، صرف في مسجد آخر؛ لأن الواقف غرضه في الجنس، والجنس واحد ...... فإن هذا الفاضل لا سبيل إلى صرفه إليه ولا إلى تعطيله، فصرفه في جنس المقصود أولىٰ وهو أقرب الطرق إلى مقصود الواقف. (فقه السنة مكمل للسيد سابق، الوقف / فاضل ريع الوقف يصرف في مثله ص: ١٠٧٣ دار الحديث القاهرة) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۴/۲/۱۴۴۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عیدگاہ کی حدود میں مکتب اور دوکانیں قائم کرنا

سوال (۱۲۹۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وانمباڑی کی قدیم عیدگاہ شہر سے ڈیڑھ کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے، دستاویز کے مطابق یہ جگہ عید کی نماز کے لئے وقف کی گئی ہے، اس کے قبلہ کی جانب مدراس، بنگلور، ہائی وے تھا، پندرہ بیس سال قبل نیشنل ہائی وے والوں نے جب اس کو نیشنل ہائی وے بنایا تو عیدگاہ کا ایک بڑا حصہ قیمتاً اپنے قبضے میں کرلیا، عیدگاہ کی جو فصیل تھی، اس کا بھی ایک بڑا حصہ منہدم کردیا گیا، جس کی وجہ سے دن کو عیدگاہ لوگوں کا ایک گذرگاہ بن گیا اور راتوں کو غلط لوگوں کا راحت کدہ بن گیا، ایک سال قبل کسی نے عیدگاہ کے اندر ایک ترشول کھڑی کردی جس کو قانونی تعاون سے نکال پھینکا گیا۔

محراب عیدگاہ کی دائیں جانب (حی علی الصلوٰۃ کی طرف) جہاں اب فصیل کی دیوار نہیں ہے، نیشنل ہائی وے والوں نے ایک بڑی جگہ عیدگاہ سے ملحق چھوڑ رکھی ہے، عیدگاہ کمیٹی کو خصوصاً اور اہل شہر کو عموماً اب یہ فکر دامن گیر ہے کہ کہیں مذکورہ نیشنل ہائی وے والے خالی جگہ میں کوئی مندر وغیرہ کی بنیاد نہ رکھ دے یا دوکانیں وغیرہ نہ لگالے، کمیٹی والوں نے بہت غور وخوض کے بعد یہ سوچا ہے کہ (بجائے فصیل کی دیوار کے) حی علی الصلوٰۃ کے کونے پر عیدگاہ کی جگہ میں ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کردی جائے جس میں مکتب بھی ہو اور اس سے ملحق عیدگاہ ہی کی جگہ میں چند دوکانیں تعمیر کرکے کرایہ پر دی جائیں کہ مسجد ومکتب کی وجہ سے اپنوں کی آمد ورفت بھی رہے گی اور سفر میں گذرنے والوں کو رک کر نماز کی اَدائیگی میں بھی سہولت رہے گی اور اپنی دوکانوں کی وجہ سے نیشنل ہائی وے کی خالی جگہ پر کسی کا قبضہ جمانے کا راستہ بند ہوجائے گا اور اُن کی آمدنی کی وجہ سے مسجد وعیدگاہ کی دیکھ بھال کے خرچ میں سہولت رہے گی۔

اِن حالات کے پیش نظر عیدگاہ میں مسجد اور دوکانیں بنوانا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں عیدگاہ کی حدود میں ضرورۃً

مسجد اور مکتب ومدرسہ کی تعمیر درست ہے اور عید کے موقع پر یہ عمارتیں عید کی نماز کے لئے استعمال کی جائیں گی اِس اعتبار سے مسجد اور مکتب کی تعمیر واقف کی غرض اور منشاء کے خلاف نہ ہوگی؛ البتہ اصل عیدگاہ کی حدود میں دوکانیں تعمیر کرنا درست نہیں؛ کیوں کہ یہ غرض واقف کے بالکل خلاف ہے، اِس لئے دوکانیں عیدگاہ کی حدود سے باہر خالی پڑی ہوئی جگہ میں تعمیر کی جائیں۔

شـرط الـواقف كـنـص الشارع فيجب اتباعه. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب: ما خالف شرط الواقف فهو مخالف للنص الخ ٧٣٥/٦ زكريا، ٤٩٥/٤ كراچی)

والـذي ينبغي متابعة المشائخ المذكورين في جواز النقل بلا فرق بين مسـجـد أو حوض ...... ولا سيما في زماننا، فإن المسجد أو غيره من رباط أو حـوض إذا لـم يـنـقـل يأخذ انقاضه اللصوص والمتغلبون كما هو مشاهد. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب في إنقاض المسجد و نحوه ٥٥٠/٦ زكريا، ٣٦٠/٤ كراچی)

قوله: والمصلى شمل مصلى الجنازة ومصلى العيد قال بعضهم: يكون مسـجدا حتى إذا مات لا يورث عنه، وقال بعضهم: هذا في مصلى الجنازة أما مـصـلـى الـعيد لا يكون مسجدًا مطلقًا ...... وقال بعضهم: يكون مسجدًا حال أداء الـصـلاة لا غيـر وهـو والجبانة سواء والظاهر ترجيح الأول. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب إذا وقف كل نصف على حدة صارا وقفين ٥٤٤/٦-٥٤٦ زكريا)

المستفاد: لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنىٰ قومٌ عليها مسجدًا لـم أر بـذٰلـک بـأسًـا، وذٰلـک لأن الـمـقابر وقف من أوقاف المسلمين لدفن مـوتـاهـم لا يـجوز لأحد أن يملكها؛ فإذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صـرفها إلى المسجد؛ لأن المسجد أيضًا وقف من أوقاف المسلمين لا يجوز تـملكه لأحدٍ، فمعناهما علىٰ هٰذا واحدٌ. (عمدة القاري، كتاب الصلاة / باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية الخ، مبحث: بيان حكم نبش قبور المشركين الخ ١٧٩/٢ دار الفكر بيروت)

اِسی طرح فتاویٰ ریاض العلوم میں عیدگاہ کو مسجد میں تبدیل کرنے کے جواز والے فتویٰ کو

صحیح قرار دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ منشاء واقف کے خلاف نہیں ہے۔ (فتاویٰ ریاض العلوم گورینی ۱۸۵/۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۲/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عیدگاہ کی جگہ میں مسجد کے لئے طہارت خانہ اور بیت الخلاء بنانا

سوال (۱۲۹۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں ایک عیدگاہ ہے جس کو ضرورت کی بنا پر ذمہ دارانِ عیدگاہ کی اتفاق رائے سے آگے کے آدھے حصہ میں مسجد بنا لیا گیا ہے، فی الحال اس مسجد میں دو سال سے پنج وقتہ نماز با جماعت جمعہ وعیدین کی نماز بھی ادا کی جارہی ہے؛ البتہ عیدگاہ کی چہار دیواری کے باہر ہر طرح کی کوشش کے باوجود مسجد کے بیت الخلاء وغیرہ کے لئے الگ سے کوئی جگہ ملنے کی کوئی شکل نظر نہیں آرہی ہے۔ کیا ایسی صورت میں عیدگاہ کی چہار دیواری کے اندر مشرقی جانب مسجد سے خالی حصہ میں کسی ایک کونے میں ضرورت کے مطابق بیت الخلاء وغیرہ بنانے کی شرعاً کوئی گنجائش ہوسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں عیدگاہ کا جو مشرقی حصہ مسجد شرعی میں داخل نہیں کیا گیا ہے وہاں ضرورت کی بنا پر مسجد کے طہارت خانے اور بیت الخلاء وغیرہ بنانے کی گنجائش ہے۔

وأما المتخذ لصلاة جنازة أو عيد فهو مسجد في حق جواز الاقتداء الخ، لا في حق غيره، به يفتى. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة ۴۳۰/۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۳/۱۴۴۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی آمدنی اور مصارف

مسجد کی گولک کی آمدنی کا حکم

سوال (۱۲۹۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد میں گولک لگانا کیسا ہے؟ جس میں چندہ دینے والے ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں، مثلاً غیر مسلم، شرابی، جوا کھیلنے والا، سودی لین دین کرنے والا، کیا گولک کے پیسے مسجد میں لگا سکتے ہیں؟ جب کہ چندہ دینے والے کے متعلق کچھ علم نہیں کہ اُس کی کمائی کیسی ہے؟ پھر مذکورہ لوگوں کا بھی گولک میں چندہ ہے؟ واضح فرما کر ممنون فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسجد کے تعاون کے لئے گولک رکھنے میں کوئی حرج نہیں اور اس میں جو پیسے آئیں اُن کو بلاتردد مسجد کی ضروریات میں خرچ کیا جا سکتا ہے، اور یہ کہنا کہ اس میں ہر طرح کے لوگ چندہ دیتے ہیں، تو جب تک کسی روپئے کے بارے میں متعین طور پر یہ تحقیق نہ ہو کہ یہ حرام آمدنی کا ہے، اُس وقت تک کسی روپئے پر حرام کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ نیز اگر کوئی غیر مسلم اپنی خوشی سے مسجد کا تعاون کرے تو اِس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا دخل أحدكم على أخيه المسلم فأطعمه طعامًا فليأكل من طعامه ولا يسأله عنه، وإن سقاه شرابًا من شرابه فليشرب من شرابه ولا يسأله عنه. (المسند للإمام أحمد بن حنبل ۳۹۹/۲ رقم: ۹۱۷۳ قديم، ۹۹/۱۵ رقم: ۹۱۸٤ مؤسسة الرسالة)

قال المناوي: قوله: ”لا يسأله عنه“ أي عن الطعام من أي وجه اكتسب ليقف على حقيقة حلّه، فإن ذلك غير مكلف به ما لم تقو الشبهة في طعامه، والمراد لا يسأل منه ولا من غيره ...... لأن السؤال عن ذلك يورث الضغابن ويوجب التباغض، والظاهر أن المسلم لا يطعمه ولا يسقيه إلا حلالاً، فينبغي إحسان الظن وسلوك طريق النواد فيجتنب عن إيذائه بسؤاله. (فيض القدير / حرف الهمزة ۳۳۷/۱ رقم: ۵۸٤ المكتبة التجارية مصر)

ولا يجوز قبول هدية أمراء الجور؛ لأن الغالب في مالهم الحرمة إلا إذا علم أن أكثر ماله حلال بأن كان صاحب تجارة أو زرع فلا بأس به؛ لأن أموال الناس لا تخلو عن قليل حرام فالمعتبر الغالب. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات ۳٤۲/۵ زكريا)

وإن قال الذمي: جعلت غلة هذه الصدقة في سراج بيت المقدس ودهنه فهو جائز. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲۰۱/۸ رقم: ۱۱٦۳٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۶/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ناچنے گانے والے کی کمائی مسجد میں لگانا

سوال (۱۲۹۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا ہیجڑہ- جو ناچ گانا کرکے پیسے کماتا ہے- کی رقم کسی مسجد میں لگانا جائز ہے، اگر وہ کسی مسجد میں کچھ رقم دے تو متولیانِ مسجد اُس رقم کو مسجد میں صرف کرسکتے ہیں؟ اور وہ رقم کسی غریب مسکین کو دینا کیسا ہے؟ ایسی رقم مسجد کے بیت الخلاء وغیرہ میں استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ناچ گانے کی کمائی والی رقم مسجد میں لگانی جائز

نہیں ہے، اُسے مسجد کی کسی بھی ضرورت حتیٰ کہ بیت الخلاء میں بھی صرف نہ کیا جائے؛ بلکہ دینے والے کو واپس لوٹا دی جائے؛ تاکہ اسے عبرت حاصل ہو۔

أما لو أنفق في ذلک مالا خبیثًا ومالًا سببه الخبیث والطیب فیکره؛ لأن اللّٰه تعالیٰ لا یقبل إلا الطیب فیکره تلویث بیته بما لا یقبله. (رد المحتار، کتاب الصلاة / مطلب کلمة لا بأس دلیل علی أن المستحب غیره ۶۳۱/۲ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ہیجڑے کی کمائی مسجد میں لگ سکتی ہے؟

سوال (۱۲۹۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری مسجد میں کچھ ہیجڑے جمعہ پڑھنے آتے ہیں اور ہر جمعہ کو اچھی خاصی رقم مسجد کی گولک میں ڈالتے ہیں، جب کہ ان کی ساری کمائی حرام ہے، ہم ان پیسوں کو کیسے الگ کریں اور کہاں استعمال کریں اور ہیجڑوں کو منع نہیں کر سکتے جو شکل بہتر ہو تحریر فرمادیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسجد میں صرف حلال اور پاکیزہ کمائی ہی لگانی چاہئے اور جمعہ کی تقریروں میں بار بار اعلان کرنا چاہئے کہ کوئی شخص حرام آمدنی مسجد کی گولک میں نہ ڈالے، پھر بھی اگر کوئی شخص حرام آمدنی مسجد میں ڈالتا ہے تو انتظامیہ کمیٹی اندازہ لگا کر اتنی رقم غریبوں کو بانٹ دیا کرے تاکہ مسجد حرام مال سے پوری طرح محفوظ رہے۔

عن أبي هریرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: إن اللّٰه طیب لا یقبل إلا طیبا. (المصنف لعبد الرزاق ۱۹/۵ رقم: ۸۸۳۹ المجلس العلمي بیروت)

أما لو أنفق في ذلک أي المسجد مالا خبیثًا وما لا سببه الخبیث والطیب فیکره؛ لأن اللّٰه تعالیٰ لا یقبل إلا الطیب فیکره تلویث بیته بما لا یقبله.

(رد المحتار، کتاب الصلاة / باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها ۴۳/۲ زکریا، ۶۵۸/۱ کراچی)

والواجب في الكسب الخبيث تفريغ الذمة والتخلص منه برده إلى أربابه إن علموا وإلا إلى الفقراء. (الموسوعة الفقهية ٢٤٥/٣٤ الكويت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۶/۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی رقم سے مسجد کی آمدنی کیلئے خرید کردہ مکان پر مسجد کی تعمیر

سوال (۱۲۹۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے شہر ناگپور میں ایک بڑی مسجد (جامع مسجد) مؤمن پورہ میں واقع ہے، مسجد کی املاک میں تقریباً ۹/ مکانات ہیں، جن کے کرائے کی آمدنی نیز عمومی چندہ سے مسجد کے اخراجات پورے کیے جاتے ہیں، ان مکانات میں سے ایک مکان نمبر ۳۱۲/ جسے حاجی فتح محمد متولی نے ۱۹۵۳ء میں خریدا تھا، یہ مکان مسجد کی رقم سے خریدا گیا اور اب تک اس مکان کا کرایہ مسجد میں جمع ہوتا رہا ہے، مسجد کی مجلس منتظمہ اس مکان کا ری ڈیولپمنٹ کرنے جارہی ہے، ان کے پلان کے مطابق گراؤنڈ فلور پر دوکانیں ہوں گی اور انہی دوکانوں کے اوپر پہلی منزل پر ایک مسجد بنائی جائے گی، دوکانوں کا تمام کرایہ بڑی مسجد ہی کے نام سے جمع ہوگا اور بڑی مسجد کی انتظامیہ اپنی آمدنی کے تمام ذرائع میں سے اس مسجد کے تمام اخراجات مثلاً امام، مؤذن کی تنخواہیں، الیکٹرک بل ودیگر خرچ بڑی مسجد ادا کرے گی۔

سوال: مکان نمبر ۳۱۲/ کو اس شکل میں تبدیل کرنا نیز اس مسجد کے اخراجات کا ذمہ بڑی مسجد کی انتظامیہ نے اپنے ذمہ لینا شرعاً کتنا صحیح ہے۔

خدشہ یہ ہے کہ آنے والے ٹرسٹی صاحبان بھی کسی اور مکان کو اس مسجد کے حوالہ دے کر یہی شکل دینے کی کوشش کرسکتے ہیں اور پھر ان کو روکا نہیں جاسکے گا۔

اس سلسلے میں ہم نے مختلف مدارس سے استفتاء کیا ہے، سبھی کی نقول آپ کو دے رہے ہیں، انتظامیہ کمیٹی کو بھی فتاویٰ کی تمام کاپیاں دی گئی ہیں؛ لیکن ان کا یہ کہنا ہے کہ آپ کی تحریر ٹھیک

نہیں ہے، مکان نمبر۳۱۲ر کی اوپر منزل پر جو مسجد بنائی جارہی ہے وہ بڑی مسجد (جامع مسجد) کی ہی ایک شاخ ہوگی اوراس کا پورانظام بڑی مسجد کمیٹی ہی چلائے گی چوں کہ وہ بڑی مسجد کی ملکیت ہےاس لئے منتظمہ کمیٹی کوایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہےاور یہ شرعاً صحیح ہے۔

جہاں مسجد بنائی جارہی اس جگہ کے حالات درج ذیل ہیں:

(۱) مسجد کے شمالی حصہ میں دومساجد ہیں جن کا فاصلہ ۲۵.۰ کلومیٹر ہےاور تین منٹ کا راستہ ہے۔

(۲) مسجد کے جنوبی حصہ میں بڑی مسجد ہے جس کا فاصلہ ۳۰.۰ کلومیٹر کا ہے،۴ر منٹ کا راستہ ہے۔

(۳) مسجد کے مشرقی حصہ میں دومساجد ہیں: ۳۵.۰ کلومیٹر ہے،۵ر منٹ کا راستہ ہے۔

اِن تمام مساجد کے نمازیوں کے لئے پانچ وقت کی نمازوں میں جگہ افراط ہے کوئی تنگی نہیں ہے۔

مندرجہ بالا سوالات، جگہ کے حالات، فتاویٰ اورانتظامیہ کے بیان پرغورکرتے ہوئے آپ سے گذارش ہے کہ حکم شرعی تحریرفرمائیں۔

تعمیری کام بہت جلد شروع ہونے والا ہے، اِس لئے استفتاء جلدی ارسال فرمادیں تو نوازش ہوگی۔

نوٹ:- یہ مکان مسجد سے الگ ہےاورتوسیع مسجد کا معاملہ نہیں ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں جامع مسجد ناگپور کی رقم سے جومکان نمبر۳۱۲ر خریدا گیا ہےاُس کا مقصد مسجد کے لئے آمدنی کے ذرائع پیدا کرنا ہے،اَب اگر اُس مکان میں مسجد بنائی جائے گی تو اُس حصہ میں آمدنی کا ذریعہ معدوم ہوجائے گا جوخریداری کی غرض کے خلاف ہوگا، اِس لئے اُس آمدنی کی جگہ میں باقاعدہ مسجد شرعی بنانا درست نہ ہوگا۔

البتہ اگر ضرورت ہوتو کرایہ داروں کی سہولت کے لئے اور ترغیب کے لئے اس کے کسی حصہ میں مصلیٰ یعنی ''جماعت خانہ'' بنایا جاسکتا ہے، مگر اُس کو مسجد شرعی کی حیثیت حاصل نہ ہوگی۔

متولي مسجد جعل منزلا موقوفًا على المسجد مسجدًا، وصلى الناس فيه سنين، ثم ترك الناس الصلاة فيه فأعيد منزلا مستغلا جاز؛ لأنه لم يصح جعل المتولي إياه مسجدًا. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد وما يتعلق به ٤٥٦/٢ إحياء التراث العربي بيروت)

صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب مراعاة غرض الواقف والعرف يصلح مخصصًا ٦٦٥/٦ زكريا، ٤٤٥/٤ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۴/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی آمدنی کے لئے مسجد کی کچھ زمین بیچ کر کرایہ پر دینا

سوال (۱۲۹۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک جگہ مسجد کی موقوفہ زمین ہے؛ لیکن اُس زمین سے مسجد کو فی الحال کوئی آمدنی نہیں ہے، اور نہ آگے کوئی توقع ہے، مسجد کی کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس زمین میں سے تھوڑا ٹکڑا بیچ کر اسی باقی ماندہ زمین میں کوئی کمرہ یا دوکان وغیرہ تعمیر کراکے اُس کو کرایہ پر دے دیا جائے؛ تاکہ مسجد کو آمدنی ہو۔ واضح رہے کہ موقوفہ زمین کے وارثین نے بھی اس کو فروخت کرنے کی اجازت دے دی ہے، یا پوری زمین فروخت کرکے اُس رقم سے کاشت کی کوئی دوسری زمین خرید لی جائے، تو کیا اِس کی شریعت میں اجازت ہے؟ آپ سے درخواست ہے کہ دونوں صورتوں کو قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمادیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- سوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کی مذکورہ زمین

میں اگر کرایہ کی دوکانیں وغیرہ بنادی جائیں، تو اُس سے انتفاع کی صورت نکل سکتی ہے؛ لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اُس زمین سے مسجد کو کوئی فائدہ نہیں، اِس لئے مسجد کمیٹی کو چاہئے کہ وہ زمین کو فروخت کرنے یا تبادلہ کرنے کے بجائے اُسی میں آمدنی کی صورت نکالے اور اُس زمین میں سے کچھ حصہ بیچ کر اُس کی قیمت تعمیر میں لگانا بھی شرعاً جائز نہیں ہے، بہتر یہ ہے کہ عوامی تعاون سے اس زمین میں مناسب تعمیرات کی جائیں؛ تاکہ مسجد کے لئے آمدنی کا راستہ کھل سکے۔

والثاني أن لا يشرطه سواء شرط عدمه أو سكت؛ لكن صار بحيث لا ينتفع به بالكلية بأن لا يحصل منه شيء أصلاً. (رد المحتار / كتاب الوقف ٥٨٣/٦ زكريا)

ولو كانت الأرض متصلةً ببيوت المصر يرغب الناس في استئجار بيوتها، وتكون غلة ذلك فوق غلة الزرع والنخل كان للقيم أن يبنى فيها بيوتًا فيؤاجرها؛ أن الاستغلال بهذا الوجه يكون أنفع للفقراء. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٣٦١/٥ زكريا)

وإذا خربت أرض الوقف وأراد القيم أن يبيع بعضًا منها ليرم الباقي بثمن ما باع، ليس له ذلك. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الوقف / الفصل السابع: تصرف القيم في الأوقاف ٦٦/٨ رقم: ١٢٢١ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۵/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

مسجد کی رقم مسجد کی ضرورت کے لئے کاروبار میں لگانا

سوال (۱۲۹۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کمیٹی کے اَفراد تجارت کرتے ہیں اور اُسی مسجد کے لئے جگہ خریدنے کی بھی ضرورت ہے، مسجد کی کچھ رقم موجود ہے، اَب کمیٹی کے اَفراد چاہتے ہیں کہ مسجد کی رقم کاروبار میں

لگائیں اور موجود رقم اور اُس پر ملنے والے نفع کے ذریعہ جگہ خریدیں۔ تو سوال یہ ہے کہ کیا مسجد کی رقم تجارت میں لگاسکتے ہیں اور کیا اس پر حاصل ہونے والے نفع سے مسجد کے لئے جگہ خریدی جاسکتی ہے؟ جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسجد کی جمع شدہ رقم تجارت میں لگانا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ تجارت میں نفع اور نقصان دونوں کا امکان رہتا ہے اور اِس بات کی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی کہ کاروبار میں نفع ہی ہوگا؛ لہٰذا نقصان کے اندیشہ کی بنا پر مسجد وغیرہ کی رقم تجارت میں لگانے کی اِجازت نہ ہوگی۔ پس مسئولہ صورت میں بہتر یہی ہے کہ مسجد کی سبھی ضروریات کے لئے اصحابِ خیر سے تعاون حاصل کیا جائے۔

ولا یجوز للقیم شراء شيء من مال المسجد لنفسه ولا البیع له وإن کان فیه منفعة ظاهرة للمسجد – إلیٰ قوله – قال في جامع الفصولین: لیس للمتولي إیداع مال الوقف والمسجد إلا ممن في عیاله ولا إقراضه فلو أقرضه ضمن. (البحر الرائق / کتاب الوقف ۵/۴۰۱ زکریا، ۵/۲۳۹ کوئٹہ)

شرط الواقف کنص الشارع في وجوب العمل به وفي المفهوم والدلالة. (قواعد الفقه ص: ۸۵ رقم: ۱۵۲ المکتبة الأشرفیة دیوبند) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱۱/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اِمام ومؤذن کی تنخواہ سے بچی ہوئی رقم مسجد کی تعمیر میں لگانا

سوال (۱۲۹۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے اِمام ومؤذن کے لئے محلّہ والے رقم جمع کرتے ہیں، تنخواہ کی مد میں اُن دونوں کو تنخواہ دینے کے بعد ہر ماہ کچھ رقم بچ جاتی ہے، اس رقم کو کمیٹی کے لوگ مسجد کی جدید تعمیر میں خرچ کرسکتے ہیں؟ یعنی اُسی مسجد کی تعمیری ضرورت میں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں جو رقم خاص طور پر اِمام و مؤذن کی تنخواہ کے لئے جمع کی گئی ہے وہ مسجد کی تعمیر میں اُسی وقت لگائی جائے گی جب کہ چندہ دہندگان سے باقاعدہ اِجازت لی جائے، اِس کے بغیر اُس رقم کا دوسرے کسی مصرف میں لگانا درست نہ ہوگا۔

لا یجوز لأحد أن یتصرف في ملک غیرہ بلا إذنہ أو وکالۃ منہ أو ولایۃ علیہ، وإن فعل کان ضامناً. (شرح المجلۃ لسلیم رستم باز ۶۱/۱ رقم المادۃ: ۹۶، قواعد الفقہ ۱۱۰ رقم: ۲۷۰ المکتبۃ الأشرفیۃ دیوبند، الدر المختار مع رد المحتار / کتاب الغصب ۲۹۱/۹ زکریا، ۲۰۰/۶ کراچی، الأشباہ والنظائر، الفن الثاني / کتاب الغصب ۱۵۷) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۸/۱۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گاؤں والوں کے برتنوں سے وصول ہونے والا کرایہ مسجد کی تعمیر میں لگانا

سوال (۱۳۰۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گاؤں کے لوگ آپس میں مل کر ہفتہ واری مٹھیا چاول وصول کرتے ہیں، اس کی رقم سے شادی میں کھانا بنانے کے لئے برتن خریدتے اور اُن کو کرائے پر چلاتے ہیں، ان برتن میں محصول ہونے والی کرایہ کی رقم کو مسجد کی تعمیر میں لگایا جاسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حسبِ تحریر سوال گاؤں کے لوگوں اور ذمہ داروں کے مشورہ سے مذکورہ برتنوں کے کرائے کی آمدنی مسجد کی تعمیر میں لگانا درست ہے۔

کل یتصرف في ملکہ کیف شاء. (شرح المجلۃ لسلیم رستم باز، کتاب الشرکۃ /

الباب الثالث في المسائل المتعلقة بالحيطان الخ، الفصل الأول في أحكام الأملاك ٦٥٤/١ رقم المادة: ١١٩٢ مكتبة الاتحاد ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۸/۱۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پرانی مسجد کی تعمیر جدید کیلئے جمع شدہ چندہ نئی مسجد کی تعمیر میں لگانا

سوال (۱۳۰۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم قریشی حضرات شمار ہوتے ہیں، ہماری ایک مسجد قریشیان کے نام سے موسوم ہے، جس میں متولی اور اکثر مقتدی شروع ہی سے قریشی رہے ہیں؛ لیکن کچھ سالوں قبل مسجد کی تعمیر جدید کی ضرورت محسوس کی گئی، اِس لئے چندہ کر کے پیسے اکٹھے کئے گئے اور یہ سارے پیسے ہماری برادری نے دئے؛ لیکن مسجد کی نئی تعمیر نہ ہوسکی اور اس سے پہلے ہی چودھری حضرات نے ہمیں مسجد کے معاملہ سے بالکل بے دخل کردیا؛ حتی کہ مسجد میں نماز پڑھنے پر بھی پابندی لگادی، اب ہم لوگ نئی مسجد تعمیر کرنا چاہتے ہیں اور جو پیسے پرانی مسجد کی تعمیر جدید کے لئے قریشی حضرات کی طرف سے چندہ کر کے اکٹھے کئے گئے تھے اُن کو نئی مسجد کی زمین کی خریداری اور اس کی تعمیر کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔

واضح رہے کہ جن حضرات نے پیسے دئے (الحمد للہ) وہ سبھی حضرات بقید حیات ہیں اور تمام لوگ ہی راضی ہیں۔

اَب دیافت طلب امر یہ ہے کہ معطین حضرات کی رضا مندی سے یہ پیسے نئی مسجد کے لئے استعمال کرسکتے ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں حکم شرعی واضح فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگر مذکورہ مسجد کی تعمیر جدید کے لئے جمع شدہ رقم مسجد کے متولی یا ذمہ دار کے پاس جمع کرادی گئی تھی، تو اَب یہ رقم اس مسجد

کے لئے متعین ہوچکی ہے، اُسے کسی اور مسجد میں لگانا درست نہ ہوگا، اور اگر رقم آپس میں جمع کرلی تھی مگر ابھی ذمہ دار کے حوالے نہ کی تھی تو اب چندہ دہندگان کی اجازت سے اُسے دوسری مسجد کی تعمیر میں لگانے کی گنجائش ہے۔

وقف ضيعة على الفقراء وسلمها للمتولي ثم قال لوصيه أعط من غلتها فلانًا كذا وفلانا كذا لم يصح لخروجه عن ملكه بالتسجيل. (الدر المختار / كتاب الوقف ٥٤٩/٦-٥٥١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱/۱۴۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تبلیغی اجتماع کے خرچ سے بچی ہوئی رقم مسجد کے وضوخانے میں لگانا

سوال (۱۳۰۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محلّہ کے لوگوں نے تیس ہزار روپئے جمع کیے، اجتماع میں خرچ کے لئے ان میں سے بیس ہزار اجتماع میں خرچ ہوا، اور باقی دس ہزار کو ذمہ دار حضرات نے اسی محلّہ کو مسجد کے وضو خانہ وغیرہ میں تعمیر میں خرچ کیا بغیر تمام لوگوں کے مشورہ کے، کیا حکم ہے ان پیسوں کا مسجد کے وضوخانہ وغیرہ کی تعمیر میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جو رقم اہل محلّہ نے اجتماع کے لئے جمع کی تھی، اُسے اُن کی صراحۃً یا دلالۃً اِجازت کے بغیر مسجد کے وضوخانہ وغیرہ میں نہیں لگانا چاہئے تھا اور اگر یہ رقم مسجد میں خرچ کرلی گئی تو اَب دو صورتیں ہیں: (۱) چندہ دہندگان سے صراحۃً اِجازت طلب کرلی جائے (۲) یا پھر مسجد کے لئے الگ سے اِمدادی رقم جمع کرکے اُس میں سے اجتماع فنڈ سے لی گئی رقم واپس لوٹا دی جائے اور اُسے محفوظ رکھا جائے، جب کبھی آئندہ اجتماع ہو تو اُس میں خرچ کیا جائے یا چندہ دہندگان کے مشورہ اور اِجازت سے کسی اور کارِ خیر میں لگادیا جائے۔

مستفاد: شرط الواقف کنص الشارع فیجب اتباعه. (رد المحتار، کتاب الوقف / مطلب شرط الواقف الخ ۶/۷۳۵ زکریا)

شرط الواقف کنص الشارع في وجوب العمل به وفي المفهوم والدلالة. (قواعد الفقه ص: ۸۵ رقم: ۱۵۲ المکتبة الأشرفية ديوبند)

ومن اختلاف الجهة ما إذا کان الوقف منزلين أحدهما للسکنیٰ والآخر للاستغلال فلا يصرف أحدهما للآخر وهي واقعة الفتویٰ. (رد المحتار، کتاب الوقف / مطلب في نقل أنقاض المسجد ونحوه ۶/۵۵۱ زکریا)

لا يجوز لمتولي الشيخونية بالقاهرة صرف أحد الوقفين للآخر. (البحر الرائق / کتاب الوقف ۵/۳۶۲ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۱/۱۴۳۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی آمدنی اور جماعت کی وصول یابی کو قرض کا نام دے کر تصرف کرنا

سوال (۱۳۰۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مجھ شمشاد علی ولد حاجی اشتیاق حسین مرحوم گملے والی مسجد پیرزادہ کے پاس بیک وقت کئی مسجدوں کا پیسہ رہتا ہے اور تبلیغی جماعت کے تعلق سے جیسے جوڑ واِجتماع اور جماعت میں جانے والے اَحباب کی وصولی (روپیہ وغیرہ) میرے پاس رہتے ہیں۔ بندہ یہ ذمہ داری لوگوں سے یہ کہہ کر لیتا ہے کہ یہ رقم میرے پاس بطور قرض ہے، امانت نہیں ہے، آپ جب چاہے لے سکتے ہیں۔ اَب یہ معلوم کرنا ہے کہ کیا یہ رقوم آپس میں ملاسکتا ہوں یا نہیں اور ذاتی ضرورت میں اِس کو اپنے استعمال میں لے سکتا ہوں یا نہیں؟ آپ سے درخواست ہے کہ برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں اِس کا جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسجد کی رقومات کو قرض کے نام پر لے کر اپنے ذاتی استعمال میں لانا جائز نہیں ہے، آپ کو بطورِ اَمانت ہر مسجد کا پیسہ الگ الگ حساب لگا کر رکھنا ضروری ہے؛ البتہ جو رقم جماعت میں جانے والوں کی طرف جمع کرائی جاتی ہے، اُس میں اگر جمع کرنے والا قرض کی اجازت دے تو اُس کو خرچ کرنے کی اجازت ہوگی؛ لیکن جب بھی وہ مطالبہ کرے گا اُسے رقم واپس دینی ہوگی۔

مع أن القيم ليس له إقراض مال المسجد، قال في جامع الفصولين: ليس للمتولي يداع مال الوقف والمسجد ...... ولا إقراضه، فلو أقرضه خمس وكذا المستقرض. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٥/٤٠١ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۱/۱۴۴۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے فنڈ سے مسجد کے لئے سالانہ کلینڈر چھاپنا

سوال (۱۳۰۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل بعض مساجد والے سالانہ کلینڈر چھاپتے ہیں اور پھر اسے عوام میں مفت تقسیم کرتے ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ مسجد کی آمدنی سے کلینڈر چھپوا کر بانٹنے کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- کلینڈر چھاپنا مسجد کے مصالح میں شامل نہیں ہے؛ لہٰذا مسجد کے فنڈ سے کلینڈر چھپوا کر مفت تقسیم کرنے کی اِجازت نہیں ہے؛ البتہ اگر کوئی صاحب خیر اپنی طرف سے کلینڈر چھاپ کر اُس میں مسجد کا نام ڈال دے اور مسجد کی انتظامیہ کمیٹی کو اُس پر اعتراض نہ ہو تو اِس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

مسجد له مستغلات وأوقاف أراد المتولي أن يشتري من غلة الوقف

لـلـمسـجد دهنًا أو حصيرًا أو حشيشًا أو آجرًا أو جصًا لفرش المسجد أو حصى قـالوا: إن وسع الواقف ذلك للقيم، وقال تفعل ما ترى من مصلحة المسجد كان له أن يشتري للمسجد ما شاء. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الوقف ٤١٣/٢ مكتبة الاتحاد ديوبند)

وفـي الـقـنية: ولا يـجـوز للقيم شراء شيء من مال المسجد لنفسه ولا البيـع لـه، وإن كـان فيه منفعةً ظاهرة للمسجد. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٤٠١/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۵/۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

مسجد کے فنڈ سے اُمورِ مسجد کے لئے پلاٹ خریدنا

سوال (۱۳۰۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے شہر میں ایک بڑی مسلم برادری ہے، جس کے تحت بہت سے خاندان ہیں، اجتماعی نظام بہتر انداز سے چلے، اس مقصد کے لئے برادری کی ایک کمیٹی بھی ہے اور برادری سے موسوم ایک مسجد بھی ہے، جس کا انتظام بھی مذکورہ کمیٹی ہی کرتی ہے اور برادری کی کمیٹی کا جو صدر ہوتا ہے وہی اس مسجد کا متولی بھی ہوتا ہے۔

اِس وضاحت کے بعد عرض یہ ہے کہ کچھ عرصے پہلے برادری کے فنڈ میں تقریباً ایک کروڑ ۶۵/ لاکھ روپئے موجود تھے، اور منصوبہ یہ تھا کہ اس رقم سے زمین خرید کر اُس سے ہونے والی آمدنی کو رفاہی کاموں میں خرچ کیا جائے، پھر ایک مناسب پلاٹ کے بارے میں پتہ چلا جو ایک کروڑ ۵۰/ لاکھ روپئے میں مل رہا تھا؛ چناں چہ کمیٹی کے صدر صاحب نے ۳۰/ لاکھ روپئے (جو کہ کل رقم کا پانچواں حصہ ہے) مسجد کے فنڈ سے لئے اور باقی رقم کمیٹی کے فنڈ سے لے کر وہ پلاٹ خرید لیا اور پلاٹ کے چار حصے کمیٹی کے اُمور کے لئے اور ایک حصہ یعنی کل زمین کا پانچواں حصہ مسجد کے

اُمور کے لئے مختص کردیا؛ گویا کہ مسجد کے فنڈ سے لی گئی رقم سے پلاٹ کی جتنی زمین خریدی گئی، اُس زمین کو مسجد ہی کے انتظام کے لئے مخصوص کردیا گیا، تو کیا شرعی اعتبار سے یہ عمل درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسجد کی آمدنی بڑھانے کے لئے مسجد کے زائد فنڈ سے جائیداد خریدنے کی گنجائش ہے، پھر اُس کی آمدنی اَمانت داری کے ساتھ مسجد کی ضروریات میں خرچ کی جائے۔

الفاضل من وقف المسجد، هل يصرف إلى الفقراء؟ قيل: لا يصرف، وأنه صحيح ولكن يشتري به مستغلا للمسجد، كذا في المحيط. (الفتاویٰ الهندية / الباب الحادي عشر في المسجد وما يتعلق به ٤٦٣/٢ زكريا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۳/۱۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

انعام کی شرط پر مسجد کے لئے چندہ کرانا

سوال (۱۳۰۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد ایک مدرسہ میں مدرس ہے مدرسہ کے لئے وقتاً فوقتاً چندہ کے لئے بھی جاتا ہے، ذمہ داران مدرسہ محصولہ رقم میں سے فی صد کی اعتبار سے کچھ انعام بھی دیتے ہیں، مدرسہ کے اندر مسجد کی سخت ضرورت ہے، طلبہ مختلف کمروں میں نماز اَدا کرتے ہیں۔ محمد کا کہنا ہے کہ اگر ذمہ دارانِ مدرسہ مسجد کے لئے چندہ کرنے پر کچھ انعام دیں تو اُس کے لئے دل کھول کر چندہ کیا جائے، تو کیا ایسی صورت میں تمام مدرسین سے انعام کی شرط پر مسجد کے لئے چندہ کرانے کی شرعاً کوئی گنجائش ہے یا نہیں؟ دلیل کے ساتھ مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگر تقرر کے وقت مدرسین کو

حسبِ ضرورت چندہ کا بھی مکلّف بنایا گیا تھا، پھر وہ مدرسہ کی مسجد کے لئے چندہ کر کے لائیں اور ذمہ دارانِ مدرسہ الگ سے اِمدادی فنڈ سے بطور حوصلہ اَفزائی اُن کو انعام دیں، تو اِس کی شرعاً گنجائش ہے۔

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم نهى عن استئجار الأجير يعني حتى يبين له أجره. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الإجارة / باب لا تجوز الإجارة حتى تكون معلومة الخ ١٩٨/٦ رقم: ١١٦٥٢ دار الكتب العلمية بيروت)

ولا يصح حتى تكون المنافع معلومة والأجرة معلومة. (الهداية / كتاب الإجارات ٢٩٣/٣ المكتبة النعيمية ديوبند)

هي بيع منفعة معلومة بأجر معلوم. (البحر الرائق / كتاب الإجارة ٥٠٦/٧ زكريا)

منها: أن يكون المعقود عليه وهو المنفعة معلومًا علمًا يمنع من المنازعة. (بدائع الصنائع، كتاب الإجارة / باب شرائط ركن الإجارة ٢٤/٤ زكريا)

وشرطها: كون الأجرة والمنفعة معلومتين. (رد المحتار / كتاب الإجارة ٧/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۴/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

رمضان کے خصوصی چندہ کو مسجد کی تعمیر میں لگانا

سوال (۱۳۰۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہر سال ماہِ رمضان المبارک میں مساجد کے ذمہ داران اہل محلّہ سے خصوصی چندہ وصول کرتے ہیں، اس چندہ کو بعض مقامات پر ''رمضان کا چندہ'' کہا جاتا ہے اور بعض جگہوں پر ''اِمام صاحب کا چندہ'' نام رکھا جاتا ہے، پھر اسی چندہ سے امام صاحب ومؤذن کو رمضان کا بونس بھی دیتے ہیں۔

(۱) اس سلسلے میں آں محترم سے چند سوالات کے جوابات مطلوب ہیں، اس عنوان سے وصول کی جانے والی رقم کیا صرف ماہِ رمضان کے اخراجات کے لئے ہی خاص ہوگی یا اس رقم کو مسجد کی تعمیر وغیرہ میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے، واضح رہے کہ تعمیری چندہ بھی الگ وصول کیا جاتا ہے۔

(۲) عمومی طور پر چندہ دہندگان کے ذہن میں یہی ہوتا ہے کہ اس رقم سے امام صاحب ومؤذن صاحب کو بونس دیا جائے گا لیکن اکثر اہل مساجد اس رقم کو یا تو تعمیر میں خرچ کرتے ہیں یا سال بھر کی تنخواہ میں لگاتے ہیں، کیا ان کا یہ عمل درست ہے؟ کیا واقف کی غیر منشا میں خرچ کرنا لازم نہیں آتا؟

(۳) بعض مساجد ایسی ہیں جہاں ہر ماہ اتنا تعاون نہیں ہوتا جس کے ذریعہ وہ تنخواہیں اور دوسرے اخراجات پورکرسکیں، لہٰذا وہ ماہِ رمضان کے خصوصی چندہ کو محفوظ رکھتے ہیں اور اگر یہ عمل درست نہیں ہے تو ان مساجد کے لئے کیا مشورہ ہے، امید ہے کہ جوابات سے نوازا جائے گا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حسب تحریر سوال میں مساجد میں ماہِ رمضان المبارک کے دوران جو خصوصی چندہ اہل محلّہ سے وصول کیا جاتا ہے اسے امام ومؤذن کی ماہانہ تنخواہوں اور رمضان کے بونس میں خرچ کرنا تو درست ہے؛ لیکن تعمیر مسجد میں اُسے خرچ نہیں کیا جائے گا؛ کیوں کہ یہ خاص چندہ اِمام ومؤذن کی خدمت کے نام پر لیا گیا ہے، تو معطیان کی اِجازت کے بغیر اسے دیگر مصارف میں خرچ کرنا صحیح نہ ہوگا؛ لہٰذا ذمہ دارانِ مسجد کو چاہئے کہ جس عنوان سے چندہ جمع کیا جائے، اُسی عنوان پر اُسے خرچ کرنے کا اہتمام کریں؛ تاکہ شرعاً کوئی اشکال نہ ہو۔

علیٰ أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبةٌ. (رد المحتار، کتاب الوقف / مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبةٌ والعرف يصلح مخصصًا ٦/٦٦٥ زكريا، ٤/٤٤٥ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۸/۸/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے موقوفہ کمروں کا کرایہ کم کرنا یا معاف کرنا

سوال (۱۳۰۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ایک مسجد کے موقوفہ دو کمروں کو کرایہ پر لیا تھا، پھر زید کا انتقال ہوگیا، اب زید کی بیوی وہاں رہ رہی ہے، انتقال سے پہلے کا کئی مہینہ کا کرایہ زید پر واجب الاداء تھا، اب وہ بیوہ چاہتی ہے کہ مسجد کی کمیٹی اس بقایا کرایہ کو معاف کردے، نیز ان کمروں کے موجودہ کرایہ میں کچھ تخفیف کردی جائے تو سوال یہ ہے کہ مسجد کی کمیٹی کو سابقہ کرایہ معاف کرنے یا کرایہ میں تخفیف کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں مسجد کی کمیٹی کو نہ تو سابقہ کرایہ معاف کرنے کا اختیار ہے اور نہ ہی معروف کرایہ میں زیادتی وکمی کرنے کا حق ہے، اگر وہ بیوہ ضرورت منداور مستحق ہے، تو اُس کی پریشانی کا حل یہ ہے کہ اہل خیر حضرات بیوہ کا تعاون کیا کریں، پھر وہ مسجد کے کمروں کا کرایہ اَدا کیا کرے؛ تاکہ بیوہ کی بھی ضرورت پوری ہو اور مسجد کا بھی کوئی نقصان نہ ہو۔

ویؤجر بأجر المثل فلایجوز بالأقل ولو هو المستحق إلا بنقصان یسیر أو إذا لم یرغب فیه إلا بأقل (الدر المختار) أي لا یصح إذا کان بغبن فاحش کما یأتي. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوقف / مطلب في الإجارة الطویلة بعقود ٦٠٨/٦ زکریا، ٤٠٣/٤ کراچی)

ولا تجوز إجارة الوقف إلا بأجر المثل کذا في محیط السرخسي. (رد المحتار / کتاب الوقف ٦٠٨/٦ زکریا، الفتاویٰ الهندیة، کتاب الوقف / الباب الخامس في ولایة الوقف وتصرف القیم في الأوقاف ٤١٩/٢ زکریا قدیم، ٣٨٧/٢ زکریا جدید)

وإذا دفع أرض الوقف مزارعة یجوز إذا لم تکن فیه محاباة قدر ما لا

یتغابن الناس فیها. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الوقف / الباب الخامس في ولایة وتصرف القیم ۴۲۳/۲ زکریا قدیم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۱/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کا سامان خریدنے میں نفع لینا

سوال (۱۳۰۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شہر دہلی میں ہماری ایک مسجد میں کام چل رہا ہے، مسجد کے جو اِمام ہیں، وہی مسجد کے ذمہ دار بھی ہیں، ان کے بیٹے مسجد کی تعمیر میں جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے خرید کر لاتے ہیں اور جو چیز مارکیٹ میں مثلاً ڈھائی سو روپئے کی ملتی ہے وہ دوڑ دھوپ کرکے اُسی چیز کو ڈیڑھ سو روپئے کی لے آتے ہیں اور مسجد کو ڈھائی سو روپئے میں دیتے ہیں، تو مفتی صاحب سے گذارش ہے کہ امام صاحب کے بیٹے کا اِس طرح نفع حاصل کرنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگر مسجد کی کمیٹی اور اہل محلّہ کے علم میں لاکر اور اُن کی اجازت سے اِمام صاحب کے بیٹے نفع کے ساتھ مسجد کو سامان فروخت کرتے ہیں تو اِس کی گنجائش ہوگی؛ لیکن اگر کمیٹی والوں کے علم میں نہ ہو تو اُن کا مذکورہ نفع اُٹھانا درست نہیں؛ کیوں کہ اِس صورت میں اِمام یا اُن کے بیٹے محض خریداری کے وکیل قرار پائیں گے اور وکیل کا مؤکل کی اجازت کے بغیر درمیان میں نفع کمانا شرعاً وعرفاً اَمانت ودیانت کے خلاف اور ممنوع ہے۔

الثمن المسمی هو الثمن الذي یسمیه ویعینه العاقدان وقت البیع بالتراضي سواء کان مطابقا للقیمة الحقیقة أو ناقصًا عنها أو زائدًا علیها. (شرح المجلة لسلیم رستم باز ۷۳/۱ رقم المادة: ۱۵۳)

المال الذي قبضه الوكيل بالبيع والشراء وإيفاء الدين واستيفائه وبقبض العين من جهة الوكالة في حكم الوديعة في يده. (مجلة الأحكام العدلية / الباب الثالث في أحكام الوكالة ۲۸۵/۱ رقم المادة: ۱٤٦۳ نور محمد كارخانه تجارت كتب آرام باغ كراتشي، شرح المجلة لسليم رستم باز ۷۸٤/۱ رقم المادة: ۱٤٦۳)

قال في الإسعاف ولا يؤلى إلا أمين. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب: في شروط المتولي ۵۷۸/۸ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۶/۱۴۳۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد، عیدگاہ اور قبرستان کی آمدنی باہم ایک دوسرے کی ضروریات میں خرچ کرنا

سوال (۱۳۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد، مکتب، عیدگاہ اور قبرستان ایک ہی کمیٹی کے تحت ہے؛ البتہ مسجد اور مکتب کے درمیان تقریباً ڈھائی تین سو قدم کا فاصلہ ہے اور مسجد وقبرستان کے درمیان تقریباً ۲؍کلومیٹر کا فاصلہ ہے، جب کہ عیدگاہ اور مکتب ایک ہی ہے، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا کمیٹی والے مسجد کی آمدنی قبرستان، مکتب، عیدگاہ میں اِسی طرح اُن کی آمدنی مسجد میں یعنی ایک دوسرے کی آمدنی ایک دوسرے میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

نیز قبرستان کے خودرو گیاہ وشجر کو فروخت کر کے اُس کا پیسہ مکت، عیدگاہ، مسجد وغیرہ یعنی وقف کے مصارف میں خرچ کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں میں اگر مسجد، مکتب، عیدگاہ اور قبرستان سب الگ الگ طور پر وقف ہیں، تو ایسی صورت میں ہر وقف کا حساب الگ رکھنا

ضروری ہے، ایک کی آمدنی دوسرے پر خرچ نہیں جائے گی؛ اگرچہ سب کی انتظامیہ ایک ہی ہو۔ اور اگر مذکورہ زمینیں مستقل وقف نہیں ہیں؛ بلکہ کسی ایک وقف کے تابع ہیں یا انتظامیہ کمیٹی کے خرید کردہ ملکیت ہے، تو ایسی صورت میں انتظامیہ حسبِ صواب دید منافع کو ایک دوسری جگہ صرف کرسکتی ہے۔

اتحد الواقف والجهة وقل مرسوم بعض الموقوف عليه بسبب خراب وقف أحدهما جاز للحاكم أن يصرف من فاضل الوقف الآخر عليه لأنهما حينئذ كشيءٍ واحد، وإن اختلف أحدهما بأن بنى رجلان مسجدين أو رجل مسجدًا ومدرسة ووقف عليهما أوقافًا لا يجوز له ذلك. (الدر المختار / كتاب الوقف ٦/٥٥١ زكريا)

سئل نجم الدين في مقبرة فيها أشجار هل يجوز صرفها إلى عمارة المسجد؟ قال نعم! إن لم تك وقفًا على وجهٍ آخر. (الفتاویٰ الهندية / الباب الثاني عشر في الرباطات والمقابر ٢/٤٧٦ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۶/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

○❖○

مسجد کے آداب

مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا

سوال (۱۳۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا کیسا ہے؟ اور یہ سلام کتنی آواز سے کیا جائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر کوئی شخص ایسے وقت مسجد میں پہنچا کہ جماعت شروع ہوچکی ہو اور سب لوگ نماز میں مشغول ہوں تو اُس وقت سلام کرنا مکروہ ہے۔ اور اگر ابھی جماعت شروع نہ ہوئی ہو؛ البتہ کچھ لوگ سنن ونوافل میں مشغول ہوں اور کچھ لوگ خاموش بیٹھے ہوں تو اتنی آواز سے سلام کیا جائے جس سے نمازیوں کی نماز میں خلل نہ ہو، اگر اتنی بلند آواز سے سلام کرے گا جس سے نمازیوں کا دھیان بٹ جائے تو یہ عمل مکروہ ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص ایسی مسجد میں پہنچا جہاں کوئی دوسرا شخص موجود نہ تھا تو ''السلام علینا وعلی عباد اللّٰہ الصالحین'' کہنا بہتر ہے۔

وإن دخل بيتًا ليس فيه أحد يقول: السلام علينا وعلى عباد اللّٰه الصالحين ...... وإن دخل مسجدًا وبعض القوم في الصلاة وبعضهم لم يكونوا فيها يسلم وإن لم يسلم لم يكن تاركًا للسنة. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء وغيره ۵۹۲/۹ زكريا)

ولو دخل ولم ير أحدًا يقول: السلام علينا وعلى عباد اللّٰه الصالحين.

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء وغيره ۵۹۶/۹-۵۹۷ زكريا، ۴۱۶/۶ كراچی)

ولو دخل مسجدًا ليس فيه أحد يقول: السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين، وإن كان فيه أحد يسلم عليه. (الفتاویٰ التاتارخانية / كتاب الكراهية ۱۸/ ۸۴ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۲/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

مسجد میں گری پڑی چیز کا مسجد میں اعلان کرنا

سوال (۱۳۱۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر مسجد میں کوئی چیز گری پڑی ملے تو اُس کا اعلان مسجد میں کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر اعلان کیا جائے گا تو یہ مسجد اِنشاد ضالہ والی روایت کے خلاف تو نہ ہوگا؟ آپ سے درخواست ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق:- جو چیز مسجد کی حدود میں گم ہوئی ہو اُس کا اعلان مسجد میں کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ مسجد کا احترام ملحوظ رکھا جائے اور نمازیوں کی نماز میں خلل نہ ہو۔ اور ”**انشاد ضالة في المسجد**“ کی ممانعت والی روایت کا محمل وہ صورت ہے جب کہ مسجد کے باہر گم شدہ چیز کا اعلان مسجد میں کیا جائے؛ وہ بلاشبہ ممنوع ہے۔

وأما انشاد الضالة فله صورتان: إحداها إن ضل شيء فى خارج المسجد وينشده في المسجد لاجتماع الناس فهو أقبح وأشنع. وأما لو ضلّ في المسجد فيجوز الانشاد بلا شغب. (العرف الشذي على هامش الترمذي، أبواب الصلاة / باب ما جاء في كراهية البيع والشراء وإنشاد الضالة في المسجد ۱/ ۸۰)

قال الشيخ: وأما إنشاد الضالة فله صورتان: إحداها: وهي أقبح وأشنع بأن يضل شيء خارج المسجد ثم ينشده في المسجد لأجل اجتماع الناس

فيه. والثانية: أن يضلّ في المسجد نفسه فينشده فيه، وهذا يجوز إذا كان من غير لغط وشغب. (معارف السنن ۳۲۹/۳ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۲/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

کیا مسجد میں دنیوی باتیں کرنا خنزیر ذبح کرنے کے مترادف ہے؟

سوال (۱۳۱۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرات مفتیانِ عظام سے روایت ہٰذا کی تحقیق مطلوب ہے: ”مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا ایسا ہے جیسا کہ مسجد میں خنزیر ذبح کردیا، مسجد کو ناپاک اور آلودہ کردیا، وہاں نجس العین چیز کو ڈال دیا“۔ (حکیم الاسلام اور اُن کی مجالس: ۱۱۹-۱۲۰)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - تلاش کے باوجود کسی کتاب میں اِس طرح کی کوئی روایت دستیاب نہیں ہوسکی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۷/۱۴۴۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فرض نماز کے بعد مسجد میں دینی، ملی یا دنیاوی اعلانات کرنا

سوال (۱۳۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں انگلینڈ کی تمام مساجد میں معمول ہے کہ فرض نمازوں کے بعد اِمام صاحب مائک کے ذریعہ اعلانات کرتے ہیں، مثلاً کسی کا انتقال ہوگیا ہے، فلاں بیمار ہے، فلاں کا جنازہ اتنے بجے ہے، نماز کے بعد فلاں پروگرام ہے، وغیرہ وغیرہ۔

فقہی کتابوں کی طرف مراجعت کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس قسم کے اعلانات سے

احتراز کرنا چاہئے؛ اِس لئے کہ اُس وقت بعض حضرات مثلاً مسبوقین ابھی اپنی نمازوں میں مشغول ہوتے ہیں اور مائک کے ذریعہ اعلان کرنا اُن کے لئے باعث تشویش بن سکتا ہے، مثال کے طور پر حضرت مفتی اسماعیل صاحب دامت برکاتہم اپنے فتاویٰ میں رقم طراز ہیں:

نیز مسجد اشیاء کے اشتہار دینے یا اعلان کرنے کی جگہ نہیں ہے اور جماعت خانہ کے باہر یہ مقصد بخوبی حاصل ہوسکتا ہے، گم شدہ چیز کا اعلان صاف طور پر منع فرمایا گیا ہے؛ لہٰذا اِس رواج کو بند کرنا چاہئے اور اگر اعلان کرنا ضروری ہو تو جماعت خانہ سے باہر نماز سے قبل یا بعد میں بھی اعلان ہوسکتا ہے۔ اور اگر مسبوق کو اِس کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہو تو ایسا کرنا ناجائز ہے اور ایسا کرنے سے گناہ ہوگا۔ (فتاویٰ دینیہ: ۲۰۹/۲)

سوال یہ ہے کہ یہ حکم ایسا ہی ہے؟ جب کہ ہمارے دیار میں تو تقریباً یہ تعامل ہوگیا ہے کہ نمازوں کے بعد اِمام صاحب کوئی نہ کوئی اعلان کرتے ہی ہیں اور اکثر لوگ اِسی طرح کے اعلان سے اہم اہم باتیں معلوم کرتے ہیں مثلاً: جنازہ کا وقت یا کسی کی بیماری کی خبر وغیرہ۔ اِسی طرح نماز کے بعد بیانات کے لئے یاددہانی ضروری ہوتی ہے ورنہ لوگ عموماً نہیں بیٹھتے اور چوں کہ ہر مسجد میں اِس کا تعامل ہے تو جس شخص کی رکعات چھوٹتی ہیں وہ ذہنی طور پر تیار رہتا ہے کہ شاید نماز کے بعد اعلان ہوگا۔

اِسی طرح بہت سی مرتبہ مرحوم کے گھر والے بڑی تاکید سے مساجد میں اعلان کرواتے ہیں؛ تاکہ وہاں کے مصلی اور بزرگ حضرات کی دعائیں خاص طور پر مل جائیں۔ بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ مسجد کے باہر بلیک بورڈ یا وائٹ بورڈ پر اِس طرح کے اعلانات لکھ دیں جس کی وجہ سے زبانی اعلانات کی ضرورت نہیں ہوگی؛ البتہ یہ طریقہ اتنا مؤثر معلوم نہیں ہوتا۔

الغرض اِن اَحوال میں ایسے اعلانات پر پابندی لگادینا ضروری ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مساجد میں نمازوں کے بعد مختصر انداز میں دینی

وملی ضرورتوں کے لئے اعلانات کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، مثلاً اصلاحی مواعظ، نماز جنازہ یا مدارس ومساجد کے لئے تعاون وغیرہ کا اعلان؛ البتہ دنیوی اور ذاتی قسم کے اعلانات مساجد میں نہیں ہونے چاہئیں، اِس کے لئے اگر ضروری ہوتو کوئی اور مناسب طریقہ اپنایا جائے، مثلاً مسجد کی حدود کے باہر الگ مائک کا انتظام کرکے بذریعہ مائیکروفون گھروں میں اطلاع دے دی جائے یا بورڈ پر نوٹس لکھ کر لگا دیا جائے اور مسجد کے لئے اس ذاتی اعلان پر مناسب معاوضہ لے لیا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۹/۱۰۸-۱۰۹، آپ کے مسائل اور اُن کا حل ۳/۲۵۹-۲۶۰، فتاویٰ محمودیہ ۲۲/۲۷۲-۳۹۳، میرٹھ، فتاویٰ قاسمیہ ۱۸/۲۹۱)

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه يقول: جاء رجل يوم الجمعة والنبي صلى الله عليه وسلم يخطب بهيأة بذة، فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: أصليت؟ قال: لا، قال: صل ركعتين وحث الناس على الصدقة، فألقوا ثيابًا، فأعطاه منها ثوبين ...... الحديث. (رواه النسائي، كتاب الجمعة / باب حث الإمام على الصدقة يوم الجمعة في خطبته ١٥٨/١ رقم: ١٤٠٤ دار الفكر بيروت)

عن أبي بكرة رضي الله عنه يقول: لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم على المنبر والحسن معه، وهو يقبل على الناس مرة وعليه مرة ويقول: إن ابني هذا سيد ولعل الله أن يصلح به بين فئتين من المسلمين عظيمتين.

(سنن النسائي، كتاب الجمعة / باب مخاطبة الإمام رعيته وهو على المنبر ١٥٨/١ رقم: ١٤٠٦ دار الفكر بيروت)

عن أبي هريرة رضي الله عنه يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من سمع رجلا ينشد ضالة في المسجد فليقل لا ردها الله عليك، فإن المساجد لم تبن لهذا. (صحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة / باب النهي عن نشد الضالة في المسجد ٢١٠/١ رقم: ٥٦٨)

وفـي روايـة لأبي داوود: لا أدّاها اللّٰه إليک. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، تفريع أبواب المساجد / باب كراهية إنشاد الضالة في المسجد ٦٨/١ رقم: ٤٧٣)

وفي البذل: فإنه لما ترک احترام المسجد ونشد فيه الضالة جوزي بالدعاء عليه بعدم وجدانها...... قوله: "فإن المساجد لم تبن لهذا" تعليل للحكم ويحتمل أن يكون من جملة المقول والإشارة إلى نِشدانِ الضالة؛ بل المساجد بنيت لذكر اللّٰه تعالىٰ وتلاوة القرآن والوعظ. (بذل المجهود، كتاب الصلاة / باب في كراهية انشاد الضالة في المسجد ٢٠١/٣ دار الكتب العلمية بيروت)

وفي رد المحتار: قوله: ويكره التخطي للسوال الخ، قال في النهر: والمختار أن السائل إن كان لا يمر بين يدي المصلي ولا يتخطى الرقاب ولا يسأل إلحافا؛ بل لأمر لا بد منه، فلا بأس بالسؤال والإعطاء. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة / باب الجمعة، مطلب في الصدقة على سؤال المسجد ٤٢/٣ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۲/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے اندرونی دروازوں پر تجارت کا اشتہار لگانا

سوال (۱۳۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک اِمام صاحب کا کمرہ بالکل مسجد کے اندر ہی ہے، ایک دروازہ ایسا ہے جس کے کھولتے ہی مسجد میں داخل ہوجاتے ہیں، ایسے دروازہ پر اپنی تجارت کا اشتہار لگانا درست ہے یا نہیں؟ بعض مفتیانِ کرام نے کہا کہ یہ جائز ہے، کوئی حرج نہیں، اور بعض نے کہا کہ درست نہیں ہے؛ لہٰذا ایک فتویٰ دلیل کے ساتھ لکھ کر روانہ فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسجد کے اندرونی دروازوں پر تجارتی اشتہار لگانا

جائز نہیں ہے۔

ویحرم فیه السوال الخ وإنشاد ضالة الخ. (الدر المختار، کتاب الصلاۃ / باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیها ۲/۴۳۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۴۲/۳/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد میں اُجرت لے کر پڑھانا

سوال (۱۳۱۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد میں اُجرت لے کر پڑھانا کیسا ہے؟ وہ مدرسہ کی مسجد ہو یا گاؤں کی مسجد؟ مدرسہ میں تنگی کی وجہ سے اُس میں تعلیم ہو رہی ہو، اِن سب کا حکم کیا ہے؟ اَحادیث شریفہ کی روشنی میں مسئلہ کی مکمل وضاحت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسجد کے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے حدودِ مسجد میں تعلیم وتدریس مطلقاً درست ہے، اور فقہاء کی جن بعض عبارات سے مسجد میں اُجرت لے کر تعلیم کی ممانعت معلوم ہوتی ہے، اُس کا مصداق وہ صورت ہے جب کہ حدودِ مسجد میں ہی باقاعدہ فیس وصول کر کے تعلیم کا نظم ہو، پس اگر مسجد میں فیس وصول نہ کی جاتی ہو، الگ سے مدرسے یا مکتب کے نظام کے تحت اُستاذ کو تنخواہ ملتی ہو تو ضرورۃً مسجد میں بچوں کو پڑھانے میں کوئی حرج نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ قاسمیہ ۱۸/۴۳۸-۴۳۹)

وتعليم الصبيان فيه بلا أجر وبالأجر يجوز. (فتاویٰ بزازیة علیٰ هامش الهندية، کتاب الکراهية / نوع في المسجد ۳/۲۰۱ زکریا)

معلم جلس في المسجد أو ورّاق كتب في المسجد، فإن كان المعلم يعلم بالأجر، والوراق يكتب لغيره بأجرٍ يكره لهما إلا أن يقع لهما الضرورة.

(الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الكراهية / الفصل الخامس في المسجد والقبلة والمصحف وما كتب فيه الخ ٦٦/١٨ رقم: ٢٨٠٤٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۱۱/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی خارجی جگہ میں بالغان کو فیس لے کر پڑھانا

سوال (۱۳۱۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں الحمد للہ تقریباً تین سال سے سگرام پورہ بڑی مسجد سورت میں جماعت خانہ سے باہر- ایسی عمر کے جوانوں کو جو تقریباً فی الحال ۱۶-۱۷/ سال کے ہیں- عقائد، طریقۂ نماز، احکامِ شریعت، سنتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ناظرہ وحفظ قرآنِ کریم پڑھاتا ہوں، یہ بچے اپنے کالج، کاروبار، ٹیوشن کی مشغولی کی وجہ سے ڈھائی تین گھنٹے مستقل مدرسہ نہیں جاسکتے ہیں، الحمد للہ یہ بچے صبح کی نماز کے بعد متصلاً سات بجے تک اور عشاء کی نماز کے بعد متصلاً دو گھنٹے بعد تک علم دین حاصل کرتے ہیں۔

اس میں سے ۶/۷/ طلبہ عزیز اپنی خوشی سے فیس بھی دیتے ہیں جو کل ملا کر ۲۵۰۰/ روپئے بنتے ہیں، اس رقم سے مسجد میں ماہانہ ۵۰۰ یا ۷۰۰/ روپئے لائٹ اور پنکھے کے استعمال کے رکھ دیتا ہوں، اس کے علاوہ کی رقم کو کیا میں ذاتی استعمال میں لاسکتا ہوں، ناجائز اور حرام تو نہیں؟

دو تین حضرات اس محنت کو فتنہ سے تعبیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ مدرسہ بند کرو، الحمد للہ متولیان حضرات اِس محنت سے خوش ہیں، آپ درخواست ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں تسلی بخش جواب سے نوازیں، مہربانی ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق:- مسجد کی انتظامیہ کی اِجازت سے مسجد سے متصل خارجی جگہ میں صبح وشام تعلیم بالغان کا نظم نہ صرف جائز؛ بلکہ مستحسن ہے اور جو طلبہ اپنی خوشی سے

فیس دیتے ہیں اُس میں سے مسجد کا خرچ نکال کر مابقیہ رقم معلم کے لئے اپنے استعمال میں لانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ اور جو لوگ اِس طرح کے مکتب اور تعلیمی محنت کو فتنہ سے تعبیر کرتے ہیں وہ حق پر نہیں ہیں؛ کیوں کہ معاشرہ میں بڑھتی ہوئی جہالت کو دیکھتے ہوئے ایسے مکاتب کا قیام وقت کی اہم ضرورت ہے۔

معلم الصبيان بأجر لو جلس فيه لضرورة الحر لا بأس به، وكذا التعليم إن بأجر كره إلا لضرورة وإن حسبة لا. (فتاویٰ بزازية على هامش الهندية، كتاب الصلاة / الفصل السادس والعشرون في حكم المسجد ٨٢/٤ زكريا)

جلس معلم أو ورّاق في المسجد فإن كان يعلم أو يكتب بأجر يكره إلا لضرورة، وفي الخلاصة: تعليم الصبيان في المسجد لا بأس به. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء وغيره ٦١٣/٩ زكريا)

يجوز الدرس في المسجد وإن كان فيه استعمال اللبود والبواري المسبلة لأجل المسجد ...... ويجوز الدرس بسراج المسجد إن كان موضوعًا فيه لا للصلاة بأن فرغ القوم من الصلاة، وذهبوا إلى بيوتهم وبقي السراج فيه، قالوا: لا بأس بأن يدرس بنوره إلى ثلث الليل؛ لأنهم لو أخّروا الصلاة إلى ثلث الليل لا بأس به ...... وفيما زاد على الثلث ليس لهم تأخيرها فلا يكون لهم حق الدرس. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٤١٩/٥-٤٢٠ زكريا، الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس في آداب المسجد الخ ٣٢٢/٥ رشيدية)

لا بأس بالجلوس في المسجد لغير الصلاة؛ لكن لو تلف به شيء يضمن. (قاضي خان على هامش الهندية، كتاب الطهارة / باب التيمم، فصل في المسجد ٦٦/١ رشيدية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱/۱/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد شرعی کی اوپری منزل میں خالص دنیاوی اسکول چلانا

سوال (۱۳۱۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کی اُوپری منزلوں میں اسکول (عصری تعلیم) کا نظم چلایا جا سکتا ہے، درجہ پنجم یا ہفتم تک جس علاقے میں مسجد ہے وہاں پر کہیں بھی کوئی اسلامک اسکول نہیں ہے جس کی بڑی وجہ معاشرہ میں پھیلتی گمراہی ہے، اس کو سامنے رکھتے ہوئے مسجد کی اوپری منزل میں یہ نظام قائم کرنا چاہ رہے ہیں، مدلل جواب سے نوازیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسجد شرعی کی اُوپری منزلوں میں خالص دنیاوی اسکول کی تعلیم کا نظام قائم کرنا شرعاً درست نہیں ہے، اِس مقصد کے لئے مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ کا انتظام کیا جائے، مسجد میں صرف دینی تعلیم کی گنجائش ہے۔

لأن المسجد ما بني إلا لصلاة أو اعتكاف وذكر شرعي وتعليم علم وتعلمه وقراءة قرآن. (شرح الحموي على الأشباه والنظائر ٦٣/٤ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۴/۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

کس عمر کے بچوں کو مسجد میں لانا منع ہے؟

سوال (۱۳۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کس عمر کے بچوں کو مسجد میں لانا منع ہے اور کتنی عمر کے بچے مسجد میں آسکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جو بچے ناپاکی کا شعور نہ رکھیں یا کم عمری کی بنا پر اُن کے مسجد میں آنے کی وجہ سے دیگر نمازیوں کی نماز میں خلل پیدا ہونے کا اندیشہ ہو، تو ایسے کم عمر

بچوں کونماز کے لئے مسجد میں لانے کا حکم نہیں ہے؛ البتہ جب بچے باشعور ہوجائیں یعنی اُن کی عمر ۸-۱۰؍سال کی ہوجائے تو اُنہیں مسجد میں لانے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ البتہ اگر متعدد بچے ہوں تو اُن کی صف مردوں سے الگ بنائی جائے اور ایک دو بچے ہوں تو اُن کو مردوں کی صف میں کنارے کھڑا کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ویحرم إدخال صبیان ومجانین حیث غلب تجنیسهم وإلا فیکره. (رد المحتار، کتاب الصلاة / باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها ۴۲۹/۲ زکریا)

قول الشارح: وإلا فیکره حیث لم یبالوا بمراعاة حق المسجد من مسح نخامة أو تفل في المسجد وإلا فإذا کانوا ممیزین ویعظمون المساجد بتعلم من ولیهم فلا کراهة في دخولهم. (تقرایرات الرافعي، کتاب الصلاة / باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها ۸۶/۱ دار إحیاء التراث العربي بیروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۱/۳/۱۴۳۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی صفائی کے لئے غیر مسلم ملازم رکھنا

سوال (۱۳۲۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کی صفائی کے لئے غیر مسلم ملازم کو مقرر کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسجد کی صفائی کے لئے بہتر یہی ہے کہ کسی مسلمان کو ہی مقرر کیا جائے؛ البتہ کوئی غیر مسلم شخص پاک صاف کپڑوں کے ساتھ مسجد میں داخل ہوکر صفائی کرے تو اِس کی بھی گنجائش ہے۔

وجاز دخول الذمي مسجدًا ولو جنبًا. (الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء وغیره ۵۵۵/۹ زکریا)

یری الحنفیة أنه لا بأس بدخول الذمي المسجد الحرام أو غیره من المساجد. (الموسوعة الفقهیة ۳۷/۲۲۱ الکویت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۶/۱۴۳۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد شرعی کے حصے پر بیت الخلاء بنانا

سوال (۱۳۲۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد شرعی کا ۱۲/ فٹ حصہ سڑک میں آگیا ہے جس میں ۸/ فٹ سڑک میں استعمال ہوکر ۴/ فٹ بچا۔ سوال یہ ہے کہ اس ۴/ فٹ کا استعمال بیت الخلاء، وضوخانہ میں کرسکتے ہیں؛ اِس لئے کہ جگہ کی تنگی کی وجہ سے وہاں صف بننا مشکل ہے، یا کسی اور چیز میں استعمال کریں جب کہ وہ حصہ پہلے سے جماعت خانہ میں شامل تھا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں جو حصہ پہلے سے مسجد شرعی (جماعت خانہ) میں شامل تھا، اُس میں بیت الخلاء وغیرہ بنانا جائز نہیں ہے، اُس جگہ کو نماز ہی کے لئے خاص رکھنا چاہئے۔

أما لو تمت المسجدیة ثم أراد البناء منع. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوقف / مطلب: فیما لو خرب المسجد أو غیره ۶/۵۴۸ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۸/۴/۱۴۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

مسجد کے گیٹ کے نیچے بیت الخلاء وغیرہ بنانا

سوال (۱۳۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: حظیرہ والی مسجد مرادآباد محلّہ باڑا شاہ صفا میں دو گیٹ تھے، ایک مین گیٹ اور دوسرا چھوٹا گیٹ، چھوٹے گیٹ کو جب کھودا گیا تاکہ وہاں پر بیت الخلاء بنادئے جائیں تو اس جگہ پر دو تین فٹ نیچے چھوٹی ہڈی نکلی اور وہاں کے لوگوں کا کہنا ہے کہ ہمارے سامنے یہاں پر کوئی دفن نہیں ہوا ہے؛ لیکن اس کے قریب جو گھر ہے وہ قبرستان کی جگہ تھی، اب وہاں پر مقدمہ چلنے کے بعد گھر بنا دیا گیا، کم سے ۸۰؍سال سے وہ مسجد کی جگہ ہے، اس درمیان میں کوئی وہاں پر دفن نہیں ہوا، لوگوں کا کہنا ہے کہ شاید وہ کسی مردہ انسان کی ہڈی ہے، اب آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ اس جگہ پر بیت الخلاء یا پیشاب گھر یا لیٹرین بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ مسئلہ ہٰذا سے متعلق جو بھی حکم شرعی ہو، اُس کو قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل تحریر فرمائیں، مہربانی ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسجد کے خارجی حصے میں بنے ہوئے گیٹ کے نیچے مسجد کا بیت الخلاء وغیرہ بنانا شرعاً درست ہے اور حسبِ تحریر سوال وہاں کھدائی میں جو ہڈیاں وغیرہ برآمد ہوئی ہیں، اُنہیں نکال کر بحفاظت کسی اور جگہ دفنا دیا جائے۔

وإذا جعل تحته سردابا لمصالحه أي المسجد جاز. (الدر المختار مع رد المحتار / كتاب الوقف ٦/٥٤٧ زكريا)

وإن بقي من عظامهم شيء تنبش وترفع الآثار وتتخذ مسجدًا. (رد المحتار، كتاب الصلاة / باب صلاة الجنازة ٣/١٣٩ زكريا)

لو بلي الميت وصار ترابًا جاز …… زرعه والبناء عليه. (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة / قبيل فصل تعزية أهل الميت ١/٢٤٦ المكتبة الكبرىٰ الأميرية بولاق، ١/٥٨٩ ايم سعيد كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۲/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

مساجد میں سرخ یا بھگوا رنگ کی چٹائی بچھانا

سوال (۱۳۲۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مساجد میں سرخ یا بھگوا رنگ کی چٹائی اور مصلیٰ کا استعمال کیسا ہے؟ مسئلہ ہذا کی مکمل تحقیق کرکے اِرسال فرمائیں، مہربانی ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مساجد میں سرخ رنگ کی چٹائیاں بچھانے میں بظاہر کوئی تشبہ نہیں پایا جارہا ہے، اِس لئے اُسے ناجائز قرار نہیں دیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۷/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

مسجد کی ناپاک قالین کو مسجد کے صحن میں دھونا

سوال (۱۳۲۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کی قالین ناپاک ہوگئی ہے تو اُس قالین کو صحن مسجد میں دھونا کیسا ہے؟ جب کہ صحن میں دور تک پانی پھیلے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ناپاک قالین مسجد شرعی کی حدود میں دھونا درست نہیں ہے؛ لہٰذا اُسے بہرحال مسجد کی حدود سے باہر ہی دھونا چاہئے، داخل مسجد صحن میں دھونا جائز نہ ہوگا۔

قال في البدائع: فإن كان بحيث يتلوث بالماء المستعمل يمنع منه؛ لأن تنظيف المسجد واجب. (رد المحتار، كتاب الصوم / باب الاعتكاف ٤٣٥/٣ زكريا)

تنزیه المسجد عن النجس واجب. (بدائع الصنائع / كتاب الاستحسان ١٢٨/٥ دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق، كتاب الطهارة / حكم الماء المستعمل ١٠٢/١ دار الكتاب الإسلامي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

مسجد میں CCTV کیمرے لگانا

سوال (۱۳۲۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد میں بغرض حفاظت اور ضرورت اندر اور باہر کی جانب CCTV کیمروں کا مسجد کی انتظامیہ کمیٹی کی جانب سے نصب کرایا جانا کیسا ہے؟ ان کیمروں کا مانٹیر (ٹی وی) مسجد کے اندر حجرے میں رکھا جائے گا، جس میں ہر وقت مسجد میں چلتے پھرتے لوگوں کی تصویر نظر آرہی ہے جس کی ریکارڈنگ بھی ہوگی، موجودہ حالات میں مسجد میں کیمروں کا لگانا جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- CCTV سسٹم کے ذریعہ مسجد اور اِدارے کی نگرانی اچھی طرح کی جاسکتی ہے اور خدانخواستہ کوئی ناگوار واقعہ پیش آجائے تو اُس کے ذریعہ مجرمین کو شناخت کرنے میں مدد ملتی ہے؛ اِس لئے موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے ضرورت سمجھ کر اگر مسجد میں اِس طرح کے سسٹم کے ذریعہ نگرانی کی جائے تو شرعاً اِس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

المستفاد: أن المرئي في المرآة مثاله بالانعكاس لا هو الخ. (الدر المختار مع رد المحتار ١١٠/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۱۱/۱۴۳۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

مسجد کے اندر پیرنٹس میٹنگ میں حائضہ عورت کی شرکت

سوال (۱۳۲۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد میں مکتب چل رہا ہے، اُس مکتب میں پڑھنے والے طلبہ کی ماؤں کو مکتب کے پروگرام میں شرکت کے لئے مسجد کی اُوپری منزل میں انتظام کیا گیا، اُس منزل میں بھی نماز ہوتی ہے۔

اَب دریافت یہ کرنا ہے کہ اِس اُوپر والی منزل میں ناپاکی کے اَیام کی حالت میں عورتیں بھی پروگرام سننے جاسکتی ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ناپاکی کے اَیام میں عورت کے لئے مسجد شرعی کی حدود میں داخل ہونا جائز نہیں ہے، اور اِس حکم میں نیچے اور اُوپر کی منزل میں کوئی فرق نہیں ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں مذکورہ پروگرام میں ناپاکی والی خواتین شرکت نہ کریں۔

ویمنع حل دخول مسجد (الدر المختار) **أي ولو مسجد مدرسةٍ** ...... **وأفاد منع الدخول ولو للمرور.** (رد المحتار، کتاب الطهارة / باب الحيض ٤٨٦/١ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۷/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

○❖○

اَحکامِ مدارس

عصری اِداروں میں طبعی اور فرضی مضامین پڑھنے کا حکم

سوال (۱۳۲۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض عصری اِداروں میں بڑے درجات کے طلبہ چھوٹے درجات میں جاکر ایسی ابحاث پڑھاتے ہیں جو شریعت کے خلاف ہیں، مثلاً انسان بندر تھا وغیرہ، کامیابی اور امتحان سالانہ کے نمبرات اِن بحثوں کے پڑھانے پر موقوف ہوتے ہیں۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسلم بچوں کے لئے اِس طرح کی خلافِ شرع بحثوں کو پڑھانے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- محض معلومات حاصل کرنے اور ایسے عقائد سے آگاہ ہوکر اُن کی تردید کرنے کی نیت سے اِس طرح کی باتوں کے پڑھنے پڑھانے کی گنجائش ہے؛ لیکن اُن پر یقین ہرگز نہ کیا جائے۔

والرابع: الطبيعيات وبعضها مخالف للشرع وبعضها بحث عن صفات الأجسام وخواصها وكيفية استحالتها وتغيرها وهو شبيه بنظر الأطباء، إلا أن الطبيب ينظر في بدن الإنسان على الخصوص من حيث يمرض ويصح وهم ينظرون في جميع الأجسام من حيث تتغير وتتحرك ولكن للطب فضل عليه لأنه محتاج إليه وأما علومهم في الطبيعيات فلا حاجة إليها. (رد المحار، مقدمة / مطلب: فرض العين أفضل من فرض الكفاية ۱۲۷/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۲/۱۲/۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مفادِ مدرسہ کی خاطر چھوٹی زمین بیچ کر بڑی زمین خریدنا

سوال (۱۳۲۸):- کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اَراکین مدرسہ کے مشورہ سے زید کو اس مدرسہ کی ذمہ داری کے لئے منتخب کیا گیا تھا اور مدرسہ کی ایک شوریٰ بھی منتخب کی گئی تھی، زید نے مدرسہ کی تمام تر ضروریات کو پورا کرتے ہوئے مدرسہ کی کچھ رقم ذخیرہ کرلی جس کا علم اَراکین مدرسہ کو تھا، اراکین مدرسہ نے مدرسہ کی ترقی کے لئے مہتمم صاحب سے ایک بڑی آراضی خریدنے کا مطالبہ کیا؛ جب کہ موجودہ مدرسہ کے علاوہ ۴۵۰/گز کا پلاٹ پہلے سے موجود ہے، جو زید سے پہلے سابق مہتمم صاحب نے خریدا تھا، جو آج بھی انہیں کے نام پر ہے، اراکین مدرسہ نے اس پلاٹ کو مدرسہ کے لئے ناکافی جان کر ایک بڑی آراضی خریدنے کا مشورہ دیا، مشورہ کی اہمیت کے پیش نظر زید نے ۱۲۲۸/گز زمین اس شرط پر خریدی کہ ۴۵۰/گز زمین فروخت کرکے اس کی رقم ملاکر جدید آراضی کی قیمت اَدا کردی جائے گی، سابق مہتمم صاحب نے پہلے اس کا وعدہ کیا تھا کہ بڑی زمین خریدو، ہم اس کو فروخت کردیں گے، زید نے ان کے قول پر اعتماد کرکے اراکین مدرسہ کی معیت میں بڑی آراضی کا سودا کرلیا، ذخیرہ شدہ رقم بطور بیعانہ دے دی، مزید رقم کی اَدائیگی کے لئے ۵/ماہ کا وقت مالک زمین سے لے لیا، بیعانہ اَدا ہوتے ہی چند لوگوں نے اعلان کردیا کہ ہم اس جگہ کو نہیں خریدنے دیں گے اور سابقہ زمین ۴۵۰/گز پر ہی مدرسہ بنائیں گے، اب ۵/ماہ کا وقت مکمل ہوچکا جو مالک زمین سے لیا تھا؛ بلکہ کئی مہینے زیادہ ہوچکے، اب مالک زمین اپنی آراضی کو پلاٹ بناکر فروخت کرنے کو تیار ہے۔

صورتِ مسئولہ میں قدیم آراضی ۴۵۰/گز فروخت کرکے جدید آراضی ۱۲۲۸/گز کی قیمت اَدا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ زید جدید آراضی ۱۲۲۸/گز کی قیمت پلاٹ ۴۵۰/گز کو فروخت کئے بغیر اَدا کرنے سے قاصر ہے اور نئی آراضی کا سودا فسخ ہونے یا بیعانہ کے واپس نہ ہونے یا بیعانہ کے زیادہ تاخیر سے ملنے کا پورہ خطرہ ہے اور زمین کی قیمت دوگنا کے قریب پہنچ

چکی ہے، جس کی وجہ سے مدرسہ کو بڑے نقصان کا پورا خطرہ ہے اور کمیٹی کے چند اَفراد میں اختلافِ رائے سے زبردست نقصان اور انتشار کا خطرہ ہے، مکمل وضاحت فرمادیں، کرم ہوگا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیرِ صحتِ سوال ۴۵۰؍گز کا خریدا ہوا پلاٹ مدرسہ کی ملکیت ہے اور مدرسہ کی مصلحت اور ضرورت کو دیکھتے ہوئے اس مملوکہ پلاٹ کو فروخت کرکے بڑی جگہ خریدنا بھی فی نفسہٖ جائز ہے؛ لیکن جو کام بھی ہو وہ انتظامیہ کمیٹی کے اتفاقِ رائے سے ہونا چاہئے؛ تاکہ بعد میں کوئی فتنہ انگیزی نہ ہوسکے اور ارکانِ مدرسہ کی شرعی اور اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی ذاتی رائے کے بجائے ہمیشہ مدرسہ کی مصلحت اور مفاد کو مقدم رکھ کر فیصلہ کریں اور مشورہ سے جو بات طے ہو جائے، اُس پر عمل کریں اور ایسا کام نہ کریں جس سے مدرسہ کو کسی طرح کا نقصان پہنچتا ہو۔

ويتصرف القيم في الوقف بما فيه من النفع للوقف. (تنقيح الفتاوىٰ الحامدية، كتاب اللقيط واللقطة / الباب الثالث في أحكام النظار وأصحاب الوظائف ۲۰۰/۱ دار المعرفة بيروت)

المالك هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف يشاء من الملك. (تفسير البيضاوي ۷/۱ مكتبه رشيديه دهلى) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱/۱۴۳۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مخدوش مدرسہ کی ازسرِنو تعمیر کرنا اور دوکان بنانا

سوال (۱۳۲۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اِدارہ مدرسہ دار العلوم مومن پورہ ناگپور کی بنیاد ۱۹۶۲ء میں محلّہ کی مسجد کے اندر ایک مکتب کی شکل میں رکھی گئی، ایک مقامی معلم اور چند مقامی طلبہ ناظرہ والے تھے، کچھ عرصہ بعد منتظمہ کے ایک صاحب خیر حافظ محمد اسحاق مرحوم نے ایک مکان خریدا جو کہ کویلو کا تھا اور اپنے

فرزند کی طرف سے اس ادارہ کو وقف کیا، مکتب اس وقف شدہ مکان میں منتقل ہوگیا، کچھ عرصہ بعد ایک اور مکان اس کے بازو میں فروخت ہوا، جسے اِدارہ نے خریدا، دونوں مکان پرانے کویلو کے شکستہ تھے، حافظ صاحب مرحوم کی موجودگی میں دونوں مکان منہدم کر کے ۱۹۷۲ء میں نئی عمارت تعمیر کی گئی، جو کہ بغیر کالم کی ہے، بعد میں ادارہ نے اور زمین خریدی، جو کہ اس کے بازو میں ہے، اس پر کالم والی عمارت ہے، شروع میں چند طلباء مقامی تھے، جن میں بعض بے سہارا طالب علم بھی تھے، جن کے طعام کا نظم ایک صاحب کے گھر پر تھا، ہر ماہ طعام کی قیمت ادا کی جاتی تھی، بعد میں مدرسہ میں مطبخ قائم ہوا، اس وقت اقامتی طلبہ کی تعداد ۱۸۸ر ہے اور غیر اقامتی طلباء کی تعداد ۵۵ ہے، اس طرح ۲۴۷ر طلبا داخل ہیں اور ۱۷ر معلم ہیں، آج طلباء اور اساتذہ کی تعداد کے اعتبار سے موجودہ عمارت میں طلباء اور اساتذہ کے لئے صحیح طور پر وضوخانہ، طہارت خانہ، بیت الخلاء، غسل خانہ، کپڑے دھونے، سکھانے اور گاڑیاں پارک کرنے وغیرہ کا معقول نظم نہیں ہے، نہ ہوا کی آمد و رفت کا راستہ ہے نہ کسی طرف سے دھوپ کی آمد ہے، مختلف ضروریات کے لئے وقتی طور پر کچھ انتظام ہوتا رہا ہے، طلبا کی کثیر تعداد ہے، بیت الخلاء کی نالیاں پرانی ہونے کی وجہ سے اکثر چوک ہوتی رہتی ہیں، بند ہو جاتی ہین، جس کی وجہ سے گندگی اوپر آتی ہے، بدبو آتی رہتی ہے، بیت الخلاء کے قریب ہی مطبخ ہے، جس کی وجہ سے اکثر بیماریاں پھیلتی رہتی ہیں، طلبا بیمار ہوتے رہتے ہیں، کچھ چلے بھی جاتے ہیں، کویلو والے دونوں مکانوں پر تعمیر کی ہوئی بغیر کالم کی عمارت کمزور ہوگئی ہے، اس میں کسی قسم کی ترمیم کرنا، اوپر منزل بنانے میں عمارت گرنے کا اندیشہ ہے، اس لئے اس کو منہدم کر کے ازسرنو کالم والی عمارت تعمیر کرنے کا انتظامیہ کا ارادہ ہے، نئی تعمیر کے اخراجات کا اندازہ ڈیڑھ سے پونے دو کروڑ کے قریب ہے، اتنے روپئے چندہ کر کے اکٹھا کرنا آسان نہیں ہے، اس لئے انتظامیہ کا ارادہ ہے کہ اخراجات میں سہولت کے لئے نیچے کچھ دوکانیں نکال کر اسے کرایہ سے دیا جائے، تا کہ کرایہ دار سے ایڈوانس کے طور پر کرایہ لے کر تعمیر کے اخراجات کی تکمیل میں سہولت ہو سکے، وقف کرنے والے میں حافظ محمد اسحاق صاحب مرحوم کے فرزند الحاج محمد الیاس صاحب

ہیں جو کہ ابھی باحیات ہیں۔

حافظ محمد اسحاق صاحب مرحوم انتظامیہ کے بڑے عہدہ پر تھے، بہت خاص ذمہ داروں میں سے تھے اور مدرسہ میں بڑی بڑی مالی امداد تاعمر کرتے رہے ہیں، دارالعلوم کا دستور بنانے والوں میں سے ہیں، وقف نامہ میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لئے دارالعلوم کو وقف کیا ہے، مدرسہ جو کہ قرآنی تعلیمات کے لئے قائم ہے، وقف کی گئی یہ پراپرٹی مدرسہ کے اغراض و مقاصد کے لئے دستور العمل کے تحت اس کا استعمال کیا جائے گا، جنہوں نے وقف کیا تھا، ان کے سامنے تفصیل بتادی گئی ہے، ان کے فرزندوں سے بھی بات ہو گئی ہے، انہوں نے مشاہدہ بھی فرمالیا ہے، اجازت بھی دیدی ہے، نئی تعمیر کی تفصیل یہ ہے کہ تہہ خانہ، میں پارکنگ، مطبخ، گودام، وضو خانہ اور دیگر حوائج وضروریات کا نظم، گراؤنڈ فلور میں دوکانیں، پہلی دوسری اور اور تیسری منزل پر کئی عدد درسگاہیں، نماز کا نظم کالم والی موجود عمارت میں ہے۔ آں محترم سے دریافت طلب یہ ہے کہ وقف والی زمین پر نئی تعمیر مذکورہ تفصیل کے ساتھ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں مدرسہ کی عمارت اگر مخدوش ہوگئی ہے اور نئی تعمیر کی ضرورت ہے تو اُس کی اَز سرِنو تعمیر میں کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن مدرسہ کی جگہ میں کرایہ کی دوکانوں کا منصوبہ جو پیش کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ وہ واقف کی غرض اور منشاء کے خلاف ہے اور دوکانوں کی وجہ سے مدرسہ کی جگہ میں نہ صرف یہ تنگی ہوگی؛ بلکہ دیگر مفاسد بھی پیش آسکتے ہیں (مثلاً: دوکان داروں سے کسی تنازعہ کی وجہ سے مقدمہ بازی یا تعلیم میں یکسوئی میں خلل وغیرہ) اس لئے انتظامیہ کمیٹی کو چاہئے کہ مدرسہ کے نیچے دوکان بنانے کا منصوبہ ترک کردے اور مکمل جگہ پر نقشہ بنا کر مدرسہ کی تعمیر کرائے اور ہمت وحوصلہ مندی کے ساتھ اہل خیر حضرات کو مالی تعاون کرنے پر آمادہ کرے۔

شرط الواقف كنص الشارع، أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به. (الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع ٦٤٩/٦ زكريا، ٤٣٣/٤-٤٣٤ کراچی، تنقيح الفتاویٰ الحامدية ١٢٦/١ المكتبة الميمنية مصر)

علیٰ أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبةٌ. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبةٌ والعرف يصلح مخصصًا ٦٦٥/٦ زكريا، ٤٤٥/٤ کراچی)

قيم المسجد لا يجوز له أن يبني حوانيت في حد المسجد أو في فنائه؛ لأن المسجد إذ جعل حانوتًا ومسكنًا تسقط حرمته وهذا لا يجوز. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد وما يتعلق به ٤٦٢/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۶/۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عوامی چندہ سے حاصل شدہ مدرسہ کی زمین کو بیچنے کا حکم

سوال (۱۳۳۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب نے چندہ کر کے زمین خریدی اور بنام مدرسہ تعمیر بھی کرائی اور اس میں تقریباً دس سال تعلیمی سلسلہ بھی جاری رہا، اب اس کے بعد مدرسہ کے مہتمم صاحب نے بغیر کمیٹی کے مشورہ کے خود ہی دل میں اس بات کو بٹھا کر کہ یہاں مدرسہ نہیں چلے گا، مدرسہ کی زمین مع تعمیر فروخت کرنا چاہتے ہیں؛ جب کہ اس بات کو عوامی سطح پر معیوب سمجھا جاتا ہے اور لوگ اہل مدارس سے بدظن ہو رہے ہیں، تو کیا اس صورت میں مدرسہ کی زمین مع تعمیر فروخت کرنا صحیح ہے اور کیا دیگر علماء اس کی مخالفت کر سکتے ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حسبِ تحریر سوال جو زمین عوامی چندہ سے مدرسہ کے لئے خریدی گئی اور مدرسہ کی تعمیر کے بعد وہاں دس سال تعلیمی سلسلہ بھی جاری رہا؛ جیسا کہ

سوال میں تحریر ہے، تو اَب اُس مدرسہ کو بند کرنا اور اُس جگہ کو فروخت کرنا کسی کے لئے جائز نہیں، مقامی علماء کرام وذمہ داران کو حکمتِ عملی کے ساتھ مذکورہ جگہ پر مدرسہ کو باقی اور جاری رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے۔

وإذا خربت أرض الوقف وأراد القيم أن يبيع بعضا منها ليرم الباقي بثمن ما باع، ليس له ذلك. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الوقف / الفصل تصرف القيم في الأوقات ٦٦/٨ رقم: ١١٢٢١ زكريا)

البقعة الموقوفة على جهة إذا بنى رجل فيها بناء و وقفها على تلك الجهة يجوز بلا خلاف تبعاً لها، فإن وقفها على جهة أخرىٰ اختلفوا في جوازه والأصح أنه لايجوز. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الثاني فيما يجوز وقفه وما لا يجوز وفي وقف المشاع ٣٥٢/٢ زكريا قديم، ٣٥٣/٢ زكريا جديد) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲؍۳؍۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدرسہ کی موقوفہ زمین پر قبضہ کر کے قبرستان بنا دینا

سوال (۱۳۳۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدرسہ اسلامیہ عربیہ معدن العلوم درویشان سلیم پور گڑھی، ضلع مرادآباد کی کچھ آراضی ہے جو باقاعدہ سرکاری سطح پر مدرسہ کے نام ہے (جس کے کاغذات تحصیل میں مدرسہ کے نام ہیں) لیکن ارباب مدرسہ کی بے توجہی کی وجہ سے بستی کے کچھ مسلمانوں نے اس موقوفہ آراضی پر قبضہ کر کے قبرستان بنا رکھا ہے؛ لہٰذا مدرسہ کی اس موقوفہ آراضی میں اس طرح قبضہ کر کے مردوں کو دفن کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ بالخصوص سوال طلب امر یہ ہے کہ یہ مدرسہ کی موقوفہ آراضی مدرسہ کے حوالے کر دی جائے یا اِسی طرح وہ چند لوگ اپنے مردوں کو اُس میں دفن کرتے رہیں؟ صحیح طور پر رہنمائی فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیرِ صحتِ سوال جو آراضی مدرسہ کے لئے وقف ہے اور سرکاری طور پر مدرسہ ہی کے نام درج ہے، اُس میں قبرستان بنانا جائز نہیں ہے۔ اہل مدرسہ کو چاہئے کہ وہ اُس موقوفہ آراضی کو واپس اپنے قبضے میں لے کر مصالح مدرسہ میں استعمال کریں اور اہل بستی کو چاہئے کہ وہ اُس مدرسہ کی موقوفہ آراضی میں اپنے مردوں کو دفن نہ کیا کریں؛ تاکہ وقف کے مقاصد کی خلاف ورزی نہ ہو۔

علیٰ أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبةٌ. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبةٌ والعرف يصلح مخصصًا ٦٦٥/٦ زكريا، ٤٤٥/٤ كراچى)

شرط الواقف كنص الشارع فيجب اتباعه. (البحر الرائق، كتاب الحوالة / باب كتاب القاضي إلى القاضي وغيره ٢٤/٧ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۴؍۱؍۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدرسہ کے نام پر خریدی گئی زمین کا کچھ حصہ قبرستان کے نام کرنا

سوال (۱۳۳۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ضلع کڑپہ صوبہ آندھرا پردیش کے شہر جمل لڑگو میں کچھ اَحباب نے مخصوص اَفراد سے چندہ لے کر مدرسہ کے لئے ۴؍ ایکڑ کی ایک زمین خریدی ہے اور مدرسہ کا ٹرسٹ بھی بن چکا ہے، اب ارکانِ ٹرسٹ اس وسیع زمین میں سے کچھ حصہ بطور قبرستان مختص کرنا چاہتے ہیں، تو کیا اس طرح خاص کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کیا ارکان ٹرسٹ مشورہ کرکے خاص کر سکتے ہیں، یا چندہ دہندگان سے اجازت لینی ضروری ہے؟ جو بھی صورت ہو مدلل واضح فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں جو زمین مدرسہ کے لئے

خریدی گئی ہے، اور باقاعدہ مدرسہ کے نام کا ٹرسٹ بھی بن چکا ہے تو یہ مدرسہ پر وقف تام ہو چکا ہے، اَب اس زمین کے کسی حصہ کو قبرستان کے طور پر خاص کرنا درست نہیں ہے؛ بلکہ یہ پوری زمین مدرسہ کے مصالح ہی میں استعمال کی جائے گی، ٹرسٹ کے ارکان یا چندہ دہندگان کی اِجازت کے باوجود اِس کی حیثیت میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔

عن ابن عمر أن عمر رضي اللّٰه عنه تصدق بمال له على عهد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وكان يقال له ثمغ وكان نخلاً، فقال عمر رضي اللّٰه عنه يا رسول اللّٰه! إني استفدت مالًا وهو عندي نفيس، فأردت أن اتصدق به، فقال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: تصدق بأصله، لا يباع ولا يوهب ولا يورث، الخ. (صحيح البخاري، كتاب الوصايا / باب وما للوصي أن يعمل في مال اليتيم وما يأكل منه بقدر عمالته ١/٣٨٧ رقم: ٢٧٦٤)

فإذا تم ولزم لا يملك ولا يملّك ولا يعار ولا يرهن. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب في وقف المرتد والكافر ٦/٥٣٩ زكريا، ٤/٣٥٢ كراچی، الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الأول في تعريفه وركنه الخ ٢/٣٥٢ قديم زكريا، فتح القدير / كتاب الوقف ٦/٢٠٤ زكريا، الهداية / كتاب الوقف ٢/٦٥١ مكتبه بلال ديوبند)

إذا صح الوقف لم يجز بيعه ولا تمليكه. (الهداية / كتاب الوقف ٢/٦٤٠ إدارة المعارف ديوبند، ٢/٦١٩ مكتبه بلال ديوبند، الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الأول في تعريفه الخ ٢/٣٦٤ زكريا، مجمع الأنهر / كتاب الوقف ٢/٥٧١ مكتبة فقيه الأمة ديوبند)

إذا قال أرضي صدقة موقوفة للّٰه تعالىٰ أبدًا على أن أضع غلتها حيث شئت جاز، وله أن يضع غلتها حيث شاء، فإن وضع في المساكين أو الحج أو فى إنسان بعينه فليس له أن يرجع عنه. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الرابع فيما يتعلق بالشرط في الوقف ٢/٣٧٧ زكريا)

شرط الواقف كنص الشارع، أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به.

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع ٦٤٩/٦ زكريا، ٤٣٣/٤-٤٣٤ كراچی، تنقيح الفتاویٰ الحامدية ١٢٦/١ المكتبة الميمنية مصر) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۴/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

حفاظت کی خاطر مدرسہ کی رقم سے سونا چاندی یا دیگر املاک خریدنا

سوال (۱۳۳۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دارالعلوم کے اُصولِ ہشت گانہ میں سے ایک اہم اُصول تکثیرِ چندہ ہے؛ چناں چہ تمام ہی دینی اِداروں میں اِس اُصول یا اپنی فطرت کے پیش نظر تکثیرِ چندہ پر خوب زور دیا جاتا ہے اور کئی دینی اِدارے اِس میں کامیاب بھی ہیں۔

دوسری قابل اہم بات یہ ہے کہ آج کل ہمارا ملک جن حالات سے دوچار ہے، اُس سے آپ ضرور واقف ہوں گے کہ:

سرکاری یا غیر سرکاری بینک کے جو حالات ہورہے ہیں وہ سامنے ہیں۔

نیز اگر اُن بینکوں پر اعتماد کر بھی لیا جائے تو بڑی رقم سرکار کی نظر میں آنے سے دوسرے خطرات بھی ہوتے ہیں، جس سے آپ ضرور واقف ہوں گے۔

نیز چوری، ڈکیتی اور جاسوسی کا ماحول بھی زوروں پر ہے جس سے اپنے پاس رمضان میں آئی ہوئی چندے کی رقم جس کی سال بھر کے بجٹ میں ضرورت نہیں ہے۔ اور حکومتی قانون کے پیش نظر مخصوص مقدار سے زائد نقد رقم اپنے پاس رکھنا جرم ہے۔ نیز عامۃً رمضان میں زیادہ چندہ ہوتا ہے اور رمضان سے رجب تک بھی نقد رقم کی مخصوص مقدار سے زائد کی حفاظت بظاہر مشکل ہے؛ چناں چہ اِسی کے پیش نظر دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) دینی اِدارے میں آئی ہوئی خالص للّٰہ رقم جس کی سال بھر کے بجٹ میں ضرورت نہیں ہے، اُس سے سونا چاندی جوکہ ثمن اعلیٰ ہے یا زمین فلیٹ خرید لیا جائے، اور بوقت ضرورت فروخت کردیا جائے، تو کیا اَز روئے شرع اِس کی اجازت ہے؟

(۲) دینی اِدارے میں آئی ہوئی زکوٰۃ صدقات وغیرہ کی رقم جس کی سال بھر کے بجٹ میں ضرورت نہیں ہے، حیلۂ شرعیہ کے بعد سونا چاندی یا دیگر املاک خریدنے میں استعمال کرسکتے ہیں؟ جسے بوقتِ ضرورت فروخت کرکے اِدارے کی ضرورت پوری کی جاسکے۔

(۳) اُوپر ذکر کردہ رقم سے زمین یا فلیٹ خرید کر دینی اِدارے کے اِخراجات کے لئے آمدنی کا ذریعہ بناسکتے ہیں؟

(۴) چندہ دہندگان کی اِجازت وعدم اِجازت سے حکم میں کچھ فرق آسکتا ہے؟

(۵) آپ کی نظر میں اِس پریشانی کا اور کوئی مفید حل ہو تو اُس سے بھی ضرور آگاہ فرمائیں۔

یاد رہے چندہ کی آئی ہوئی رقم مختلف لوگوں کے پاس بطور اَمانت جمع رکھنے میں بھی دیانت داری کے فقدان کی وجہ سے خیانت کا خطرہ رہتا ہے۔ اُمید ہے کہ ہماری جانب توجہ کرتے ہوئے تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں گے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مدرسہ میں چندہ میں آئی ہوئی رقم شرعاً اَمانت ہوتی ہے جس میں ذمہ دارانِ مدرسہ کو کسی ایسے تصرف کی اِجازت نہیں ہے جس میں اَمانت کے ضائع ہونے کا اندیشہ پایا جاتا ہو۔ بریں بناء اِس اَمانت کی رقم سے سونے چاندی یا دیگر اَملاک وغیرہ خریدنے کی ہرگز اِجازت نہ ہوگی؛ اِس لئے کہ اِس بات کی کوئی ضمانت نہیں کہ اُن اَشیاء کی قیمت بعد میں یکساں رہے یا بڑھ جائے؛ بلکہ نقصان کا بھی بہت احتمال ہے۔ اِسی طرح بروقت فروخت نہ ہونے کا بھی خدشہ موجود ہے۔ نیز خریدنے کے بعد اُن چیزوں کی حفاظت ایک مستقل عمل ہے۔ مزید یہ کہ اِس میں اہل مدرسہ پر بدمعاملگی کی تہمت کا خطرہ بھی ہے وغیرہ۔

بریں بناء مدرسہ کی رقومات کوکسی کاروبار میں ہرگز نہ لگایا جائے؛ بلکہ قانونی طور پر اِدارے کو رجسٹرڈ کرکے اِدارے ہی کے نام سے متعدد قابل اعتماد بینکوں میں یہ رقومات جمع کی جائیں، اور زیادہ تر لین دین بینکوں کے توسط سے کیا جائے، اور حساب کتاب مکمل درست رکھا جائے، تو اِن شاء اللہ حتی الامکان رقومات محفوظ رہیں گی اور سرکار کو بھی کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

وفي القنية: لا يجوز للقيم شراء شيء من مال المسجد لنفسه ولا البيع له، وإن كان فيه منفعة ظاهرة للمسجد. (البحر الرائق، كتاب الوقف / تصرفات الناظر في الوقف ٥/٤٠١ زكريا)

وكذلك كل قيم إذا خاف شيئًا من ذلك فله أن يبيع ويتصدق بالثمن. قال الصدر الشهيد: والفتوى على أنه لا يبع. (الفتاویٰ التاتارخانية ٧٨/٨ رقم: ١١٢٦٧ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳؍۳؍۱۴۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غصب کے خدشہ سے مدرسہ کی زمین کسی ممبر کے نام رجسٹری کرانا

سوال (۱۳۳۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اَب سے چند سال قبل کچھ شر پسند عناصر اپنے ذاتی مفاد کی بناپر ''مدرسۃ الجنۃ'' رام پور پر قابض ہونا چاہتے تھے، مدرسہ کے مہتمم بکر نے یہ صورتِ حال دیکھ کر پتہ نہیں کہ کس وقت یہ لوگ مدرسہ پر قابض ہوجائیں، مدرسہ کی رقم سے ایک جگہ سے دوسری جگہ ایک قطعہ آراضی خریدا تھا اور مصلحۃً اس کا بیع نامہ- مدرسہ کے بظاہر خیر خواہ رکن- خالد کے نام کرادیا تھا، الحمد للہ اب وہ خدشہ ختم ہوگیا، تو مدرسۃ الجنۃ کے مہتمم بکر نے خالد سے کہا کہ یہ زمین مدرسۃ الجنۃ کے نام کردیجئے؛ تاکہ مدرسۃ الجنۃ کا تعمیری کام شروع کیا جاسکے، یہ سن کر خالد کی نیت میں فساد آگیا اور خالد نے یہ جواب دیا کہ آپ اپنا مدرسۃ الجنۃ دیکھو، یہاں ہمیں کیا کرنا ہے یہ ہم سمجھیں گے، بکر

نے کہا یہ زمین تو مدرسۃ الجنۃ کی ہے اور مدرسۃ الجنۃ کی ہی رقم سے خریدی گئی ہے، مدرسۃ الجنۃ ہی اس کا مالک ہے اور اس زمین پر مدرسۃ الجنۃ ہی کا حق ہے؛ لیکن خالد اپنی بات پر مصر ہے اور کسی بھی طرح مدرسۃ الجنۃ کی زمین واپس کرنے کو تیار نہیں ہے، کچھ لوگوں کو درمیان میں بھی ڈالا گیا ان کو بھی اس نے یہ ہی جواب دیا۔

اَب دریافت طلب امر یہ ہے کہ خالد کا اس زمین کو مدرسۃ الجنۃ کو واپس نہ کرنا اور یہ کہنا کہ اس زمین کو ہم دیکھیں گے کہ اس پر ہمیں کیا کرنا ہے، شرعاً کیسا ہے؟

(۲) کیا مدرسۃ الجنۃ کی رقم سے خریدی ہوئی زمین پر کوئی ایسی دوسری چیز چاہے وہ مدرسہ کی شکل ہی کیوں نہ ہو وجود میں لانا جس کا مدرسۃ الجنۃ سے کسی طرح کا کوئی تعلق نہ ہو جائز ہے یا ناجائز؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ کو واضح فرمادیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر سوال میں ذکر کردہ تفصیلات درست ہیں، تو جوجگہ ''مدرسۃ الجنۃ'' کی رقم سے مصلحۃً خالد کے نام سے خریدی گئی ہے وہ ''مدرسۃ الجنۃ'' ہی کی ملکیت ہے، اُس پر خالد کا مالکانہ قبضہ کرنا ہرگز درست نہیں ہے۔ اِسی طرح اُس جگہ پر ''مدرسۃ الجنۃ'' کے علاوہ اُس سے الگ کوئی اِدارہ یا مدرسہ قائم کرنا بھی درست نہیں ہے، یہ پوری زمین فوری طور پر ''مدرسۃ الجنۃ'' کی انتظامیہ کو حوالہ کرنا لازم ہے۔

وبیع التلجئة: وهو أن یظهرا عقدًا وهما لا یرید أنه یلجأ إلیه لخوف عدو، وهو لیس ببیع في الحقیقة؛ بل کالهزل. (الدر المختار مع رد المحتار / کتاب البیوع / مطلب بیع التلجئة ۷/۵۴۲ زکریا)

وبیع التلجئة هي ما ألجئ إلیه الإنسان بغیر اختیاره وذلک أن یخاف الرجل السلطان فیقول لآخر: إني أظهر أني بعت داري منک ولیس ببیع في الحقیقة وإنما هو تلجئة. (رد المحتار، کتاب البیوع / باب الصرف، مطلب في بیع التلجئة ۷/۵۴۲ زکریا، ۵/۲۷۴ کراچی)

ووجوب أدائه عند طلب مالكه، وشرعية الإيداع بقوله تعالىٰ: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ اِلىٰ اَهْلِهَا﴾ (مجمع الأنهر / أول كتاب الوديعة ٤٦٧/٣ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۱/۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قابل انتفاع نہ رہنے کی وجہ سے مدرسہ کی جگہوں کا تبادلہ کرنا

سوال (۱۳۳۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے مدرسہ کی کچھ موقوفہ زمینیں ہیں، جن میں پہلے کھیتی کی جاتی تھی؛ لیکن فی الحال وہ کھیتی کے قابل نہ رہنے کی وجہ سے بالکل بے کار ہوگئیں اور تجربہ کار لوگوں نے بھی جائزہ لے کر یہی کہا ہے۔

اُن میں سے ایک زمین کے چاروں طرف ایک صاحب نے اپنی جگہ پر مکان بنالیا، جس کی وجہ سے مدرسہ کی زمین بیکار ہوگئی ہے، اب اس کو کوئی اجارہ پر نہیں لیتا ہے۔ اور ایک دوسری زمین کے اُوپر سے اُس سے متصل مکان کے مالک نے اپنا راستہ بنالیا ہے، جس کی بنا پر یہ زمین بھی قابل انتفاع نہیں رہی اور اس راستہ کو ہٹا کر زمین حاصل کرنا بھی مدرسہ کے لئے بہت مشکل ہے؛ اِس لئے کہ وہ راستہ ہٹانے کو بالکل تیار نہیں ہے؛ البتہ زمین کی قیمت اَدا کرنے کو تیار ہے، بہرحال راستہ کی وجہ سے یہ زمین بھی ناقابل انتفاع ہے۔

تو دریافت طلب اَمر یہ ہے کہ مذکورہ دونوں زمینوں کے بارے میں ذمہ دارانِ مدرسہ کیا کرسکتے ہیں؟ جواب سے نوازیں کرم ہوگا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال چوں کہ مذکورہ زمینیں بالکل قابل انتفاع نہیں رہی ہیں اور واقف کی منشا پوری ہونے کی کوئی شکل باقی نہیں ہے۔ بریں بنا اگر

مدرسہ کے انتظامیہ اُن جگہوں کا تبادلہ کسی قابل انتفاع زمین سے کرلیں تو شرعاً اِس کی گنجائش ہوگی؛ تاکہ واقف کی غرض پوری ہوسکے اور مدرسہ کے لئے نفع اور فائدہ کی شکل سامنے آسکے۔

(مستفاد: فتاویٰ قاسمیہ ۱۷/۴۳۵ مکتبہ اشرفیہ دیوبند)

وکذلک سائر الوقوف عنده إلا أنها إذا خربت وخرجت عن انتفاع الموقوف عليهم به جاز استبدالها بإذن الحاكم بأرض أو دار أخرىٰ تكون وقفًا مكانها. (إعلاء السنن، كتاب الوقف / باب إذا خرب المسجد أو الوقف الخ ۱۳/۲۱۴ إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی)

وفي القنية: مبادلة دار الوقف بدار أخرىٰ إنما تجوز إذا كانتا في محلة واحدة أو تكون المحلة المملوكة خيرًا من المحلة الموقوفة، وعلى عكسه لا يجوز، وإن كانت المملوكة أكثر مساحة وقيمة وأجرة. (البحر الرائق / كتاب الوقف ۵/۳۷۳ زكريا)

وحكي أنه وقع مثله في زمن سيدنا الإمام الأجل في رباط بعض الطرق خرب ولا ينتفع المارة به وله أوقاف عامرة، فسئل هل يجوز نقلها إلى رباط آخر ينتفع الناس به، قال: نعم، لأن الواقف غرضه انتفاع المارة ويحصل ذلك بالثاني. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب في نقل أنقاض المسجد ونحوه ۶/۵۵۰ زكريا، ۴/۳۶۰ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۷/۱۴۳۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدرسہ کی رقم کوتاہی کی وجہ سے ضائع ہوگئی تو ضامن کون ہوگا

سوال (۱۳۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک مدرسہ میں باتنخواہ محاسب ہے اس نے ماہِ رمضان میں جب کہ مدرسہ کی

تعطیل تھی، مدرسہ کا چندہ بلا اجازتِ ناظم اپنے گھر لے گیا اور پھر تنخواہ دینے کی غرض سے وہ رقم بیگ میں رکھ کر بذریعہ آٹو مدرسہ آرہا تھا راستے میں کچھ نوجوان اس شیرنگ آٹو میں سوار اور زید سے وہ رقم چوری کرلی جس کا علم زید کو بعد میں ہوا، رقم بڑی مقدار میں تھی۔

اندریں صورت دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ:

(۱) کیا یہ رقم زید کو مدرسہ لوٹانا ضروری ہوگا یا معافی کی کوئی شکل ہے؟

(۲) کیا مدرسہ کی مجلس شوریٰ کو یہ اختیار ہے کہ وہ رقم کا کچھ حصہ اپنے اختیار سے معاف کردے۔

(۳) زید بوڑھا ہو چکا ہے، سرکاری محکمہ سے وظیفہ یاب ہے اور مدرسہ سے تنخواہ پاتا ہے اور لمبے عرصے سے ملازم ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- صورتِ مسئولہ میں زید مدرسہ کے چندہ کی رقم ناظم کی اجازت کے بغیر اپنے گھر میں رکھنے کی وجہ سے حفاظت میں کوتاہی کا مرتکب ہوا ہے، بریں بنا ضائع شدہ رقم کا وہی ضامن ہوگا اور اس پوری رقم کا مدرسہ میں لوٹانا اس پر ضروری ہوگا، مدرسہ کے ذمہ داران اپنی طرف سے اسے معاف کرنے کے مجاز نہیں؛ البتہ یہ ممکن ہے کہ کوئی صاحبِ خیر اپنی جانب سے زید کا تعاون کرے اور زید پھر وہ رقم مدرسہ میں جمع کرکے اپنی ذمہ داری سے بری ہوجائے۔

إذا خالف المستودع غير ما أمر به ضمن، وإن كان فيه فضل فهو له بضمانه. (المصنف لعبد الرزاق ۱۸۳/۸ رقم: ۱٤٨٠٦)

وفي فتاوى أبي الليث – رحمه الله –: المودع إذا وضع الوديعة في الدار وخرج والباب مفتوح فجاء سارق ودخل الدار وسرق الوديعة، فإن لم يكن في الدار أحد ولا في موضع يمنع المودع الحبس يضمن لأن هذا تضييع. (الفتاویٰ تاتارخانية ١٩/١٦ رقم: ٢٤٠٢٩ زكريا)

لا ضمان على المودع إلا في ثلاثة أشياء: التقصير في الحفظ. (حاشية چلپی علی التبيين ١٩/٦ زكريا)

أو تركها في بيته الذي فيه ودائع الناس وذهب فضاعت ضمن. (البحر الرائق ٤٦٥/٧ زكريا)

ليس للمودع حق التصرف والاستخراج في الوديعة. (المبسوط للسرخسي ١٢٢/١١ بيروت)

ليس للمتولي إيداع مال الوقف ...... ولا إقراضه فلو أقرضه ضمن.

(البحر الرائق ٤٠١/٥ زكريا، ٢٣٩/٥ كوئٹه)

أما إذا هلكت بتعدى الأمين أو تقصيره، فإنه يضمن الوديعة. (شرح المجلة ٣٦٦/١-٤٣١ رقم: ٧٦٨-٧٧٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۸/۱۱/۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدرسہ کی بچی ہوئی رقم کا کیا کریں؟

سوال (۱۳۳۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے ساتھ ایک مدرسہ ہے، جس میں کچھ بچے پڑھتے ہیں، اُس مدرسہ کی زمین خریدنے کے لئے کمیٹی یا اساتذہ نے محلّہ والوں سے متعین طور پر یعنی ہر گھر سے دوسو روپے وصول کئے تھے، اُس کے بعد مدرسہ کی زمین بھی نہیں خریدی گئی اور مدرسہ میں بچوں کو پڑھانا بھی چھوڑ دیا گیا، یعنی مدرسہ بند کر دیا گیا، اور جو پیسے گھر سے وصول کیے تھے، وہ پیسے سب اساتذہ نے اپنے تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے اپنے اپنے تنخواہ کا حساب لگا کر لے لئے اور کمیٹی نے بھی ان کا تنخواہ نہیں دیا تھا اور سب محلّہ والوں نے کہا کہ ہم سے پیسے وصول کر کے مدرسہ کی زمین بھی نہیں خریدی گئی اور نہ مدرسہ کو چلایا، اس لئے ہم سے جتنے پیسے وصول کیے تھے، وہ پیسہ ہم کو واپس

کردو، اور کچھ لوگ تو واپسی کا مطالبہ نہیں کررہے وہ واپس نہ کرنے پر راضی ہیں، اب پوچھنا یہ ہے کہ جو پیسے مدرسہ کی زمین خریدنے کے ارادے سے وصول کیے تھے اور بعد میں زمین نہ خرید کر اساتذہ نے اپنے اپنے تنخواہ کا حساب لگا کر لئے تھے، ان کا لینا جائز تھا؟ اور ایسے پیسوں کا اساتذہ کی تنخواہ میں دینا کیسا تھا؟ اور جو محلے والے واپسی کا مطالبہ کررہے ہیں کیا اَب اُن کو واپس کیا جائے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں بظاہر ہر گھر سے جو دوسو روپئے لئے گئے ہیں یہ صرف زمین کی خریداری کے لئے نہیں ہیں؛ بلکہ یہ مدرسہ کا مطلقاً تعاون ہے؛ لہٰذا اِس رقم کو بشمول تنخواہ اَساتذہ مدرسہ کی سبھی ضروریات میں خرچ کرنے کی اِجازت ہے اور چندہ دہندگان کو واپسی کے مطالبہ کا حق نہیں ہے، باقی جہاں پر ضرورت ہو وہاں مدرسہ بند نہیں کرنا چاہئے؛ بلکہ ہمت کے ساتھ اُسے جاری رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے۔

وتتم الهبة بالقبض الكامل. (الدر المختار مع رد المحتار / كتاب الهبة ٤٩٣/٨ زكريا، ٦٩٠/٥ كراچی، شرح المجلة لسليم رستم باز ٤٦٢ رقم المادة: ٨٣٧ كوئٹه، ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر / كتاب الهبة ٤٨٩/٣ مكتبة فقيه الأمة ديوبند)

وحكمها ثبوت الملك للموهوب له غير لازم. (تنوير الأبصار ٤٩٠/٨ زكريا)

المالك هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف يشاء من الملك. (تفسير البيضاوي ٧/١ مكتبه رشيديه دهلى) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قال النبي صلى الله عليه وسلم: العائد في هبته كالعائد في قيئه. (صحيح مسلم ٣٦/٢ رقم: ١٦٢٢ بيت الأفكار الدولية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۷/۱۴۳۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

مہتمم اور بانی کا چندہ کی رقم سے مدرسہ میں فیملی کوارٹر بنانا

سوال (۱۳۳۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ایک مدرسہ قائم کیا جس میں ۹/لاکھ روپئے خرچ ہوگئے، ۴/لاکھ روپئے زید نے اپنے ذاتی لگائے ہیں (یہ رقم جب مدرسہ میں اَدائیگی کی گنجائش ہوگی تو واپس لینی ہے) اور بقیہ ۵/لاکھ روپئے چندہ کے ذریعہ سے لگے ہیں، زید مدرسہ کا بانی اور مہتمم ہے اور پڑھاتا بھی ہے، اِس لئے زید نے یہ سوچا کہ مدرسہ میں رہ کر بچوں کی نگرانی اچھی ہوجائے گی، اِس لئے ایک فیملی کمرہ مدرسہ کے اُوپر بنانے کا اِرادہ کیا، چناں چہ کچھ لوگوں نے اُن سے کہا کہ مدرسہ میں جو رقم لگی ہے وہ قوم کی اَمانت ہے اور یہ رقم قوم نے دی ہے، اِس لئے آپ ایسا نہ کریں؛ لہٰذا اِس صورت میں کیا کرنا چاہئے؟ مدرسہ کے اوپر منزل میں فیملی کمرہ بنا کر رہنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- زید کو چاہئے کہ اَولاً مدرسہ کی زمین اور عمارت مدرسہ کے نام ہی پر رجسٹرڈ کرائے اور پھر مدرسہ میں تعلیمی سلسلہ کا آغاز کرے؛ تاکہ سب کو معلوم ہوجائے کہ یہ مدرسہ کی جگہ ہے، یہاں بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے، اُس کے بعد اگر ضرورت محسوس ہو (جیسا کہ سوال میں درج ہے) تو مدرسہ کے معاونین اور خیر خواہ حضرات کو اعتماد میں لے کر اُن کے مشورہ سے مدرسہ میں فیملی کے لئے کمرہ بنایا جاسکتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۵۱۴ ڈابھیل)

جاز للحاكم الدين أن يصرف من فاضل وقف المصالح والعمارة إلى الإمام والمؤذن باستصواب أهل الصلاح من أهل المحلة إن كان الوقف متحدًا؛ لأن غرضه إحياء وقفه وذلك يحصل بما قلنا. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب في نقل انقاض المسجد ونحوه ٦/٥٥١ زكريا)

ويبدأ من غلته بعمارته ثم ما هو أقرب لعمارته كإمام مسجد ومدرس

مدرسة يعطون بقدر كفايتهم ثم السراج والبساط كذلك إلى آخر المصالح.
(رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب يبدأ من غلة الوقف بعمارته ٥٥٩/٦-٥٦١ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۲/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

لوگوں کی تہمت کے اندیشے سے مہتمم کا اپنا کشادہ مکان نہ بنوانا

سوال (۱۳۳۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک مدرسہ کا مدرس ہے اور کئی مدرسوں کا ذمہ دار ہے، زید کو مدرسہ کی طرف سے رہائشی مکان ملا ہوا ہے؛ لیکن وہ رہائشی مکان اس کے بال بچوں کے اعتبار سے بہت چھوٹا ہے، اور بچے بھی شادی کے لائق ہو چکے ہیں، زید کا کوئی ذاتی مکان نہیں ہے، البتہ ذاتی زمین اتنی ہے کہ اسے بیچ کر اچھا اور کشادہ مکان تیار کرواسکتا ہے؛ لیکن مکان اس اندیشے سے تیار نہیں کرواتا ہے کہ لوگ یہ کہیں گے کہ مدرسہ کے پیسے سے تیار کروایا ہے؛ حالاں کہ زید مدرسہ کے مال سے بہت بچتا ہے، یہاں تک کہ مدرسہ کے لئے جو چندہ کرتا ہے اس کا انعام بھی نہیں لیتا ہے، اور اس کو مکان کی بہت سخت ضرورت ہے، کیا ایسی صورت میں صرف لوگوں کے اندیشہ سے مکان نہ بنوانا اور بچوں کو تنگی میں رکھنا از روئے شرع کہاں تک جائز ہے؟ مدلل اور تشفی بخش جواب عنایت فرما کر مشکور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر واقعۃً زید کو بچوں کے لئے کشادہ مکان کی ضرورت ہے اور اس کے پاس اتنی وسعت بھی ہے کہ وہ ذاتی زمین کو فروخت کر کے ضرورت کے مطابق کشادہ مکان تعمیر کرسکتا ہے تو اس کے لئے اپنا ذاتی مکان بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور محض لوگوں کے الزام لگانے کے اندیشے سے اپنی ضروریات کو موقوف کرنے کا کوئی شرعی حکم نہیں ہے، اگر کوئی شخص زید پر بلاوجہ تہمت لگائے گا تو وہ خود اس کا ذمہ دار ہوگا، زید پر کوئی ذمہ داری نہ ہوگی۔

كل يتصرف في ملكه ما شاء. (شرح المجلة ٦٥٤/١ رقم: ١١٩٢)

عن سهل بن معاذ بن أنس الجهني عن أبيه رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من حمى مؤمنا من منافق بعث اللّٰه ملكًا يحمي لحمه يوم القيامة من نار جهنم ومن رمى مسلمًا بشيء يريد شينه به حبسه اللّٰه على جسر جهنم حتى يخرج مما قال. (سنن أبي داؤد، كتاب الأدب / باب من رد عن مسلم غيبة رقم: ٤٨٨٣، مشكاة المصابيح ٤٢٤/٢) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۷/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سال کے اخیر میں طلبہ مدارس کا چندہ جمع کرکے دعوت کرنا

سوال (۱۳۴۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے جامعہ میں یہ رواج چل پڑا ہے کہ ہر سال طلبہ دورۂ حدیث اپنی فراغت کی خوشی میں تمام طلبہ اَساتذہ اور خدام کو دعوتِ طعام پیش کرتے ہیں، جس میں مجموعی طور پر تقریباً ۸۰/ سے ۸۵/ ہزار روپئے خرچ ہوتے ہیں، اِس رقم کی فراہمی کے لئے طلبہ سالِ مشکوٰۃ ہی سے فکرمند رہتے ہیں، جب دعوت کے شائقین طلبہ دعوت کا منصوبہ پیش کرتے ہیں تو بعض وہ طلبہ بھی چاروناچار شرماشرمی میں موافقت رائے ظاہر کرتے ہیں یا کم ازکم سکوت اختیار کرلیتے ہیں، جو ۲/ ہزار روپئے دینے کی سکت نہیں رکھتے یا سکت ہونے کے باوجود کسی وجہ سے دینا نہیں چاہتے، طلبہ دورۂ حدیث کی تعداد ۴۵/ کے آس پاس ہوتی ہے، اس اعتبار سے تقریباً ۲/ ہزار روپئے بلافرق امیر وغریب ہر طالب علم پر بہرحال لازم کردئے جاتے ہیں، بعض طلبہ تو واقعی رضامندی سے ۲-۲/ ہزار روپئے جمع کردیتے ہیں، مگر جو طلبہ دینے میں ٹال مٹول کرتے ہیں، اُن سے زبردستی مطالبہ کیا جاتا ہے اور دعوت اِس انداز سے پیش کی جاتی ہے کہ ہم سب بخوشی دعوت کررہے ہیں۔

اَب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اِس پس منظر میں طلبہ کا اس طرح پیسے وصول کرکے دعوت کرنا اور اُس کو رضامندی سے تعبیر کرنا شرعاً کیسا ہے؟ نیز مدعو حضرات کے لئے اس طرح کی دعوت کھانا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ مدلل جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- تعلیم سے فراغت پر طلبہ سے چندہ لے کر دعوتیں کرنا متعدد مفاسد کی وجہ سے (جن میں سے بعض کا تذکرہ خود سوال میں موجود ہے) درست نہیں ہے؛ بلکہ یہ رسم قابل ترک ہے۔ اور کسی بھی طالب علم سے جبراً چندہ لینا جائز نہیں ہے۔ حضرات اَساتذۂ کرام اور ذمہ دارانِ مدرسہ کو اِس طرح کی دعوتوں میں شریک ہوکر اِس رسم کی حوصلہ افزائی ہرگز نہیں کرنی چاہئے؛ بلکہ اِس کو روکنے کی کوشش ہونی چاہئے؛ تاکہ کسی طالب علم کے ساتھ جبر وزیادتی کا موقع کسی کو نہ مل سکے۔

المفسدة إذا ترجحت على المصلحة اقتضت تحريم الفعل. (روح المعاني / تحت آية: ويسألونك عن الخمر والميسر ۱۷۳/۲ زكريا)

قال الطيبي: وفيه من أصر على أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر. (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة / باب الدعاء في التشهد ۳۵۳/۲ المكتبة الأشرفية ديوبند، ۷۵۵/۲ تحت رقم: ۹٤٦ دار الفكر بيروت)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في حديث طويل: ...... ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال إمرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتيح ۱۱۸/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، سنن الدار قطني / كتاب البيوع ۲۷/۳ رقم: ۲۸۸۵ مكتبة دار الإيمان سهارنفور، شعب الإيمان للبيهقي ۳۸۷/٤ رقم: ٥٤۹۲ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۱/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لاؤڈ اسپیکر پر اور گھر گھر جا کر مدرسہ کے لئے چندہ کرنا

سوال (۱۳۴۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو امور صحابہ کی زندگی میں نہ ہوں ان کو کرنا بدعت ہے، مدارس اسلامیہ میں اجلاس کیے جاتے ہیں، اس سے قبل قریہ قریہ جا کر اسپیکر کے ذریعہ خوب ترغیب دے کر چندہ کے نام کا اعلان کر کے چندہ اکٹھا کیا جاتا ہے، فرداً فرداً بھی گھروں میں، بیٹھکوں میں گھوم کر چندہ اکٹھا کیا جاتا ہے، اس طرح ایک دوسرے سے بڑھنے کی ہوڑ سی لگتی ہے، شرعاً یہ طریقہ کیسا ہے؟ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے اس طرح کے چندہ کو منع فرمایا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر چندہ دہندگان پر جبر واکراہ کی صورت نہ ہو؛ بلکہ محض ترغیب دے کر خیر کے کاموں مثلاً دینی اجتماعات وغیرہ کے لئے سرمایہ فراہم کیا جائے تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے اور اس طرح کے چندہ کے لئے انفرادی واجتماعی دونوں طرح کی محنتیں کی جاسکتی ہیں اور حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی طرف جس قسم کے چندہ کی ممانعت منقول ہے، اس سے مراد وہ چندہ ہے جس میں جبر کی صورت پائی جائے جو ہر جگہ متحقق نہیں ہے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ألا لایحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه. (السنن الکبریٰ للبیهقي / باب شعب الإیمان ۳۸۷/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الکتب العلمیة بیروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱۲/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

سرمایہ دار سے ایک بچہ کا مکمل خرچ وصول کرنے پر کمیشن لینا

سوال (۱۳۴۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: اَساتذہ وسفراء کی وصولی پر جو انعام دیا جاتا ہے، اُس کے جواز کا فتویٰ بھی ہے اور درست بھی ہے، اِسی طرح بہت سے مدارس میں وصولی اور چندہ کی ایک اور شکل ہے، وہ یہ ہے کہ مدرسہ کی طرف سے صدقہ جاریہ کا یہ طریقہ نکالا گیا ہے کہ اگر کوئی کسی غریب بچے کو اپنے خرچ سے حافظ بنادے، مثلاً: ۴؍سال میں بچہ حافظ عموماً ہوتا ہے، تو ۴۰؍ہزار، ہر سال ۱۰؍ہزار کے خرچ کے اعتبار سے جمع کردے، یہ ایک شکل ہے، اِس کے لئے جہاں یہ طریقہ رائج ہے، وہاں کے سفراء اور اَساتذہ رمضان اور غیر رمضان میں وصولی کے موقع پر لوگوں سے اس صدقہ جاریہ کی بھی تبلیغ کرکے وصول یابی کرتے ہیں۔

پوچھنا یہ ہے کہ اس وصول یابی پر بھی اگر انعام سابقہ وصولی کی طرح دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ کیوں کہ تقریباً دونوں شکلیں وصول یابی کی ایک ہیں، بلکہ صدقہ جاریہ والی وصول کی جانے والی رقم خالص اِمداد کی ہوتی ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ قرآنِ کریم اور احادیث شریفہ کی روشنی میں تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو رقم بھی محصل (اُستاذ یا سفیر) کے ذریعہ مدرسہ میں موصول ہو اُس پر حسبِ ضابطہ اور حسبِ شرائط حسن کارکردگی کی بنیاد پر انعام دینے کی گنجائش ہے، اِس میں رمضان یا غیر رمضان کی کوئی قید نہیں ہے، اور ہر طرح کی وصول یابی پر اِمدادی رقم سے انعام دیا جاسکتا ہے؛ لیکن یہ انعام وصول شدہ رقم کی نصف سے زیادہ نہ ہونا چاہئے۔

وعامل يعم الساعي والعاشر ولو غنيًا الخ بقدر عمله ما يكفيه وأعوانه بالوسط؛ لكن لا يزاد على نصف ما يقبضه. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الزكاة / باب المصرف ۲۸۴/۳-۲۸۶ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸؍۱۱؍۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

کمیشن پر چندہ کے جواز اور عدمِ جواز کی صورتیں

سوال (۱۳۴۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل مدارس میں مالی فراہمی کے لئے رمضان المبارک کے موقع پر مدرسین حضرات سے بھی چندہ کرایا جاتا ہے، وہ باتنخواہ ملازم ہوتے ہیں، ان کو رمضان المبارک کی تنخواہ کے علاوہ فیصدی انعام منجانب مدرسہ دیا جاتا ہے، کیا یہ طریقہ درست ہے؟ پورہ چندہ مدرسہ میں جمع کیا جاتا ہے، پھر ادارہ فیصدی انعام بطورحسن کارکردگی دیتا ہے؟ کیا اس تنخواہ کے علاوہ بھی مزید چندہ کرنے کی وجہ سے ایک ماہ کی یا چندہ کے دنوں کی تنخواہ دی جائے تب فیصدی انعام درست ہوگا؟ آنجناب کے فتاویٰ سے اور حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ کے فتاویٰ سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ تنخواہ دار ملازم کو فیصدی انعام دینا درست ہے، بہت سے معتبر اداروں میں یہی طریقہ مروج ہے، ہمارے ادارے میں بھی ایسا ہے، کچھ اساتذہ شعبان میں چھٹی ہوتے ہی گھر چلے جاتے ہیں اور کچھ رکتے ہیں، جو چلے جاتے ہیں اُن کو چھٹی کی تنخواہ ملتی ہے اور جو یہاں رہتے ہیں اُن کو تنخواہ ملتی ہے، اگر اِدارہ اُن سے کام لیتا ہے تو اُن کام کرنے والوں کو فیصدی انعام کے طور پر کچھ انعام دیا جاتا ہے۔

واضح رہے ہمارے ادارہ میں تقرری نامہ میں یہ بات شامل ہے کہ تدریس کے علاوہ مدرسہ کے مفاد میں اگر کوئی اضافی ذمہ داری سونپی جائے گی تو اس کو بھی انجام دینا ہوگا۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ تنخواہ دار مدرسین یا ملازمین کو فیصدی انعام لینا جائز ہے یا الگ سے چندہ کے نام پر تنخواہ مقرر ہو تب درست ہے، حال ہی میں دارالعلوم دیوبند کے فتویٰ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ چندہ کے نام سے الگ سے تنخواہ مقرر ہو تب درست ہے۔ اِس لئے آپ سے درخواست ہے کہ صحیح طور پر رہنمائی فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- کمیشن پر چندہ کی ممانعت کی اصل علت اُجرت

کا مجہول ہونا ہے؛ لہٰذا جس صورت میں اُجرت مجہول ہوگی وہ معاملہ ناجائز ہوگا؛ البتہ جس صورت میں عمل کی اصل اُجرت متعین ہو، پھر اُس کے اوپر حسن کارکردگی کی بنیاد پر کوئی ضابطہ متعین کرکے اِضافی رقم اِمدادی فنڈ سے بطور انعام دی جائے تو اِس کی گنجائش ہے، یہ کمیشن والے فاسد عقد سے الگ صورت ہے۔ اَب یہ دیکھا جائے گا کہ یہ انعام جس عمل پر مل رہا ہے وہ عمل اصل اِجارہ میں پہلے سے داخل ہے یا نہیں؟ اگر داخل ہے مثلاً اہل مدرسہ نے بوقت تقرر یہ شرط لگادی ہے کہ تدریس کے علاوہ حسبِ ضرورت دیگر خدمت بھی انجام دینی ہوگی تو یہ انعام لینا بلاشبہ درست ہوگا، اور اگر صرف تدریس پر تقرر ہوا ہے، مالی فراہمی اُس میں صراحۃً یا دلالۃً شامل نہیں ہے، اور انعام مالی فراہمی پر دیا جارہا ہے تو اس انعام میں اور فاسد کمیشن والی صورت میں کوئی فرق نہ ہوگا، اور یہ صورت ناجائز ہے، ہم رشتہ دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ کا حاصل بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ (نظام الفتاویٰ ۴/۱۳۸-۱۳۹ تاج پبلشنگ ہاؤس دیوبند، فتاویٰ محمودیہ ۱۶/۶۲۴ ڈابھیل)

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم نهى عن استيجار الأجير يعني حتى يبين له أجره. (السنن الكبرىٰ للبيهقي / باب لا تجوز الإجارة حتى تكون معلومة ۹/۳۹ رقم: ۱۱۸۵۵)

وشرطها: كون الأجرة والمنفعة معلومتين. (الدر المختار / كتاب الإجارة ۹/۷ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا مدارسِ اسلامیہ میں عصبیت کی تعلیم دی جاتی ہے؟

سوال (۱۳۴۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دینی مسائل میں اختلاف کا ہونا کوئی بری بات نہیں، یہ اختلافات اسلام کے ابتدائی دور میں بھی ہوئے؛ مگر ملت اِسلامیہ کبھی فرقوں میں نہیں بٹی، عصبیت نے کبھی جنم نہیں لیا،

آپ ارشاد فرمائیں کہ دورِ حاضر کے عالموں کی بٹی ہوئی عصبیت سے ملت کیسے پاک ہوگی؟ جب کہ کچھ نام کے مکتب ومدارس اپنے طالب علموں کو قرآنِ کریم کا داعی بنانے کے بجائے عصبیت کا علم بردار بنارہے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- عام طور پر مدارسِ اسلامیہ میں قرآن وسنت اور فقہ اِسلامی کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے، اور ہمارے ملک میں چوں کہ مسلمانوں کی اکثریت قرآن وسنت کی تشریح میں اِمام اعظم حضرت اِمام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علم پر اعتماد کرتی ہے، اِس لئے نصاب میں فقہ حنفی کی کتابیں شامل کی گئی ہیں؛ تاکہ دین پر عمل کرنا آسان ہو، یہ دین سے الگ کوئی چیز نہیں ہے، اِس لئے اِن کتابوں کو پڑھانا عصبیت نہیں ہے، جو لوگ اِسے عصبیت سمجھتے ہیں وہ حق پر نہیں ہیں۔

التعصب: عدم قبول الحق عند ظهور دليله. (قواعد الفقه ص: ۲۳۱ ديوبند)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۳/۳/۱۴۴۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدرسہ کی زمین لمبی مدت تک قیامِ دار القضاء کیلئے کرایہ پر دینا

سوال (۱۳۴۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) مدرسہ تعلیم الاسلام بکھڈا کی ایسی زمین جو چندہ کے روپئے سے خریدی گئی ہے وہ موقوفہ ہے یا غیر موقوفہ؟

(۲) اس زمین میں پیشاب خانہ، پاخانہ بنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے مسلمان ایک امیر شریعت کی ماتحتی میں زندگی گذارتے ہیں؛ لہٰذا امیر شریعت اور قاضی القضاۃ کی منظوری واجازت سے کسی مدرسہ کی غیر موقوفہ زمین پر

دارالقضاء (قوانین شریعت اور دارالافتاء سے صادر کیئے گئے فتووں پرعمل کرایا جاتا ہے) کھولنا جائز ہے یانہیں؟

(۴) مدرسہ کی خریدی ہوئی زمین پرمسجد بنانا جائز ہے یانہیں؟

(۵) دارالافتاء دارالعلوم دیوبند سے ایک فتویٰ دیا گیا ہے جس کا نمبر: ۱۲۷۳ ہے، اس کے سوال میں لکھا ہے: ''واضح رہے کہ مذکورہ زمین مدرسے کی ضرورت میں شامل ہے، مستقبل میں اس کی ضرورت ہوگی، اس میں تضاد ہے یانہیں؟'' پہلے لکھ رہے ہیں ''شامل ہے'' پھر لکھ رہے ہیں ''مستقبل میں اس کی ضرورت ہوگی'' دونوں میں تضاد ہے یانہیں؟ اس تضاد کی وجہ سے وہ سوال غیر واضح ہے یانہیں؟

(۶) جمہور فقہاء کرام کی اصطلاح میں ضرورت سے زائد ہونے کا مطلب کیا کی ہے؟ کسی مدرسہ کی چندہ کے روپۓ سے خریدی گئی ایسی زمین پر جس پر فی الوقت کوئی عمارت نہ ہو، وہ زمین خالی پڑی ہو، وہ ضرورت سے زائد ہے یانہیں؟ ایک صاحب ضرورت سے زائد کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ ''فالتو، بے کار ہونا'' اس کو پھینک دیا جائے، فروخت کر دیا جائے، کیا ان کا یہ مطلب بیان کرنا صحیح ہے، اگر اس کو صحیح مان لیتے ہیں تو زکاۃ کس پر واجب ہوگی؟

(۷) مدرسہ کی خریدی ہوئی زمین پر جب مسجد بنانا درست ہے تو احتیاط کے طور پر سو سال کے لئے کانٹریکٹ پر اس زمین پر دارالقضاء جس کے فوائد زمینی سطح پر ہمارے یہاں موجود ہیں، کھولنا درست ہے یانہیں؟

(۸) دارالافتاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ نے قیامِ دارالقضاء کے لئے مذکورہ ۱۰۰ر ماہ تک لیز پر دینے کو جائز لکھا ہے، اس کی ایک کاپی بھی اس سوال کے ساتھ منسلک ہے اور دارالعلوم دیوبند کا جواب بھی منسلک ہے۔

نوٹ:- حضرت مولانا مفتی محمد ابوبکر قاسمی صاحب دارالافتاء مدرسہ اسلامیہ شکرپور بھروارہ دربھنگہ نے بھی دارالعلوم دیوبند کے جواب کو پڑھ کر یہ کہا کہ ''جواب صحیح نہیں ہے''۔

تمام سوالات کے جوابات مدلل دئے جائیں اور امارت شرعیہ کا جواب صحیح ہے یانہیں؟

یہ بھی مدلل واضح کیا جائے، یہ سوال بہار کے مدرسہ سے متعلق ہے اور بہار میں قائم قدیم وعظیم زندہ اِدارہ سن قیام ۱۹؍شوال ۱۳۳۹ھ امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کو قیامِ دار القضاء کے لئے زمین دینے کی بات ہے، اس کو بھی مدنظر رکھا جائے، مسائل کا مدلل جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - ''مدرسہ تعلیم الاسلام'' بکھڑا اور ''دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف'' دونوں مستقل دینی وملی ادارے ہیں؛ جو الگ الگ نظام کے ماتحت چلتے ہیں ضرورت کے وقت مدرسے کے کسی حصے میں اہل مدرسہ کی اجازت سے ''دار القضاء'' کا نظام چلانے میں تو شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن ایک لمبی مدت تک کے لئے مدرسہ کی زمین کو باقاعدہ ''دار القضاء'' کے لئے کرائے پر دینا کہ اِس مدت سے پہلے مدرسہ کی ضرورت کے باوجود اِس جگہ کو قانوناً خالی نہ کرایا جاسکتا ہو، اُس میں آگے چل کر فتنے کا اندیشہ ہے اور جس مقصد کے لئے زمین خریدی گئی ہے، اُس کی خلاف ورزی کا خطرہ ہے؛ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ مذکورہ مدرسہ کی زمین لمبی مدت مثلاً ۹۹؍سال کے لئے ''دار القضاء'' کو لیز پر نہ دی جائے؛ بلکہ مختصر مدت کے لئے معاملہ کیا جائے اور آگے چل کر حسبِ ضرورت اس کی تجدید کی جاتی رہے، جیسا کہ عام کرایہ کے معاملات میں طریقہ جاری ہے۔

وبها أي بالسنة يفتى في الدار، وبثلاث سنين في الأرض (الدر المختار) قال الشامي: واعلم أن المسألة فيها ثمانية أقوال ذكرها العلامة قنالي زاده في رسالته: أحدها: قول المتقدمين عدم تقدير الإجارة بمدة ورجحه في أنفع الوسائل، والمفتى به ما ذكره المصنف خوفًا من ضياع الوقف كما علمت. (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الوقف / فصل يراعي شرط الواقف في إجارته ٦/٦٠٥-٦٠٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۵/۱۴۴۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدرسے کے نام پر وقف کی ہوئی زمین میں مسجد کے بیت الخلاء بنانا

سوال (۱۳۴۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے مسجد سے متصل زمین مدرسہ کو وقف کی تھی، اَب مسجد والے مدرسہ کی زمین میں لیٹرین وغسل خانہ بنانا چاہتے ہیں، کیا مسجد والوں کا مدرسہ کی زمین پر لیٹرین وغسل خانہ بنانا درست ہے یا نہیں؟ زید نے مسجد والوں کو ہی مدرسہ بنانے کے لئے وقف کیا ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جو زمین مدرسہ کے لئے وقف کی گئی ہے، اُس میں مدرسہ نہ بنا کر مسجد کے لئے بیت الخلاء وغیرہ بنانا درست نہیں ہے؛ البتہ اگر اس زمین پر مدرسہ بنایا جائے اور مدرسہ کے بچوں کی ضرورت کے لئے کسی حصہ میں بیت الخلاء وغیرہ بھی بنادیا جائے تو اِس میں حرج نہیں ہے۔

لأن شرط الواقف يجب اتباعه لقولهم: شرط الواقف كنص الشارع، أي في وجوب العمل به، وفي المفهوم والدلالة. (الأشباه والنظائر، الفن الثاني / شرط الواقف كنص الشارع ۱/۶۳ دار الكتب العلمية بيروت، ۲/۱۰۶ إدارة القرآن كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۱/۱۴۴۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدرسہ کی رقم سے مسجد کی زمین خریدنا اور اُس کی تعمیر کرنا

سوال (۱۳۴۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدرسہ کی زمین پر مسجد بنانے کا ارادہ ہے؛ تاکہ مدرسہ میں رہنے والے اس میں نماز پڑھیں، محلّہ کی مسجد ذرا دور واقع ہے، مدرسہ کی زمین ذرا کم ہے، اس لئے ارادہ ہے کہ نیچے مدرسہ کا دفتر، اساتذہ کے رہنے کے لئے حجرہ، بیت الخلاء واستنجاء خانہ بنادیں، اس کے اوپر مسجد بنادی جائے۔ اَب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مدرسہ کی رقم سے مدرسہ ہی کی ضرورت کے لئے مسجد کی زمین خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

اگر جائز ہے تو کیا نیچے بیت الخلاء اوراساتذہ کا حجرہ بنانا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز نہیں تو کیا مذکورہ بالا صورت اختیار کرنے کی کوئی گنجائش اور دوسری شکل ہے، اگر مذکورہ بالا صورت اختیار کرکے مسجد بنائی جائے تو وہ مسجد شرعی کہلائے گی یا نہیں؟ اس کا کیا حکم رہے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق:- مدرسہ کی جمع شدہ امدادی رقم سے مدرسہ کی ضرورت کے لئے مسجد کی زمین خریدنے کی گنجائش ہے؛ لیکن زکوٰۃ کی رقم زمین کی خریداری میں صرف کرنا جائز نہ ہوگا، اور پھر جو زمین مسجد کے لئے خریدی جائے اس میں اگر تعمیر سے پہلے ہی یہ منصوبہ ہو کہ نیچے مصالح مسجد ومدرسہ کے طور پر وضوخانہ، بیت الخلاء یا حجرہ وغیرہ بنایا جائے گا اور اُوپر اصل مسجد رہے گی، تو بہت سی فقہی عبارتوں سے اِس کی بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ پس ایسی صورت میں اوپر کے حصہ پر مسجد شرعی کے احکام جاری ہوں گے اور نیچے کا حصہ مسجد شرعی سے خارج کہلائے گا۔

بقي لو جعل الواقف تحته بيتًا للخلاء هل يجوز؟ ...... لم أره صريحًا نعم، سيأتي متنًا في كتاب الوقف أنه لو جعل تحته سردابًا لمصالحه جاز. (رد المحتار / كتاب الوقف ٤٢٨/٢ دار الكتب العلمية بيروت)

قال العلامة الرافعي: ثم رأيت في غاية البيان ما يفيد الجواز. (تقريرات الرافعي ١١٧/١ دار الكتب العلمية بيروت)

وإذا جعل تحته سردابًا لمصالحه أي المسجد جاز (الدر المختار) قال في البحر: حاصله أن شرط كونه مسجدًا أن يكون سفله وعلوه مسجدًا لينقطع حق العبد عنه ...... بخلاف ما إذا كان السرداب والعلو موقوفًا لمصالح المسجد. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب: في أحكام المسجد ٥٤٧/٦ زكريا)

إذا كان تحته شيء ينتفع به عامة المسلمين يجوز؛ لأنه إذا انتفع به عامتهم صار ذلك لله تعالىٰ أيضًا. (تقريرات الرافعي على رد المحتار ٤٦١/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گاؤں کے مقامی مدرسہ میں چرمِ قربانی کی رقم استعمال کرنا

سوال (۱۳۴۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گاؤں میں ایک مدرسہ ہے جس میں باہر کے طلبہ نہیں ہیں، صرف گاؤں کے ہی چند طلبہ پڑھنے کے لئے آتے ہیں اور اس مدرسہ میں مسجد کے امام صاحب ہی پڑھاتے ہیں اور باہر کا کوئی مدرس نہیں ہے اور گاؤں کے لوگ چرمِ قربانی اس مدرسہ میں دیتے ہیں جب کہ آس پاس کے دوسرے گاؤں میں اور بھی مدارس ہیں جن میں باہر کے طلبہ بھی ہیں اور مدرس بھی، تو گاؤں والوں کا اپنے اس مدرسہ میں چرمِ قربانی دینا یا اس کی رقم کا دینا استعمال کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جس مدرسہ میں غریب اور نادار طلبہ کے قیام وطعام کا باقاعدہ نظم نہیں ہے وہاں زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ کا مصرف نہیں پایا جاتا ہے، اِس لئے ایسے مدارس کے لئے چرمِ قربانی جمع کر کے اُس کی قیمت حاصل کرنا درست نہیں۔ (مستفاد: محمودیہ ۱۷/۴۶۲ ڈابھیل)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنَ﴾ [التوبۃ: ٦٠]

لأن الفقر شرط في الأصناف كلها. (رد المحتار / باب المصرف ٢٨٩/٣ زكريا)

مصرف الزكاة ...... هو فقير وهو من له ادنىٰ شيء وتحته في الشامي: وهو مصرف أيضا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة. (رد المحتار، كتاب الزكاة / باب المصرف ٢٨٣/٣ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۴/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بعض مہینوں میں تعلیم نہ ہونے کے باوجود پورے سال کی فیس لینا

سوال (۱۳۴۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: ہمارے ایک ساتھی اسکول چلاتے ہیں، اُن کے اسکول میں داخلہ کا اُصول یہ ہے کہ جو بچہ اپریل میں داخلہ لے گا وہ بھی پورے سال کی فیس جمع کرے گا اور جو مئی یا جون یا جولائی میں داخلہ لے گا وہ پورے سال کی ہی فیس جمع کرے گا؛ جب کہ سرسری تعلیم اگرچہ اپریل سے شروع ہوجاتی ہے پھر جون میں طویل چھٹیاں ہوتی ہیں، باقاعدہ تعلیم جولائی سے شروع ہوتی ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا مئی، جون اور جولائی میں داخلہ کرکے اور فیس پورے سال کی لینا شرعاً ناجائز تو نہیں ہے جب کہ داخلہ لینے والوں کو اِس اُصول کا علم بھی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اسکول والوں کا سالانہ داخلہ فیس مقرر کرنا مطلقاً درست ہے اور اس میں مہینوں کے فرق سے کمی بیشی نہ کرنے کے اصول میں بھی کوئی حرج نہیں ہے؛ کیوں کہ اس فیس کا تعلق ماہانہ تعلیم سے نہیں ہے؛ بلکہ پورے سال کی مجموعی تعلیم سے ہے اور جن لوگوں کو اسکول کے اس اُصول سے اتفاق نہ ہو تو وہ داخلہ نہ لیں، ان پر کوئی چیز نہیں ہے۔

حدثنا كثير بن عبد الله بن عمرو بن عوف المزني عن أبيه عن جده رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الصلح جائز بين المسلمين إلا صلحًا حرم حلالا أو أحل حرامًا والمسلمون على شروطهم إلا شرطًا حرم حلالا أو أحل حرامًا الخ. (سنن الترمذي، أبواب الأحكام / باب ما ذكر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الصلح بين الناس ۲۵۱/۱ رقم: ۱۳۵۲) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۵/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَحکامِ مقابر

قبرستان کی جھاڑیوں کو جلانا

سوال (۱۳۵۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قبرستان میں خاردار جھاڑیوں کو رُوئی یا آگ لگا کر جلا سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ضرورت پڑنے پر قبرستان کی خاردار جھاڑیوں کو کاٹ بھی سکتے ہیں اور دوا وغیرہ چھڑک کر صاف بھی کر سکتے ہیں؛ لیکن اُن میں آگ جلانا صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ آگ آلۂ عذاب ہے اُس کو قبروں کے قریب لے جانا قبروں کی بے حرمتی ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: قال: لا تتبع الجنازة بصوت ولا نار. (سنن أبي داود، كتاب الجنائز / باب في النار يتبع بها الميت ۵۴۲/۲ رقم: ۳۱۷۱)

وروي عن أبي هريرة أنه قال لاتحملوا معي مجمرًا ولأنها آلة العذاب فلا تتبع معه تفاؤلا. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة / فصل بيان فريضة صلاة الجنازة وكيفية فرضيتها ۳۱۰/۱ زكريا)

فلو كان فيها حشيش يحش. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي الثاني عشر في الرباطات والمقابر والخانات والحياض ۴۷۱/۲ زكريا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۶/۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قبرستان کی گھاس پھونس کو جلانا

سوال (۱۳۵۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے قبرستان میں گھاس پھونس بہت ہے جس کی وجہ سے ہر وقت حشرات الارض کا خطرہ لگا رہتا ہے، گاؤں والے کہہ رہے ہیں کہ دواء ڈال کر اسے جلا دیا جائے، تو شرعاً ایسا کرنا کیسا ہے، کیا قبرستان کی گھاس پھونس کو اِس طرح جلایا جاسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- قبرستان میں لگے ہوئے درخت یا گھاس پھونس کو کاٹنا عباراتِ فقہیہ میں مکروہ لکھا ہے؛ مگر ضرورت کی وجہ سے اُسے کاٹنے کی گنجائش دی گئی ہے۔ بریں بنا مذکورہ صورت میں جب کہ ہر وقت حشرات الارض کا خطرہ لگا رہتا ہے، قبرستان کی گھاس پھونس کو دوا ڈال کر جلایا جاسکتا ہے۔

كانت الشجرة نبتت بنفسها فحكمها يكون للقاضي: إن رأى قلعها وبيعها وإنفاقها على المقبرة جاز له ذلك. (الموسوعة الفقهية ۳۸/۳٤۹ الكويت، البحر الرائق، كتاب الكراهية / فصل في الأكل والشرب ۸/۲۲۸ دار الكتب العلمية بيروت، الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / باب الكراهية في الأكل ۵/٤۱۹ دار الكتب العلمية بيروت)

فلو كان فيها حشيش يحش ويرسل إلى الدواب ولا ترسل الدواب فيها. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الثاني عشر في الرباطات والمقابر والخانات والحياض ۲/٤۷۱ زكريا قديم، ٤۱٦ زكريا جديد) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱/۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قبرستان میں پالتو جانور چرانا

سوال (۱۳۵۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: قبرستان میں پالتو جانور: بھیڑ، بکری، بیل، بھینسوں کو چرانا کیسا ہے؟ جائز ہیں یا ناجائز؟ مدلل جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- قبرستان میں بالقصد جانوروں کا چرانا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ اس سے قبروں کی توہین لازم آتی ہے، اِس لئے قبرستان کے اِردگرد چہار دیواری یا ایسا انتظام کرنا چاہئے کہ جانور وہاں داخل نہ ہوسکیں۔

فلو كان فيها حشيش يحشّ ويرسل إلى الدواب ولا ترسل الدواب فيها. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / باب في الرباطات والمقابر ٤٣٤/٢ دار الكتب العلمية بيروت)

ولا ترسل الدواب فيها. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الثاني عشر في الرباطات والمقابر الخ ٤٧١/٢ زكريا)

فإن كان فيها حشيش؟ قال يحش فيها ويخرج الحشيش – إلى الدواب – فذلك أيسر من دخول الدواب. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الوقف / الفصل الثاني والعشرون في المسائل التي تعود إلى الرباطات والمقابر الخ ١٩٠/٨ رقم: ١١٦٠١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۶/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قبرستان میں پھلوں کا درخت لگانا

سوال (۱۳۵۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قبرستان کے اندر پھلوں کے درخت لگانا کیسا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر مملوکہ قبرستان ہے تو اُس میں درخت لگانے

میں کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن اگر قبرستان موقوفہ ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ یہ درخت کس جگہ پر لگائے جا رہے، اگر ایسی جگہ ہے جہاں قبریں بنی ہوئی ہیں یا قبروں کی ضرورت ہے تو وہاں درخت لگانا واقف کی منشاء کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناجائز ہوگا۔ اور اگر افتادہ جگہ ہے جہاں قبریں بنی ہوئی نہیں ہیں اور نہ وہاں قبریں بنائی جاسکتی ہیں، مثلاً کنارہ کی جگہوں پر تو وہاں نفع بخش درخت لگا کر اُس کی آمدنی قبرستان کی مصالح میں خرچ کرنے کی گنجائش ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جدید ۱۴/۱۸۱)

وإن نبت الأشجار فيها بعد اتخاذ الأرض مقبرة فإن علم غارسها كانت للغارس. (قاضي خان على هامش الهندية، كتاب الوقف / قبيل فصل في وقف المنقول ۳/ ۳۱۱ قديم)

الظاهر أنه إذا لم يعلم شرط الواقف لم يأكل، وتحته في الشامي: قوله لم يأكل أي بل يبيعها المتولي ويصرفها في مصالح الوقف. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب: استأجر دارًا فيها أشجار ٦/ ٤٣٢ زكريا، ٦/ ٦٤٨ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۶/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قبرستان میں کاشت کاری کرنا

سوال (۱۳۵۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قبرستان میں کاشت کاری کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- قبر والی جگہوں پر کاشت کاری کی وجہ سے یقیناً قبروں کی بے حرمتی لازم آئے گی، اِس لئے آباد قبرستان میں کاشت کاری کی اِجازت نہیں ہے۔

وسئل هو أيضًا عن المقبرة في القرىٰ إذا اندرست ولم يبق فيها أثر الموتىٰ لا العظم ولا غيره هل تجوز زراعتها واستغلالها؟ قال: لا، ولها حكم

المقبرة. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الوقف / الفصل الثاني والعشرون في المسائل التي تعود إلى الرباطات والمقابر والخانات ۱۸۹/۸ رقم: ۱۱۶۰۰ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۶/۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قبرستان سے اَژدہا پکڑوانے کیلئے محکمہ جنگلات کے لوگوں کو بلوانا

سوال (۱۳۵۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک گاؤں میں کچھ مکانات قبرستان کے قریب بنے ہوئے ہیں، وہاں چند قبریں ہیں جن میں سے ایک قبر سے لوگوں نے کئی مرتبہ ایک بڑے اژدہے کو نکلتے دیکھا ہے؛ جس کی وجہ سے قریبی مکانات کے رہنے والوں میں دہشت پھیلی ہوئی ہے، خصوصاً رات کے وقت میں ہر وقت یہ خطرہ لگا رہتا ہے کہ کہیں وہ اژدہا نکل کر گھروں میں نہ آجائے، تو اب گاؤں کے لوگوں کا یہ مشورہ ہورہا ہے کہ سرکاری ون وبھاگ (محکمہ جنگلات) کے لوگوں کو بلواکر اُس اژدہے کو پکڑوادیا جائے۔ تو سوال یہ ہے کہ وہ لوگ اگر پکڑنے کے لئے آئیں گے تو انہیں اس قبر کو بھی کھودنا پڑے گا جس میں اُس سانپ نے بل بنا رکھا ہے، تو اِس مقصد کے لئے قبر کو کھودنے کی اِجازت ہوگی یا نہیں؟ آپ سے درخواست ہے کہ قرآنِ کریم اور اَحادیث طیبہ کی روشنی میں مدلل طور پر مسئلہ کی وضاحت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مذکورہ سانپ کو مارنے یا پکڑوانے کی مطلقاً اِجازت ہے، اِس کے لئے اگر قبر کھودنے کی ضرورت پیش آئے تو اِس میں بھی شرعاً کوئی حرج نہیں۔ فقہاء نے مالی مضرت سے بچنے کے لئے ضرورت کے وقت قبر کھودنے کی اِجازت دی ہے، تو جانی مضرت سے بچنے کے لئے بدرجۂ اولیٰ اِجازت ہوگی۔

المستفاد: وإن وقع في القبر متاع فعلم بذلک بعد ما أهالوا عليه

التراب ينبش، كذا في فتاوىٰ قاضي خان، قالوا: ولو كان المال درهمًا كذا في البحر الرائق. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الجنائز / مسائل في التعزية ٤١٨/٢ تحقيق: فضيلة الأخ: المفتى محمد فرقان المهاراشترى)

وإن سقط شيء من متاع القوم في القبر فلا بأس أن يحفروا التراب من ذلك الموضع ويخرج المتاع من غير نبش الميت وإن لم يمكنهم ذلك إلا بحفر الكل ونبش الميت فعلوا ذلك. (الفتاوىٰ تاتارخانية، كتاب الصلاة / الفصل: الجنائز الخطأ الذي يقع ٨٠/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۲/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قبرستان کے چوہوں کو مارنے کا حکم

سوال (۱۳۵۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قبرستان کے اندر موٹے موٹے چوہے رہتے ہیں، اُنہوں نے قبرستان میں بل بنا رکھے ہیں اور قبروں کے اندر بھی گھس جاتے ہیں۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ اُن چوہوں کو زہر دے کر مارنا یا کسی اور طریقے سے مارنا کیسا ہے؟ اِس کا شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - چوہا چوں کہ ایک موذی اور نقصان دہ جانور ہے؛ اِس لئے اُسے زہر وغیرہ دے کر مارنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

قالت حفصة رضي الله عنها: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خمس من الدواب لا حرج على من قتلهن، الغراب والحدأة والفارة والعقرب والكلب العقور. (صحيح البخاري / باب جزاء الصيد ونحوه رقم: ١٨٢٨)

اتفق الفقهاء على جواز قتل الفار في الحل والحرم للمحرم وغيره.

(الموسوعة الفقهية ٦/٣٢ الكويت، تبيين الحقائق ٦٦/٢ القاهرة) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۲/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قبرستان کی زمین پر دوکانیں بنانا

سوال (۱۳۵۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں وقف قبرستان کا متولی ہوں، قبرستان پر اور لوگ قبضہ کرنا چاہتے ہیں، باہر کے حصہ میں دوکانیں بنائی جائیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ جہاں پر دوکانیں بنائی جائیں گی، وہاں پر کوئی قبر نہیں ہے، دوکانوں کا کرایہ وغیرہ قبرستان کے مصارف میں خرچ ہوگا، شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جو زمین قبرستان کے لئے وقف کی گئی ہے، اُس میں آمدنی کے لئے دوکانیں وغیرہ تعمیر کرکے کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے؛ خواہ وہاں پر قبریں ہوں یا نہ ہوں۔ اور اگر قبرستان پر قبضہ کا اندیشہ ہو تو اہل خیر حضرات سے تعاون لے کر قبرستان کی چہار دیواری کرادی جائے، جس کی چابی متولی کے پاس رہے۔

شرط الواقف كنص الشارع، أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به. (الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع ٦٤٩/٦ زكريا، ٤٣٣/٤-٤٣٤ كراچی، تنقيح الفتاویٰ الحامدية ١٢٦/١ المكتبة الميمنية مصر) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۷/۱۱/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قبرستان میں عام پکا راستہ بنانا

سوال (۱۳۵۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا قبرستان میں عام پکا راستہ بنانا جائز ہے جب کہ پہلے سے قبریں موجود ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- قبرستان کی ضرورت کے لئے قبروں کے علاوہ جگہوں پر پکا راستہ بنایا جاسکتا ہے؛ لیکن اہل محلّہ کے گذرنے کے لئے قبرستان کی زمین پر عام راستہ بنانا درست نہ ہوگا؛ کیوں کہ یہ واقف کی منشاء کے خلاف ہے۔

والوطء لحاجة كدفن الميت لا يكره، وفي السراج: فإن لم يكن له طريق إلا على القبر جاز له المشيء عليه للضرورة. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة / فصل في زيارة القبور ص: ٦٢٠ المكتبة الأشرفية ديوبند)

وفي خزانة الفتاوى: عن أبي حنيفة لا يوطأ القبر إلا لضرورة. (رد المحتار، كتاب الصلاة / باب صلاة الجنازة ١٥٤/٣ زكريا)

مراعاة غرض الواقفين واجبةٌ. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبةٌ والعرف يصلح مخصصًا ٦٦٥/٦ زكريا، ٤٤٥/٤ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶؍۳؍۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

قبرستان میں قربانی کے جانور باندھنا

سوال (۱۳۵۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس قبرستان میں ظاہر و پوشیدہ قبریں موجود ہوں، اُس آراضی قبرستان میں قربانی کا جانور کٹڑا اور بھینس وغیرہ باندھنا جس کے پیشاب گوبر سے گندگی ہوتی ہے اور اُس جانور کا قربانی کا گوشت پکا کر کھانا شرعی اعتبار سے جائز ہے یا ناجائز؟ جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- قبرستان میں قربانی کے جانور باندھنا اور وہاں

کھانا پکانا وغیرہ جیسے اُمور جائز نہیں ہیں، اُن سے قبرستان کی بے حرمتی لازم آتی ہے؛ اِس لئے ہر مسلمان کو اِس سے احتراز کرنا چاہئے۔

مستفاد: فلو كان فيها حشيش يحش ويرسل إلى الدواب ولا ترسل الدواب فيها، كذا في البحر الرائق الخ. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الثاني عشر في الرباطات والمقابر الخ ٤٧١/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۶/۱۴۴۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

موقوفہ قدیم قبرستان میں بازار لگانا یا شادی ہال بنانا

سوال (۱۳۶۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک پرانا قبرستان ہے جس کے کاغذات میں ایک اہم کاغذ کم ہے، فی الحال اس قبرستان کے تقریباً ۴۰ / فیصد حصے میں تدفین ہوتی ہے باقی تقریباً ساٹھ فیصد حصہ ایسا ہے جس کے اکثر حصے پر ہفتہ واری بازار کی دوکانیں اور غیر مسلموں کے سالانہ میلے کی دوکانیں وغیرہ لگتی ہیں اور باقی حصہ یوں ہی خالی پڑا ہے، جو عام راستے وغیرہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور باقی کچھ حصے پر لوگ قضائے حاجت کے لئے بھی بیٹھتے ہیں، ان حصوں پر ۱۵/۲۰/ سال یا اس سے بھی پہلے کی قبریں ہیں اب ان قبروں کا نام ونشان باقی نہیں رہا۔

گاؤں کے اس حصے میں کوئی شادی ہال نہیں ہے، جس کے سبب لوگوں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، گاؤں کی موجودہ گرام پنچایت کے عہدیداران کا کہنا ہے کہ اس علاقے کے مسلمان شادی ہال کے لئے جگہ بتائیں ہم گرام پنچایت یا حکومت کے فنڈ سے شادی ہال بنوادیتے ہیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ اس علاقے میں شادی ہال کے لئے کوئی مناسب جگہ نہ ہونے کی وجہ سے اگر مذکورہ قبرستان کے اُس حصے پر جو عام راستے یا قضائے حاجت کے لئے استعمال ہوتا ہے، شادی ہال بنوانا چاہیں تو شرعاً اس کی اجازت ہے یا نہیں؟ ازراہِ کرم شریعت کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- سوال میں جس قبرستان کا ذکر کیا گیا ہے، وہ اگر موقوفہ ہے تو اس میں بازار لگانا یا قضائے حاجت کر کے خراب کرنا یا عام راستہ نکالنا یا شادی ہال بنوانا کچھ بھی جائز نہیں ہے، اس پورے رقبہ کو گھیر کر قبرستان کے لئے خاص کرنا لازم ہے؛ تاکہ واقفین کی غرض پوری کی جاسکے؛ لیکن اگر مذکورہ قبرستان موقوفہ نہیں ہے بلکہ مملوکہ ہے تو مالکین کی اجازت سے اس میں دیگر تصرفات کی گنجائش ہوگی۔

الموقوفة فيحرم فيها البناء مطلقًا. (كتاب الفقه ٥٣٠/١ بحواله: فتاوىٰ قاسميه ٦٨٥/١٨ المكتبة الأشرفية ديوبند)

ويكره أن يوطأ على القبر يعني بالرجل أو يقعد عليه أو يقضى عليه حاجته. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الصلاة / الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز: القبر والدفن ٧٣/٣ زكريا)

إن مراعاة غرض الواقفين واجبة. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب: مراعاة غرض الواقفين واجبة ٦٦٥/٦ زكريا)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بغير إذنه. (قواعد الفقه ص: ٢٥ رقم: ٢٧٠ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۶/۱/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پرانی قبروں کو مسمار کرنا

سوال (۱۳۶۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو پرانی قبریں ہیں انہیں مسمار کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ یا انہیں دوبارہ درست کر سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ایسی پرانی قبریں جن میں دفن شدہ میتیں مٹی میں تبدیل ہوگئی ہوں، اُنہیں برابر بھی کیا جاسکتا ہے اور اگر درست کرکے برقرار رکھیں تو اِس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

إذا خربت القبور فلا بأس بتطيينها. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الصلاة / الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز، نوع آخر في القبر والدفن ۷۲/۳ رقم: ۳۷۳۷ زكريا)

إذا بلي الميت وصار ترابًا يجوز زرعه والبناء عليه الخ. (رد المحتار، كتاب الصلاة / باب صلاة الجنازة ۱۵۵/۳ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۰/۶/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پرانی قبر کھول کر نئی میت دفن کرنا

سوال (۱۳۶۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: پرانی قبر جو پندرہ سال یا اٹھارہ سال کی ہو یا اُس سے کم جیسے دو سال، چھ سال پرانی قبر کو کھول کر اُس میں اپنا نیا مردہ دفن کرسکتے ہیں یا نہیں؟ شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جو قبر اتنی پرانی ہوجائے کہ اُس میں مدفون میت کے اجزاء مٹی میں تبدیل ہوجائیں تو اُس میں دوسرے مردے کو دفن کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور زمانے کے اعتبار سے یہ مقدار ہر علاقے کے اعتبار سے الگ الگ ہوسکتی ہے، مثلاً گرم علاقے اور شوریدہ مٹی میں میت تھوڑے زمانے میں مٹی بن جاتی ہے جب کہ ٹھنڈے علاقوں میں اُس میں تاخیر ہوتی ہے، اِس لئے تجربے اور مشاہدے کو سامنے رکھ کر جب میت کے مٹی بن جانے کا گمان غالب ہو تو اُس کی جگہ پر دوسری میت کو دفن کرنا درست ہوگا۔

ولو بلي الميت وصار ترابًا جاز دفن غيره في قبره. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ص: ٦١٢، الفتاویٰ الهندية ١٦٧/١)

ولا يحفر قبر لدفن آخر ما لم يبل الأول. (حلبی کبیر ص: ٦٠٧، رد المحتار، كتاب الصلاة / مطلب في دفن الميت ١٣٨/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۴/۱۴۳۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پرانی قبر کو برابر کر کے مسجد کی توسیع کرنا

سوال (۱۳۶۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری مسجد میں توسیعی کام شروع ہو رہا ہے، مسجد کے ایک اسٹور روم میں تقریباً ۲۵ سال سے کسی صاحب کی قبر ہے اور یہ مشہور ہے کہ وہ کوئی صاحب کرامات بزرگ تھے۔ تو سوال یہ ہے کہ اس قبر کو برابر کر کے مسجد کی توسیع میں شامل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفيق:- مسجد کے کمرے میں بنی ہوئی پرانی قبر کو برابر کر کے مسجد کی تعمیر وتوسیع کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے اور بہرحال کوئی بھی قبر مسجد یا مدرسہ کی زمین میں نہیں بنانی چاہئے؛ کیوں کہ یہ واقف کی منشا اور غرض کے خلاف ہے اور اِس میں دیگر مفاسد کا بھی اندیشہ ہے۔

ولو بلی الميت وصار ترابًا جاز دفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه. (البحر الرائق، كتاب الجنائز / الصلاة على الميت في المسجد ٣٤٢/٢ دار الكتاب، تبيين الحقائق، كتاب الصلاة / باب الجنائز ٥٨٩/١ دار الكتب العلمية بيروت)

كما جاز زرعه والبناء عليه إذا بلي وصار ترابًا. (الدر المختار، كتاب الصلاة / مطلب في دفن الميت ١٤٥/٣ زكريا)

ألا تـرى أن مـوضع مسجد رسـول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان مقبرةً لـلـمشركين فنبش واتخذ مسجدًا. (الـفتـاوىٰ التـاتارخانية، كتاب الوقف / الفصل الثاني والعشرون في الرباطات والمقابر ۱۸۸/۸ زكريا)

وأمـا الـمـقبـرة الداثرة إذا بنى فيها مسجدًا ليصلى به، فلم أر فيه بأسًا؛ لأن المقابر وقف لا يجوز لأحد أن يملكها، فإذا درست واستغنى عن الدفن فيها جـاز صـرفهـا إلى المسجد؛ لأن المسجد أيضًا وقفٌ. (عـمـدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الصلاة / باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مسجدًا الخ ١٧٩/٤ دمشق)

استـغـنـى عـن مسـجد لا يجوز اتخاذه مقبرةً. (البـحـر الـرائق / كتاب الوقف ٤٢٧/٥ دار الكتاب ديوبند)

شـرط الـواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به. (الـدر الـمـختـار، كتـاب الـوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع، ومطلب: بيان مـفهوم المخالفة ٦٤٩/٦ زكريا، ٤٣٣/٤-٤٣٤ كراچی، وكذا في الأشباه والنظائر، كتاب الوقف / الفن الثاني، الفوائد: ٣٠٥/١ إدارة القرآن كراچی)

مراعاة غرض الواقفين واجبةٌ. (رد الـمحتار، كتاب الوقف / مطلب: مراعاة غرض الواقفين واجبة والعرف يصلح شخصًا ٦٦٥/٦ زكريا، ٤٤٥/٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۲/۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

قبر کو پختہ بنانا اور اُس پر عمارت بنانا

سوال (۱۳۶۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے مملوکہ کھیت پر ایک قبر ہے جو بھورے شاہ کے نام سے جانی جاتی ہے، اُس

پر ایک حجرہ بنا ہوا تھا، اَب وہ پیڑ گرنے سے اور پرانا ہونے کی وجہ سے ٹوٹ گیا ہے، اَب ہم اُس قبر پر دوبارہ حجرہ اور چاروں طرف دیواریں اور چھت وغیرہ بنانا چاہتے ہیں، اُس کو مزار کی شکل میں تیار کررہے ہیں، کیا شریعت میں یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اُس کو کس طرح بنا سکتے ہیں؟ تحریر فرمائیں اگر جائز نہیں ہے تو اُس کو واضح طور پر تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- قبر کو پختہ بنانا یا اُس پر عمارت بنانا شریعت میں جائز نہیں ہے؛ اِس لئے آپ کے مملوکہ کھیت میں پرانی قبر پر بنا ہوا جو حجرہ گر گیا ہے اُسے دوبارہ تعمیر نہ کرائیں؛ بلکہ سب دیواروں کو برابر کرکے صرف کچی قبر رہنے دیں، یا اگر ضرورت ہو تو قبر کا نشان ہی مٹادیں اور اُس جگہ کو کھیتی کے استعمال میں لے آئیں۔

عن جابر رضي اللّٰه عنه قال: نهی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم أن یجصص القبر وأن یعقد علیه وإن بنی علیه. (صحیح مسلم، کتاب الجنائز / النهي عن تجصیص القبر والبناء علیه ۱/۳۱۳ رقم: ۹۷۰)

ولا یجصص للنهي ولا یطین ولا یرفع علیه بناء. (الدر المختار ۳/۱٤٤)

إذا بلي المیت وصار ترابًا یجوز زرعه والبناء علیه الخ. (رد المحتار، کتاب الصلاة / باب صلاة الجنازة ۳/۱۵۵ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۷/۷/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

موقوفہ قبرستان میں خاص جگہ قبر بنانے پر اصرار کرنا

سوال (۱۳۶۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں ایک عام قبرستان ہے، جس میں شہر کی اَموات کی تدفین ہوتی ہے؛ لیکن بعض لوگ اپنی میت کو خاص جگہ پر دفنانے پر اصرار کرتے ہیں، اِس لئے انتظامیہ کمیٹی یہ

اِرادہ کررہی ہے کہ جو شخص خاص جگہ پر دفن کا اِصرار کرے اُس سے ایک معقول رقم بطور فیس لی جائے۔ تو سوال یہ ہے کہ انتظامیہ کمیٹی کا معاوضہ لینا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- موقوفہ قبرستان میں کسی خاص جگہ قبر بنانے پر اِصرار کرنا درست نہیں ہے اور نہ ہی اُس کے عوض میں انتظامیہ کمیٹی کو الگ سے کوئی رقم لینے کی اِجازت ہے؛ بلکہ تدفین کی ترتیب یا موقع محل کے اعتبار سے جو جگہ بروقت دستیاب ہو وہیں میت کو دفن کر دینا چاہئے۔

الوقف على ثلاثة أوجه: إما للفقراء أو للأغنياء، ثم الفقراء أو يستوي فيه الفريقان كرباط وخان ومقابر وسقايات وقناطر ونحو ذلک ...... لاحتياج الكل لذلک. (الدر المختار / كتاب الوقف ٦٠٣/٦ زكريا)

ثم لا فرق في الانتفاع في مثل هذه الأشياء بين الغني والفقير حتى جاز للكل النزول في الخان والرباط والشرب من السقاية والدفن في المقبرة. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الثاني عشر في الرباطات والمقابر والخانات الخ ٤٦٦/٢ زكريا، ٤١٥/٢ مكتبة الاتحاد ديوبند)

لأن الواجب إبقاء الوقف على ما كان عليه دون زيادة؛ ولأنه لا موجب لتجويزه. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب: لا يستبدل العامر إلا في أربع ٥٨٩/٦ زكريا، ٣٨٨/٤ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۲/۲۶ھ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

شیعہ کے مملوکہ قبرستان کی زمین کا حکم

سوال (۱۳۶۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: ایک قطعۂ اراضی ہے جوکہ شیعہ حضرات کی تھی اوراس میں وہ لوگ اپنے مردے دفن کرتے تھے، بعد میں کسی وجہ سے اُنہوں نے اُس میں تدفین بند کردی، تحصیل کے سرکاری کاغذات میں اُس زمین کے متعلق جن لوگوں کے نام درج چلے آرہے تھے اُن کے ورثہ نے اُس زمین کی پلاٹنگ کرکے فروخت کردی، ایک ٹکڑا ''الف'' نے خریدا، پھر ''الف'' سے ''ب'' نے خریدا، ''ب'' کو یہ ساری معلومات خریداری کے ڈیڑھ سال کے بعد ہوئی۔ دریافت طلب اَمر یہ ہے کہ کیا ''ب'' اُس خریدی ہوئی زمین کو اپنے استعمال میں لاسکتا ہے یا اُسے فروخت کرسکتا ہے؟ ''ب'' نے اُس زمین کی خریداری میں ایک بڑی رقم اَدا کی ہے، جسے بائع یعنی ''الف'' کو زمین لوٹا کرواپس لینا بہت مشکل ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ جس قطعۂ اراضی میں شیعہ حضرات اپنے مردوں کی تدفین کرتے تھے، یہ جگہ موقوفہ نہیں بلکہ مملوکہ تھی۔ بریں بنا جب بعد میں وارثین نے وہاں تدفین بند کرکے اُس کوفروخت کردیا تو خریدنے والوں کے لئے اُس کواپنے استعمال میں لانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

وإذا بلي الميت وصار ترابا في قبره جاز نبش القبر وزرعه والبناء عليه وغير ذلک باتفاق إلا عند المالكية الخ. (الفقه على المذاهب الأربعة، كتاب الصلاة / دفن أكثر من واحد في قبر واحد ۴۸۹/۱ دار الكتب العلمية بيروت)

والمقبرة إذا عفت و دثرت تعود ملكا لأربابها فإذا عادت ملكًا يجوز أن يبني موضع المسجد دارًا وموضع المقبرة مسجدًا وغير ذلک. (عمدة القاري، كتاب الصلاة / باب الصلاة في مرابض الغنم ۴۳۵/۳ زكريا، ۱۷۹/۴ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۹/۴/۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قبرستان یا مدرسہ کی آمدنی سے مدرسہ کی جگہ پر بارات گھر بنانا

سوال (۱۳۶۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قبرستان کے درختوں کے روپئے جمع ہیں، باؤنڈری کی ضرورت نہیں؛ کیوں کہ دونوں طرف مسلم بستی ہے اور دو طرف مسلمانوں کے کھیت ہیں، پیسے گاؤں والوں کے پاس رکھے ہیں، ہمارے گاؤں بہت غریب ہے، گاؤں والوں کے پاس دس آدمیوں کی بارات روکنے کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے، ہمارے گاؤں میں اسلامی مدرسہ چل رہا ہے، اس میں مقامی سو طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں، اسی مدرسہ کا کھیت ہے، گاؤں والوں نے باہمی مشورے سے یہ طے کیا ہے کہ مدرسہ کے کھیت میں اور قبرستان کے جمع شدہ رقم سے بارات گھر بنالیں؛ تاکہ غریب بستی والوں کے کام آسکے، مدرسہ کے پاس کافی زمین ہے؟ کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- قبرستان یا مدرسہ کے کھیت کی آمدنی سے مدرسہ کے کھیت میں گاؤں والوں کے لئے بارات گھر بنانا جائز نہیں ہے؛ بلکہ مدرسہ کی آمدنی مدرسہ میں اور قبرستان کی آمدنی قبرستان ہی کی ضروریات میں خرچ کرنی لازم ہے اور بارات گھر کی اگر ضرورت ہو تو اُس کے لئے الگ سے فنڈ جمع کیا جائے۔ نیز بہتر یہ ہے کہ قبرستان کے درختوں کی جمع شدہ رقم سے قبرستان کی باؤنڈری بنادی جائے؛ تاکہ قبرستان کی پوری طرح حفاظت ہو اور اُس کے کسی حصہ پر آئندہ قبضہ نہ کیا جاسکے؛ اِس لئے کہ یہ دیکھا گیا ہے کہ جس قبرستان کی باؤنڈری نہیں ہوتی تو رفتہ رفتہ لوگ اُس پر قابض ہوجاتے ہیں۔

لا یجوز لأهل القریة الانتفاع بالمقبرة الدائرة فلو کان فیها حشیش یحش. (البحر الرائق، کتاب الوقف / فصل في أحکام المسجد ۴۲۶/۵ زکریا، ۲۵۴/۵ کوئٹہ)

فيقدم أولًا العمارة الضرورية ثم الأهم فالأهم من المصالح الخ. (رد المحتار ٥٦١/٦ زكريا، ٣٦٨/٤ كراچی)

مراعاة غرض الواقفين واجبةٌ. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب: مراعاة غرض الواقفين واجبة والعرف يصلح شخصًا ٦٦٥/٦ زكريا، ٤٤٥/٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۵/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خاندانی قبرستان میں غیر خاندان کی تدفین کا حکم

سوال (۱۳۶۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) راجا کے دادا نے اپنی آراضی کو قبرستان درج کرا کر اپنے خاندان کی تدفین کے لئے متعین کی تھی، جس میں اُن کی اجازت کے بغیر کسی اور خاندان کو تدفین کرنے کا حق نہیں تھا۔ اُن کے گذرنے کے بعد بھی ہماری اجازت کے بغیر کسی کی بھی تدفین نہیں ہوتی تھی؛ لیکن آج کچھ لوگ خاندان کے علاوہ بغیر اِجازت کے تدفین کرنے لگے، جب کہ آراضی سرکاری کاغذوں میں راجا کے دادا کے نام درج ہے۔ راجا چاہتا ہے کہ اُس کی اجازت کے بغیر کوئی تدفین نہ ہو اور راجا یہ بھی چاہتا ہے کہ قبروں کی بقا کے لئے اس کی باؤنڈری کرادی جائے۔

(۲) اگر کوئی شخص اپنی کسی آراضی کو اپنے خاندان کی تدفین کے لئے متعین کرے تو کیا وہ آراضی اس کے اپنے خاندان کے لئے ہی ہوگی یا عام مسلمانوں کو بھی اُس میں تدفین کا حق ہوگا؟ اور اگر قبروں کے علاوہ بقیہ اپنی آراضی میں تعمیرات دوکانیں وغیرہ کرنا چاہے تو اس کے لئے کیا حکم ہے۔ مہربانی کر کے ایسی واضح تحریر میں جواب عنایت فرمائیں کہ عام لوگ بھی اس کو پڑھ کر سمجھ لیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- بظاہر یہ جگہ راجا کے دادا نے خاندانی قبرستان کے لئے وقف کی تھی اِس لئے وقف کی شرط کے مطابق غیر خاندان میت کو بلا اِجازت اس میں

تدفین کا حق نہ ہوگا۔ اور خاندان والے قبرستان کی حفاظت کے لئے چہار دیواری کرا سکتے ہیں؛ لیکن اُس جگہ میں دوکانیں وغیرہ تعمیر کرنا درست نہ ہوگا۔

وما خالف شرط الواقف فهو مخالف للنص وهو حكم لا دليل عليه الخ. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب: ما خالف شرط الواقف فهو مخالف الخ ٧٣٥/٦ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۱/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

قبرستان کا ایک حصہ مسجد میں شامل کیا اور ایک حصہ پر پلر لگا کر مسجد کا لنٹر ڈالا

سوال (۱۳۶۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد حنیف، سنکیشور بازار سعید آباد حیدر آباد قطب شاہی طرز کی قدیم وقف والے قبرستان سے متصل ایک چھوٹی سی مسجد تھی، آبادی بڑھتے ہوئے مصلیان کی کثرت سے مسجد تنگ ہوگئی اور مسجد کے مشرقی اور جنوبی جانب عمومی سڑک ہونے کی وجہ سے اس جانب توسیع ناممکن تھی، مسجد کے مغربی اور شمالی جانب قبرستان کی زمین تھی، مغربی جانب انتہائی قدیم وبوسیدہ جو زمین کے برابر بھی ہوگئی، ۲؍قبریں تھی، مسجد انتظامیہ نے ان کو بالکل ختم کر دیا اور شمالی جانب بھی ۴؍قدیم قبریں تھیں جو نظر آرہی تھیں، مسجد انتظامیہ نے ان کو نہیں چھیڑا؛ بلکہ ان کے آس پاس ایسی جگہ جہاں قبریں بالکل نہ تھیں پلر نصب کر کے فرسٹ فلور سے مغربی اور شمالی جانب کی زمین کو مسجد میں لے لیا اور یہ بہت بہتر ہوا، ورنہ لب سڑک ہونے کی وجہ سے ناجائز قبضہ کے بھی امکانات تھے اور یہ ہوئے تقریباً ۲۵؍سال ہو گئے اور باضابطہ نمازیں بھی ہو رہی ہیں اور اب مزید توسیع کرتے ہوئے سیکنڈ فلور بھی بنا لیا گیا اور نیچے والے حصہ میں وضو خانہ ہے اور شمالی

جانب نیچے ۴ر قبریں ویسے ہی باقی ہیں؛ بلکہ ابھی ماضی قریب میں اُسی حصہ میں بعض ساتھی انتظامیہ کی مخالفت وممانعت کے باوجود باصرار اور ۲ر قبریں بنادیئے، اب شمالی جانب نیچے کے حصے میں جونئ قبریں زبردستی بنائی گئی ہیں، اس کے بعد سے مسجد میں کچھ انتشار کی سی کیفیت پیدا ہوگئی ہے، بعضوں کا کہنا ہے کہ اس حصے میں نماز نہیں ہوگی؛ کیوں کہ نیچے قبریں ہیں۔

اَب سوال یہ ہے کہ (۱) فرسٹ فلور کے شمالی ومغربی حصے کو جو داخل مسجد کرلیا گیا، مسجد شرعی میں داخل مانا جائے گا یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کو داخل مسجد کرنے کا طریقہ کیا ہے؛ جب کہ فی الحال مسجد اور اور قبرستان دونوں انتظامیہ کے ہی ماتحتی میں ہیں۔

(۲) نیز اس حصہ میں نماز پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

(۳) اور کیا نیچے اس جگہ انتظامیہ کی مخالفت کرکے جبراً قبریں بنانا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ اس کے علاوہ قبرستان کی کافی جگہ موجود ہے؟

واضح رہے کہ انتظامیہ کمیٹی ہی مسجد اور قبرستان دونوں کی ذمہ داری ہے اور قبرستان انتہائی قدیم ہونے کی وجہ سے اصل واقف کا علم نہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحت سوال قدیم قبرستان کے مغربی حصے کو ضرورت کی بنا پر مسجد میں شامل کرنا درست ہوا اور اس حصہ میں نماز اَدا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جس مغربی اور شمالی حصہ میں ستون بنا کر اوپر مسجد کے لئے لنٹر ڈال دیا گیا ہے اُس کا نچلا حصہ قبرستان سمجھا جائے گا اور اُس کا اوپر کا حصہ مسجد شرعی میں داخل ہوگیا؛ کیوں کہ دونوں کا وقف ایک ہی ہے اور نچلے حصہ میں انتظامیہ کی اِجازت کے بغیر قبریں بنانا درست نہیں؛ لیکن جو قبریں بنائی جاچکی ہیں اُن کو اکھاڑا نہ جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ قاسمیہ ۱۸/۱۳۱)

المستفاد: لو أن مقبرۃ من مقابر المسلمین عفت فبنیٰ قومٌ علیها مسجدًا لم أر بذٰلک بأسًا، وذٰلک لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمین لدفن

موتاهم لا يجوز لأحد أن يملكها؛ فإذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها إلى المسجد؛ لأن المسجد أيضًا وقف من أوقاف المسلمين لا يجوز تملكه لأحدٍ، فمعناهما علىٰ هٰذا واحدٌ. (عمدة القاري، كتاب الصلاة / باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية الخ، مبحث: بيان حكم نبش قبور المشركين الخ ۱۷۹/۲ دار الفكر بيروت)

ولا ينبش ليوجه إليها. (الدر المختار، كتاب الصلاة / باب صلاة الجنازة، مطلب في دفن الميت ۱۴۰/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۵/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

❒❖❒

کتابُ الاضحیۃ

قربانی کا وجوب

وجوبِ قربانی میں چاندی کے نصاب کا اعتبار ہے یا سونے کا؟

سوال (۱۳۷۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی کے پاس سونے، چاندی، نقدی، سامانِ تجارت، گھر کا زائد از حوائج اصلیہ سامان ہے، اور سب کی قیمت چاندی کے نصاب کی قیمت کو پہنچتی ہے، مگر سونے کے نصاب کو نہیں پہنچتی، تو کیا قربانی کے وجوب میں سونے کے نصاب کا اعتبار ہوسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگر کل مالیت چاندی کے نصاب کو پہنچ رہی ہے، تو حسبِ ضابطہ قربانی واجب ہوگی، اَموالِ تجارت وغیرہ میں عام فتویٰ چاندی کے نصاب پر ہے۔

أو في عرض تجارة قيمته نصاب ...... الخ، من ذهب أو ورق ...... الخ، مقوما لأحدهما إن استويا، فلو أحدهما أروج تعينت التقويم به، ولو بلغ بأحدهما نصابا دون الآخر تعين ما يبلغ به ...... الخ. (الدر المختار، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ۳/۲۲۸-۲۲۹ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۲/۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

تنگ دست آدمی کا قربانی کیلئے ضم بالاجزاء کے قول پر عمل کرنا

سوال (۱۳۷۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی کے پاس نہ تو سونے کا مکمل نصاب ہے اور نہ چاندی کا، تو کیا وہ موجودہ صورتِ حال میں ضم بالاجزاء کا اعتبار کرتے ہوئے صاحبین کے قول پر عمل کرسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اصل حکم تو یہی ہے کہ مسئولہ صورت میں قیمت کے اعتبار سے ضم کرکے چاندی کے نصاب کا اعتبار کیا جائے؛ لیکن جو شخص مالی تنگی میں مبتلا ہو اور قربانی کرنا اُس کے لئے مشکل ہو تو وہ صاحبین کے قول پر عمل کرتے ہوئے قربانی کے معاملے میں ضم بالاجزاء کو ملحوظ رکھ سکتا ہے۔ (مستفاد: تجاویز فقہی اجتماع ادارۃ المباحث الفقہیۃ جمعیۃ علماء ہند بمقام: مدراس ۱۴۳۸ھ)

ویضم الذهب إلى الفضة وعكسه بجامع الثمنية قيمةً، وقالا: بالأجزاء ...... (الدر المختار) فإن كان من هذا ثلاثة أربا ع نصاب ومن الآخر ربع ضم الخ. (رد المحتار، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ۲۳۴/۳-۲۳۵ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۲/۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صاحبِ نصاب کے پاس نقد رقم نہ ہو تو قربانی کیسے کرے؟

سوال (۱۳۷۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید صاحبِ نصاب ہے، اُس پر قربانی واجب ہے؛ لیکن حالات کے پیش نظر اُس کے پاس نقد رقم نہیں ہے، صرف زیور ہے، کیا وہ زیور بیچ کر قربانی کرے گا یا اِس کی کوئی اور صورت ہے؟ صحیح طور پر رہنمائی فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مذکورہ صاحبِ نصاب شخص پر ایامِ قربانی میں

اُضحیہ لازم ہے، اگر نقد رقم نہیں ہے تو اُسے اختیار ہے خواہ زیور فروخت کرے یا قرضِ حسنہ لے کر قربانی کرے۔

وإنما تجب على مسلم مقيم مؤسر. (مجمع الأنهر / كتاب الأضحية ٥١٦/٢ دار إحياء التراث العربي بيروت)

وأما شرائط الوجوب: منها اليسار ...... وأما حكمها: فالخروج عن عهدة الواجب في الدنيا والوصول إلى الثواب بفضل الله تعالىٰ في العقبى. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الأضحية / الباب الأول في تفسيرها الخ ٢٩٢/٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۱۱/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

صاحبِ نصاب شخص کا جانور گم ہوگیا اور دوسرا جانور خریدنے کے لئے پیسے نہیں

سوال (۱۳۷۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب نصاب شخص نے جانور خریدا مگر وہ گم ہوگیا، اَب اُس کے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں کہ وہ دوسرا جانور خریدے، تو اَب قربانی کی صورت کیا ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اِس صاحبِ نصاب شخص پر دوسرے جانور کی قربانی کرنا یا بڑے جانور میں حصہ لینا واجب ہے، اگر نقد پیسے نہ ہوں تو اپنا کوئی سامان فروخت کردے یا اُدھار لے لے۔

غير أنه إن كان موسرًا تلزمه أخرى بإيجاب الشرع ابتداء لا بالنذر.

(رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٧١/٩ زكريا)

اذا اشتری شاةً للأضحية وهو موسر ثم أنها ماتت أو سرقت أو ضلت في أيام النهر أنه يجب عليه أن يضحي بشاة أخرى؛ لأن الوجوب في جملة الوقت والمشتري لم يتعين للوجوب والوقت باق وهو من أهل الوجوب فيجب. (بدائع الصنائع ۲۸۹/٦ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۱/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گذشتہ آٹھ سال کی واجب قربانی کس طرح کرے؟

سوال (۱۳۷۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آٹھ سالوں کی واجب قربانی باقی ہے تو آٹھ بکروں کے بدلے میں ایک بھینس کی قیمت صدقہ کردی تو کیا واجب ادا ہوجائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- صورت مسئولہ میں ایک بھینس کی قیمت کو صدقہ کرنا کافی نہ ہوگا؛ بلکہ ہر سال کی قضا کے لئے ایک متوسط بکری کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔

ولو كان موسرًا في جميع الوقت ثم صار فقيرًا صار قيمة شاة صالحة دينًا في ذمته يتصدق بها. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الأضحية / الباب الأول في تفسيرها ۲۹۳/٥ زكريا قديم)

ولو تركت التضحية ومضت أيامها تصدق بهاحية ناذر لمعينة ...... وفقير شراها لها ...... وتصدق بقيمتها غني شراها أولا ...... فالمراد بالقيمة قيمة شاة تجزى فيها وفي الشامية – تحت قوله –: فالمراد بالقيمة الخ قال القهستاني: أو قيمة شاة وسط. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٦٣/٩-٤٦٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۸/۱۱/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدرسہ والے مؤکل کی طرف سے قربانی نہ کرسکے تو اُس کی رقم کا کیا کیا جائے؟

سوال (۱۳۷۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب نے مدرسہ میں قربانی کرنے کے لئے کہا تھا؛ لیکن نام نہ معلوم ہونے یا حصہ خالی نہ بچنے کی وجہ سے اہل مدرسہ نے قربانی نہیں کروائی، اُن کی رقم ابھی مدرسہ میں محفوظ ہے، تو کیا قربانی کی رسید دے کر بلا اطلاع اُن کی طرف سے قیمت صدقہ کردیں، یا اطلاع دے کر رقم اُن کو پہنچانا ضروری ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مذکورہ شخص نے اہل مدرسہ کو قربانی کا وکیل بنایا تھا، جب مدرسہ والوں نے قربانی نہیں کی تو پہلی وکالت ختم ہوگئی؛ اِس لئے مالک کو اطلاع کرنا ضروری ہے، پھر اُسے اختیار ہے: خواہ وہ اس رقم کو اس مدرسہ میں بطور صدقہ دے دے، یا رقم واپس منگوا کر کسی اور جگہ صدقہ کردے، اُس کی اجازت کے بغیر یہ رقم مدرسہ میں جمع نہ کی جائے۔

المستفاد: والحاصل أن الوكيل وكالة عامة يملك كل شيء إلا الطلاق والعتاق والوقف والهبة والصدقة على المفتى به الخ. (رد المحتار / کتاب الوكالة ۲٤۱/۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غریب آدمی اَیامِ قربانی میں سرکاری تعاون سے مال دار ہوگیا

سوال (۱۳۷۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی شخص کے پاس اتنا روپیہ نہیں ہے کہ وہ صاحبِ نصاب ہو کہ جس پر قربانی کرنا

واجب ہو؛ لیکن سرکار کی طرف سے اُسے گھر بنانے کے لئے اتنا روپیہ ملا ہے کہ اَب وہ صاحبِ نصاب ہو چکا ہے، تو اُس پر قربانی کرنا واجب ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - اگر قربانی کے اَیام میں بقدر نصاب رقم مذکورہ شخص کی ملکیت میں موجود ہے، جس میں اُسے تصرف کا پورا اختیار حاصل ہے، تو اُس پر حسبِ ضابطہ قربانی واجب ہوگی۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۲۹۱، فتاویٰ دار العلوم زکریا ۳/۱۲۱ افریقہ)

في معراج الدراية في فصل زكاة العروض أن الزكاة تجب في النقد كيف ما أمسكه للنماء أو للنفقة، وكذا في البدائع في بحث النماء التقديري. (البحر الرائق / كتاب الزكاة ٢/٣٠٦ زكريا، رد المحتار / كتاب الزكاة ٣/١٧٨-١٧٩ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۲/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر قربانی کرنے کی وجہ سے آئندہ خرچ کو پیسے نہ بچے تو کیا کرے؟

سوال (۱۳۷۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید طویل لاک ڈاؤن کی وجہ سے بے روزگار ہو گیا ہے، اُس کے پاس جو جمع پونجی تھی اُس سے گذر بسر کر رہا ہے، مگر وہ پونجی آہستہ آہستہ ختم ہو رہی ہے، پھر بھی فی الحال اُس کے پاس وجوبِ قربانی کے بقدر رقم ہے، مگر قربانی کے بعد اُسے مہینہ پندرہ دن کے بعد گذارے کے لئے دست سوال دراز کرنا پڑ سکتا ہے اور اِس کا قوی امکان ہے؛ کیوں کہ وہ مکمل بے روزگار ہو چکا ہے اور روزگار کا فی الحال کوئی امکان نظر نہیں آتا، ایسے میں اس پر قربانی واجب ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - قربانی کے وجوب کا سبب ایام قربانی میں حاجتِ اصلیہ کے علاوہ بقدر نصاب مال کا مالک ہونا ہے اور راجح قول کے مطابق سونے چاندی اور

روپیہ پیسہ میں آئندہ خرچ کے لئے رکھے ہوئے پیسے حاجتِ اَصلیہ میں شامل نہیں ہوتے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں جب کہ حسبِ تحریر سوال مذکورہ شخص کے پاس نقد رقم بقدر نصاب موجود ہے اور اُس پر کوئی قرض بھی نہیں ہے، تو اُس کے ذمہ حسبِ ضابطہ قربانی واجب ہوگی۔

فقد صرح بأن من معه دراهم و أمسكها بنية صرفها إلى حاجته الأصلية، لا تجب الزكاة إذا حال الحول، وهي عنده ويخالفه ما في معراج الدراية في فصل زكاة العروض أن الزكاة تجب في النقد كيف ما أمسكه للنماء أو للنفقة، وكذا في البدائع في بحث النماء التقديري. (البحر الرائق، كتاب الزكاة / باب شروط وجوب الزكاة ۳٦۱/۲ زكريا، رد المحتار / كتاب الزكاة ۱۷۸/۳-۱۷۹ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۲/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غریب شخص ایام قربانی میں قربانی کرے یا عقیقہ؟

سوال (۱۳۷۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک غریب آدمی جس پر قربانی واجب نہیں ہے اُس کی ایک لڑکی ہے جس کی عمر پانچ سال ہے وہ اَیامِ قربانی میں دوسرے شرکاء کے ساتھ مل کر بڑے جانور میں اپنی لڑکی کے عقیقہ کے لئے حصہ لینا چاہتا ہے جب کہ وہ قربانی کے لئے حصہ نہیں لیتا ہے۔ اَب دریافت طلب اَمر یہ ہے کہ اَیامِ قربانی میں غریب آدمی کے لئے عقیقہ کرنا افضل ہے یا قربانی؟ جب کہ صورت مسئولہ میں ہمارے علاقہ کے بعض علماء کا کہنا ہے کہ قربانی کے ایام میں قربانی کرنا افضل ہے؛ لہٰذا جو ایک حصہ میں شریک ہو قربانی کی نیت کرلے اور عقیقہ کی نیت نہ کرے، ان حضرات کی بات کہاں تک درست ہے؟ مع حوالہ تحریر کریں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مذکورہ غریب شخص کے لئے نہ تو قربانی واجب

ہے اور نہ ہی عقیقہ، اور عقیقہ بھی قربانی کی ایک شکل ہے؛ لہٰذا اُس کو اختیار ہے؛ خواہ نفلی قربانی کرے یا بچی کا عقیقہ کرے؛ تاہم چوں کہ قربانی ایک مستقل عبادت ہے، اِس لئے اس میں عقیقہ سے زیادہ ثواب کی اُمید ہے۔

عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ما عمل آدمي من عمل يوم النحر أحب إلى الله من إهراق الدم إنه ليأتي يوم القيامة بقرونها وأشعارها وأظلافها وأن الدم ليقع من الله بمكان قبل أن يقع من الأرض فطيبوا بها نفسًا. (سنن الترمذي، أبواب الأضاحي / باب ما جاء في فضل الأضحية ۱/۲۷۵ رقم: ۱۴۹۳)

عن معمر عن قتادة قال: من لم يعق عنه أجزأته أضحيته. (المصنف لعبد الرزاق، ت: الشيخ حبيب الرحمن الأعظمي / كتاب العقيقة / باب العقيقة ۴/۳۳۱ رقم: ۷۹۶۷ المجلس العلمي الهند، فتح الباري، كتاب الأطعمة / باب إماطة الأذى عن الصبي ۹/۵۹۵ دار المعرفة بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۸/۷/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر صاحبِ نصاب جس کے نام سے چاہے قربانی کرسکتا ہے

سوال (۱۳۷۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نوکری کرتا ہے، اِس صورت میں زید کے اُوپر اپنے نام سے قربانی کرانا ضروری ہے یا اپنے ماں باپ اور دادا، دادی کے نام ضروری ہیں؟ ماں کے علاوہ تینوں لوگ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اور زید صاحب نصاب بھی نہیں ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جو شخص اَیامِ قربانی میں خود صاحبِ نصاب ہو،

اُس پر اَولاً اپنی طرف سے قربانی واجب ہوتی ہے؛ لیکن اگر وہ صاحب نصاب نہ ہو تو اُس پر قربانی واجب نہیں ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں اب اگر وہ شخص قربانی کرنا چاہتا ہے تو اسے اختیار ہے، خواہ اپنی طرف سے کرے یا باحیات والدہ کی طرف سے اُن کے علم واجازت سے کرے، یا مرحومین کو ثواب پہنچانے کی غرض سے کرے، ہر طرح درست ہے۔

الأضحية واجبة علىٰ كل مسلم حر مقيم مؤسر في يوم الأضحىٰ عن نفسه ...... الخ. (الهداية / كتاب الأضحية ٤٤٣/٤ مكتبة بلال ديوبند، رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٥٣/٩ زكريا)

وأما شرائط الوجوب: منها اليسار، وهو ما يتعلق به وجوب صدقة الفطر. (الفتاوىٰ الهندية / كتاب الأضحية ٢٩٢/٥ زكريا، رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٥٣/٩ زكريا)

وإن كانوا كبارًا إن فعل بأمرهم جاز عن الكل في قول أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالىٰ. (الفتاوىٰ الهندية / كتاب الأضحية ٣٠٢/٥ زكريا، رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٥٣/٩ زكريا)

وإن تبرع بها عنه له الأكل؛ لأنه يقع علىٰ ملك الذابح والثواب للميت. (رد المحتار / آخر كتاب الأضحية ٤٨٤/٩ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۲/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

واجب قربانی اَدا کرکے نفلی قربانی کی رقم صدقہ کرنا

سوال (۱۳۸۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جن لوگوں پر قربانی واجب ہے، اگر وہ اِس سال صرف واجب قربانی اَدا کریں اور پچھلے سالوں میں جو نفلی قربانی کرتے تھے، اُن کی رقم ضرورت مندوں کو صدقہ کردیں تو اِس کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- صاحبِ نصاب حضرات پر صرف اپنی طرف سے قربانی واجب ہوتی ہے، نفلی قربانی ان پر لازم نہیں ہے؛ لہٰذا اگر وہ نفلی قربانی نہ کریں تو اُن سے کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا، اَب اگر وہ چاہیں تو دوسروں کو ثواب پہنچانے کی غرض سے قربانی کے بجائے کچھ رقم فقراء اور ضرورت مندوں پر خرچ کر دیں تو انہیں اختیار ہے، مگر یہ عمل قربانی کے درجہ میں نہ ہوگا؛ بلکہ نفلی صدقہ کے درجہ میں ہوگا۔

وإنما تجب على حرٍ مسلمٍ مقيمٍ موسرٍ. (مجمع الأنهر / كتاب الأضحية ١٦٦/٤ دار الكتب العلمية بيروت)

من صام أو صلى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز. (رد المحتار، كتاب الصلاة / باب صلاة الجنائز، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له ١٥٢/٣ زكريا، ٢٤٣/٢ كراچی) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۵/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا واجب قربانی کا ثواب میت کو پہنچا سکتے ہیں؟

سوال (۱۳۸۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اپنی واجب قربانی کا ثواب میت کو پہنچا سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- بعض فقہی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ واجب قربانی کا ثواب میت کو پہنچایا جا سکتا ہے۔ (مستفاد: باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ ۱۹۷)

وللإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره في جميع العبادات فرضًا أو نفلًا. (مجمع الأنهر / باب الحج عن الغير ٣٠٩/١)

وبهـذا عـلـم أنه لا فرق بين أن يكون المجعول له ميتًا أو حيًا، والظاهر أنـه لا فـرق بيـن أن يـنـوي بـه عـند الفعل للغير أو يفعله لنفسه، ثم بعد ذلك يجعل ثوابه لغيره لإطلاق كلامهم، وأنه لا فرق بين الفرض والنفل. (رد المحتار، كتاب الجنائز / مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له ١٥٢/٣ زكريا، ٦٠٥/١ كراچی)

الأصـل أن كـل مـن أتـى بعبادةٍ ما، له جعل ثوابها لغيره (الدر المختار) وفـي البـحـر بـحثًا أن إطلاقهم شامل للفريضة؛ لكن لا يعود الفرض في ذمته؛ لأن عـدم الثـواب لا يستـلـزم عـدم السـقـوط عن ذمته الخ، علىٰ أن الثواب لا يـنعدم كما علمت. (رد الـمـحـتـار، كتـاب الحج / باب الحج عن الغير، مطلب في إهداء ثواب الأعمال للغير ١٠/٤ زكريا، ٢٣٦/٢ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۲/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

واجب قربانی کا گوشت ایصالِ ثواب کے لئے فقراء کو کھلانا

سوال (۱۳۸۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے اپنی واجب قربانی اَدا کی پھر وہ اُس گوشت میں سے اپنے مرحومین کو ایصالِ ثواب کرنے کے لئے فقراء کو کھانا کھلانا چاہتا ہے، تو ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق:- قربانی کا گوشت اِیصالِ ثواب کی نیت سے فقراء کو کھلانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

والأمـر فـي هذا واسع، فلو تصدق بها كلها أو بأكثرها جاز، وإن أكلها كـلهـا إلا أوقية تصدق بها جاز. (إعـلاء السـنـن، كتـاب الأضـاحي / باب التصدق بلحوم الأضاحي وغيرها ٢٦١/١٧ إدارة القرآن كراچی)

فـلـلإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلاة كـان أو صومًا أو حجًا أو صدقةً أو قراء ة للقرآن أو الأذكار أو غير ذلک من أنـواع البـر ويصل ذلک إلى الميت وينفعه. (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة / فصل في زيارة القبور ٦٢١-٦٢٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۲/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وکیل نے مؤکل کو اطلاع دیئے بغیر قربانی کردی

سوال (۱۳۸۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے عمر کو قربانی کرنے کے لئے وکیل بنایا، عمر نے زید کی طرف سے قربانی کا جانور خرید لیا؛ لیکن اتفاقاً وہ جانور مر گیا اس کے بعد عمر نے دوسرا جانور خرید کر زید کو اطلاع کئے بغیر اس کی طرف سے قربانی کردی تو ایسی صورت میں زید کی قربانی اَدا ہوئی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اِس مسئلے کے بارے میں کوئی صریح عبارت نہیں ملی؛ لیکن درج ذیل جزئیہ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ مسئولہ صورت میں اگر مؤکل بعد میں اجازت دیدے تو اُس کی قربانی اَدا سمجھی جائے گی، وہ جزئیہ درج ذیل ہے:

وليس للوكيل أن يضحي ما وكل بشرائه بغير أمر مؤكله ...... فإن ضحىٰ جاز استحسانًا؛ لأنه أعانه على ذلک فوجد الإذن منه دلالة. (بدائع الصنائع، كتاب التضحية / فصل في وقت وجوب الأضحية ٦٧/٥ دار الكتب العلمية بيروت ٢٠١/٤ المكتبة النعيمية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۸/۱۱/۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

حج کی قربانی کا گوشت کھانا کیسا ہے؟

سوال (۱۳۸۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم لوگ سعودیہ میں کام کرتے ہیں، تو کیا جو حاجی لوگ قربانی کرتے ہیں، اُس قربانی کا گوشت مال دار غریب سب لوگ کھا سکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حج تمتع وقران کی واجب قربانی، اِسی طرح حج اِفراد کی نفلی قربانی میں سے اَمیر غریب سب کھا سکتے ہیں؛ لیکن دم جنایت (جو کسی کوتاہی کی وجہ سے حاجی پر واجب ہوتا ہے) صرف فقیر شخص ہی کھا سکتا ہے، اَمیر کے لئے اُس کو کھانے کی اجازت نہیں ہے؛ لہٰذا مذکورہ تفصیل کو سامنے رکھ کر ہی حج کی قربانیوں کو استعمال کرنا چاہئے۔

قال في غنية الناسک في ”فصل في هدي القارن والمتمتع“: ويطعم الأغنياء أو الفقراء الثلث ضيافة الخ ويسقط وجوبه بالذبح ولا يجب التصدق بشيء منه. (غنية الناسك / فصل في هدي القارن والمتمتع ٢٦٦ مكتبة الشيخ سهارنفور)

والعاشر: التصدق بلحم عند الإمكان فلا يجوز له الأكل منه. (غنية الناسك في بغية ا لمناسك، باب الجنايات / فصل في شرائط كفاراتها الثلاث ص: ٤٠٩ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدرسہ والوں کا اپنے مؤکلین کی دوسری جگہ قربانی کرانا

سوال (۱۳۸۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عموماً مدارس میں قربانی کے لئے رقومات بھیجی جاتی ہیں، اب اگر کوئی مدرسہ والا

موجودہ حالات کی وجہ سے اپنے یہاں قربانی نہ کر کے دوسری جگہ قربانی کرائیں تو اِس کی گنجائش ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگر مؤکلین کی طرف سے اہل مدارس کو بطور وکالت قربانی کرانے کی عام اِجازت دے دی جائے، تو وہ اپنے یہاں یا دوسری جگہ جہاں مناسب سمجھیں؛ مؤکل حضرات کی قربانی کرا سکتے ہیں، اِس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

وضابط ذلک أن کل ما جاز للإنسان أن یتصرف بنفسه في شيء جاز له أن یؤکل فیه غیره. (الفقه علی المذاهب الأربعة، کتاب الإجارة / شروط الوکالة ۱۵۹/۳ دار الکتب العلمیة بیروت)

منها: أنه تجري فیها النیابة فیجوز للإنسان أن یضحي بنفسه أو بغیره بإذنه؛ لأنها قربة تتعلق بالمال فتجري فیها النیابة الخ. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الأضحیة / الباب الأول ۲۹۴/۵ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۱/۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دو گاؤں کی مشترکہ عیدگاہ اور قربانی کا حکم

سوال (۱۳۸۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تحصیل قیصر گنج ضلع بہرائچ یوپی میں ''گنڈارہ'' نامی ایک گاؤں ہے، جس کی آبادی اتنی ہے کہ جہاں جمعہ وعیدین شرعاً جائز ہے، جمعہ کی نماز مدتوں سے ہو رہی ہے؛ لیکن عیدین کی نماز کے لئے ایک عیدگاہ ہے جو ''گنڈارہ'' سے ڈیڑھ کلومیٹر دوری پر شاہ پور رسول پور گنج میں واقع ہے، جہاں پہلے اتنی آبادی نہیں تھی؛ لیکن اب آبادی بہتر ہوگئی ہے اور پردھانی کے لئے الیکشن بھی ہوتے ہیں؛ لیکن بازار نہیں ہے، بازار کرنے والے حضرات ''گنڈارہ'' ہی آتے

ہیں، اور عیدگاہ کی کمیٹی ''گنڈارہ'' ہی کی ہے، اب درج ذیل باتیں معلوم کرنی ہیں:

(۱) ''گنڈارہ'' کی کسی مسجد میں نمازِ عیدین اگر نہ ہوتی ہو تو کیا حکم ہے؟

(۲) ذکر کردہ عیدگاہ کس گاؤں کی مانی جائے گی؟

(۳) ''گنڈارہ'' کی کسی مسجد میں نمازِ عیدین نہیں ہوتی ہے، اور ہوتی ہے تو صرف عیدگاہ میں، اور وہ بھی ۱۰ ر بجے، تو کیا جلدی قربانی کی غرض سے کہیں بھی عید الاضحیٰ کی نماز پڑھ کر قربانی کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

نوٹ:- واضح ہو کہ ''گنڈارہ'' کے اکثر لوگ نمازِ عیدین عیدگاہ ہی میں اَدا کرتے ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں مذکورہ عیدگاہ دونوں مقامات (گنڈارہ اور شاہ پور رسول پور) کی مشترکہ عیدگاہ کہلائے گی، اور دونوں جگہ کے رہنے والوں کے لئے وہاں عید کی نماز پڑھنا بلاشبہ مسنون ہوگا؛ اور چوں کہ قدیم زمانہ سے عرف میں یہ عیدگاہ ''گنڈارہ'' نامی قریہ کی عیدگاہ ہی کہلائی جاتی ہے، اِس لئے یہ جگہ اہل بستی کے مصالح میں ہونے کی وجہ سے ''گنڈارہ'' کی فنا میں شامل ہوگی۔

(۲) اور ''گنڈارہ'' میں مسجد میں عید کی نماز پڑھنے کے بجائے اُسی عیدگاہ میں نماز پڑھنا مسنون ہوگا۔

(۳) اگر ''گنڈارہ'' کا رہنے والا کوئی شخص کسی اور جگہ سے ''گنڈارہ'' کی عیدگاہ کے وقت سے پہلے نمازِ عید پڑھ کر ''گنڈارہ'' واپس لوٹ آئے تو اُس کے لئے قربانی کرنا درست نہ ہوگا؛ البتہ اگر خود ''گنڈارہ'' کی کسی مسجد میں عید کی نماز پہلے اَدا کرلی جائے، تو اُس کے بعد قربانی کی جاسکتی ہے؛ اگرچہ عیدگاہ میں نماز اَدا نہ ہوئی ہو۔ نیز یہ صورت بھی ممکن ہے کہ ''گنڈارہ'' کا رہنے والا کوئی شخص اپنا جانور کسی ایسے گاؤں میں بھیج دے جہاں عید کی نماز نہ ہوتی ہو تو وہاں صبح صادق کے بعد اُس جانور کی قربانی درست ہوجائے گی۔

(۱) عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يخرج يوم الفطر والأضحى إلى المصلى. (صحيح البخاري، كتاب العيدين / الخروج إلى المصلى بغير منبر ١٣١/١ رقم: ٩٥٦ مكتبة البدر ديوبند)

والخروج إليها أي الجبانة لصلاة العيد سنة، وإن وسعهم المسجد الجامع، هو الصحيح. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة / باب العيدين ٤٩/٣ زكريا)

(٢) وشرط أداء ها المصر ...... أو مصلاه أي مصلى المصر؛ لأنه من توابعه. (البحر الرائق، كتاب الصلاة / باب الجمعة ٢٤٧/٢ زكريا)

(٣) ووقت الأضحية يدخل بطلوع الفجر من يوم النحر إلا أنه لا يجوز لأهل الأمصار الذبح حتى يصلي الإمام العيد، فأما أهل السواد فيذبحون بعد الفجر، والأصل فيه قوله عليه السلام: من ذبح شاة قبل الصلاة فليعد ذبيحته ومن ذبح بعد الصلاة فقد تم نسكه، وأصاب سنة المسلمين. (الهداية / كتاب الأضحية ٤٤٥/٤ المكتبة الأشرفية ديوبند)

ولو ضحى بعد ما صلى أهل المسجد ولم يصلّ أهل الجبانة أجزاه استحسانًا؛ لأنها صلاة معتبرة. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٦٠/٩ زكريا)

فحيلة مصري أراد التعجيل أن يخرجها إلى خارج المصر فيضحي بها إذا طلع الفجر. (الدر المختار / كتاب الأضحية ٤٦١/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱/۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

قریۂ کبیرہ میں عیدالاضحیٰ کی نماز سے قبل قربانی

سوال (۱۳۸۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: صوبہ جھارکھنڈ میں ضلع گڈا مسلم اکثریتی علاقہ پر مشتمل ہے، جس میں چھوٹی اور بڑی ہر طرح کی اکثر بستیوں میں نماز جمعہ ہوتی ہے، اُس میں تمام بڑی بستیاں ایسی ہیں، جن میں کچھ نہ کچھ ایسی دوکانیں موجود ہیں، جن سے بنیادی ضرورت پوری ہوجاتی ہے (مثلاً کھانے پینے کی اشیاء وغیرہ، عام بیماریوں کی ضروری دوائیاں، میڈیکل پریکٹشنر، سائیکل وغیرہ مرمت کی دکانیں) نیز سڑکیں اور گلیاں بھی پکی ہیں، قریۂ کبیرہ کے سلسلے میں ضلع گڈا میں مفتیوں پر مشتمل تنظیم ''**لجنة العلماء والمفتيين**'' کے اَراکین نے مذکورہ علاقائی حالات کو مدنظر رکھ کر مختلف کتب فقہ وفتاویٰ کی روشنی میں جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ ہے:

قریۂ کبیرہ کا مدار عرف پر ہے، عرف میں جس کو قریۂ کبیرہ سمجھا جاتا ہو وہ قریہ کبیرہ ہے جو عموماً ڈھائی تین ہزار کی آبادی پر مشتمل بستی ہو اور اس سے کم تعداد والی بستی بھی قریۂ کبیرہ کے حکم میں ہے، جہاں بازار ہو، قریہ کبیرہ میں نماز جمعہ واجب ہے، قریہ کبیرہ میں عیدالاضحیٰ کی نماز ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو دونوں صورتوں میں عیدالاضحیٰ کی نماز سے قبل قربانی کرنا درست نہیں، پوری تفصیلات پر مشتمل ایک مضمون منسلک کیا جارہا ہے۔

حضرات مفتیانِ عظام سے بصد احترام عرض ہے کہ مقالہ کی تائید وتصویب فرمائیں اور اگر مسئلہ کے اخذ واستنباط میں غلطی ہوئی تو مدلل وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- کسی آبادی کے قریۂ کبیرہ ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کوئی عام ضابطہ بیان کرکے اس کی تعیین کا اختیار عوام کو نہیں دیا جانا چاہئے؛ بلکہ علاقے کے ذمہ دار علماء ومفتیانِ کرام بذاتِ خود معائنہ اور تحقیق کرکے متعین طور پر قریۂ کبیرہ یا قریۂ صغیرہ ہونے کا فیصلہ کریں، پھر جس آبادی کو اُن معتبر علماء کے ذریعہ قریۂ کبیرہ قرار دے دیا جائے تو وہاں جمعہ کی نماز قائم کی جائے، اور ایسی بستی میں عیدالاضحیٰ کی نماز سے قبل قربانی نہ کی جائے، خواہ اُس بستی میں نماز عیدالاضحیٰ ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو؛ بلکہ بستی والے قریبی آبادی میں جہاں بھی عید کی

نماز پڑھنے جاتے ہوں، اُسی نماز کا اعتبار کیا جائے گا۔ اِس کے برخلاف جس آبادی کا معائنہ کرنے کے بعد قریہ صغیرہ ہونا معلوم ہو تو وہاں جمعہ کی نماز پڑھنے سے فریضہ ساقط نہ ہوگا اور ایسی آبادی میں صبح صادق کے بعد قربانی درست ہوگی۔

الحاصل شرعی طور پر آبادی کے بڑے یا چھوٹے ہونے کے بارے میں ذمہ داران حضرات کو خود فیصلہ کرنا چاہئے، عوام پر نہیں چھوڑنا چاہئے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۵۷/۸ ڈابھیل)

لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب ...... لو صلوا في القریٰ لزمهم أداء الظهر. (رد المحتار، کتاب الصلاۃ / باب الجمعة ۷/۳ زکریا)

وأول وقتها بعد الصلاة إن ذبح في مصر أي بعد أسبق صلاة عيد (تنوير الأبصار مع الدر) وتحته في الشامية: فأول وقتها في حق المصري والقروي طلوع الفجر، إلا أنه شرط للمصري تقديم الصلاة عليها ...... وقد قال قاضي خان: فأما أهل السواد والقرى والرباطات عندنا يجوز لهم التضحية بعد طلوع الفجر، وأما أهل البوادي لا يضحون إلا بعد صلاة أقرب الأئمة إليهم. (رد المحتار / کتاب الأضحية ۴۶۰/۹-۴۶۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۶/۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قربانی کی نذر مانی تو کیا اَیامِ اُضحیہ میں قربانی کرنا ضروری ہے؟

سوال (۱۳۸۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص نے یہ منت مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو میں ایک بکری کی قربانی کروں گا، چناں چہ اس کا وہ کام ہوگیا، اب سوال یہ ہے کہ یہ بکری کی قربانی جو منت کی وجہ سے واجب ہوئی ہے اسے صرف ایامِ قربانی میں ہی ذبح کیا جائے گا یا دیگر ایام میں بھی ذبح کرنے سے منت پوری ہوجائے گی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں اگر اُس کا مقصد ایامِ اُضحیہ میں قربانی کرنے کا ہے تو اُس پر ایامِ اضحیہ ہی میں قربانی لازم ہوگی؛ لیکن اگر صرف قربانی کا ارادہ کیا ہے، کسی وقت کی تعیین نہیں کی تو جب چاہے ذبح کرکے منت پوری کرسکتا ہے اور اس کا گوشت صدقہ کرنا لازم ہوگا۔

أن الأضحية اسم لما يذبح في وقت مخصوص لم يكن فيها إلغاء الوقت فإذا نذرها يلزم فعلها فيه وإلا لم يكن آتيا بالمنذور ...... بخلاف ما إذا نذر ذبح شاة في وقت كذا يلغو ذكر الوقت؛ لأنه وصف زائد على مسمى الشاة ولذا ألغى علمائنا تعيين الزمان والمكان بخلاف الأضحية، فإن الوقت قد جعل جزء ا من مفهومها فلزم اعتباره. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٨١/٩ زكريا، ٣٣٣/٦ كراچی)

ومصرف الزكاة – إلىٰ قولهٖ – ...... وهو مصرف أيضًا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة. (رد المحتار، كتاب الزكاة / باب مصرف الزكاة ٢٨٣/٣ زكريا، ٣٣٩/٢ كراچی)

ويأكل من لحم الأضحية هذا في أضحية الواجبة والسنة سواء إذا لم يكن واجبة بالنذر وإن وجبت به فلا يأكل منها شيئًا ولا يطعم غنيًا. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٧٣/٩ زكريا، ٣٢٧/٦ كراچی) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۶/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

مال دار اور غریب کے قربانی کی نذر ماننے کا مطلب

سوال (۱۳۸۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: ایک فقہی عبارت سمجھنا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے:

أقول وباللّٰہ تعالیٰ التوفیق: إن کتب المذهب طافحة بصحة النذر بالأضحية من الغني والفقير. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٨٠/٩ زكريا)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق:- اِس عبارت میں یہ بتایا جارہا ہے کہ کتبِ مذہب سے یہ بات واضح ہے کہ ''فی نفسہٖ قربانی کی نذر غنی اور فقیر دونوں کی طرف سے حسبِ شرائط صحیح ہوجاتی ہے''۔ تاہم اِس میں ایک اعتبار سے غنی اور فقیر کے حکم میں فرق ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ اگر ایامِ قربانی میں غنی شخص نذر کے الفاظ بولے اور اُس کی نیت اس سے وہی واجب قربانی ہو جو اس پر صاحب نصاب ہونے کی بنیاد پر واجب ہے، تو اس پر ایک ہی قربانی واجب ہوگی، دوسری واجب نہ ہوگی؛ لیکن فقیر شخص پر چوں کہ پہلے سے قربانی واجب ہی نہ تھی، اس لئے اُس کی نذر مطلقاً نافذ ہوگی، اس میں کسی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے، اِسی بات کو علامہ شامیؒ نے اگلے حصے میں بیان فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

وقدمنا أن الغني إن قصد بالنذر الإخبار عن الواجب عليه وكان في أيام النحر لزمه واحدة وإلا فشنتان. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٨٠/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱۲/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قربانی کے حصوں کو نفع کے ساتھ فروخت کرنا

سوال (۱۳۹۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں ایک تنظیم ہے جو قربانی کرانے کا نظم کرتی ہے، جس کا طریقۂ کار یہ ہے کہ وہ چند جانور تو اپنے پاس سے خرید لیتی ہے اور باقی جیسے جیسے پیسے آتے رہتے ہیں، خریدتی رہتی ہے اور وہ نفع کے ساتھ حصے کی قیمت متعین کرتی ہے، میں ایک مسجد کا امام ہوں، وہ مجھ سے

حصے وصول کرانے کا اعلان کراتے ہیں اور مجھے فی جانور چھ یا سات سو روپئے دیتے ہیں۔

آیا اِس تنظیم کا طریقۂ کار شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ نیز میرے لئے اِن پیسوں کے لینے کا کیا حکم ہے؟ شریعت کی روشنی میں وضاحت مطلوب ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق:- مسئولہ صورت میں یہ بات معروف ہے کہ مذکورہ تنظیمیں ابتداء تجارت کی نیت سے جانور خریدتی ہیں اور پھر اُنہیں نفع کے ساتھ حصہ داروں کو فروخت کرتی ہیں، بعد اَزاں حصہ داروں کی طرف سے بطورِ وکالت قربانی کرتی ہیں؛ لہٰذا اُن کا یہ عمل فی نفسہٖ درست ہے، اور ائمہ حضرات اگر حصہ جمع کرنے میں کچھ محنت کرتے ہوں، مثلاً رسید کاٹنا یا رقم اَمانت رکھ کر تنظیم تک پہنچانا وغیرہ، تو اُن کے لئے تنظیم سے مقررہ اُجرت لینے کی بھی گنجائش ہے۔

ولو شرى بدنة للأضحية ثم اشرك فيها ستة جاز استحسانًا والاشتراك قبل الشراء أحب. (مجمع الأنهر / كتاب الأضحية ٥١٨/٤ دار الكتب العلمية بيروت)

ومنها: أن تجزئ فيها النيابة فيجوز للإنسان أن يضحي بنفسه وبغيره بإذنه. (بدائع الصنائع، كتاب الأضحية / فصل في كيفية الوجوب ٢٠٠/٤ زكريا)

قال في البزازية: إجارة السمسار والمنادي والحمامي والصكاك وما لا يقدر فيه الوقت ولا العمل تجوز لما كان للناس به حاجة ويطيب الأجر الماخوذ لو قدر أجر المثل. (رد المحتار، كتاب الإجارة / باب الإجارة الفاسدة ٦٤/٩ زكريا، ٤٧/٦ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۲/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فقیر شخص کا قربانی کی نیت سے پورا جانور خرید کر اُس کے حصے بیچنا

سوال (۱۳۹۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: ایک فقیر شخص نے قربانی کے اِرادے سے ۱۴؍ ہزار روپئے میں ایک بڑا جانور خریدا، اَب اُس کا اِرادہ یہ ہو رہا ہے کہ اُس کے ۷؍ حصے کر کے ایک حصہ اپنے لئے اور بقیہ ۶؍ حصے ۲-۲؍ ہزار روپئے لے کر دوسروں کو دیدے، تو اُس شخص کا ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں فقیر شخص کے لئے قربانی کی نیت سے جانور کی خریداری کے بعد ایک حصہ اپنے لئے خاص کر کے بقیہ ۶؍ حصے فروخت کرنا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ جب فقیر نے قربانی کی نیت سے پورا جانور خرید لیا تو وہ پورا جانور نذر کے درجہ میں ہوگیا۔

وفي العتابية: المختار أن الفقير لو اشتراها بنية التضحية في أيام النحر تصير التضحية واجبة في حقه الخ. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الأضحية / الفصل الثاني في وجوب الأضحية بالنذر ۱۷/۴۱۲ زكريا)

فأما الفقير فلا يجوز له أن يشرك فيها؛ لأنه أوجبها على نفسه بالشراء للأضحية، فتعينت للوجوب. (رد المحتار/ كتاب الأضحية ۹/۴۵۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹؍۱۱؍۱۴۳۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مالدار شخص کا اپنی قربانی کیلئے پورا جانور خرید کر دیگر لوگوں کو شریک کرنا

سوال (۱۳۹۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی بڑا جانور امیر شخص نے اپنے لئے خریدا تو وہ بعد میں دوسرے کو شریک کر سکتا ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں حکم شرعی

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- صورت مسئولہ میں اَمیر شخص کے لئے بہتر تو یہی

ہے کہ جانور کی خریداری سے پہلے ہی دوسرے حصہ داروں کو شریک کرلیا جائے؛ لیکن اگر بعد میں بھی شریک کرلیا تو کراہت کے ساتھ یہ عمل درست ہو جائے گا۔

ولو اشترى بقرةً يريد أن يضحي بها ثم أشترك فيها ستة يكره ويجزيهم؛ لأنه بمنزلة سبع شياه حكمًا ...... وإن فعل ذلك قبل أن يشتريها كان أحسن. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الأضحية / الباب الثامن فيما يتعلق بالشركة في الضحايا ٣٠٤/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۸/۱۱/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

گوشت کھا کر شراب پینے والے کو قربانی کا گوشت دینا

سوال (۱۳۹۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) کیا قربانی کا گوشت کسی غیر مسلم کو دے سکتے ہیں؟

(۲) کیا ایسے غیر مسلم کے بارے میں جس کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ گوشت کھانے کے بعد شراب نوشی کرتا ہے، قربانی کا گوشت دے سکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: - قربانی کا گوشت غیر مسلم کو دینے کی گنجائش ہے، اَب وہ گوشت کھا کر کچھ بھی کرے، دینے والا اِس کا ذمہ دار نہیں ہے۔

ويهب منها ما شاء للغني والفقير والمسلم والذمي. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الأضحية / الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب ٣٠٠/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱۲/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

اَیامِ قربانی میں رات میں قربانی کرنا

سوال (۱۳۹۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اَیامِ قربانی میں کسی وجہ سے اگر رات میں قربانی کی جائے تو صحیح ہوجائے گی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر روشنی کا معقول انتظام ہو، تو اَیامِ قربانی میں رات کے وقت بھی قربانی کرنا بلا کراہت درست ہے۔ اور فقہاء کی عبارت میں جہاں رات میں قربانی کو مکروہ قرار دیا گیا ہے، وہاں یہ علت لکھی ہے کہ کہیں اَندھیرے کی وجہ سے ذبح میں کوئی غلطی نہ ہوجائے؛ لہٰذا جہاں اندھیرا نہ ہو؛ بلکہ روشنی کا انتظام ہو- جو آج کل مشکل نہیں- تو رات میں حسبِ شرائط ذبح کرنے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔ (قربانی کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا ۵۳)

ووقتها ثلاثة أيام: أولها أفضلها ويجوز الذبح في لياليها إلا أنه يكره لاحتمال الغلط في الظلمة. (البحر الرائق / كتاب الأضحية ٣٢٢/٨ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۱/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

اجتماعی قربانی سے متعلق بعض تحقیق طلب مسائل

''اجتماعی قربانی سے متعلق بعض تحقیق طلب مسائل'' سے متعلق حضرت الاستاذ دامت برکاتہم کا مقالہ پیش خدمت ہے، جو اِدارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند کے اُٹھارہویں فقہی اجتماع بتاریخ: ۲۸-۳۰ رصفر المظفر ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۵-۱۷ رفروری ۲۰۲۳ء بروز جمعہ، ہفتہ واتوار (بمقام: مدرسہ فیض القرآن ٹھیکری باڑی ضلع اتر دیناج پور مغربی بنگال) کے لئے تحریر کیا گیا تھا۔ (اَز: مرتب)

آج کل مدارس اور ملی تنظیموں وغیرہ کے توسط سے قربانی کرانے کا رواج کافی بڑھ گیا ہے، اور اس میں نت نئی صورتیں پیش آرہی ہیں، اِس پس منظر میں ''اِدارۃ المباحث الفقہیہ'' جمعیۃ علماء ہند نے اجتماعی قربانی سے متعلق بعض اہم مسائل کو اٹھارہویں فقہی اجتماع کا موضوع بنایا ہے۔ قابل تحقیق سوالات ذیل میں پیش ہیں:

سوال (۱/۱۳۹۵):- بسا اَوقات قربانی کرنے والے اِداروں کے پاس حصے بہت زیادہ آجاتے ہیں، جس کی وجہ سے ہر ہر جانور میں سات متعینہ آدمیوں کی نیت کرنا اور ہر ہر جانور کے گوشت کو الگ الگ رکھنا بہت مشکل ہوتا ہے؛ اِس لئے بغرض سہولت یہ طریقہ بھی اختیار کیا جاتا ہے کہ منتظمین کے پاس جتنے حصے آتے ہیں، اُنہیں ملحوظ رکھ کر ایک ساتھ جانور خرید لئے جاتے ہیں، اور تمام حصے داروں کی طرف سے مجموعی طور پر جانوروں کی قربانی کردی جاتی ہے۔ مثلاً: اگر کسی اِدارے کے پاس ۱۴۰ رحصے آئے، تو منتظمین اُن پیسوں سے ۲۰ رجانور خرید کر قربانی کردیتے ہیں، اور گوشت کو مخلوط کردیتے ہیں، پھر اسی مخلوط گوشت میں سے حصے داروں کو عند الطلب اندازے سے گوشت دیتے رہتے ہیں۔

اِس سلسلے میں قابل تحقیق اُمور یہ ہیں:

الف:- کیا اِس طرح تمام حصے داروں کی طرف سے جانوروں کی تعیین کئے بغیر قربانی کرنا درست ہوگا؟ اور قربانی اَدا ہوجائے گی؟ یا یہ تعیین ضروری ہوگی کہ کون سا جانور کن حصے داروں کی طرف سے ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱) واضح رہے کہ قربانی کے جانوروں میں تعیین کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں:

الف:- اول یہ کہ جس شخص نے رقم بھیجی ہے، اُسی کی رقم سے جانور خریدا جائے، تو خریدتے ہی خود بخود اُس کا حصہ متعین ہوجائے گا۔

وفي البزازية: لو ذبح المشتراة لها بلا نية الأضحية جازت اكتفاء بالنية عند الشراء. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٥٢/٩ زكريا، الفتاویٰ الهندية / كتاب الأضحية ٢٩٤/٥، مجمع الأنهر ١٧٥/٤)

ب:- دوسری شکل یہ ہے کہ منتظمین ذبح سے قبل ہر جانور میں باقاعدہ حصہ داروں کی تعیین کریں؛ خواہ عین ذبح سے قبل ہو یا پہلے سے ہو، مثلاً: جانوروں پر نمبر لگادیے جائیں، اور پھر ہر نمبر کے ساتھ ۷/ حصے جوڑ دیے جائیں۔

إن الفعل إنما يصير قربة من كل واحد بنيته ...... فعدم النية من أحدهم لا يقدح في قربة الباقين. (بدائع الصنائع ٢٠٩/٤ زكريا، الأشباه والنظائر ٤٠)

ج:- اور تیسری صورت یہ ہے کہ حصوں کی تعداد کے اعتبار سے لاعلی التعیین جانور خرید لئے جائیں، اور پھر اُنہیں قربانی کی نیت سے ذبح کردیا جائے، تو سب کی طرف سے استحساناً قربانی درست ہوجائے گی۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

اشترى سبعة نفرٍ سبع شياهٍ بينهم ولم يسم لكل واحد منهم شاةً بعينها

فضحوا بها كذلك، فالقياس أن لا يجوز، وفي الاستحسان يجوز. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الأضحية / الباب الثامن فيما يتعلق بالشركة في الضحايا ۳۰۶/۵ زكريا، كذا في الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الأضحية / الفصل الثامن ۴۵۵/۱۷ زكريا، المحيط البرهاني، كتاب الأضحية / الفصل الثامن فيما يتعلق بالشركة في الضحايا ۴۸۰/۸ المجلس العلمي)

رجل ضحى عن نفسه وعن أربعة من عياله خمسة شياه ولم يعين كل واحد عن صاحبها عن أبي يوسف أنه يجوز عن الكل استحسانًا. (فتاویٰ قاضي خان / كتاب الأضحية ۳۵۱/۳)

لو اختلط الغنم فضحى كل واحد واحدةً ورضوا بذلك جاز. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الأضحية / الباب الثامن فيما يتعلق بالشركة في الضحايا ۳۰۶/۵ زكريا)

پس اگر مذکورہ بالا صورتوں میں سے کسی بھی طرح تعیین ہوجائے، تو قربانی درست ہوجائے گی۔

ب:- گوشت کو آپس میں ملا لینا اور اسی مخلوط گوشت میں سے اندازے سے حصے داروں کو گوشت دینا کیا شرعاً درست ہوگا؟ یا ہر ایک جانور کے گوشت کو الگ الگ رکھنا اور حصے داروں کو اُسی میں سے دینا ضروری ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق :- **الف:-** اگر کسی جانور کے سب حصے دار اپنے حصے کے گوشت کا مطالبہ کریں، تو ہر حصے دار کا حصہ وزن کرکے الگ کرنا ضروری ہے۔ یا پھر سری اور پائے وغیرہ حصوں میں لگادیے جائیں تو وزن میں برابری ضروری نہ ہوگی؛ جیسا کہ درج ذیل عبارت سے معلوم ہوتا ہے:

ويقسم اللحم وزنًا لا جزافًا إلا إذا ضم معه من الأكارع أو الجلد صرفًا للجنس لخلاف جنسه. (الدر المختار / كتاب الأضحية ۴۶۰/۹ زكريا)

وإذا جاز عن الشركة يقسم اللحم بالوزن؛ لأنه موزون، وإذا قسموا جزافًا لا يجوز إلا إذا كان معه شيء آخر من الأكارع والجلد كالبيع؛ لأن القسمة فيها معنى المبادلة. (البحر الرائق / كتاب الأضحية ۱۹۸/۸ دار الكتاب الإسلامي)

أي يكون في كل جانب شيء من اللحم ومن الأكارع، أو يكون في كل جانب شيء من اللحم وبعض الجلد، أو يكون جانب لحم وأكارع، وفي آخر لحم وجلد فحينئذ يجوز حرفًا للجنس إلى خلاف الجنس كما في الدرر. (مجمع الأنهر / كتاب الأضحية ۵۱۸/۲ دار إحياء التراث العربي بيروت)

ب:- اگر بڑے جانور میں ایک ہی گھر کے اَفراد شریک ہوں، یا سب حصے دار آپس میں بے تکلف ہوں، اور اُن میں کوئی نزاع نہ ہو، تو ذبح کے بعد اُس کا گوشت با قاعدہ تول کر الگ الگ کرنا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ حسبِ ضرورت سب لوگ اُس میں سے استعمال کر سکتے ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۴۲۴/۱۷ ڈابھیل)

حتى لو اشترى لنفسه ولزوجته وأولاده الكبار بدنة ولم يقسموها تجزيهم. (الدر المختار ٤٦٠/٩ زكريا، ٣١٧/٦ كراچی)

وذكر هشام عن أبي يوسف رحمهما الله في نوادره في رجلين اشتريا أضحيتين فذبح كل منهما أضحية صاحبه غلطًا عن نفسه وأكلها قال: يجزي كل واحد منهما في قول أبي حنيفة – رحمه الله تعالىٰ – وقولنا: ويحل كل واحد منهما صاحبه، فإن تشاحا ضمن كل واحد منهما لصاحبه قيمة شاته، فإن كان قد انقضت أيام النحر يتصدق بتلك القيمة، أما جواز إحلالهما فلأنه يجوز لكل واحد منهما أن يطعمها لصاحبه ابتداء قبل الأكل، فيجوز أن يحلله بعد الأكل الخ. (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب التضحية / فصل في وقت وجوب الأضحية ٦٧/٥ دار الكتب العلمية بيروت)

اور اِس بارے میں اِمام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی درج ذیل عبارت بھی قابل مطالعہ ہے، ملاحظہ فرمائیں:

واعلم أن ما في فقه الحنفية من أن رجالا إذا اشتركوا في أضحية ينبغي أن يحذروا من المجازفة في القسمة، وعليهم أن يقسم اللحم وزنًا، أقول من عند نفسي: وذلک عند مخافة النزاع وإلا لجازت المجازفة أيضًا، فإني قد جربت أن المجازفة قد سرت في غير واحد من المواضع عند المسامحة، وإنما القواعد عند ظهور النزاع. (فيض الباري / كتاب الشركة ٤/٤)

اور اِس صورت میں اَندازے سے تقسیم کے جواز کی اصل وجہ یہ ہے کہ قربانی میں امیر یا فقیر ہر شخص کے لئے اپنا گوشت دوسرے کو کھلانا جائز ہے؛ حتیٰ کہ پورا گوشت بھی اپنی رضامندی سے ہدیہ کیا جاسکتا ہے۔ پس اگر سب حصے دار تحلل پر راضی ہوں تو جواز میں کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہئے؛ جیسا کہ علامہ طحطاوی کی اِس عبارت سے مستفاد ہوتا ہے:

فإن كانا قد أكلا ثم علما فليحلل كل واحد منهما صاحبه، ويجزيهما؛ لأنه لو أطعمه في الابتداء يجوز، وإن كان غنيًا، وكذا له أن يحلله في الانتهاء. (حاشية الطحطاوي على الدر المختار ١١/٣٤ زكريا)

اور جن فقہی جزئیات میں بہرصورت اندازے سے بانٹنے پر ربا کا اِطلاق کیا گیا ہے وہ دعویٰ ناقابل فہم ہے۔

ج:- اور اگر حصے دار بروقت موجود نہ ہوں؛ بلکہ دوسرے شہر یا ملک کے ہوں اور اُن کی طرف سے اُس گوشت میں منتظمین کو تصرف کا حق دے دیا گیا ہو (جیسا کہ عام طور پر اِجتماعی قربانی والوں کو اِس طرح کا اختیار دے دیا جاتا ہے) تو ایسی صورت میں ہر حصے کو الگ کرنا کوئی ضروری نہیں ہے؛ بلکہ منتظمین حسب صواب دید اُسے تقسیم کرسکتے ہیں؛ کیوں کہ اِس میں کوئی مانع یا فساد نہیں پایا جاتا۔

وفي فتاویٰ الخلاصة والفیض: تعلیق القسمة علی إرادتهم وهو یؤید ما سبق، وحاصله أن المراد بیان شرط القسمة إن فعلت لا أنها شرط. (رد المحتار / کتاب الأضحیة ۹/۴٦۰ زکریا)

ج:- حصوں کی تعداد کے اعتبار سے جانوروں کی خریداری کے بعد اگر بالفرض کوئی جانور مرگیا، تو یہ مہلوک جانور کن سات لوگوں کی طرف سے سمجھا جائے گا؟ اور اُس کی قیمت کون اَدا کرے گا؟ اِسی طرح اگر قربانی سے پہلے کوئی جانور عیب دار ہوجائے اور قربانی کے لائق نہ رہے، تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جب تک خریدتے وقت ناموں کی تعیین نہ ہو، یا یہ متعین نہ ہو کہ کس کی رقم سے کون سا جانور خریدا گیا ہے؟ اُس وقت تک حصہ داروں میں سے کوئی بھی اُس کا ذمہ دار نہ ہوگا؛ بلکہ منتظمین ہی مرنے والے یا عیب دار ہوجانے والے جانور کے ذمہ دار قرار پائیں گے۔

اور اگر ناموں کی تعیین کرنے کے بعد موت واقع ہوئی، یا عیب پیدا ہوا، تو اَب ذمہ داری حصے داروں کی ہوگی۔ منتظمین پر لازم ہوگا کہ وہ اُن حصے داروں کو مطلع کردیں؛ تاکہ وہ وقت رہتے ہوئے متبادل کا انتظام کرلیں۔

مستفاد: وإن – وکله – بشراء شيء بغیر عینه فالشراء للوکیل إلا إذا نواه للمؤکل وقت الشراء أو شراه بماله أي بمال المؤکل (الدر المختار) قال الشامي: وحاصلها أنه إن أضاف العقد إلی مال أحدهما کان المشتري له، وإن أضافه إلی مال مطلق فإن نواه للآمر فهو له، وإن نواه لنفسه فهو له ...... وبه علم أن محل النیة للمؤکل فیما إذا أضافه إلی مال مطلق سواء نقده من ماله أو من مال المؤکل. (رد المحتار، کتاب الوکالة / باب الوکالة بالبیع والشراء ۸/۲۵۲ زکریا)

د:- اگر ذبح سے پہلے تعیین نہ کی گئی ہو؛ بلکہ ذبح کرنے کے بعد ناموں کی تعیین کی جائے، تو متعینہ حصے داروں کی طرف سے قربانی اَدا ہوجائے گی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق :- اگر ذبح سے پہلے تعیین نہ کی گئی ہو تو بعد میں تعیین کرنے سے اُضحیہ کا واجب اَدا نہ ہوگا؛ گوکہ جانور حلال ہوں گے۔

مستفاد: ولا يكون شارعًا بنية متأخرة؛ لأن ما مضى لم يقع عبادة لعدم النية. (الأشباه والنظائر ١٥٠)

الأضحية شرعًا ذبح حيوان مخصوص بنية القربة في وقت مخصوص.

(رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٥٢/٩ زكريا)

سوال (۱۳۹۶/۲):- **الف**:- اگر منتظمین نے جانور خریدتے وقت حصے داروں کے ناموں کی تعیین کردی تھی، تو کیا بعد میں ناموں کے اندر وہ تبدیلی کرسکتے ہیں؟

ب:- اگر خریدتے وقت تو تعیین نہیں کی تھی؛ لیکن بعد میں تعیین کردی تھی، تو کیا اب منتظمین کو کسی وجہ سے ان ناموں میں تبدیلی کا اختیار رہوگا؟ یا اُنہیں اس کا اختیار نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق :- (۲) اگر خریدتے وقت نام متعین نہ کیا ہو، تو بعد میں بھی اُس کی تعیین کی جاسکتی ہے؛ لیکن جب تعیین ہوجائے تو اَب اُس کی تبدیلی کا اختیار منتظمین کو مؤکل کی اِجازت کے بغیر نہ ہوگا۔

عن حكيم بن حزام رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم بعثه يشتري له أضحية بدينارٍ فاشتراها، ثم باعها بدينارين وجاءه بدينارٍ، فدعا له النبي صلى اللّٰه عليه وسلم بالبركة، وأمره أن يتصدق بالدينار. (المصنف لابن أبي شيبة ٣٠٣/٧ رقم: ٣٦٢٩٤ دار الكتب العلمية بيروت)

ویؤول الحدیث بأن وکالته کانت مطلقة، والوکیل المطلق یملک البیع والشراء فیکون تصرفه صادرًا عن إذن المالک. (مرقاة المفاتیح، کتاب البیوع / باب الشرکة والوکالة ١٢٤/٦ دار الکتب العلمیة بیروت)

الملک یثبت للمؤکل ابتداءً. (رد المحتار / کتاب الوکالة ٥١٤/٥ زکریا)

وأما الذي یجب علی الفقیر دون الغني فالمشتري للأضحیة إذا کان المشتري فقیرًا بأن اشتری فقیر شاة ینوي أن یضحی بها وإن کان غنیًا لا تجب علیه بشراء شيء. (الفتاویٰ الهندیة ٢٩١/٥)

ووجهه أن نیة التعیین قارنت الفعل وهو الشراء فأوجبت تعیین المشتري للأضحیة إلا أن تعیینه للأضحیة لا یمنع جواز التضحیة بغیرها. (بدائع الصنائع ٦٨/٥)

سوال (۱۳۹۷/۳):- اجتماعی قربانی میں اگر رقم بچ جائے، اور اصل مالک کو واپس کرنا یا اُس سے اجازت لینا مشکل ہو، تو اُس رقم کا کیا حکم ہوگا؟ کیا وہ رقم منتظمین اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۳) اگر حصے داروں کی طرف سے صراحۃً یا دلالۃً اِجازت ہو، تو مابقیہ رقم منتظمین اپنے استعمال میں لے سکتے ہیں؛ لیکن اگر اِجازت نہ ہو، یعنی صورتِ حال یہ ہو کہ اگر حصے داروں کو پتہ چل جائے کہ اُن کی دی ہوئی رقم میں سے کچھ بچ گئی ہے، تو وہ اُس کا مطالبہ کریں، ایسی صورت میں اِس رقم کا حصے داروں کو واپس کرنا ضروری ہوگا۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو اِس رقم پر لقطہ کے اَحکام جاری ہوں گے۔

اور بہتر یہی ہے کہ منتظمین معاملہ کرنے سے پہلے ہی حصے داروں سے اُس کی اِجازت لے لیں؛ تاکہ بعد میں کوئی شبہ نہ رہے۔

المال الذي قبضه الوکیل بالبیع والشراء بحسب وکالته هو في حکم

الوديعة بيد الوكيل. (شرح المجلة لسليم رستم باز ص: ٧٨٤)

ثم إذا عرفها ولم يحضر صاحبها مدة التعريف فهو بالخيار إن شاء أمسكها إلى أن يحضر صاح بها، وإن شاء تصدق بها على الفقراء، ولو أراد أن ينتفع بها فإن كان غنيًا لا يجوز أن ينتفع بها عندنا. (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب اللقطة / فصل في بيان ما يصنع باللقطة ٢٠٢/٦ دار الكتب العلمية بيروت)

إذا تلف المال المشتري في يد الوكيل بالشراء أو ضاع قضاء فيتلف من مال المؤكل ولا يسقط من الثمن شيء. (شرح المجلة لسليم رستم باز / مادة: تلف المال رقم المادة: ١٤٩٢)

لا يجوز لأحدٍ أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامنًا. (شرح المجلة لسليم رستم باز / المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية ٦١/١ رقم المادة: ٩٦ مكتبة الاتحاد ديوبند، وكذا في الدر المختار / كتاب الغصب ٢٩١/٩ زكريا، ٢٠٠/٦ كراچی)

سوال (۱۳۹۸/۴):- قربانی کے حصے حاصل کرنے والے محصلین کو منتظمین کی طرف سے فی حصہ جو اُجرت دی جاتی ہے، تو کیا اُس اُجرت کو قربانی کی قیمت میں شامل کرکے حصے داروں سے وصول کیا جاسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق :- (۴) قربانی کے حصے حاصل کرنے سے حصے داروں کا کوئی مفاد وابستہ نہیں ہے؛ لہٰذا منتظمین اپنے محصلین کو جو اُجرت اَدا کریں گے، اُس کی ذمہ داری حصے داروں پر نہیں ڈالی جاسکتی، اِس کی اَدائیگی منتظمین کو خود اپنی طرف سے کرنی ہوگی، اور جس صورت میں منتظمین حصے داروں کے وکیل بنتے ہیں، اُس میں اِس اَدا شدہ اُجرت کو قربانی کی قیمت میں شامل نہیں کیا جائے گا۔

مستفاد: ومثله الغُرم بالغنم. (بیری علی الأشباہ والنظائر ۳۷۳/۱ مکتبۃ الإرشاد إسطنبول)

لأن ما یأخذہ من الأجرۃ بمقابلۃ العمل. (الدر المختار / کتاب الزکاۃ ۲۶۶/۲ دار الفکر بیروت)

سوال (۱۳۹۹/۵):- بعض اِدارے بطورِ تجارت اجتماعی قربانی کا نظم کرتے ہیں، جس کا ایک طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اِدارے کے ذمہ داران کچھ جانور اپنی ذاتی رقم سے خرید کر رکھ لیتے ہیں، اور نیت یہ ہوتی ہے کہ اُن کے حصے نفع کے ساتھ فروخت کریں گے؛ چناں چہ وہ ایک پیکیج اِس طرح بناتے ہیں کہ جانور کی خریداری سے لے کر قربانی تک کی تمام ذمہ داری لیتے ہوئے ایک متعینہ رقم وصول کرتے ہیں، گویا یہ ٹھیکہ کی ایک صورت ہوتی ہے۔ پھر یہ حضرات اپنے حساب سے یعنی نفع کے وقت قیمت متعین کرکے حصے داروں کی طرف سے قربانی کرتے ہیں، قیمتِ خرید اور قیمتِ فروخت کے درمیان جو فرق ہوتا ہے وہ اُن کا نفع ہوتا ہے۔ اِس سلسلے میں قابلِ تحقیق اُمور یہ ہیں:

الف:- کیا اِس طرح پیکیج فروخت کرکے دوسروں کی طرف سے قربانی کرنا اور اُس سے نفع کمانا شرعاً درست ہوگا؟ اِس کی فقہی تخریج کیا ہوگی؟ خاص طور پر یہ امر ملحوظ رہے کہ یہاں اِدارہ کے منتظمین قربانی کرنے والوں کی طرف سے وکیل بالشراء ووکیل بالتضحیہ وغیرہ ہونے کے ساتھ بائع بھی خود ہی ہوتے ہیں۔

ب:- اگر جانور پہلے سے خریدے ہوئے نہ ہوں؛ بلکہ حصے کی رقم ملنے کے بعد خریدے جائیں تو کیا حکم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۵) غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ معاملہ کئی طرح کے عقود پر مشتمل ہے، اِس میں بیع بھی پائی جاتی ہے اور مختلف قسم کے اِجارات بھی پائے جاتے ہیں، نیز وکالت بھی متحقق ہے۔ پس اصل قواعد واُصول کے اعتبار سے یہ مجموعی صورت

اِشکال سے خالی نہیں ہے؛ لیکن ضرورت کو دیکھتے ہوئے آج کل اِس طرح کے عقود کے مجموعہ کو دائرۂ جواز میں لایا گیا ہے؛ جیسا کہ ٹور آپریٹر ایک پیکیج بناتے ہیں، جس میں ہوائی ٹکٹ کی خریداری سے لے کر قیام وطعام کا انتظام بھی شامل ہوتا ہے، وغیرہ، اور اُس میں منتظمین اپنا نفع بھی نکالتے ہیں۔ اور یہ بات سب لوگوں میں معروف ہے، اور اِس میں کوئی نزاع بھی نہیں پایا جاتا۔ تو اِسی نظیر پر قیاس کرتے ہوئے اگر قربانی کے پیکیج کی اِجازت دی جائے تو گنجائش معلوم ہوتی ہے؛ خواہ جانور پہلے سے خریدے گئے ہوں یا بعد میں خریدے جائیں، دونوں صورتوں میں پیکیج کی مقررہ قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔ (مستفاد: فقہ البیوع ۱؍۵۱۳)

ومما تعورف في عصرنا أن الناس يلتزمون تقديم مجموعة من الخدمات في صفقة واحدة، بعضها ترجع إلى الإجارات، وبعضها ترجع إلى البيوع، فوُكلاء السفر يقدمون خدمات الحج والعمرة مثلا، فيلتزمون جميع حاجات المسافر في صفقة واحدة، بما فيها الحصول على التأشيرة، وإكمال الإجراءات القانونية، وتذاكر عدةٍ من الأسفار الجوية والبرّيّة، والإقامة في فنادق، أو في الخيام في مواضع متعددة، وثلاث وجبات للأكل يوميًا، مع جهالة نوعها ومقدارها، ويتقاضون لهذه المجموعة أجرًا مقطوعًا؛ فهذه مجموعة عدة عقود بعضها إجارات، وبعضها بيوع، وكل واحد منها مشروط بالعقود الأخرى. (فقه البيوع ٤٩٩/١ دار المعارف ديوبند)

حضراتِ حنفیہ کے یہاں عرف اور تعامل کی بنا پر صفقہ در صفقہ کا جواز درج ذیل عبارتوں سے مستفاد ہوتا ہے:

وإذا اشترىٰ نعلا بدرهم وشراكًا معها على أن يحذوها البائع، فهو جائز استحسانًا لكونه متعارفًا بين الناس، وإذا كان أصل العقد يجوز للعرف، فالشرط في العقد إذا كان متعارفًا بالجواز أولىٰ. (المبسوط للسرخسي، كتاب الإجارات / باب

الکفالة بالأجر ۱۰۲/۸ دار الفکر بیروت)

إذا دفع الرجل جلدًا إلی الإسکاف، واستأجره بأجر مسمی علی أن یخرِز له خفین، وسمی له المقدار والصفة علی أن ینعل الإسکاف، ویبطّنه من عنده، ووصف له البطانة والنعل، فهو جائز استحسانًا، والقیاس أن لا یجوز. …… إلا أنه ترک هذا القیاس في باب الخف للتعامل. (المحیط البرهاني، کتاب الإجارة / الفصل الثالث والثلاثون في الاستصناع ۱۰۵/۱۲)

وکذلک إن سلم رجل غزلا إلی حائک لینسجه، وأمره أن یزید في الغزل رطلا من غزله، فقد أجازه الفقهاء، سواء أکان الغزل الزائد قرضًا أم بیعًا، مع أنه إجارة مشروط فیها القرض أو البیع، ولکنه جوّز استحسانًا، وقالوا: فإذا کان کلا الأمرین متعارفًا فیما بین الناس، ترک القیاس فیهما، وخُص به الأثر. (المحیط البرهاني، کتاب الإجارة / الفصل الثالث والثلاثون في الاستصناع ۱۰۱/۱۲ المجلس العلمي، بحوالة: فقه البیوع ۴۹۷/۱-۴۹۹ دار المعارف دیوبند)

ج:- کیا کوئی دینی مدرسہ منفعت وفائدہ کے پیشِ نظر نیز اِس بنا پر کہ لوگوں کی قربانیاں بے غبار طریقے پر اَدا ہوجائیں، مدرسہ کے مال سے اجتماعی قربانی کا نظم کیا جاسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق :- مدرسہ کے مال کو ہر طرح کے نقصان کے خطرہ سے بچانا ضروری ہے، اور ظاہر ہے کہ اگر قربانی کی خریداری میں مدرسہ کی آمدنی - جو عموماً زکوٰۃ وصدقات پر مشتمل ہوتی ہے - کو لگایا جائے گا، تو اُس میں نقصان کا حقیقی خطرہ موجود ہے؛ اِس لئے مدرسہ کی رقم اِس میں استعمال نہ کی جائے؛ بلکہ جو حصے دار اِجتماعی قربانی کرانا چاہتے ہیں، اُنہیں کی آمدہ رقم سے بطورِ وکالت جانور کی خریداری کی جائے، اور دیگر انتظامات عمل میں لائے

جائیں اور شرعی وفقہی اُصول وضوابط کو مدنظر رکھ کر ہی اِقدامات کئے جائیں، سلامتی کا راستہ یہی ہے۔

اور اگر جانوروں کی خریداری میں پیشگی رقم لگانے کی ضرورت ہو تو مدرسہ کے بجائے کسی شخص کی ذاتی رقم ہی اُس کی اِجازت سے صرف کی جائے۔

الوكيل إنما يستفيد التصرف من المؤكل، وقد أمره بالدفع إلا فلان، فلا يملك الدفع إلى غيره، كما لو أوصى لزيد بكذا، ليس للوصي الدفع إلى غيره، فتأمل. (رد المحتار مع الدر المختار / كتاب الزكاة ۱۸۹/۳ زكريا)

الوكيل أثناء قيامه بتنفيذ الوكالة مقيد بما يقضي به الشرع من عدم الإضرار بالمؤكل لقول رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا ضرر ولا ضرار، ومقيد بما يأمره به مؤكله، كما أنه مقيد بما يقضي به العرف إذا كانت الوكالة مطلقة عن القيود، فإذا خالف كان متعديًا ووجب الضمان. (الموسوعة الفقهية ۸۷/٤٥ الكويت)

مستفاد: لا يجوز لأحدٍ أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنهٖ أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامنًا. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٦١/١ رقم المادة: ٩٦، قواعد الفقه ۱۱۰ رقم: ۲۷۰ المكتبة الأشرفية ديوبند، الدر المختار مع رد المحتار / كتاب الغصب ۲۹۱/۹ زكريا، ۲۰۰/٦ كراچی، الأشباه والنظائر، الفن الثاني / كتاب الغصب ۱۵۷)

سوال (۱۴۰۰/٦):- اجتماعی قربانی کا شرعی اعتبار سے درست اور شفاف نیز موجودہ زمانے میں قابلِ عمل طریقۂ کار آپ کے نزدیک کیا ہوسکتا ہے؟ ایک تفصیلی خاکہ تحریر فرمائیں، جس میں مرحلہ وار تمام اُمور کا ذکر ہو۔ نیز اُس میں تبرعاً اور تجارۃً دونوں صورتوں سے متعلق جزئیات کی رعایت بھی موجود ہو۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۶) قربانی ایک اہم عبادت ہے، ضروری ہے کہ

اِجتماعی قربانی کرنے والے حضرات اِس کو کاروباری نظر سے نہ دیکھیں؛ بلکہ ایک عبادت کی اَدائیگی میں تعاون کرنے کے جذبہ سے محنت کریں، اورحتی الامکان ضروری اِخراجات کے علاوہ محض نفع کے اُمیدوار بن کر نہ رہیں؛ پس ہماری نظر میں اِس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ:

الف:- قربانی کے جانور اور اُس کے ایک حصے پر آنے والے مجموعی خرچ کا اندازہ لگا کر حصے کی رقم کا اعلان کیا جائے۔

ب:- قربانی سے کم ازکم دو مہینے قبل حصص کی رقومات کی وصولی شروع کردی جائے۔

ج:- جیسے جیسے رقومات آتی جائیں، اُسی حساب سے جانور خریدتے رہیں، یا بائع سے خریداری کا وعدہ کرتے رہیں۔

د:- اورتحریری طور پر خرید کردہ جانوروں میں نامزد حصے متعین کرتے رہیں۔

ہ:- پھر جب قربانی کا وقت آئے تو اُسی تحریر کردہ حصص کے موافق قربانیاں کی جائیں۔

و:- تمام قربانی کے جانوروں پر اُن کے چارے، پانی، نگہ داشت اور گوشت کی کٹائی وغیرہ پر مجموعی طور پر جتنا خرچ آئے، وہ سب حصے داروں پر تقسیم کردیا جائے۔

ز:- اگر وصول شدہ حصے سے کچھ رقم بچ جائے تو یا تو حصے داروں کو واپس کردی جائے، یا اُن کی اِجازت سے اُن کے بتائے ہوئے مصرف میں خرچ کردی جائے۔ اور منتظمین اپنے اِدارے کے لئے بھی خرچ کی اِجازت لے سکتے ہیں۔

ح:- جو حصے دار گوشت کا مطالبہ کریں، اُنہیں اُن کے متعینہ جانور میں سے اُن کے حصے کا گوشت تول کردیا جائے۔ اور جو حصے دار اپنی طرف سے منتظمین کو گوشت میں تصرف کی اِجازت دے دیں، تو اُس میں جیسے چاہیں تصرف کرسکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

اُستاذ حدیث وفقہ دار العلوم دیوبند

۶؍ ذی الحجہ ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۵؍ جون ۲۰۲۳ء

منظور شدہ تجویز: اجتماعی قربانی سے متعلق مسائل

اٹھارہواں فقہی اجتماع ادارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند

۲۸/صفر المظفر تا یکم ربیع الاول ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۵-۱۷/ستمبر ۲۰۲۳ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار

بمقام: ادارہ فیض القرآن ٹھیکری باڑی اتر دیناج پور (مغربی بنگال)

قربانی دین اسلام کا اہم شعار ہے، جس طرح قربانی کرنا عبادت ہے، اسی طرح اس کی ادائیگی میں تعاون کرنا بھی کار ثواب ہے۔ آج کل بدلتی ہوئی صورتِ حال میں اِجتماعی قربانی کی ضرورت پیش آتی ہے؛ لہٰذا دوسروں کی طرف سے قربانی کا نظم کرنے والے اَفراد اور اِداروں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس عمل کو عبادت سمجھ کر پوری امانت ودیانت کے ساتھ انجام دیں، اس کو محض تجارت کے طور پر انجام دینا عبادت کی روح کے منافی ہے؛ کیوں کہ یہ معاملہ اپنے اندر مختلف جہتیں رکھتا ہے، اس لئے اس موضوع پر غور وفکر کے بعد مندرجہ ذیل تجاویز منظور کی گئیں:

(۱) مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنی قربانی انفرادی طور پر خود کرنے کی کوشش کریں، یہ زیادہ موجب ثواب ہے؛ تاہم معتبر اجتماعی نظام کے تحت بھی قربانی کرانا جائز ہے۔

(۲) اجتماعی قربانی کا نظام بناتے وقت کوشش یہ ہونی چاہئے کہ سبھی شرکاء کے لئے جانور نامزد طور پر متعین ہوں؛ لیکن اگر کسی وجہ سے ایسا نہ کیا جاسکے تو مجموعی حصہ داروں کی نیت سے بھی جانوروں کی بلاتعیین قربانی درست ہوجائے گی۔

(۳) اگر تمام شرکاء جانور میں سے اپنے اپنے حصہ کا پورا گوشت لینا چاہتے ہوں تو وزن کے ساتھ تقسیم کیا جانا یا کم از کم ہر حصے کے ساتھ گوشت کے علاوہ دوسرے اعضاء (مثلاً: سری، پائے، چربی، گردہ اور دل) کے ٹکڑے رکھ دینا ضروری ہے۔

(۴) الف:- قربانی کا نظم وانتظام کرنے والے ادارے اگر جانوروں کی قیمت کا

تخمینی اندازہ لگا کر فی حصہ متعین رقم کا اعلان کر دیں اور اس کے مطابق رقومات وصول کریں اور رقم کم پڑنے کی صورت میں مزید مطالبہ کرنے کی صراحت بھی کریں یا یہی طریقۂ کار ادارہ میں معروف ہو تو قبل از تعیین جانور کے ہلاک ہونے یا عیب دار ہونے کی ذمہ داری ادارے کی ہوگی، اور تعیین کے بعد اگر ہلاکت ہو یا عیب پایا جائے تو یہ حصہ دار کا نقصان شمار ہوگا۔ یہ تعیین خواہ خریداری کے وقت ہی کر لی جائے یا خریداری کے بعد اور اس صورت میں قربانی سے بچی ہوئی رقم کو قربانی کرنے والے کی (پیشگی یا قربانی کے بعد) اجازت کے مطابق استعمال کیا جا سکتا ہے؛ البتہ تعیین کے بعد شرکاء کے ناموں کی تبدیلی کا اختیار ادارہ کو نہ ہوگا۔

ب:- اور اگر اِدارہ متعینہ رقم لے کر قربانی کرنے کی پوری ذمہ داری لیتا ہے اور رقم کم پڑنے یا زیادہ ہونے پر حصہ دار سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا تو اس طریقہ پر شرعی اُصول وضوابط کے مطابق قربانی کرنے کی اجازت ہے۔ ایسی صورت میں قربانی کرانے والے ہر قسم کے نفع ونقصان سے بریٔ الذمہ ہوں گے۔ اور جانور ہلاک ہونے کی صورت میں ادارہ خود ذمہ دار ہوگا۔

(۵) قربانی کی رقم وصول کرنے والوں کے اخراجات کو بھی (عرف کے مطابق) دیگر اخراجات میں شامل کر کے حصہ داروں سے وصول کرنے کی گنجائش ہے۔

(٦) مدرسہ کے مال سے قربانی کے جانوروں کی حتی الامکان خریداری نہ کی جائے، اہل مدارس کو چاہئے کہ جانور فراہم کرنے والے لوگوں سے ادھار خریداری کا معاملہ کریں اور حصص کی رقومات حاصل ہونے کے بعد واجب الاداء رقم ان کے حوالے کر دیں۔

(۷) قربانی کی کھال شرعاً ایک قیمتی شئ ہے، اس لئے حتی الوسع اس کو ضائع کرنے سے اجتناب کیا جائے اور اس سے نفع اُٹھانے کی پوری کوشش کی جائے۔

قربانی کے جانور

قربانی کے جانور کی عمر میں چاند کی تاریخ کا اعتبار ہوگا

سوال (۱۴۰۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک جانور کی عمر چاند کی تاریخ کے لحاظ سے تو دو سال مکمل ہے؛ لیکن انگریزی تاریخ کے حساب سے دس دن کم بیٹھ رہی ہے، تو کیا چاند کا حساب لگا کر اُس کی قربانی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- قربانی کے جانوروں کی عمر میں انگریزی نہیں؛ بلکہ قمری مہینوں کا اعتبار ہوتا ہے؛ لہٰذا جو جانور قمری اعتبار سے دو سال کا ہو چکا ہو، اُس کی قربانی درست ہے۔

وصح الثني فصاعدًا من الثلاثة، والثني هو ابن خمس من الإبل وحولين من البقر والجاموس الخ. (الدر المختار / كتاب الأضحية ٤٦٦/٩ زكريا)

المستفاد: وسببه ملك نصاب حولي نسبة للحول (الدر المختار) الحول القمري لا الشمسي. (رد المحتار، كتاب الزكاة / مطلب: الفرق بين السبب والشرط والعلة ١٧٥/٣ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۱۱/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

قربانی کا مہنگا جانور فروخت کرکے کم قیمت کا خریدنا

سوال (۱۴۰۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید صاحبِ نصاب ہے، اُس نے ممبئی میں قربانی کی نیت سے دو بکرے خرید کرر کھے ہیں، اِس وقت اُن کی قیمت تقریباً ۵۰؍ ہزار روپئے ہے، مگر اِس وقت لاک ڈاؤن کی وجہ سے اپنے وطن جاکر قربانی کرنا چاہتا ہے، تو کیا اُن دونوں بکروں کو ۵۰؍ ہزار روپئے میں فروخت کرکے اپنے وطن میں ۲۰؍ ہزار کے جانور کی قربانی کرکے باقی ۳۰؍ ہزار روپئے اپنے استعمال میں لاسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں جو بکرے قربانی کی نیت سے خریدے گئے تھے، اگر اُن کو فروخت کرکے کم قیمت کا جانور لیا جائے گا تو مابقیہ رقم کا صدقہ کرنا ضروری ہوگا۔

ویکره أن یبدل بها غیرها أي إذا کان غنیًا الخ. (رد المحتار / کتاب الأضحیة ۴۷۶/۹ زکریا)

ولو باع الأضحیة جاز خلافًا لأبي یوسف ویشتري بقیمتها أخری ویتصدق بفضل ما بین القیمتین. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الذبائح / آخر الباب السادس في بیان ما یستحب في الأضحیة الخ ۳۰۱/۵ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳؍۱۱؍۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

معمول کے خلاف کم قیمت کے جانور کی قربانی کرکے باقی رقم صدقہ کرنا

سوال (۱۴۰۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: جو لوگ گذشتہ سالوں میں شوق سے انتہائی فربہ اور اچھا قیمتی جانور ذبح کیا کرتے تھے، اگر وہ اِس مرتبہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے کم درجہ کا مناسب جانور ذبح کریں اور بچت والی رقم دیگر مستحقین پر خرچ کردیں تو کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- نیک نیتی کے ساتھ اچھے اور قیمتی جانور کی قربانی اگرچہ افضل ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص حالات اور ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے قربانی میں زیادہ قیمتی جانور نہ لے کر کم درجہ کا مناسب جانور ذبح کرے اور بچت والی رقم مستحقین پر خرچ کردے تو اِس میں بھی شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿لَنْ يَنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾ [الحج، جزء آیت: ۳۷]

وقال: ﴿وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ [سبا: ۳۹]

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: قال الله تعالىٰ: أنفق يا ابن آدم أنفق عليک. (صحيح البخاري، كتاب النفقات / باب فضل النفقة على الأهل ۸۰۵/۲ رقم: ۵۳۵۲)

والأصل في هذا إذا استويا في اللحم والقيمة فأطبهما لحمًا أفضل، وإذا اختلفا فيهما فالفاضل أولىٰ. (رد المحتار / كتاب الأضحية ۴۶۶/۹ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۲/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قربانی کا ۱۰؍ ہزار والا جانور بیچ کر ۸؍ ہزار والا خرید لیا تو ۲؍ ہزار کا کیا کریں؟

سوال (۱۴۰۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: ایک صاحبِ نصاب شخص نے ۱۰/ ہزار روپئے کا بکرا قربانی کی نیت سے خریدا؛ لیکن بعد میں اُسے فروخت کرکے ۸/ ہزار روپئے میں دوسرا بکرا خرید لیا، تو مابقیہ ۲/ ہزار روپئے وہ اپنے پاس رکھ سکتا ہے یا صدقہ کرنا ضروری ہے؟ نیز اُس میں غنی اور فقیر دونوں کا حکم ایک ہے یا الگ الگ؟ شرعی حکم تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- راجح قول کے مطابق مذکورہ ۲/ ہزار روپئے اپنے استعمال میں لانا درست نہیں ہے؛ بلکہ اُسے صدقہ کرنا ضروری ہے اور اِس بارے میں غنی اور فقیر کا حکم یکساں ہے۔

قال الامام شمس الأئمة السرخسي: الصحيح أن الجواب فيهما على السواء يلزمه التصدق بالفضل غنيًا كان أو فقيرًا؛ لأن الأضحية وإن كانت واجبة على الغني في الذمة، فإنما يتعين المحل بتعينه فتعين هذا المحل بقدر المالية؛ لأن التعيين يفيد ذلك. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الأضحية / الباب الثاني في وجوب الأضحية بالنذر ۲۹٤/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۱/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

وکیل کا ۲۰/ ہزار کے بجائے ۱۸/ ہزار میں جانور خرید کر قربانی کرانا

سوال (۱۴۰۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اپنے اور اپنے عزیز واَقارب کی طرف سے قربانی کرنے کے لئے عمرو کو ۲۰/ جانوروں کی رقم دیتا ہے اور ہر جانور کی قیمت متعین کردیتا ہے کہ ہر ایک جانور ۲۰/ ہزار روپئے کا ہونا چاہئے اور عمرو فی جانور ۱۸/ ہزار روپئے کے حساب سے خرید کر قربانی کرتا ہے اور

ہر جانور کے پیچھے ۲؍ ہزار روپئے خود رکھ لیتا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ عمرو کا فی جانور ۲۰؍ ہزار کے بجائے ۱۸؍ ہزار روپئے میں خرید کر ۲؍ ہزار روپئے خود رکھ لینا شرعاً کیسا ہے؟ کیا عمرو کا یہ ۲ ہزار روپئے اپنے لئے رکھ لینا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں دراصل زید نے عمرو کو مقررہ قیمت پر قربانی کا جانور خریدنے کا وکیل بنایا ہے اور شرعاً وکیل اَمین ہوتا ہے، پس اگر وہ مقررہ قیمت سے کم میں جانور خریدے گا تو مابقیہ رقم زید کی اِجازت اور مرضی کے بغیر اُسے خود لینی جائز نہ ہوگی؛ بلکہ مؤکل کو واپس لوٹانی لازم ہے۔

المال الذي قبضه الوكيل بالبيع والشراء وإيفاء الدين واستيفائه والمال الذي قبضه الوكيل بقبض العين بحسب وكالته هو في حكم الوديعة بيد الوكيل. (شرح المجلة ۷۸٤/۲ رقم: ۱٤٦۳ مكتبة الاتحاد ديوبند)

ومنه أنه أمين فيما في يده كالمودع. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوكالة / الباب الأول في معنى الوكالة وركنها الخ ٤۸۲/۳ مكتبة الاتحاد، ٥٦۷/۳ زكريا)

التوكيل بالشراء إذا كان مقيدًا يراعى فيه القيد إجماعًا، سواء كان القيد راجعًا إلى المشتري أو إلى الثمن. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوكالة / الباب الثاني في التوكيل بالشراء ٤۸۸/۳ مكتبة الاتحاد ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۲/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ذبیحہ پر حکومتی سختی کی وجہ سے قیمت کا تصدق کافی ہوگا؟

سوال (۱۴۰۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: حکومت کی طرف سے ذبیحہ پر بہت سختی کی جارہی ہے، نیز آمد و رفت میں بھی پریشانی ہے، اگر بالفرض عیدالاضحیٰ تک یہی صورت رہی تو قربانی کے بجائے قیمت صدقہ کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- شریعت میں قربانی ایک مستقل عبادت ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کے نام پر جانور کا خون بہانا مقصود ہوتا ہے؛ لہٰذا جب تک مقررہ وقت کے اندر قربانی کرنے کی قدرت اور امکان باقی ہو، قربانی کے بجائے اُس کی قیمت صدقہ کرنے سے واجب ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔ پس قربانی کے اَیام میں یا اُس سے قبل زندہ جانور یا اُس کی قیمت کا صدقہ کرنا کافی نہیں؛ بلکہ صاحب نصاب شخص پر حتی الامکان قربانی کرنا ہی ضروری ہے؛ البتہ اگر بالفرض قربانی کے اَیام گذر گئے اور قربانی کی کوئی صورت اِصالۃً یا وکالۃً ممکن نہ ہوسکی، تو اَب اگر پہلے سے جانور خرید رکھا ہو، تو اُسے ہی زندہ صدقہ کرنا ضروری ہوگا اور اگر جانور نہ خریدا ہو تو اَوسط درجہ کے جانور کی قیمت صدقہ کرنی لازم ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ قاسمیہ ۲۲/۲۸۶)

لأن الواجب عليه الإراقة، وإنما ينتقل إلى الصدقة إذا وقع اليأس عن التضحية بمضي أيامها، وإن لم يشتر مثلها حتى مضت أيامها تصدق بقيمتها؛ لأن الإراقة إنما عرفت قربة في زمان مخصوص، ولا تجزيه الصدقة الأولٰى عما يلزمه بعد؛ لأنها قبل سبب الوجوب. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٩/٤٦٣ زكريا)

وأقول ذكر في البدائع: أن الصحيح أن الشاة المشتراة للأضحية إذا لم يضح بها حتى مضى الوقت يتصدق الموسر بعينها كالفقير بلا خلاف بين أصحابنا الخ، فبين أن المراد إذا لم يشترها قيمة شاة تجزئ في الأضحية، كما في الخلاصة وغيرها. قال القهستاني: أو قيمة شاة وسط كما في الزاهدي والنظم وغيرهما. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٩/٤٦٥ زكريا)

ومنها: أنه لا يقوم غيرها مقامها في الوقت، حتى لو تصدق بعين الشاة أو قيمتها في الوقت لا يجزئه عن الأضحية الخ، ومنها: أنها تقضي إذا فاتت عن وقتها ثم قضاؤها قد يكون بالتصدق بعين الشاة حية، وقد يكون بالتصدق بقيمة الشاة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الأضحية / الباب الأول ۲۹۳/۵-۲۹۴ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۱/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غریب باپ کی طرف سے ایک سال سے کم کا بکرا خریدا مگر قربانی نہ کرسکا

سوال (۱۴۰۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے اوپر نہ تو زکوٰۃ اور نہ ہی قربانی واجب ہے اور نہ میرے بیٹوں پر، بیوی اور بیٹی پر زکوٰۃ اور قربانی واجب ہے، جس کی اَدائیگی میرے ہی ذمہ رہتی ہے، اگر اس وقت کچھ رقم ہاتھ میں ہوتی ہے تو میں بھی قربانی کرلیتا ہوں، ورنہ صرف بیوی اور بیٹی کی طرف سے قربانی کرتا ہوں؛ چناں چہ قربانی کے لئے ایک بکرا خریدا، اُس کے بعد دو بکرے اور خریدے، بیوی نے کہا یہ تین بکرے ہوگئے، اِس لئے ایک بکرے کی قربانی آپ اپنی طرف سے کرلیں؟ میں نے کہا کہ یہ بکرا میں بڑے بیٹے کی طرف سے کردوں گا، بالآخر کچھ بھی طے نہ ہوسکا کہ کون سا بکرا کس کی طرف سے ہوگا، قربانی کے وقت میں نے قصائی سے کہا کہ جو بکرا میں نے پہلے خریدا تھا، اُس کی عمر ایک سال سے کم لگ رہی ہے، اِس کے علاوہ اور دو لوگوں نے ایک سال سے کم عمر کے بارے میں شک ظاہر کیا، تو میں نے باقی دو بکروں کی قربانی بیوی اور بیٹی کی طرف سے کردی اور اس پہلے والے بکرے کو روک لیا؛ لہٰذا آپ سے درخواست ہے کہ بتائیں اِس روکے ہوئے بکرے کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں جن دو بکروں کی عمر مکمل تھی اُن کی قربانی تو درست ہوگئی اور جس بکرے کی عمر کم تھی وہ چوں کہ غیر صاحبِ نصاب شخص کی طرف سے قربانی کی نیت سے خریدا گیا تھا، اس لئے قربانی کے ایام کے بعد بطور نذر اس بکرے کو بعینہٖ صدقہ کرنا آپ پر لازم ہے، اس کو اپنے استعمال میں لانا یا فروخت کرنا درست نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ قاسمیہ ۲۲/۳۷۷)

إن الشراء للأضحية ممن لا أضحية عليه يجري مجرى الإيجاب، وهو النذر بالتضحية عرفًا؛ لأنه إذا اشترى للأضحية مع فقره فالظاهر أنه يضحي فيصير كأنه قال: جعلت هذه الشاة أضحية. (بدائع الصنائع / كتاب التضحية ٤/١٩٢ زكريا)

فإن كان أوجب على نفسه شاة بعينها ...... أو كان المضحي فقيرًا، وقد اشترىٰ شاة بنية الأضحية فلم يفعل حتى مضت أيام النحر تصدق بها حية. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الأضحية / الباب الرابع فيما يتعلق بالمكان والزمان ٥/٢٩٦ زكريا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۶/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

ایسے بکرے کی قربانی جس کا پیشاب کئی سوراخوں سے نکلتا ہو

سوال (۱۴۰۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک بکرا جو بچپن میں بیمار ہوگیا تھا، اس کی وجہ سے اس کی پیشاب کی جگہ پر آپریشن کیا گیا، اس کا اثر یہ ہے کہ جب وہ پیشاب کرتا ہے تو اس کا پیشاب ایک دھار سے نہیں نکلتا بلکہ سوراخوں سے بکھر کر نکلتا ہے، تو کیا اس پیشاب کی بے ترتیبی کی وجہ سے اس بکرے کی قربانی پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں بکرے کے پیشاب کا بے ترتیبی سے نکلنا اُس کی کسی منفعت سے مانع نہیں ہے؛ لہٰذا حسبِ شرائط اُس کی قربانی میں کوئی حرج نہیں۔

کل عیب یزیل المنفعة علی الکمال أو الجمال علی الکمال یمنع الأضحیة وما لایکون بهذه الصفة لا یمنع. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الأضحیة / الباب الخامس في بیان محل إقامة الواجب ۲۹۹/۵ زکریا، الفتاویٰ التاتارخانیة ۴۳۱/۱۷ رقم: ۲۷۷۳۳ زکریا)

ومن المشائخ من یذکر في هذا الفصل أصلا ویقول: کل عیب یزیل المنفعة علی الکمال أو الجمال علی الکمال یمنع وما لا یکون بهذا الصفة لا یمنع. (تبیین الحقائق / کتاب الأضحیة ۴۸۲/۶ دار الکتب العلمیة بیروت) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱/۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گونگی بکری کی قربانی کا حکم

سوال (۱۴۰۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گونگی بکری کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- چوپایوں میں بولنا اور آواز نکالنا منافع مقصودہ میں نہیں ہے۔ بریں بنا جو جانور بسہولت چارہ کھا سکتا ہو تو محض آواز نہ نکلنے کی بنا پر اُس کی قربانی کو ممنوع قرار نہیں دیا جائے گا۔

کل عیب یزیل المنفعة علی الکمال أو الجمال علی الکمال یمنع الأضحیة وما لایکون بهذه الصفة لا یمنع. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الأضحیة / الباب الخامس في بیان محل إقامة الواجب ۲۹۹/۵ زکریا، الفتاویٰ التاتارخانیة ۴۳۱/۱۷ رقم: ۲۷۷۳۳ زکریا)

تجوز التضحية ...... والتي لا لسان لها في الغنم خلاصة، أي لا البقر؛ لأنه يأخذ العلف باللسان والشاة بالسن. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٧٠/٩ زكريا)

ولو كانت الشاة مقطوعة اللسان هل تجوز التضحية بها؟ فقال: نعم إن كان لا يخل بالاعتلاف وإن كان يخل به لا تجوز التضحية بها. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الأضحية / الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب ٢٩٨/٥ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

جس جانور کو کوڑھ کا مرض ہو اُس کی قربانی کا حکم

سوال (۱۴۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس جانور کو کوڑھ کا مرض ہو؛ خواہ صرف سفید دھبے ہوں یا اَعضاء بھی جھڑتے ہوں، تو اُس کی قربانی کی شرعاً اِجازت ہوگی یا نہیں؟ رہبری فرما کر احسان عظیم فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں اگر جانور میں صرف سفید دھبے ہوں یا مرض کا معمولی اثر ہو تو اُس کی قربانی درست ہوگی؛ لیکن اگر مرض کا اثر زیادہ ہو مثلاً زخموں کی وجہ سے اعضاء جھڑتے ہوں تو اُس کی قربانی درست نہ ہوگی۔

والجرباء السمينة فلو مهزولة لم يجز؛ لأن الجرب في اللحم نقص، لا بالعمياء والعوراء والعجفاء ...... والمريضة البين مرضها. (الدر المختار / كتاب الأضحية ٤٦٨/٩ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۱۱/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

آنکھ میں سفیدی والے جانور کی قربانی

سوال (۱۴۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم نے ایک بھینس قربانی کے لئے خریدی ہے؛ لیکن اُس کی آنکھ میں سفیدی آگئی ہے، تو کیا اُس کی وجہ سے وہ عیب دار شمار ہوگی؟ اور اُس کی قربانی درست ہوگی یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مذکورہ صورت میں یہ دیکھا جائے گا کہ جانور کی جس آنکھ میں سفیدی آئی ہے، اُس کی بینائی کا کیا حال ہے؟ اگر بینائی پر کوئی فرق نہ پڑا ہو یا بہت معمولی فرق پڑا ہو، جس کا اندازہ فقہاء نے تہائی روشنی سے لگایا ہے، تو ایسے جانور کی قربانی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن اگر سفیدی آنے کی وجہ سے اُس کی آنکھ کی بینائی تہائی سے زیادہ متأثر ہوگئی ہو تو اُسے عیب دار شمار کیا جائے گا اور اُس کی قربانی درست نہ ہوگی۔

ولا مقطوع أكثر الأذن أو العين، أي التي ذهب أكثر نور عينها (الدر المختار) واختلف أصحابنا في الفاصل بين القليل والكثير، فعن أبي حنيفة أربع روايات. والصحيح أنه الثلث وما دونه قليل ومازاد عليه كثير وعليه الفتوىٰ. (رد المحتار مع الدر المختار / كتاب الأضحية ٤٦٨/٩ زكريا)

وإن قطع من الذنب ...... أو العين...... الثلث أو أقل أجزأه، وإن كان أكثر لم يجزه. (الهداية / كتاب الأضحية ٤٤٧/٤ مكتبة بلال ديوبند)

لا يجوز في الهدايا والضحايا العمياء والعوراء، وإن كانت بيضاء بعض العين الواحدة، أو ذاهبة بعض العين الواحدة، أو بعض أذنها الواحدة أو بعض ذنبها، فإن كان البياض أو الذهاب أكثر من النصف، لا يجوز عند الكل، وإن كان أقل من الثلث يجوز في ظاهر الرواية. (فتاوىٰ قاضي خان، كتاب الأضحية / فصل

في العيوب ما يمنع الأضحية وما لا يمنع ٢٤٨/٣ مكتبة الاتحاد ديوبند، وعلى هامش الهندية ٣٥٢/٣ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۱۱/۱۴۳۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گم شدہ بیل خرید کر قربانی کرنا

سوال (۱۴۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی آدمی کے باغ میں جانور (بیل گائے وغیرہ) ہوں اور یہ معلوم نہیں کہ کس کا ہے؟ وہیں پیدا ہوا اور وہیں پل رہا ہے اور بہت سالوں سے وہیں ہے، نیز اُس کو کوئی پوچھنے والا بھی نہیں ہے، تو کیا باغ کے مالک کے لئے اُس جانور کو پکڑ کر بیچنا جائز ہے اور ایسا جانور کوئی آدمی قیمت اَدا کر کے قربانی کرنے کے لئے خریدے تو جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: - مذکورہ بیل لقطہ (گم شدہ) کے درجہ میں ہے؛ لہٰذا جب تلاش کے باوجود مالک کا کچھ پتہ نہ چلے تو اُسے زندہ ہی مالک کی طرف سے صدقہ کر دیا جائے اور اگر فروخت کر دیا تو اُس کی قیمت کا صدقہ ضروری ہے؛ البتہ جو شخص قیمت اَدا کر کے اُسے خرید لے تو اُس کے لئے اُس جانور کی قربانی درست ہوگی۔

وندب التقاط البهيمة الضالة وتعريفها ما لم يخف ضياعها فيجب الخ، وهو في الإنفاق على اللقيط واللقطة متبرع لقصور ولايته الخ، وإن لم يكن باعها القاضي وحفظ ثمنها. (الدر المختار مع رد المحتار / كتاب اللقطة ٤٤٠/٦-٤٤١ زكريا)

ثم بعد تعريف المدة المذكورة الملتقط مخير بين أن يحفظها حسبة وبين أن يتصدق بها. (الفتاویٰ الهندية / كتاب اللقطة ٢٨٩/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۱۱/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ہرن اور بکری کے ملاپ سے پیدا شدہ ایک سالہ بچہ کی قربانی

سوال (۱۴۱۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہرن اور بکری کے ملاپ سے پیدا ہونے والا بچہ اگر ایک سال کا ہوجائے، تو کیا اُس کی قربانی درست ہوسکتی ہے؟ آپ سے مخلصانہ درخواست ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مفتی بہ قول کے مطابق جو جانور وحشی اور اہلی کے ملاپ سے پیدا ہوا ہو، وہ شرعاً ماں کے تابع ہوتا ہے، پس جو بچہ ہرن اور بکری کے ملاپ سے بکری کے پیٹ سے پیدا ہوا اور وہ قربانی کی عمر یعنی ایک سال کا ہوگیا تو اُس کی قربانی جائز اور درست ہے۔

إذا كان الولد بين وحشي وأهلي فإن كانت الأم أهلية جازت التضحية بالولد وإن كانت وحشية لا تجوز؛ لأن الولد جزء من الأم فإن ماء الفحل يصير مستهلكا بحضانتها، وإنما ينفصل الولد منها ولهذا يتبعها في الرق والملك فكذلك في التضحية، وهذا لأنه ينفصل من الفحل وهو ماء غير محل لهذا الحكم وينفصل من الأم وهو حيوان محل لهذا الحكم فلهذا جعلناه معتبرًا بالأم. (كتاب المبسوط، كتاب الذبائح / بيع جلد الأضحية بعد الذبح ۲۲/۱۲ دار الكتب العلمية بيروت)

فلو نزا ثور وحشي على بقرة أهلية فولدت ولدا يضحي به دون العكس؛ لأنه ينفصل عن الأم وهو حيوان متقوم تتعلق به الأحكام ومن الأب ماء مهين، ولذا يتبع الأم في الرق والحرية. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٦٦/٩ زكريا)

وإذا نزا ظبي على شاة أهلية فإن ولدت شاة تجوز التضحية بها وإن

ولدت ظبيًا لا تجوز. (بدائع الصنائع، كتاب التضحية / محل إقامة الواجب ٢٠٥/٤ زكريا، وأيضًا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب الأضحية / الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب ٢٩٧/٥ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱۱/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گابھن جانور کی قربانی اور اُس کے پیدا شدہ بچے کا حکم

سوال (۱۴۱۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) کیا گابھن جانور کی قربانی کر سکتے ہیں؟ اور پہلے سے معلوم ہوتے ہوئے اُس کو قربانی کے لئے خریدنا کیسا ہے؟ (۲) قربانی کا جانور خریدنے کے بعد اگر اُس کے بچہ پیدا ہوجائے تو اس کو کیا کرنا چاہیے؟ آپ سے درخواست ہے کہ قرآنِ کریم اور اَحادیث طیبہ کی روشنی میں جواب دے کر ممنون فرمائیں، نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق:- (۱) جس گابھن جانور کی ولادت کا وقت قریب ہو، اُس کی قربانی کرنا مکروہ ہے؛ تاہم قربانی اَدا ہوجائے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۷/۴۵۳ ڈابھیل)

إن تقاربت الولادة يكره ذبحها. (رد المحتار / كتاب الذبائح ٤٤١/٩ زكريا)

(۲) اگر قربانی کے جانور نے ذبح سے پہلے بچہ جن دیا، تو مستحب یہ ہے کہ اُس بچے کو زندہ ہی کسی غریب کو صدقہ کر دیا جائے، اور اگر ذبح کر دیا تو اُس کے گوشت کو خود نہ کھائے؛ بلکہ صدقہ کردے۔

ولدت الأضحية ولدا قبل الذبح يذبح الولد معها، وعند بعضهم يتصدق به بلا ذبح (الدر المختار) قال الشامي: قوله: يذبح الولد معها: إلا أنه لا يأكل منه؛ بل يتصدق به، فإن أكل منه تصدق بقيمة ما أكل، والمستحب أن يتصدق

بـه. خانية: قيل: ولعل وجهه عدم بلوغ الولد سن الإجزاء فكانت القربة في اللحم بذاته لا في إراقة دمه. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٦٧/٩ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷/۱۲/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قربانی کے مشترکہ جانور کے پیٹ سے زندہ بچہ نکالا

سوال (۱۴۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ۷/شرکاء نے ایک ایسی بڑی بھینس قربانی کے موقع پر ذبح کی جو کہ حاملہ تھی، ذبح کرنے کے بعد اُس سے زندہ بچہ نکلا، تو اُس بچہ کا کیا کیا جائے؟ آیا اُس کو بھی ذبح کرنا ضروری ہے، یا اُس کو پال سکتے ہیں؟ اور اگر پالیں گے تو اُس پر ملکیت مشترک سمجھی جائے گی یا کچھ اور حکم ہوگا؟ صحیح طور پر رہنمائی فرمائیں، مہربانی ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں اُس بچہ کو بھی بھینس کے ساتھ ایامِ قربانی میں ذبح کر دیا جائے اور اُس کا گوشت یا تو صدقہ کر دیں، یا خود استعمال کر لیں، دونوں کی گنجائش ہے؛ لیکن اگر اُس بچہ کو ایام قربانی میں ذبح نہ کیا جا سکا تو بعد میں سب شرکاء کی طرف سے اُس کو صدقہ کرنا واجب ہوگا۔

فإن خرج من بطنها حيًا فالعامة أنه يفعل به ما يفعل بالأم، فإن لم يذبحه حتى مضت أيام النحر يتصدق به حيًا، فإن ضاع أو ذبحه وأكله يتصدق بقيمته. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٧٦/٩ زكريا)

قال بعضهم: إنه بالخيار إن شاء ذبحه أيام النحر وأكل منه كالأم، وإن شاء تصدق به، فإن أمسك الولد حتى مضت أيام النحر تصدق به؛ لأنه فات ذبحه، فصار كالشاة المنذورة. (بدائع الصنائع، كتاب التضحية / فصل في بيان ما يستحب

قبل التضحية وبعدها الخ ٢٢٠/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۱۱/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

قربانی کیلئے بڑے جانور کے ساتھ اُس کا ایک سالہ بچہ بھی خریدا

سوال (۱۴۱۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے قربانی کا ایک بڑا جانور خریدا، اُس کے ساتھ اُس کا ایک سال کا بچہ بھی آیا، تو کیا ابھی اُس شخص پر اِس بچہ کی بھی قربانی واجب ہے یا اسے رکھ سکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جو چھوٹا بچہ قربانی کے جانور کے ساتھ خریدا گیا ہے، وہ قربانی کے لئے متعین نہیں ہوا؛ اِس لئے کہ اُس کی عمر کم ہے۔ بریں بنا وہ خریدار کی ملکیت ہے، اُسے پالنا چاہے تو پال سکتا ہے، ذبح کرنا ضروری نہیں۔

ومن البقر ما تم له حولان وطعن في السنة الثالثة ...... وتقدير هذه الأسنان بما قلنا لمنع النقصان لا لمنع الزيادة حتى لو ضحى بأقل من ذلك سنا لا يجوز، ولو ضحى بأكثر من ذلك يجوز ويكون أفضل ولا يجوز في الأضحية حمل ولا جدي ولا عجل ولا فصيل. (بدائع الصنائع، كتاب التضحية / محل إقامة الواجب ٢٠٦/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۱۲/۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قربانی کے جانور کے پیٹ سے نکلی ہوئی قیمتی چیز کا حکم

سوال (۱۴۱۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: آج ہمارے یہاں ضلع ارریہ میں قربانی کے جانور کے پیٹ سے (روہین) دستیاب ہوا ہے، جانکار احباب کا یہ کہنا ہے کہ بازار میں اس کو مبلغ ۴۵؍ ہزار روپئے میں فروخت کیا گیا ہے، اب قربانی کے شرکاء نے اس رقم میں سے ایک اور قربانی کے لئے ۲۱؍ ہزار روپئے کا ایک جانور خرید لیا ہے؛ جب کہ بقیہ رقم مدرسہ وغیرہ میں صرف کرنا چاہتے ہیں، شرعاً صحیح مصرف اس کا کیا ہے؟ صحیح طور پر رہنمائی فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیرِ صحت سوال مسئولہ صورت میں جو قیمتی چیز قربانی کے جانور میں سے نکلی ہے اور اسے ۴۵؍ ہزار روپئے میں فروخت کیا گیا ہے تو پوری رقم کا صدقہ کرنا لازم ہے، جو مستحق فقراء پر خرچ کیا جائے گا اور اس سے قربانی کا جانور نہیں خریدنا چاہئے تھا، اور اگر خرید لیا ہے تو اُس کو زندہ صدقہ کرنا چاہئے اور اگر ذبح کر دیا گیا تو اس کے گوشت کا صدقہ لازم ہے، اگر گوشت شرکاء نے خود استعمال کر لیا ہو تو اندازہ لگا کر اس کی قیمت کا صدقہ کیا جائے گا۔

فإن بيع اللحم أو الجلد به أي بمستهلك أو بدراهم تصدق بثمنه ومفاده صحة البيع مع الكراهة. (الدر المختار مع رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٧٥/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۳/۲/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قربانی کا گم شدہ جانور ملنے پر فقیر کے لئے کیا حکم ہے؟

سوال (۱۴۱۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک جانور میں ۷؍ آدمی شریک ہیں، جن میں سے ۶؍ صاحبِ نصاب ہیں اور ایک غریب، اَب وہ جانور گم ہوگیا، اِن سب شرکاء نے دوسرا جانور خرید لیا؛ لیکن بعد میں وہ گم

شدہ جانور بھی مل گیا، تو چوں کہ صاحبِ نصاب کو تو اختیار ہے کہ جس جانور کی چاہے قربانی کرے؛ لیکن وہ کیا کرے گا جو صاحبِ نصاب نہیں؛ غریب آدمی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں فقیر شخص نے دوسرے جانور میں جو حصہ لیا ہے، اگر وہ گم شدہ جانور کے حصہ کے بدلے میں ہے، تو بعد میں اُس جانور کے ملنے پر غنی اور فقیر کی تفریق کے بغیر اُن میں سے کسی ایک جانور کی قربانی واجب ہوگی، اور جن فقہی عبارتوں میں مذکورہ صورت میں فقیر پر دونوں قربانیوں کے وجوب کی بات کہی گئی ہے، وہ اُس صورت میں ہے جب کہ فقیر نے دوسرے جانور میں ابتداءً حصہ لیا ہو؛ گم شدہ کے بدلے میں نہ ہو؛ جیسا کہ درج ذیل عبارات سے واضح ہے:

رجلٌ اشترى أضحيةً وأوجبها للأضحية فضلت عنه، ثم اشترى مثلها، وأوجبها أضحية أخرى، ثم وجد الأولى، قال: إن كان أوجب الأخرى إيجابًا مستانفًا فعليه أن يضحي بهما، وإن كان أوجبها بدلًا عن الأولىٰ فله أن يذبح أيهما شاء، ولم يفصل بين الغني والفقير. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الأضحية / الفصل الثاني في وجوب الأضحية بالنذر وما هو في معناه ٤١٣/١٧ رقم: ٢٧٦٧٢ زكريا)

وإن سرقت أو ضلت فشرى أخرىٰ ثم وجدها في أيام النحر ذبح إحداهما لو غنيًا، وكلاهما لو فقيرًا، إلا إذا نواها عن الأولى لعدم تعدد الالتزام بالشراء حينئذٍ. (الدر المنتقى / كتاب الأضحية ٥٢٠/٢ دار إحياء التراث العربي بيروت، ١٧٢/٤ مكتبة فقيه الأمة ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۴/۱۱/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

فقیر شخص قربانی کے دن سے پہلے جانور خرید کر بیچ سکتا ہے یا نہیں؟

سوال (۱۴۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس پر قربانی واجب نہیں ہے اگر عید سے پہلے قربانی کی نیت سے جانور خریدے، تو کیا اُس جانور کو عید کے دن سے پہلے بیچ سکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- فقیر یعنی غیر صاحبِ نصاب شخص قربانی کے لئے جو جانور خریدے وہ قربانی کے لئے متعین ہوجاتا ہے؛ لہٰذا بعد میں اُس کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

وفقير شراها لها لوجوبها عليه بذلك حتى يمتنع عليه بيعها (الدر المختار) وهذا ظاهر الرواية؛ لأن شرائه لها يجري مجرى الإيجاب وهو النذر بالتضحية عرفًا، كما في البدائع. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٦٥/٩ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۲/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

قربانی کا جانور فروخت کرنے والے نے خود اپنا ایک حصہ مقرر کرلیا

سوال (۱۴۲۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے قربانی کی گائے فروخت کردی اور کہتا ہے کہ میں بھی اپنے لئے ایک حصہ رکھنا چاہتا ہوں، آیا اس طرح کی خرید وفروخت شرعاً جائز ہوگی یا نہیں؟ آپ سے درخواست ہے کہ صحیح طور پر جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- قربانی کرنے والوں کے ہاتھ اپنے بڑے جانور

کے چھ حصوں کو فروخت کرنا اور ایک حصہ میں اپنی قربانی کی نیت کرنا شرعاً درست ہے، اس میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

ولو شرى بدنة للأضحية ثم أشرك فيها ستة جاز استحسانًا والاشتراك قبل الشراء أحب. (مجمع الأنهر / كتاب الأضحية ۱٦۹/٤ مكتبة فقيه الأمة ديوبند)

اشترى بقرة لها ثم أشرك ستا، جاز استحسانًا إن أصاب كلا سبع تام، وإن أصاب أحدهم أقل من سبع لا يصح. (بزازية على هامش الهندية، كتاب الأضحية / الرابع فيما يجوز من الأضحية ۲۹۰/٦ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱۲/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قربانی کا جانور بیچنے والے کا اُسی جانور کے خریداروں کی طرف سے وکیل بننا

سوال (۱۴۲۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص یا پھر کچھ لوگوں کا گروپ ہے، پورا سال جانور کی خرید وفروخت کا کاروبار کرتا ہے اور پھر بقرعید کے ایام میں بھی وہ قربانی کے جانور فروخت کرتا ہے اور خود قربانی کا نظم بھی کرتا ہے، اِس قربانی میں ساری بات طے ہوتی ہے، جانور کی کھال بھی غرباء ومستحقین میں دی جاتی ہے اور اس معاملہ میں وہ اپنا نفع بھی کچھ طے کر کے لیتا ہے، تو کیا اُن کا یہ عمل صحیح ہے یا غلط؟ اور اس طرح قربانی کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ براہ کرم جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- شریعت میں خود بائع، مشتری کی طرف سے وکیل بالشراء نہیں بن سکتا، پس مسئولہ صورت میں جو شخص خود ہی قربانی کا جانور بیچتا ہو اور وہی قربانی کرانے والوں کی طرف سے خریداری کا وکیل بن کر اپنا ہی جانور خریدے اور قربانی کرے؛ تو

اگرچہ سارے معاملات طے ہوں، پھر بھی شرعاً یہ عقد فاسد ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ جسے قربانی کا وکیل بنایا جائے وہ کسی دوسرے سے جانور خریدے اور اُس میں پوری طرح اَمانت ودیانت کا خیال رکھتے ہوئے جتنی قیمت سے جانور خریدا گیا ہے، بس اتنی ہی قیمت یا قربانی کرانے کے اخراجات وصول کرے اور اس کی دلالۃً یا صراحۃً اِجازت کے بغیر زائد رقم اپنے استعمال میں نہ لائے۔

والواحد يتولى طرفي العقد في النكاح فصح دون البيع. (فتح القدير / كتاب النكاح ۱۸٤/۳ زكريا)

والواحد يتولى طرفي النكاح على ما نبينه إن شاء اللّٰه. وفي هامش الهداية: يتولى طرفي النكاح بخلاف البيع، ووجه الفرق أن الحقوق في البيع إلى الوكيل فلو تولى طرفيه يصير مطالِبًا ومطالَبًا، وفيه تعطيل الحقوق، وفي النكاح إلى المؤكل فلا يلزم ذلك. (الهداية / كتاب النكاح ۳۰۵/۲ المكتبة الأشرفية ديوبند)

وقد صرحوا بأن الواحد لا يتولى الطرفين في البيع أفاده في المنح. (رد المحتار، كتاب البيوع / فصل في الفضولي ۱۰۸/۵ كراچى) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۱۱/۱۴۳۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قربانی کے جانور میں ولیمہ کی نیت سے حصہ لینا

سوال (۱۴۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) قربانی کے جانور میں ولیمہ کی نیت سے ایک حصہ میں شریک ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ (۲) بڑا جانور خریدنے کے بعد ایک حصہ کی قیمت لے کر کسی کو شریک کرسکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱) ولیمہ کی دعوت مسنون ہے۔ بریں بنا اُس میں تقرب کے معنی پائے جاتے ہیں؛ لہٰذا اگر بڑے جانور میں ایک حصہ یا زائد حصے ولیمہ کے

نام سے لئے تو قربانی درست ہو جائے گی۔

ولم يذكر الوليمة وينبغي أن تجوز؛ لأنها تقام شكرًا لله تعالىٰ على نعمة النكاح ووردت بها السنة. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٧٢/٩ زكريا)

(۲) کر سکتے ہیں؛ لیکن افضل یہ ہے کہ خریدنے سے پہلے ہی شریک کیا جائے۔

ولو شرى بدنة للأضحية ثم أشرك فيها ستة جاز استحسانًا والاشتراك قبل الشراء أحب. (مجمع الأنهر / كتاب الأضحية ١٦٩/٤ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۱/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

قربانی کے جانور سے فائدہ اُٹھانا کب سے ممنوع ہے؟

سوال (۱۴۲۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قربانی کے جانور کے بال وغیرہ کاٹنا درست نہیں ہے؛ جیسا کہ کتبِ فقہ میں مذکور ہے۔ سوال یہ ہے کہ کب سے کاٹنا درست نہیں ہے؟ قربانی کے لئے نامزد کرنے کے بعد یا خریدنے کے بعد؟ ہمارے یہاں اکثر گھر میں پیدا شدہ بکرے بکری کی ہی قربانی کرتے ہیں، تو اُن کے شروع ہی سے نہیں کاٹنے چاہئیں؟ یا جب سے نیت کی ہے کہ میں آئندہ سال قربانی کروں گا، تو اَب کاٹنا درست نہ ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جو جانور قربانی کی نیت سے خریدا گیا ہو، تو خریداری کے وقت ہی سے وہ قربانی کے لئے متعین ہو جاتا ہے؛ لہٰذا اُس کے بال وغیرہ کاٹنا ممنوع ہوگا؛ البتہ اگر گھر کا پلا ہوا جانور ہو، یا کسی جانور کو پہلے بلا نیت خریدا ہو، اور بعد میں قربانی

کی نیت کی ہو، تو محض نیت کرنے سے وہ جانور قربانی کے لئے متعین نہیں ہوتا ہے؛ لہٰذا قربانی سے قبل اُس کے بال وغیرہ کاٹنا یا دودھ استعمال کرنا ممنوع نہ ہوگا۔

شراها لها لوجوبها عليه بذلک حتی يمتنع عليه بيعها (الدر المختار) قوله شراها لها: فلو كانت في ملكه فنوی أن يضحي بها أو اشتراها ولم ينو الأضحية وقت الشراء، ثم نوی بعد ذلک لا يجب عليه؛ لأن النية لم تقارن الشراء فلا تعتبر، بدائع. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٦٥/٩ زكريا)

ولو ملک إنسان شاة فنوی أن يضحي بها أو اشتری شاة ولم ينو الأضحية وقت الشراء ثم نوی بعد ذلک أن يضحي بها لا تجب عليه، سواء كان غنيًا أو فقيرًا. (الفتاوی الهندية / كتاب الأضحية ٢٩١/٥ زكريا، بدائع الصنائع، كتاب الأضحية / ما يجب على الغني دون الفقير ١٩٣/٤ المكتبة النعيمية ديوبند)

وكره جز صوفها قبل الذبح لينتفع به؛ فإن جزه تصدق به، ولا يركبها ولا يحمل عليها شيئًا ولا يؤجرها، فإن فعل تصدق بالأجرة. حاوي الفتاویٰ (الدر المختار / كتاب الأضحية ٤٧٥/٩ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۱/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

کتابُ الصید والذبائح

صید وذبائح کے مسائل

مچھلی کے علاوہ دیگر دریائی جانوروں کیلئے حلال سرٹیفکٹ دینا

سوال (۱۴۲۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں رنگون برما میں ملکی سطح پر بنام Myanmar Halal Service حکومت میں ایک تنظیم رجسٹرڈ ہے، جس میں ملک بھر کے مقتدر علماء اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ جن میں ماہر غذائیات اور ماہرین Chemical بھی شامل ہیں، تنظیم کا مقصد ملک میں موجود غذائیات Production کرنے والے کارخانے اور اشیاء خوردنی پکا کر فروخت کرنے والے ریسٹورینٹ اغذیہ اور اشیائے خوردنی کو حلال طریقے سے حاصل کر کے حلال طریقے پر تیار کرنے کی نگرانی اور ترغیب دینا ہے اور حرام طریقوں سے بچانا ہے، ساتھ ہی تنظیم امت مسلمہ کو حلال کھانے اور حلال چیزوں کے استعمال کرنے کی اہمیت وضرورت اور حرام سے بچنے کی اہمیت کی طرف سوشل میڈیا اور مختلف ذرائع کے ذریعہ متنبہ کرنا ہے، اور جو کارخانے اور ریسٹورینٹ حلال سرٹیفکٹ تنظیم سے حاصل کرنا چاہتے ہیں، تنظیم اپنے ذیلی تربیت یافتہ ٹیم کو متعلقہ کارخانہ اور ریسٹورینٹ میں بھیج کر اشیاء خوردنی اور معلومات کی پروڈکشن اور پکانے کا اور خام مال کے تحصیل کا طریق کار شرعی نقطۂ نظر سے حلال اور جائز ہونے کی تحقیقی معائنہ کر کے اعتماد حاصل ہونے پر تنظیم ایسے کارخانوں اور ریسٹورینٹ کے لئے حلال سرٹیفکٹ جاری کرے گی۔

یاد رہے کہ تنظیم فقہ حنفیہ کے اُصولوں اور ضوابط پر مبنی اس لئے ہے کہ برما کے باشندوں کی اکثریت حنفی مذہب کے پیروکار ہیں، حلال سرٹیفکٹ کے مستحق بھی حنفی فقہ کے اُصول اور

ضوابط کے پابند کارخانے اورریسٹورینٹ ہوں گے، تو اس سلسلے میں تنظیم دریائی جانوروں سے متعلق کچھ سوالات آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتی ہے، امید ہے کہ جلد از جلد جوابات سے ممنون فرمائیں گے۔

(۱) حلال سرٹیفکٹ چاہنے والے اکثر ریسٹورینٹ کے مالکان حنفی المسلک ہیں تو آیا ان حضرات کا اپنے ہوٹلوں میں مچھلی کے علاوہ دیگر دریائی جانوروں کو بطور غذا بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جو ریسٹورینٹ اپنے Menu میں مچھلی کے علاوہ دیگر دریائی جانوروں کو بھی Seafood کے نام سے بطور ڈش سپلائی کرتے ہیں، آیا ان ہوٹلوں کے لئے تنظیم حلال سرٹیفکٹ جاری کرسکتی ہے یا نہیں؟

(۳) نیز ایک صورت یہ بھی ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک غیر مسلم فروعات کے مکلّف نہیں ہیں، ہمارے یہاں بعض غیر مسلم ہوٹلوں کے مالکان ہیں، وہ بھی تنظیم کے اصول وضوابط کے مطابق کام کرنے کو تیار ہیں، تو ان حضرات کا اپنے مینو میں حلال اغذیہ کے ساتھ مذکورہ دریائی جانوروں کو بھی سپلائی کرنا اور ان کے لئے تنظیم کی طرف سے حلال سرٹیفکٹ جاری کرنا شریعت کے مطابق ہوگا یا نہیں؟

(۴) سردست تنظیم کو ایک مشکل اور بھی درپیش ہے کہ برما کے ایک ڈویژن میں ایک شہر جو کہ تھائی لینڈ کے قریب ہے، وہاں کے باشندوں میں اکثریت شافعی المسلک ہے، وہاں بھی ریسٹورینٹ ہیں، ظاہر ہے کہ شافعی فقہ میں دریائی وسمندری جانوروں کی اکثریت حلت کی ہے تو شافعی المسلک والا ریسٹورینٹ فقہ شافعی کے مطابق حلال سرٹیفکٹ کا تنظیم سے مطالبہ کرے تو تنظیم کے لئے ازروئے شرع حلال سرٹیفکٹ ان کو دینا جائز ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مچھلی کے علاوہ دیگر دریائی جانور اگرچہ اَحناف کے نزدیک حلال نہیں ہیں؛ لیکن چوں کہ اُن میں بہتا خون نہیں پایا جاتا، اِس لئے وہ ناپاک نہیں

ہیں۔ نیز دیگر مسالک میں چوں کہ وہ حلال ہیں؛ اِس لئے اُن میں ایک گونہ منفعت بخش پہلو بھی پایا جاتا ہے؛ لہٰذا ان کی بیع وشراء جائز اور درست ہوگی۔ بریں بناء ریسٹورینٹ کے مالکین ایسے جانوروں کو فروخت کرسکتے ہیں؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ حلال سروس کی طرف سے ''حلال سرٹیفکٹ'' صرف مچھلی کے بارے میں جاری کیا جائے، دیگر دریائی جانوروں کے بارے میں حنفی تنظیم ''حلال'' سرٹیفکٹ جاری نہ کرے اور جن علاقوں یا ملکوں میں اِس طرح کی کوئی شافعی تنظیم موجود ہو تو وہ اپنے مسلک کے اعتبار سے ایسے جانوروں کے لئے ''حلال'' سرٹیفکٹ جاری کرسکتی ہے۔

وبيع غير السمک من دواب البحر إن كان له ثمن كالسقنقور وجلود الخز ونحوها يجوز وإلا فلا. (البحر الرائق، كتاب البيع / باب المتفرقات ٢٨٧/٦ زكريا)

وعن الشافعي رحمه الله تعالىٰ: أنه أطلق ذلک كله أي جميع ما في البحر. (الهداية مع البناية، كتاب الذبائح / فصل فيما يحل أكله وما لا يحل ٦٠٥/١١ المكتبة النعيمية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۵/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بام مچھلی کا حکم

سوال (۱۴۲۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بام مچھلی کے اندر داخل ہے یا نہیں؟ اور اُس کا کھانا شرعاً کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- بام مچھلی کی ایک قسم ہے اور اس کا کھانا بلا کراہت جائز ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۵۹۶/۸ جدید زکریا، فیروز اللغات: ۱۷۳، القاموس الوحید: ۳۵۴)

ويستوي في حل الأكل جميع أنواع السمک من الجريث والمار ماهي وغيرهما: لأن ما ذكرنا من الدلائل في إباحة السمک لا يفصل بين سمک

وسمك إلا ما خص بدليل. (بدائع الصنائع / كتاب الذبائح والصيد ١٤٦/٤ زكريا)

وإلا الجريث سمك أسود والمار ما هي سمك في صورة الحية وافردهما بالذكر للخفاء وخلاف محمد. (الدر المختار مع رد المحتار / كتاب الذبائح ٤٤٦/٩ زكريا)

ولا بأس بأكل الجريث والمار ماهي. (الهداية / قبيل كتاب الأضحية ٤٤٢/٤ المكتبة الأشرفية ديوبند)

ولا يحل حيوان مائي إلا السمك. (الدر المختار مع رد المحتار ٤٤٤/٩ زكريا)

كما يحل أكل الجريث "وهو السمك الذي على صورة الثعبان" (وقال تحته في الحاشية الحنفية) قالوا: لا يحل ...... إلا الجريث والمارماهي "سمك في صورة الحية" فإنه يحل. (الفقه على المذاهب الأربعة / كتاب الحظر والإباحة ١٠/٢-١١ دار الحديث القاهرة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۱/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''زیبرا'' حلال ہے یا حرام؟

سوال (۱۴۲۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ''زیبرا'' حلال ہے یا نہیں؟ اور حمار وحشی جسے حدیث میں حلال بتلایا گیا ہے اُس سے کون سا حیوان مراد ہے؟ اور اُردو میں ''الحمار الوحشی'' کا کیا ترجمہ ہے؟ دلائل کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ''زیبرا'' ایک دھاری دار جانور ہے، جو بظاہر ہرن یا نیل گائے کی جنس سے ہے۔ اور فقہاء نے اُس کے حلال ہونے کی صراحت کی ہے اور

''حمارِ وحشی'' سے نیل گائے مراد ہے، جو بلاشبہ حلال ہے۔

وأما مسئلة الزرافة فالمختار عندهم حل أكلها. وقال السيوطي: ولم يذكرها أحد من المالكية والحنفية وقواعدهم تقتضي حلها، والله تعالىٰ أعلم الخ.

(الأشباه والنظائر / القاعدة الثالثة: اليقين لا يزل بالشك ۱/ ۲۱۰ مكتبة الحرمين) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۷/۶/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سلاٹر ہاؤس میں حلال کمیٹی کی طرف سے مقرر کردہ شخص کو غلط بیانی پر مجبور کرنا

سوال (۱۴۲۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک سلاٹر ہاؤس میں حلال کمیٹی کی جانب سے بحیثیت مصدق کام کرتا ہوں، جہاں اُصول میں لکھا ہے کہ ہر جانور کو باکس کے اندر ٹھنڈا ہونے تک رکھا جائے؛ جب کہ صورتِ حال یہ ہے کہ جانور کو ذبح کرنے کے فوراً بعد یا ایک منٹ بعد نکال کر باہر کردیا جاتا ہے، جہاں تڑپتا رہتا ہے۔ واضح رہے کہ ذبح شرعی میں کوئی کمی نہیں رہتی، یعنی رگیں مکمل کاٹی جاتی ہیں؛ لیکن مجھ سے حلفیہ بیان لیا جاتا ہے کہ شرائط وسنن ومکروہات کا خیال رکھا جاتا ہے؛ حالاں کہ ایسا نہیں ہے، صرف شرائط پائی جاتی ہیں، سنن ومکروہات پر عمل نہیں ہوتا ہے اور ایمرجنسی جانور کبھی ۱۰۰/ اور کبھی ۸۰/ ہوتے ہیں؛ لیکن صرف چار یا دو لکھا جاتا ہے اور کمپنی میں خون اور جانور کی شرم گاہ کا کاروبار ہوتا ہے اور ایسے گوشت کو پیک کیا جاتا ہے جو انسانی صحت کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے، اور جب جانور آتا ہے تو کبھی جانور پیاسا ہوتا ہے اور پانی پلائے بغیر جانور کو ذبح کردیا جاتا ہے تو میں کیا تصدیق نامے پر حلفیہ یہ بیان دے سکتا ہوں کہ یہ جانور مکمل طور پر میری نگرانی میں حلال کیا گیا ہے۔ اسی طرح فیکٹری یومیہ ہزار سے لے کر بارہ سو تک جانور ذبح کرتی ہے، جب کہ سرکاری ریکارڈ میں ذبح کرنے کے لئے صرف چار سو سے کم

پر ہی میری تصدیق کی جاتی ہے، تو کیا میری یہ تصدیق جو بارہ سو کے بجائے چار سو سے کم پر لی جاتی ہے، باقی کو مالکانِ کمپنی خفیہ رکھتے ہیں، جائز ہوگئی؟ میرے لئے اس کمپنی میں کام کرنا کیسا ہے؟ میں ناجائز میں تو مبتلا نہیں ہوں؟ آپ سے درخواست ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرمائیں، نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - حلال کمیٹی کی طرف سے ''مصدق'' متعین کرنے کا اصل مقصد یہی ہوتا ہے کہ جانور کو ذبح کرنے کی نہ صرف ضروری شرائط پوری کی جائیں؛ بلکہ آداب ومستحبات کی بھی رعایت رکھی جائے؛ اِس لئے کہ اَحادیثِ شریفہ میں بھی صراحۃً جانوروں کے حقوق بیان کئے گئے ہیں اور اُن کو بے جا ایذا رسانی سے منع کیا گیا ہے، پس ایسی صورت میں اگر ''مصدق'' خلافِ واقعہ طور پر حلفیہ بیان دے گا تو جھوٹی قسم کھانے کا گنہگار تو ہوگا ہی، ساتھ میں حلال کمیٹی کی طرف سے مفوضہ ذمہ داری کی اَدائیگی میں خیانت کرنے والا بھی کہلائے گا، پس اُس پر لازم ہے کہ کسی خلافِ واقعہ اَمر پر ہرگز حلفیہ بیان نہ دے اور اگر اُسے ایسے حلفیہ بیان یا دستخط پر مجبور کیا جائے تو اصل صورتِ حال سے حلال کمیٹی کو مطلع کرے۔

اب رہ گیا سلاٹر ہاؤس والوں کا خون یا نر جانوروں کی شرم گاہ کی بیع کا معاملہ؛ تو اس سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے اور اِس بارے میں آپ مسئول نہیں ہیں۔ اسی طرح چار سو کے بجائے بارہ سو جانور ذبح کرنے میں جو ملکی قانون کی خلاف ورزی لازم آتی ہے اُس کے بھی ذمہ دار آپ نہیں ہیں، آپ سے جتنے کی تصدیق لی جائے آپ دیانت داری کے ساتھ اُس کی تصدیق کردیں اور زائد جانوروں کے بارے میں نہ تصدیق کریں نہ تردید۔

قال اللّٰہ عز وجل: ﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْا اَمَانَاتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ [الأنفال: ۲۷]

عن أنس بن مالک رضي اللّٰہ عنه قال: قلما خطبنا نبينا صلی اللّٰہ علیه وسلم

إلا قال في خطبته: لا إيمان لمن لا أمانة له ولا دين لمن لا عهد له. (السنن الكبریٰ للبيهقي، كتاب الوديعة / باب ما جاء في الترغيب في أداء الأمانات ٤٧١/٦ رقم: ١٢٦٩٠ دار الكتب العلمية بيروت)

عن شداد بن أوس قال ثنتان حفظتهما عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إن اللّٰه كتب الإحسان على كل شيء فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة، وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح، وليحدّ أحدكم شفرته فليرح ذبيحته. (صحيح مسلم، كتاب الصيد والذبائح / باب الأمر بإحسان الذبح والقتل ١٥٢/٢ رقم: ١٩٥٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۲/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مرغیوں کے فضلات مچھلیوں کو کھلانا

سوال (۱۴۲۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے مچھلی کے تالاب پر مرغیاں پالنے کے لئے ایک گھر بنایا، مقصد اس کا یہ ہے کہ مچھلیوں کو مرغیوں کے فضلات کھلائے گا۔ سوال یہ ہے کہ اِس مقصد سے مرغیوں کا گھر بنانا، مرغیاں پالنا جائز ہے یا نہیں؟ آپ سے گذارش ہے کہ قرآنِ کریم اور اَحادیث شریفہ کی روشنی میں جواب دے کر عند اللہ ماجور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مرغیوں کے فضلات کھانے والی مچھلیاں شرعاً حرام نہیں ہیں؛ کیوں کہ ان فضلات کا اثر تبدیل ماہیت کے بعد مچھلی کے گوشت میں ظاہر نہیں ہوتا ہے؛ البتہ خاص اسی مقصد سے مرغیوں کا باڑہ تالاب پر بنانا کراہت سے خالی نہیں؛ کیوں کہ اس میں قصداً مچھلیوں کو ناپاک چیز کھلانا لازم آتا ہے، اس سے احتراز اولیٰ ہے۔

أرسلت السمك في الماء النجس فكبرت فيه لا بأس بأكلها في

الحال. (بزازية على هامش الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصيد / الرابع في السمك ما يؤكل وما لا يؤكل والجلالة ٦/٣٠١ زكريا)

وكونه يتغذى بالنجاسة لا يمنع حله. (رد المحتار / كتاب الذبائح ٩/٤٤٤ زكريا)

ومقتضى الفرع أنه لوعلفها علفًا حرامًا لم يحرم لبنها ولحمها وإن كان الورع الترك. (الأشباه والنظائر: ٣٠٨ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

زندہ مینڈھے کی چکتی کاٹ کر چربی نکالنا

سوال (۱۴۲۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چکتی والے مینڈھے کی جب چکتی بڑی ہو جاتی ہے تو اُس کا ایک حصہ کاٹ کر چربی نکال لیتے ہیں، تو اُس چربی کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- زندہ مینڈھے کی چکتی کاٹ کر چربی نکالنا شرعاً ناجائز ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ زندہ جانور کا جو حصہ الگ کرلیا جائے وہ مردار کے حکم میں ہوتا ہے اور یہ چربی الگ کئے ہوئے مردار گوشت کے حکم میں ہے؛ لہٰذا اُس سے انتفاع حلال نہ ہوگا۔

عن أبي واقد الليثي قال كان الناس في الجاهلية قبل الإسلام يجبون أسنمة الإبل ويقطعون أليات الغنم فيأكلونها ويحملون منها الودك، فلما قدم النبي صلى اللّٰه عليه وسلم سألوه عن ذلك فقال: ما قطع من البهيمة وهي حية فهو ميتة، هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه. (المستدرك على

الصحيحين / كتاب الأطعمة ١٣٧/٤ رقم: ٧١٥٠، السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الصيد والذبائح / باب ما قطع من الحي فهو ميتة ٤١١/٩ رقم: ١٨٩٢٤)

قال إذا قطع من يد شاة قطعة أو من فخذها لا يحل. (المحيط البرهاني، كتاب الصيد / الفصل العاشر فيما أبين من الصيد ٧٣/٦ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شرکاء کی اِجازت کے بعد قصائی نے جانور ذبح کردیا

سوال (۱۴۳۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چند شرکاء نے مل کر قصاب سے قربانی کے لئے ایک جانور خریدا، قصائی نے اُن کی اجازت کے بغیر اَیامِ قربانی میں وہ ذبح کردیا تو اُن کی قربانی درست ہوئی یا نہیں؟ جب کہ خریداروں نے قصائی کو ذبح کی اِجازت نہیں دی تھی، صرف اُس سے جانور خریدا تھا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جو جانور قربانی کی نیت سے خرید لیا گیا تھا، وہ خود بخود مالکین یعنی شرکاء کی طرف سے متعین ہو چکا تھا؛ لہٰذا اگر قصائی نے ایامِ قربانی میں اجازت کے بغیر اُسے ذبح کردیا، پھر بھی شرکاء کی قربانی استحساناً درست ہوگئی۔

ولو غلط اثنان وذبح كل شاة صاحبه الخ صح استحسانًا بلا غرم (الدر المختار) وجه الاستحسان أنها تعينت للذبح لتعينها للأضحية حتى وجب عليه أن يضحي بها في أيام النحر أي لو كان المضحي فقيرًا، ويكره أن يبدل بها غيرها أي إذا كان غنيًا فصار المالك مستعينًا بكل من يكون أهلا للذبح آذنا له دلالة. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٧٦/٩ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۱۲/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شریکِ قربانی کا اُجرتِ ذبح لینا

سـوال (۱۴۳۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک قصائی قربانی کے ایک جانور کو اُجرت پر ذبح کرتا ہے اور خود اُس جانور میں حصہ دار ہے، تو اُس قصائی کی اور بقیہ حصہ داروں کی قربانی درست ہوجائے گی یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں شریک قصائی کے لئے مشترکہ قربانی کا جانور ذبح کرنے پر اجرت لینا جائز نہیں ہے؛ لیکن سب شریکوں کی طرف سے قربانی درست ہے، اور قربانی ہوجانے کے بعد جب سب کے حصے الگ الگ ہوجائیں اور کوئی شریک مذکورہ قصائی سے مقررہ اُجرت پر بوٹی بنوائے، تو اِس میں شرعاً کوئی حرج نہ ہوگا۔

ولو استاجره لحمل طعام مشترک بينهما فلا أجر له؛ لأنه لا يعمل شيئًا لشريكه إلا ويقع بعضه لنفسه فلا يستحق الأجر كراهن استاجر الرهن من المرتهن فإنه لا أجر له لنفعه بملكه. (الدر المختار، كتاب الإجارة / باب الإجارة الفاسدة ۸۲/۹ زكريا)

ولو أرادوا القربة الأضحية أو غيرها من القرب أجزأهم ...... سواء اتفقت جهات القربة أو اختلفت. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الأضحية / الباب الثامن فيما يتعلق بالشركة في الضحايا ۳۰۷/۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۴/۱۴۴۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

غیرشرعی طریقہ سے ذبح شدہ جانور کی بوٹی وغیرہ بنانے کی اُجرت لینا

سوال (۱۴۳۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی بکرے کے گوشت کی دوکان ہے، بعض دفعہ غیر مسلم حضرات گوشت خریدنے آتے ہیں، اور وہ اپنے غیر شرعی طریقہ سے ذبح کرکے باقی کام زید سے اُجرت سے کرانا چاہتے ہیں، اَب زید اُس جانور کی بوٹی وغیرہ بنانے کی محنت پر اُجرت لے سکتا ہے یا نہیں؟ یہ اُجرت حلال ہوگی یا نہیں؟ مسئلہ کی مکمل وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- گوشت بنانے کی متعینہ اُجرت تو فی نفسہٖ حلال ہے؛ لیکن اِس عمل میں چوں کہ ناپاک گوشت میں تلوث پایا جاتا ہے، اِس لئے کراہت ہوگی۔

وإذا استأجر الذمي مسلمًا ليحمل له ميتةً أو دمًا يجوز عندهم جميعًا.

(كذا في الفتاویٰ الهندية، كتاب الإجارة / الباب السادس عشر في الإجارة والاستيجار على الطاعات والمعاصي الخ ٤/٤٥٠ زكريا)

قال العلامة العثماني – رحمه اللّٰه – في بحث كسب الحجام: وقد أجمعوا على جواز الإجارة والاستيجار على كنس الكنف ونقل الميتات والجيف الخ؛ ولأن فيها دناءة فكره الدخول فيها كالكسح، وعلىٰ هذا يحمل قول الأئمة الذين ذكرنا عنهم الكراهة الخ. (إعلاء السنن ١٦/١٩٤-١٩٥ دار الكتب العلمية بيروت، ١٦/١٦٤ المجلس العلمي) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۱۱/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

غیر مسلم کا ذبیحہ

سوال (۱۴۳۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی جانور کو غیر مسلم بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرے تو کیا اُس کا گوشت کھانا حلال ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- غیر مسلم مشرک (مثلاً ہندو یا مجوسی وغیرہ) کا ذبیحہ حلال نہیں ہے؛ اگرچہ وہ بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرے۔ اور اگر غیر مسلم کتابی (یہودی یا عیسائی) ہو تو حسبِ شرائط اُس کا ذبح کردہ جانور حلال ہوگا۔

ومنها أن يكون مسلمًا أو كتابيًا فلا تؤكل ذبيحة أهل الشرك والمرتد ...... وتؤكل ذبيحة أهل الكتاب فإن انتقل الكتابي إلى دين غير أهل الكتاب من الكفرة لا تؤكل ذبيحته، ولو انتقل غير الكتابي من الكفرة إلى دين أهل الكتاب تؤكل ذبيحته، والأصل فيه أن ينظر إلى حاله ودينه وقت ذبحه دون ما سواه، وهذا أصل أصحابنا أن من انتقل من ملة من الكفر إلى ملة يقرّبها يجعل كأنه من أهل تلك الملة من الأصل. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الذبائح / الباب الأول ٥/٢٨٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۱۱/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

ذبح میں کتنی رگیں کاٹنا لازم ہے؟

سوال (۱۴۳۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل ہمارے علاقہ میں یہ رواج ہے کہ کسی عالم سے قربانی کا جانور ذبح کرواتے ہیں، اور عالم صاحب اللہ کا نام لے کر برکۃً چھری چلا دیتے ہیں، صرف ایک یا دو رگ

کاٹتے ہیں، اور اُس کے بعد قصائی بغیر بسم اللہ کے باقی رگیں کاٹ دیتا ہے، تو کیا اِس سے ہماری قربانی درست اور گوشت حلال ہوجائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں عالم صاحب کو بسم اللہ پڑھ کر اِس طرح ذبح کرنا چاہئے کہ کم از کم تین رگیں کٹ جائیں، اور اگر تین سے کم رگیں کٹنے کے بعد دوسرا مسلمان شخص چھری پھیرے، تو اُسے بھی بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنا چاہئے۔ اگر قصداً بسم اللہ پڑھے بغیر ذبح کیا تو یہ ذبیحہ حرام ہوجائے گا؛ البتہ اگر اُسے جلد بازی میں بسم اللہ پڑھنا یاد نہ رہا تو یہ ذبیحہ حلال رہے گا۔

أصح الأجوبة في الأكثر عنه: إذا قطع الحلقوم والمرئي والأكثر من كل ودجين يؤكل وما لا فلا. (رد المحتار / كتاب الذبائح ٤٢٦/٩ زكريا، ٢٩٥/٦٥ كراچی)

ومن شرائط التسمية أن تكون التسمية من الذابح حتى لو سمّى غيره والذابح ساكت، وهو ذاكر غير ناس لا يحل. (الفتاوى الهندية، كتاب الذبائح / الباب الأول ٢٨٦/٥ زكريا)

فإن تركها ناسيًا حل قدمنا عن الحقائق والبزازية أن في معنى الناسي من تركها جهلًا بشرطيتها. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / كتاب الذبائح ٤٣٤/٩ زكريا، ٢٩٩/٦ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۱۱/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

عقیقہ کے مسائل

نومولود کے کان میں عورت کا اَذان دینا

سوال (۱۴۳۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نومولود کے کان میں عورت اَذان دے سکتی ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کے اندر اِس بارے میں حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- عورت نومولود بچہ یا بچی کے کان میں اَذان دے سکتی ہے؛ اِس لئے کہ یہاں عورت کے اَذان دینے کی کراہت کی علت (یعنی اَجنبیوں تک آواز پہنچنا یا فتنہ کا اندیشہ ہونا) نہیں پائی جارہی ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۹/۱۶۰ میرٹھ، فتاویٰ قاسمیہ ۲۲/۵۶۰)

المستفاد: وأذان امرأة لأنها إن خفضت صوتها أخلت بالإعلام وإن رفعته ارتكبت معصية؛ لأنه عورة. (مراقي الفلاح) **وتحته في حاشية الطحطاوي: أنه عورة ضعيف والمعتبر أنه فتنة.** (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة / باب الأذان ۱۹۹ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۸/۷/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ساتویں دن سے پہلے عقیقہ کرنا

سوال (۱۴۳۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: بچہ کا عقیقہ ساتویں دن سے پہلے درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں عقیقہ تو ہوجائے گا؛ لیکن بہتر اور مستحب یہی ہے کہ ساتویں دن عقیقہ کیا جائے؛ جیسا کہ نبی اکرم علیہ السلام سے ثابت ہے۔

عن سمرة بن جندب رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: الغلام مرتهن بعقيقته يذبح عنه يوم السابع ويسمى ويحلق رأسه. (سنن الترمذي ۱/۲۷۸ رقم: ۱۵۲۲ المكتبة الأشرفية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۲/۲/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

عقیقہ میں کٹرا ذبح کرنا

سوال (۱۴۳۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا عقیقہ میں بکرا ہی ذبح کرنا ضروری ہے، یا کٹرا بھی کرسکتے ہیں؟ اور اس کی کیا شکل ہے؟ برائے مہربانی جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اَحادیثِ صحیحہ میں عقیقہ میں بکرا ذبح کرنے کی صراحت ہے؛ لیکن چوں کہ یہ بھی ایک طرح کی قربانی ہے، اِس لئے عقیقہ کے مسائل بیان کرتے ہوئے علماء نے بکرے کے بجائے اُونٹ یا گائے کی قربانی کی بھی اِجازت دی ہے اور بعض روایات وآثار سے بھی اِس کی تائید ہوتی ہے؛ لہٰذا کٹرے کے ذریعہ بھی عقیقہ کیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ اُس جانور میں کوئی حصہ غیر قربت کا شامل نہ ہو، یعنی محض گوشت لینے کے مقصد سے کوئی شریک نہ ہو؛ بلکہ یا تو بلاشرکت عقیقہ کیا جائے یا جو لوگ شریک ہوں اُن کا مقصد بھی کسی نہ

کسی عبادت کی انجام دہی ہو۔

عن أم كرز الكعبية رضي الله عنها قالت: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: عن الغلام شاتان مكافئتان وعن الجارية شاة. (رواه أبو داؤد، كتاب الضحايا / باب في العقيقة ۲/۳۹۱-۳۹۲، بذل المجهود ۹/۶۰۶ دار البشائر الاسلامية، فتح الباري ۹/۶۸۱، دار البيان العربي)

يجزئ في العقيقة الجنس الذي يجزئ في الأضحية وهو الأنعام من إبل وبقر وغنم ولا يجزئ غيرها وهذا متفق عليه بين الحنفية والشافعية والحنابلة وهو أرجح القولين عند المالكية. (الموسوعة الفقهية ۳۰/۲۷۹ الكويت)

عن قتادة أن أنس بن مالك رضي الله عنه كان يعق عن بنيه الجزور.

(المعجم الكبير للطبراني ۱/۲۴۴ رقم: ۶۸۵ دار إحياء التراث العربي بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۳/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۷/ بچوں کے عقیقہ کا جانور ذابح نے ۴/ کی طرف سے ذبح کردیا

سوال (۱۴۳۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عقیقہ والوں نے ۶/ نام لڑکوں کے اور ایک نام لڑکی کا دیا؛ لیکن ذبح کرنے والے نے ۳/ لڑکوں اور ایک لڑکی کی طرف سے ذبح کردیا، تو اِس صورت میں سب کی جانب سے عقیقہ درست ہوگا یا نہیں؟ جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- عقیقہ اور قربانی میں ذابح کا نہیں؛ بلکہ مالک کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے؛ لہٰذا اگر مالک نے بڑے جانور میں ۶/ لڑکوں اور ایک لڑکی کے عقیقہ کی نیت کی ہے، تو سب کی طرف سے عقیقہ درست ہوجائے گا، ذابح نے جن ناموں سے ذبح کیا

ہے اُن کا اعتبار نہ ہوگا۔

أنه لو اشتراها بنية الأضحية فذبحها غيره بلا إذن فإن أخذها مذبوحة ولم يضمنه أجزأته وإن ضمنه لا تجزئه، وهذا إذا ذبحها عن نفسه، وأما إذا ذبحها عن مالكها فلا ضمان عليه. (رد المحتار / كتاب الأضحية ۹/٤٧٧-٤٧٨ زكريا، الأشباه والنظائر ص: ٨٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۷/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

عقیقہ میں دو بکروں کے بجائے بڑے جانور میں ایک حصہ لیا

سوال (۱۴۳۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکے کے عقیقہ میں ۲/ حصے ہوتے ہیں، اگر کسی نے غلطی سے ایک حصہ بڑے جانور میں ڈال دیا تو عقیقہ درست ہوا یا نہیں؟ آپ سے درخواست ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دے کر ممنون فرمائیں، نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفيق:- بہتر یہ ہے کہ لڑکے کے عقیقہ میں ۲/ بکرے یا بکری یا بڑے جانور میں ۲/ حصے لئے جائیں؛ تاہم ایک حصہ لینے سے بھی فی نفسہٖ عقیقہ اَدا ہو جائے گا۔

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: إن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أمرهم عن الغلام شاتان مكافئتان وعن الجارية شاة. (سنن الترمذي، أبواب الأضاحي / باب ما جاء في العقيقة ١/٢٧٨ رقم: ١٥١٣)

وأما الغلام فيحتمل أن يكون أقل الندب في حقه عقيقة واحدة وكماله ثنتان، والحديث يحتمل أنه لبيان الجواز في الاكتفاء بالأقل. (مرقاة المفاتيح،

کتاب الصید والذبائح / باب العقیقة ۷۹/۸-۸۰ دار الکتب العلمیة بیروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۶/۱۴۴۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عقیقہ کے کچھ دنوں بعد بال اُتروانا

سوال (۱۴۴۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر بچہ کا عقیقہ کریں اور کسی وجہ سے بال کچھ دن بعد کٹوائیں، تو عقیقہ صحیح ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- عقیقہ میں اصل عمل جانور کی قربانی ہے اور اُس کے بعد بچہ کے بال کٹوانا ایک استحبابی عمل ہے؛ لہٰذا اگر اِس میں تاخیر ہوجائے تو اِس سے عقیقہ کی صحت پر کوئی اَثر نہیں پڑے گا اور عقیقہ بہرحال درست ہوجائے گا۔

یستحب لمن ولد له ولدٌ أن یسمیه یوم أسبوعه ویحلق رأسه ...... ثم یعق عند الحلق عقیقة إباحة علی ما في الجامع المحبوبي، أو تطوعًا علی ما في شرح الطحاوي. (رد المحتار، کتاب الأضحیة / خاتمة ۴۸۵/۹ زکریا)

ویستحب حلق رأس المولود یوم سابعه. (إعلاء السنن، کتاب الذبائح / أفضلیة ذبح الشاة في العقیقة ۱۱۹/۱۷ إدارة القرآن کراچی)

حلق شعره مباحة لا سنة ولا واجبة. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الکراهیة / الباب الثاني والعشرون في تسمیة الأولاد وکناهم والعقیقة ۳۶۲/۵ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۶/۱۴۴۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مردہ بچہ کے عقیقہ کا حکم

سوال (۱۴۴۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: جو بچہ مردہ پیدا ہوا ہو، اُس کے عقیقہ کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو بچہ مردہ پیدا ہوا ہے، شریعت میں اُس کا عقیقہ کرنے کا حکم نہیں ہے؛ اِس لئے کہ عقیقہ نعمت حیات کے شکر کے طور پر اور مولود کو آفات وبلیات سے محفوظ رکھنے کی غرض سے مشروع کیا گیا ہے، اور یہ دونوں باتیں مردہ بچے میں مفقود ہیں۔

إن العقيقة تذبح للتقرب إلى اللّٰه تعالى والشكر له سبحانه وتعالى على إنعامه على الوالدين بالمولود وعلى المولود بنعمة الحياة. (الموسوعة الفقهية ۲۸۶/۳ الكويت)

هو أن يعق عن المولود شكرًا للّٰه تعالى وطلبا لسلامة المولود. (مرقاة المفاتيح، كتاب الصيد والذبائح / باب العقيقة ۷۸/۸ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱۱/۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بچہ کی وفات کے بعد عقیقہ کا حکم

سوال (۱۴۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو بچہ مرگیا اُس کے لئے عقیقہ کرنا شرعاً درست ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر عقیقہ سے پہلے بچہ کی وفات ہوجائے تو بعد میں اُس کی طرف سے عقیقہ کا حکم نہیں ہے۔ (کتاب المسائل ۳۴۴/۲، فتاویٰ دار العلوم دیوبند ۶۱۶/۱۵ مکتبہ دار العلوم دیوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۱/۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کتابُ الحظر والاباحۃ

مباحات وممنوعات

کیا سویابین میں خنزیر کے اجزاء ہوتے ہیں؟

سوال (۱۴۴۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل یہ افواہ پھیلائی جارہی ہے کہ سویابین جسے پکا کر کھایا جاتا ہے اور کھانے میں بالکل گوشت جیسا معلوم ہوتا ہے اس سبزی کی افزائش میں خنزیر کے اجزاء شامل ہوتے ہیں تو اس سبزی کا کھانا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ''سویابین'' کے بارے میں غذائی ماہرین سے تحقیق کرنے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس کا تعلق محض نباتات سے ہے، اَوّلاً اُس کے دانوں سے تیل نکالنے کے بعد جو کھلی بچتی ہے اُسے بھاپ اور گرم ہوا کے ذریعہ خشک کر کے ٹکڑوں میں تبدیل کر دیا جاتا ہے، اِسی کو پنیر یا گوشت کی بوٹی کی طرح پکا کر کھانے میں استعمال کرتے ہیں، اُس کی تیاری میں کوئی بھی غیر نباتی چیز شامل نہیں ہوتی؛ لہٰذا اُس کا کھانا بلاشبہ حلال ہے اور بلاتحقیق سنی سنائی باتوں کی بنیاد پر اُسے حرام نہیں کہا جاسکتا۔

الأصل في الأشياء الإباحة. (قواعد الفقه، قاعده: ۳۳) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۷/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گرم چائے پینا کیسا ہے؟

سوال (۱۴۴۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: بعض لوگ کہتے ہیں کہ گرم چائے پینا منع ہے، کیا واقعۃً شریعت میں ایسا ہے اور گرمی سے کس حد تک کی گرمی مراد ہے، گرم چائے پینے والا گنہگار ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- نا قابل برداشت حد تک گرم چائے وغیرہ پینا موجبِ نقصان ہونے کی وجہ سے مکروہ اور ممنوع ہے؛ البتہ اگر برداشت کی حد میں ہو (جو ہر آدمی کی عادت اور طبیعت کے اعتبار سے مختلف ہوسکتی ہے) تو اتنی گرم چائے پینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اَحادیثِ شریفہ اور فقہ میں جہاں گرم کھانے پینے کی ممانعت وارد ہے، وہ بربنائے شفقت ورحمت ہے؛ لہٰذا گرم چائے پینے والے کو مطلقاً گنہگار نہیں کہا جائے گا۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أبردوا بالطعام فإن الطعام الحار غير ذي بركة. (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ١٩/٥-٢٠ دار الكتب العربي بيروت)

قوله: أبردوا أي أخروه إلى البرودة بحيث لاتحصل مشقة بوضعه في الفم وإمساكه باليد وإن لم توجد شدة البرودة. (حاشية شيخ الإسلام محمد بن سالم حنفي على السراج المنير شرح الجامع الصغير / حرف الهمزة ٢٢/١ دار الفكر بيروت، فيض القدير ٧٧/١ رقم: ٥ دار الفكر بيروت)

ولا يأكل الطعام حارًا ولا يشمه. (رد المحتار ٤٩١/٩ زكريا)

نهى عن أكل الطعام الحار حتى يمكن أكله انتهى بأن يبرد قليلا فإن الحار لا بركة فيه كما في الحديث المار، والنهي للتنزيه إلا إن خيف ضرر فيكون للتحريم. (فيض القدير شرح الجامع الصغير ٣٧٢/٦ دار الفكر بيروت)

لا ضرر ولا ضرار الخ. (قواعد الفقه / قاعده: ٢٥٢ المكتبة الأشرفية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۰/۲/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کھانا کھانے کے بعد میٹھا کھانا

سوال (۱۴۴۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کھانا کھانے کے بعد میٹھائی یا میٹھی چیز کھانا سنت ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد اور کبھی کبھار مطلقاً میٹھی چیز مثلاً کھجور کھانا ثابت ہے؛ لہٰذا خاص طور پر کھانے کے بعد ہی میٹھی چیز کھانے کو سنت قرار دینا بے دلیل ہے؛ بلکہ مطلقاً میٹھا کھانے کو ثابت بالسنہ کہا جائے گا، خواہ کسی وقت ہو۔

عن عائشة رضي اللّٰہ تعالیٰ عنها قالت: كان رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ تعالیٰ عليه وسلم يحب الحلواء والعسل. (صحيح البخاري، كتاب الأطعمة / باب الحلواء والعسل ۸۱۷/۲ رقم: ۵۴۳۱)

وفي حديث طويل عن أبي هريرة رضي اللّٰہ عنه ...... ثم انطلق أبو الهيثم إلى نخلة فجاء بقنوٍ فوضعه فقال النبي صلى اللّٰہ عليه وسلم: أفلا تنقيت لنا من رطبه؟ فقال: يا رسول اللّٰہ! إني أردت أن تختاروا، فأكلوا وشربوا من ذلك الماء، الخ. (سنن الترمذي، أبواب الزهد / باب ما جاء في معيشة أصحاب النبي صلى اللّٰہ عليه وسلم ۶۲/۲ رقم: ۲۳۷۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۶/۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

نیا گھر بنانے پر دعوت کرنا

سوال (۱۴۴۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: میں نے اپنا گھر بنایا ہے، میں چاہتا ہوں کہ اس خوشی میں اپنے احباب کی دعوت کروں تو اس مناسبت سے دعوت کرنے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- وسیع مکان اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے، اس نعمت کے شکرانہ کے طور پر احباب ومتعلقین کی ضیافت کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی امر منکر شامل نہ ہو۔

عن سعد بن أبي وقاص رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: أربع من السعادة: المرأة الصالحة والمسكن الواسع والجار الصالح والمركب الهنيء وأربع من الشقاوة: الجار السوء والمرأة السوء و المسكن الضيق والمركب السوء. (صحيح ابن حبان، كتاب النكاح / ذكر الأخبار عن الأشياء التي هي من معادة المرء في الدنيا ٣٤٠/٩ رقم: ٤٠٣٢ مؤسسة الرسالة بيروت)

قال الكرماني: قالوا الضيافة ثمانية أنواع: الوليمة للعرس والخرس للولادة والإعذار للختان والوكيرة للبناء والنقيعة لقدوم المسافر من النقع وهو الغبار والوضيمة للمصيبة والعقيقة تسمية الولد يوم السابع من ولادته والمأدبة الطعام المتخذ للضيافة بلا سبب وكلها مستحبة إلا الوليمة فإنها تجب عند قوم كذا في المجمع. (هامش البخاري ٧٧٦/٢ حاشية: ٥ رقم: ٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۲/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایسے برتنوں کا حکم جس میں غیر مسلم بھی کھاتے ہوں

سوال (۱۴۴۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے شہر مرادآباد میں ایک شادی ہال ہے، جہاں مسلم اور غیر مسلم (ہریجن)

اپنے شادی کے پروگرام کرتے ہیں۔ دریافت طلب اَمر یہ ہے کہ مذکورہ شادی ہال میں کھانا بنانے اور کھلانے کے برتن مسلم اور غیر مسلم کے لئے الگ الگ نہیں ہیں؛ بلکہ اُنہیں برتنوں کا استعمال دونوں کے لئے کیا جاتا ہے۔ یہ بات بھی کسی سے مخفی نہیں ہے کہ ہریجن قوم اپنے کھانے میں خنزیر کا استعمال کرتے ہیں، نیز شادی ہال کے برتنوں کی دھلائی اور صفائی جس انداز کی ہوتی ہے وہ بھی اس طریقے پر نہیں ہوتی جو مشروع طریقہ ہے، تو کیا ایسی صورت حال میں شادی ہال میں مسلمانوں کے لئے اپنے پروگرام کرنا اور مدعوین کے لئے کھانا کھانا درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسلمانوں کو اپنی تمام تقریبات میں غیروں کے مستعمل برتنوں کے استعمال سے بہرحال احتیاط کرنی چاہئے، پس ایسا شادی ہال جہاں کے برتن مسلم اور غیر مسلم سب استعمال کرتے ہوں اور اُن میں خنزیر کا گوشت بھی پکایا، یا کھلایا جاتا ہو اور پھر وہاں اُن برتنوں کے شرعی طور پر پاک کرنے کا بھی اہتمام نہ ہو؛ جیسا کہ سوال میں مذکور ہے، تو ایسے شادی ہال کو کسی مسلمان شخص کے لئے اپنی تقریب کے واسطے کرایہ پر لینا درست نہ ہوگا، یہ اُس وقت جائز ہوسکتا ہے جب کہ پکانے اور کھلانے کے تمام برتنوں کی مسلمان خود اپنی نگرانی میں اچھی طرح پاک وصاف کرنے کا اہتمام کریں؛ تاکہ ناپاکی کا کوئی شبہ نہ رہے۔

عن أبي ثعلبة الخشني رضي اللّٰه عنه أنه سأل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إنا نجاور أهل الكتاب وهم يطبخون في قدورهم الخنزير ويشربون في آنيتهم الخمر، فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إن وجدتم غيرها فكلوا فيها واشربوا، وإن لم تجدوا غيرها فارحضوها بالماء وكلوا واشربوا. (سنن أبي داؤد، كتاب الأطعمة / باب الأكل في آنية أهل الكتاب ٥٢٦/٢ رقم: ٣٨٣٩)

ولا يأكلون من أطعمة الكفار ثلاثة أشياء: اللحم، والشحم والمرق، ولا يطبخون في قدورهم حتى يغسلوها. (النتف في الفتاویٰ للإمام السغدي، كتاب

الجهاد / باب ما يوكل من أطعمة الكفار ٤٣٥ كراچی ٧٠٢/٢ دار الفرقان مؤسسة الرسالة)

قال محمد – رحمه الله تعالىٰ –: ويكره الأكل والشرب في أواني المشركين قبل الغسل؛ ومع هذا لو أكل أو شرب فيها قبل الغسل جاز ولا يكون آكلا ولا شاربًا حرامًا وهذا إذا لم يعلم بنجاسة الأواني فأما إذا علم فإنه لا يجوز أن يشرب ويأكل منها قبل الغسل ولو شرب أو أكل كان شاربًا وآكلا حرامًا. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الرابع عشر في أهل الذمة والأحكام التي تعود إليهم ٣٤٧/٥ رشيدية) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۲/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بینک کے غیر مسلم ملازم کے یہاں دعوت کھانا

سوال (۱۴۴۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک غیر مسلم شخص بینک کا ملازم ہے، اُس نے اپنے مسلمان پڑوسی کی دعوت کی ہے تو اُس مسلمان کا اُس کی دعوت قبول کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- بینک کی ملازمت اگر چہ مکروہ ہے؛ لیکن اُس میں عمل پر جو اُجرت ملتی ہے وہ حرام قطعی نہیں ہے۔ بریں بنا اگر مصلحۃً کسی غیر مسلم بینک کے ملازم کے یہاں دعوت قبول کر لی تو اُس کو ناجائز نہیں کہا جائے گا۔

وعن محمد – رحمه الله تعالىٰ –: رجل استاجر رجلا ليصور صورًا أو تماثيل الرجال في بيت أو فسطاط فإني أكره ذلك وأجعل له الأجرة. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الإجارة / الباب السادس عشر في مسائل الشيوع في الإجارة ٤٥٠/٤ زكريا، الفتاوىٰ التاتاخانية ١٣٠/١٥ رقم: ٢٢٤٣١ زكريا)

ولا بأس بالذهاب إلى ضيافة أهل الذمة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الرابع عشر في أهل الذمة والأحكام التي تعود إليهم ۳٤٧/۵ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۶/۱۴۳۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بینک کے گفٹ اور مہمان نوازی کا حکم

سوال (۱۴۴۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: برما میں اسلامی بینک نہیں ہے، سارے بینک سودی ہیں، سودی بینک والے کبھی کبھی اپنے کسٹمرز کو گفٹ دیتے ہیں، چھتری، کیلنڈر، نوٹ بک، قلم وغیرہ، کیا وہ چیزیں اپنے استعمال میں لائی جاسکتی ہیں، نیز بینک کبھی کبھی اپنے مہمان کو چائے کافی وغیرہ سے خدمت کرتے ہیں وہ پینا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق:- بینک کی آمدنی کا غالب حصہ سودی قرض داروں کے سود سے فراہم ہوتا ہے؛ لہٰذا بینک کے عطیات اور ضیافت سے حتی الامکان احتراز کرنا چاہئے۔

فإن كان الغالب هو الحرام ينبغي أن لا يقبل الهدية ولا يأكل الطعام. (الفتاویٰ الهندية / الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات ۳٤۲/۵ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۳/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا حضور علیہ السلام نے بلی پالی ہے؟

سوال (۱۴۵۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اللہ کے نبی نے بلی پالی تھی؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو کیا ہم بھی پال سکتے ہیں؟ صحیح طور پر رہنمائی فرمائیں، نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- کسی روایت میں صراحۃً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلی پالنے کا ثبوت نہیں ملا؛ لیکن متعدد روایات میں اِس بات کا ذکر ہے کہ بلی گھروں میں آنے جانے والا اور اِنسانوں سے مانوس جانور ہے؛ اِسی لئے اس کو نجس نہیں کہا گیا ہے۔ بریں بنا بلی پالنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ تاہم اُس کے کھانے پینے کا لحاظ رکھنا چاہئے۔

عن أبي قتادة رضي اللّٰه عنه في حديث ...... فقال: إن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إنها ليست بنجس إنما هي من الطوافين عليكم أو الطوافات. (سنن الترمذي ۲۷/۱ رقم: ۹۲ مكتبة الاتحاد ديوبند)

قال الحافظ بن حجر رحمه اللّٰه تحت حديث: المرأة التي عذبت في الهرة، وفيه جواز اتخاذ الهرة ورباطها إذا لم يهمل إطعامها وسقيها. (فتح الباري، كتاب المساقاة / باب فضل سقي الماء ۴۰۴/۶ تحت رقم: ۳۳۱۸ دار البيان العربي القاهرة، ۳۵۸/۶ دار المعرفة بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۶/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

گھر میں بلی پالنے کا حکم

سوال (۱۴۵۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گھر میں بلی پالنے کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- بلی ایک نفع بخش جانور ہے اُس کی وجہ سے خاص طور پر چوہوں وغیرہ کے نقصانات سے حفاظت رہتی ہے، بریں بنا بلی پالنے میں شرعاً کوئی حرج

نہیں ہے، بشرطیکہ اُس کے کھانے پینے کا خیال رکھا جائے اور اُسے اَذیت نہ دی جائے۔

عن أبي قتادة رضي اللّٰه تعالیٰ عنه في حديث ...... فقال: إن رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم قال: إنها ليست بنجس إنما هي من الطوافين عليكم أو الطوافات. (سنن الترمذي، أبواب الطهارة / باب ما جاء في سورة الهرة ۲۷/۱ رقم: ۹۲ مكتبة الاتحاد ديوبند)

وألحقها بهم لأنها خادمة أيضًا حيث تقتل المؤذيات. (بذل المجهود، كتاب الطهارة / باب سور الهرة ۴۲۲/۱ تحت رقم: ۷۵ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي)

لأن نفعه صيد الفأرة. (مرقاة المفاتيح، كتاب البيوع / باب الكسب وطلب الحلال ۴۱/۶ تحت رقم: ۲۷۶۸ المكتبة الأشرفية ديوبند)

قوله: حتى الهرة؛ لأنها تصطاد الفأر والهوام المؤذية فهي منتفع بها. (الدر المختار مع رد المحتار / كتاب البيوع ۴۷۸/۶ زكريا، ۲۲۷/۵ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۵/۱۴۳۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوقیہ طور پر کتا، بلی، بطخ پالنا

سوال (۱۴۵۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گھر میں کتا، بلی، بطخ، کبوتر وغیرہ شوقیہ پرندے ''لو برڈ'' رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز مچھلیوں کی پیٹی رکھنے کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - گھر میں شوقیہ طور پر کتا پالنا ناجائز ہے۔ صحیح اَحادیثِ شریفہ میں وارد ہے کہ جس گھر میں کتا پالا جاتا ہے، وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ نیز یہ بھی وارد ہے کہ اُس کی وجہ سے صاحبِ خانہ کے اَجر میں برابر کمی کی جاتی ہے؛ البتہ

بلی پالنے میں کوئی حرج نہیں، دورِ نبوت سے گھروں میں بلی پالنے کا ثبوت ملتا ہے۔ اِسی طرح بطخ، طوطا، مینا، کبوتر وغیرہ اور مچھلیوں کو بھی پالنے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ اُن کی خوراک وغیرہ کا خاص خیال رکھا جائے اور اُنہیں ایذاء اور تکلیف نہ پہنچائی جائے۔

عن ابن السباق أن عبد اللّٰه بن عباس رضي اللّٰه تعالیٰ عنهما قال: أخبرتني ميمونة أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أصبح يومًا واجما فقالت ميمونة يا رسول اللّٰه! لقد استنكرت هيئتك منذ اليوم قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إن جبرئيل وعدني أن يلقاني الليلة فلم يلقني ...... فلما أمسى لقيه جبرئيل فقال له قد كنت وعدتنى أن تلقانى البارحة قال: أجل ولكنا لا ندخل بيتًا فيه كلب ولا صورة. (صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة / باب لا تدخل الملائكة بيتًا فيه كلب ولا صورة ۲/۹۹ رقم: ۲۱۰۵)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من اقتنى كلبا ليس بكلب صيد ولا ما شية ولا أرض فإنه ينقص من أجره قيراطان كل يوم. (صحيح مسلم، كتاب المساقاة / باب الأمر بقتل الكلاب الخ ۲/۲۱ رقم: ۱۵۷۵)

عن كبشة بنت كعب ...... أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إنها ليست بنجس، إنما هي من الطوافين عليكم والطوافات. (سنن الترمذي، أبواب الطهارة / باب ما جاء في سؤر الهرة ۱/۲۷ رقم: ۹۲)

عن أنس رضي اللّٰه عنه قال: إن كان النبي صلى اللّٰه عليه وسلم ليخالطنا حتى يقول لأخ لي صغير يا أبا عمير ما فعل النغير؟ كان له نغير يلعب به، متفق عليه. (مشكاة المصابيح مع مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب / باب المزاح ۹/۱۰۶ رقم: ۴۸۸۴ دار الكتب العلمية بيروت)

في الحديث إباحة لعب الصبي بالطيور إذا لم يعذبه. (شرح سنن ابن ماجة للسيوطي / باب المياثر ۱/۲۶۴ كراتشي، حاشية مشكاة المصابيح ص: ۲۱۶ المكتبة الأشرفية ديوبند)

وفـي شـرح السـنة: فيه فوائد: منها: وأنه لا بأس أن يعطي الصبي الطير ليـلعب به من غير أن يعذبه الخ. (مـرقاة المفاتيح، كتاب الآداب / باب المزاح ۱۰٦/۹ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۸/۲/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حفاظت کی غرض سے کتا پالنا

سـوال (۱۴۵۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مکان وغیرہ کی حفاظت اور پہرہ داری کی غرض سے کتا پالنا کیسا ہے؟ جب کہ کتا گھر کے خارجی حصہ میں باندھا جاتا ہے اور یہ گھر میں فرشتہ داخل ہونے سے مانع ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- معتبر علماء کی رائے یہ ہے کہ کتا اگرچہ حفاظت کے لئے پالا جائے پھر بھی وہ رحمت کے فرشتوں کے داخلہ سے مانع رہتا ہے؛ اس لئے بہتر یہی ہے کہ حفاظت کے لئے دیگر اسباب اختیار کئے جائیں اور گھروں میں کتا پالنے سے مکمل احتراز کیا جائے۔

وفـي الأجـنـاس لا يـنـبـغـي أن يتخذ كلبًا إلا أن يخاف من اللصوص أو غيرهم. (الـفتـاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الحادي والعشرون فيما يسع من جراحات بني آدم والحيوانات ۳٦۱/۵ زكريا، ٤١٦/٥ مكتبة الاتحاد ديوبند)

قـال الـعـلامة الـكـشـمـيـري: ثـم الـكـلاب التي رخص باقتنائها وإن لم توجب نقصًا من عمل صاحبه، إلا أن الظاهر أن الملائكة لا يدخلون بيوتًا فيها تلك. (فيـض البـاري، كتـاب الـذبـائـح والـصيـد / باب من اقتنى كلبًا ليس بكلب صيد أو ماشية ٦٥٢/٥ دار الكتب العلمية بيروت)

عن علي رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم قال: لا تدخل الملائكة بيتًا فيه صورة ولا كلب ولا جنب (سنن أبي داؤد) تحته: في البذل: كلب الصيد والزرع والماشية فلا يمنع دخول الملائكة. وقال النووي: والأظهر أنه عام في كل كلب وأنهم يمتنعون من الجميع لإطلاق الحديث. (بذل المجهود، كتاب اللباس / باب في الصور ۱۷۸/۱۲ مركز الشيخ أبي الحسن أعظم جراه، عمدة القاري، كتاب بدء الخلق / باب إذا قال أحدكم آمين والملائكة الخ ۱۳۹/۱۵ دار أحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۸/۶/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چڑیا پالنا کیسا ہے

سوال (۱۴۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گھر کی زینت یا بچوں کے شوق کے لئے مختلف چڑیا پالنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: - گھر میں اُنسیت کے لئے پرندوں وغیرہ کا پالنا شرعاً درست ہے؛ بشرطیکہ اُن کے دانے پانی کا خیال رکھا جائے اور اُنہیں بے جا اَذیت نہ دی جائے۔

عن أنس بن مالك رضي اللّٰه عنه يقول: إن كان النبي صلى اللّٰه عليه وسلم ليخالطنا حتى يقول لأخ لي صغير يا أبا عمير ما فعل النغير. (صحيح البخاري، كتاب الأدب / باب الانبساط إلى الناس ۹۰۵/۲ رقم: ۶۱۲۹)

وفيه جواز تكنية من لم يولد له، وجواز لعب الصغير بالطير، وجواز ترك الأبوين ولدهما الصغير يلعب بما أبيح اللعب به، وجواز إنفاق المال فيما يتلهى به الصغير من المباحات، وجواز إمساك الطير في القفص

ونحوه، وقص جناح الطير إذ لا يخلو حال طير أبي عمير من واحد منهما وأيهما كان الواقع التحق به الآخر في الحكم. (فتح الباري، كتاب الأدب / باب الكنية للصبي وقبل أن يولد للرجل ۱۰/۵۷۱ تحت رقم: ۶۲۰۳ دار الكتب العلمية بيروت)

لا بأس بحبس الطيور والدجاج في بيته ولكن يعلفها وهو خير من إرسالها في السكك، أقول: لكن في فتاوى العلامة قارئ الهداية: سئل هل يجوز حبس الطيور المفردة؟ ...... فأجاب يجوز حبسها للاستئناس بها. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء وغيره ۹/۵۷۵ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۶/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ولیوں کے نام پر رضی اللہ عنہ لگانا

سوال (۱۴۵۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کچھ لوگ ولیوں کے نام پر یہاں تک کہ بعض نیک اور بزرگوں کے نام پر جب کہ وہ انتقال کر جاتے ہیں ''رضی اللہ عنہ'' لگاتے ہیں، جو کہ صحابہ کرام کے ناموں پر لگایا جاتا ہے، اس سے تمام صحابہ کرام کی پہچان ہوتی ہے، مثلاً لفظ عبد اللہ پر علیہ السلام لگانے سے نبی کی پہچان ہو جاتی ہے اور عبد اللہ ہی پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لگانے سے صحابہ کرام کی پہچان ہو جاتی ہے اور عبد اللہ ہی پر رحمۃ اللہ علیہ لگانے سے ولی کی پہچان ہو جاتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ نام صرف عبد اللہ ہے؛ لیکن ان کے القاب سے پہچان ہو جائے گی کہ نبی تھے، صحابہ تھے یا ولی تھے، تو اب معلوم یہ کرنا ہے کہ ولیوں کے نام پر رضی اللہ عنہ لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ حضور والا سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ سمجھانے کی کوشش فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' ایک دعائیہ جملہ ہے، جس

کے معنی یہ ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو'' اس معنی کے اعتبار سے یہ دعا ہر مسلمان کو دی جاسکتی ہے؛ لیکن چوں کہ قرآن پاک میں ''رضی اللہ عنہ'' کا جملہ خاص طور پر صحابہ کرام کے لئے کہا گیا ہے، اس لئے فقہاء ومحدثین اور سلف صالحین نے صحابہ کرام کے لئے یہ دعائیہ جملہ مخصوص کردیا ہے؛ تاکہ اس کے ذریعہ صحابہ کرام اور دیگر اولیاء اللہ کے درمیان امتیاز کیا جائے، اس لئے بہتر یہی ہے کہ اولیاء اللہ کے لئے ''رضی اللہ عنہ'' کے بجائے ''رحمۃ اللہ علیہ'' یا اس کے ہم معنی کلمات استعمال کیے جائیں اور جن حضرات نے اولیاء اللہ کے لئے ''رضی اللہ عنہ'' کا جملہ استعمال کیا ہے انہوں نے صرف اس کے اصل معنی کو پیش نظر رکھا ہے۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ [التوبة، جزء آيت: ۱۰۰]

يستحب الترضي للصحابة ...... والترحم للتابعين ومن بعدهم من العلماء والعباد وسائر الأخيار، وكذا يجوز عكسه: الترحم للصحابة والترضي للتابعين ومن بعدهم على الراجح وقال الزيلعي: الأولىٰ أن يدعوا للصحابة بالترضي و للتابعين بالرحمة ولمن بعدهم بالمغفرة والتجاوز. (الدر المختار / كتاب الخنثیٰ ۱۰/۴۸۵ زكريا، مجمع الأنهر، كتاب الخنثیٰ / مسائل شتی ۲/۷۴۵) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۳/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''ثعلبہ'' نام رکھنا کیسا؟

سوال (۱۴۵٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کچھ لوگوں کو ''ثعلبہ'' نام پر اعتراض ہے، کہتے ہیں کہ اِس نام کے صحابی نعوذ باللہ مرتد ہوگئے تھے؛ حالاں کہ اُن کا بدری ہونا ثابت ہے، تو کیا میں اپنے بچہ کا نام ''ثعلبہ'' رکھوں یا نہ رکھوں؟ لوگوں کا اعتراض صحیح ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ’’ثعلبہ‘‘ کا لفظ معنی کے اعتبار سے زیادہ مناسب نہیں ہے؛ کیوں کہ اِس کے معنی ’’لومڑی‘‘ کے آتے ہیں؛ تاہم لغوی معنی کا لحاظ کئے بغیر صحابی کی طرف نسبت کرتے ہوئے بطور برکت یہ نام رکھا جاسکتا ہے؛ اِس لئے کہ متعدد صحابہ کا نام ’’ثعلبہ‘‘ مروی ہے۔ اور تحقیقی بات یہ ہے کہ ’’ثعلبہ بن حاطب‘‘ نامی بدری صحابی کی طرف ارتداد والے واقعہ کی نسبت درست نہیں ہے؛ کیوں کہ وہ ’’غزوۂ احد‘‘ میں شہید ہوگئے تھے، اِرتداد کا واقعہ ایک دوسرے شخص کے بارے میں ہے، جس کا نام ’’ثعلبہ ابن ابی حاطب‘‘ تھا، جس کی وفات سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوئی، جیسا کہ علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی درج ذیل عبارت سے مستفاد ہوتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

وفيه أن النبي صلى الله عليه وسلم مات ولم يقبض منه الصدقة ولا أبوبكر ولا عمر، وأنه مات في خلافة عثمان، وفي كون صاحب هذه القصة – إن صح الخبر ولا أظنه يصح – هو البدري المذكور قبله – نظر، وقد تأكدت المغايرة بينهما بقول ابن الكلبي: إن البدري استشهد بأحد، ويقوي ذلك أيضًا أن ابن مردوية روي في تفسيره من طريق عطية عن ابن عباس في الآية المذكورة، قال: وذلك أن رجلا يقال له ثعلبة بن أبي حاطب من الأنصار أتى مجلسًا فأشهدهم فقال: ﴿لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْلِهِ﴾ [التوبة: ۷۵] الآية، فذكر القصة بطولها، فقال: إنه ثعلبة بن أبي حاطب، والبدري اتفقوا على أنه ثعلبة بن حاطب، وقد ثبت أنه صلى الله عليه وسلم قال: لا يدخل النار أحد شهد بدرًا والحديبية، وحكي عن ربه أنه قال لأهل بدر: ’’اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم‘‘ فمن يكون بهذه المثابة كيف يعقبه الله نفاقًا في قلبه، وينزل فيه

ما نزل؟ فالظاهر أنه غيره، والله أعلم. (الإصابة في تمييز الصحابة لابن حجرؒ ۵۱۶/۱-۵۱۷ تحت رقم: ۹۳۱ دار الکتب العلمیة بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۲/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوکان کا نام ''عائشہ کلیکشن'' رکھنا؟

سوال (۱۴۵۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب نے اپنی دوکان کا نام اپنی نواسی کے نام پر ''عائشہ کلیکشن'' رکھا تھا، اَب وہ ایسا نام رکھنا چاہتے ہیں، جو غیر مسلم اور مسلمانوں کے لئے یکساں ہو۔ وجہ یہ ہے کہ غیر مسلم دوکان کا نام دیکھ کر آگے بڑھ جاتے ہیں؛ جب کہ پہلے ایسا نہیں ہوتا تھا، تو کیا ایسا کرنا شرعاً درست ہے؟ کہیں عائشہ نام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے گنہگار تو نہیں ہوگا، جواب عنایت فرما کر مہربانی فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- آپ اپنی مصلحت سے دوکان کا کوئی بھی مناسب نام رکھ سکتے ہیں اور ''عائشہ کلیکشن'' نام رکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

الأصل في الأشياء الإباحة. (الأشباہ والنظائر / القاعدة الثالثة ص: ۱۱۵ مکتبہ دار العلوم دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱۱/۱۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا اپنے بچہ کا محمد نام رکھنے والا ضرور جنت میں جائے گا؟

سوال (۱۴۵۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب نے بیان کیا کہ ''جو شخص اپنے بچے کا نام محمد رکھے تو وہ اور اُس کا بچہ

ضرور جنت میں جائے گا، تو اِس روایت کی کیا حقیقت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- سوال میں جس روایت کا ذکر ہے اُس کی سند انتہائی ضعیف ہے؛ بلکہ اکثر محدثین نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے؛ لہٰذا اُسے حدیث کہہ کر بیان کرنا درست نہیں ہے؛ البتہ چوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات اَنبیاء اور صلحاء کے نام رکھنے کی تلقین فرمائی ہے، جس میں خود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام مبارک بھی شامل ہے، اِس لئے بچوں کا یہ نام رکھنا یقیناً باعث برکت ہوگا۔

قال ابن بكير: حدثنا حامد بن حماد ...... عن أبي أمامة مرفوعا: من ولد له مولود فسماه محمدا تبركا به، كان هو و مولوده في الجنة. (فضائل التسمية بأحمد ومحمد ٣٩-٤٠ رقم: ٣٠ ط: الصحابة للتراث طنطا)

في إسناده من تكلم فيه (اللآلي المصنوعة) وفي هامشه: قال الذهبي في تلخيصه: المتهم بوضعه حامد بن حماد بن المبارك العسكري شيخ ابن بكير، وكذلك قال في الميزان في ترجمة حماد، وقد ذكر هذا الحديث: وهو آفته، وأقره الحافظ بن حجر في اللسان. (اللآلي المصنوعة ٩٧/١ دار الكتب العلمية بيروت)

من ولد له ولد الخ ...... موضوع. (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة ٣١٩/١ رقم: ١٧١ دار المعارف رياض)

عن أبي وهب وكانت له صحبة قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: تسموا بأسماء الأنبياء الخ. (سنن النسائي، كتاب الخيل / باب ما يستحب من شبه الخيل ١٠٥/٢ رقم: ٣٥٦٥)

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه أن رجلا من الأنصار ولد له غلام، فأراد أن يسميه محمدًا فأتى النبي صلى الله عليه وسلم: فسأله، فقال: أحسنتُ

الأنصار، سموا بإسمي ولا تكتنوا بكنيتي. (صحيح مسلم، كتاب الآداب / باب النهي عن التكني بأبي القاسم وبيان ما يستحب عن الأسماء ۲۰٦/۲ رقم: ۲۱۳۳) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۶/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سر پر دستِ شفقت کے لئے معمولی سر جھکانا

سوال (۱۴۵۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: الحمد للہ میرے گھر میں چھوٹے بڑے مرد وخواتین ۲۵-۳۰/افراد رہتے ہیں، بفضلہٖ تعالیٰ سب با اَخلاق ہیں، روزانہ جب بھی کوئی فرد گھر سے باہر یا دوسرے شہر جاتا ہے اور وہاں سے واپس آتا ہے، تو وہ میرے سامنے تعظیماً سر جھکاتا ہے اور میں اَز راہِ شفقت دعا دیتے ہوئے اُس کے سر پر ہاتھ رکھتا ہوں، تو کیا یہ طریقہ درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- کسی بڑے شخص کا اپنے چھوٹوں پر دستِ شفقت رکھنا صحیح حدیث سے ثابت ہے، اور سر پر ہاتھ رکھوانے کے لئے معمولی طور پر سر جھکانے میں بھی حرج نہیں؛ لیکن رکوع یا سجدے کی کیفیت نہیں ہونی چاہئے اور اِس کو عام معمول نہ بنایا جائے۔

عن الجعد بن عبد الرحمن قال: سمعت السائب بن يزيد يقول: ذهبت بي خالتي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إن ابن أختي وجع، فمسح رأسي ودعا لي بالبركة. (صحيح البخاري، كتاب الدعوات / باب الدعاء للصبيان بالبركة ومسح رؤوسهم ۲۷۰/٤ رقم: ٦۳٥۳ مكتبة البشرىٰ)

وفي حديث ابن مسعود: ثم أتيته بعد هذا، فقلت يا رسول الله! علمني من هذا القول، قال: فمسح رأسي، وقال: يرحمک الله فإنک غُلَيِّمٌ معلِّم.

(المسند الإمام أحمد بن حنبل / مسند عبد اللّٰه بن مسعود ۸۲/٦ رقم: ۳٥۹۸ مؤسسة الرسالة)

عـن أنـس رضي اللّٰه عنه قال: قال رجل: يا رسول اللّٰه! الرجل منا يلقى أخـاه أو صديقه أينحني له؟ قال لا، قال: أفيلتزمه ويقبله؟ قال: لا، قال: أفيأخذ بيـده ويصافحه؟ قال: نعم. (مشكـاة المصابيح، كتاب الآداب / باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني ٤٧/٤ رقم: ٤٦٨٠ مكتبة البشرىٰ)

وفـي الـزاهـدي: الإيماء في السلام إلى قرب الركوع كالسجود. وفي الـمـحيط: أنه يكره الانحناء للسلطان وغيره. (رد الـمحتار، كتاب الحضر والإباحة / قبيل فصل في البيع ٥٥١/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱۱/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بڑوں کا چھوٹوں کے سر پر ہاتھ رکھنے کا حکم

سوال (۱۴۶۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بڑوں کا چھوٹوں کے سر پر ہاتھ رکھنا یا چھوٹوں کا بڑوں کا ہاتھ اپنے سر پر رکھوانا کہاں سے ثابت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق:- متعدد روایات سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صغارِ صحابہ کے سر پر بطور شفقت وبرکت دست مبارک رکھا ہے، لہٰذا چھوٹوں کا بڑوں سے اپنے سروں پر ہاتھ رکھوانا او بڑوں کا چھوٹوں کے سر پر ہاتھ پھیرنا سب جائز اور درست ہے۔ نیز اَحادیثِ صحیحہ میں یتیم بچوں کے سر پر دست شفقت رکھنے پر اس کے سر کے بالوں کے بقدر نیکیوں کی بشارت بھی منقول ہے۔

عـن الجعد بن عبد الرحمن قال سمعت السائب بن يزيد يقول: ذهبت بـي خـالتـي إلـى الـنبي صلى اللّٰه عيه وسلم فقالت: يا رسول اللّٰه! إن ابن أختي

وجع، فمسح رأسي ودعا لي بالبركة ثم توضأ فشربت من وضوئه ثم قمت خلف ظهره فنظرت إلى خاتمه بين كتفيه مثل زر الحجلة. (صحيح البخاري، كتاب الدعوات / باب الدعاء للصبيان بالبركة وسمح رؤسهم ٢/ ٩٤٠ رقم: ٦٣٥٢)

عن محمد بن عبد الملك بن أبي محذورة عن أبيه عن جده قال: قلت يا رسول الله! علمني سنة الأذان قال: فمسح مقدم رأسي وقال: تقول: الله أكبر، الله أكبر الخ. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة / باب: كيف الأذان رقم: ٥٠٠)

عن أبي أمامة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عيه وسلم قال: من مسح رأس يتيم لم يمسحه إلا لله كان له بكل شعرة مرت عليها يده حسنات، ومن أحسن إلى يتيمة أو يتيم عنده كنت أنا وهو في الجنة كهاتين، وقرن بين إصبعيه السبابة والوسطىٰ. (المسند للإمام أحمد بن حنبل، مسند الأنصار / حديث أبي أمامة الباهلي عن النبي صلى الله عليه وسلم رقم الحديث: ٢٢١٥٣ مؤسسة الرسالة)

فيضع يده صلى الله عليه وسلم على رأس الصبي فيعرف من بين الصبيان ريحها. (نشر الطيب: ١٣٤، فصل چهارم شيم الحبيب، مستفاد: فتاوىٰ رحيميه ٢/ ٢٣١-٢٣٣، مكتبه دار الإشاعة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۸/۷/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر مسلم کی مشین پر قرآنی اَوراق کی فوٹو کاپی کرانا

سوال (۱۴۶۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر قرآن کے اوراق یا کوئی عربی کتاب یا حدیث کے اَوراق کی زیروکس (فوٹو کاپی) کرانے کے لئے کسی غیر مسلم بھائی کو دیا جائے، اِس صورت میں کہ اس علاقہ میں کسی مسلم بھائی کی اِس طریقے کی دوکان موجود نہ ہو، تو اِس کا شرعی حکم کیا ہوگا؟ جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - ضرورت کے وقت غیر مسلم کی مشین سے قرآنِ کریم کے اَوراق فوٹو کاپی کرانے کی اِس شرط کے ساتھ اِجازت ہے کہ غیر مسلم اُسے بے وضو ہاتھ نہ لگائے، اور اگر وہ غیر مسلم وضو کا اہتمام نہ کرے تو مسلمان کو چاہئے کہ وہ خود ہی باوضو ہوکر کاغذ مشین پر رکھے اور خود ہی اُٹھایا کرے اور ایسا کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿لَا یَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾ [الواقعة: ۷۹]

ويمنع النصراني من مسه وجوزه محمد إذا اغتسل. (الدر المختار / كتاب الطهارة ۳۲۱/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۲/۸/۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جمائی کے وقت ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' کہنا

سوال (۱۴۶۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جمائی لیتے وقت ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' پڑھنا ثابت ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - جمائی آتے وقت حدیث میں حتی الامکان منہ کو ڈھانکنے کا حکم ہے؛ لیکن خاص اس وقت ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' پڑھنا کسی روایت میں ثابت نہیں ہے۔

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا تثائب أحدكم فليمسك بيده على فمه فإن الشيطان يدخل.

(صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقائق / باب تشميت العاطس وكراهية التثاؤب ۴۱۳/۲ رقم: ۲۹۹۵ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۳/۵/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حافظ عالم بننے پر دستار بندی کا ثبوت

سوال (۱۴۶۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حافظ یا عالم بننے کے بعد جو دستار باندھی جاتی ہے یہ کس حدیث سے ثابت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- علماء اور حفاظ کی جو دستار بندی کی جاتی ہے، اُس میں اُن کی حوصلہ افزائی اور اعزاز کے ساتھ ساتھ ذمہ داری کا احساس پیدا کرنا بھی مقصود ہوتا ہے؛ اِس لئے کہ بعض روایات سے ثابت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو کسی اہم کام کے لئے روانہ فرماتے تو اُس کی دستار بندی فرماتے۔

عن أبي أمامة رضي اللّٰه تعالیٰ عنه قال: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم لا يولي واليًا حتى يعممه ويرخي لها عذبة من جانب الأيمن نحو الأذن. رواه الطبراني وفيه جميع بن ثقت وهو متروك (مجمع الزوائد ١٢٠/٥ رقم: ٨٥٠٤ مكتبة القدسي القاهرة)

عن عبد اللّٰه بن عمر رضي اللّٰه عنهما قال: كنت عاشر عشرة في مسجد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ...... إلى أن قال: ثم أمر ابن عوف فتجهز لسرية بعثه عليها فأصبح وقد اعتم بعمامة كرابيس سوداء، فأتاه النبي صلى اللّٰه عليه وسلم ثم نقضها فعممه فأرسل من خلفه أربع أصابع أو نحوها، ثم قال: هكذا يا ابن عوف فاعتم فإنه أعرب وأحسن، ثم أمر بلالاً فدفع إليه اللواء فحمد اللّٰه وصلى على النبي صلى اللّٰه عليه وسلم الخ. (مجمع الزوائد ١٢٠/٥ رقم: ٨٥٠٠ مكتبة القدسي القاهرة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۷/۶/۱۴۴۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا صبح اُٹھ کر ایک دوسرے کو سلام کرنا ضروری ہے؟

سوال (۱۴۶۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں مدارس کے طلبہ اور تبلیغ والوں میں یہ عمل مشہور ہے کہ صبح سو کر اُٹھتے وقت سلام کرتے ہیں، اور اِس سلام کرنے کو سوکر اُٹھنے کے آداب میں شمار کرتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو حوالہ تحریر کر کے شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- خاص طور پر سوکر اُٹھنے کے بعد سلام کرنے سے متعلق کوئی روایت تو نہیں مل سکی؛ لیکن ہر ملاقات پر سلام کا عمومی حکم اَحادیث سے ثابت ہے اور سونے والا آدمی بھی گویا کہ حکماً حاضرین سے غائب ہوتا ہے، اِس لئے سوکر اُٹھنے کے بعد سلام کرنے کو بھی مذکورہ عمومی حکم کے اعتبار سے آداب میں شامل کیا جاسکتا ہے اور یہ عمل بے اصل نہیں۔

مستفاد: عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إذا لقي أحدكم أخاه فليسلم عليه فإن حالت بينهما شجرة أو جدار أو حجر ثم لقيه فليسلم عليه. (سنن أبي داؤد، كتاب الأدب / باب في الرجل يفارق الرجل ثم يلقاه يسلم عليه ۷۰۷/۲ المكتبة الأشرفية ديوبند)

عن أبي أمامة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إن أولى الناس باللّٰه من بدأ بالسلام. (مشكاة المصابيح / باب السلام ۳۹۸/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۶/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

اِسلام میں جھنڈے کی کیا حیثیت ہے؟

سوال (۱۴۶۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: اِسلام میں جھنڈے کی کیا حیثیت ہے؟ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کے علاوہ بھی جھنڈا ثابت ہے؟ اگر ثابت ہے تو کس موقع پر اور اُس کا رنگ کیسا تھا؟ اور اگر صرف جنگ میں ثابت ہے تو جنگ میں جھنڈا کیسا تھا؟ نیز شعائر اسلام میں کوئی جھنڈا شامل ہے یا نہیں؟ بہر کیف جھنڈے کی کیا حقیقت ہے؟ پوری وضاحت کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جھنڈا دراصل علامت اور پہچان کے طور پر استعمال ہوتا ہے؛ چناں چہ عام طور پر جنگوں میں اَمیر لشکر کے ہاتھ میں جھنڈا رہتا تھا؛ تاکہ فوجیوں کو پتہ رہے کہ اَمیر کہاں ہے اور قافلہ کدھر جارہا ہے، وغیرہ؟ اِسی طرح بعض مواقع پر پیغمبر علیہ السلام نے کسی صحابی کو اہم مشن پر روانہ فرمایا تو انہیں جھنڈا عطا کیا؛ تاکہ دیکھنے والوں کو معلوم ہوجائے کہ وہ کسی خاص کام کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اِس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جھنڈا کوئی شرعی چیز نہیں ہے؛ بلکہ ایک اجتماعی ضرورت ہے، اور شرعی طور پر اِس کا کوئی رنگ بھی متعین نہیں ہے۔ اِسی لئے پیغمبر علیہ السلام نے باقاعدہ جھنڈے کے کسی خاص رنگ میں ہونے کی ہدایت نہیں فرمائی؛ بلکہ اَغلب یہ ہے کہ بروقت جس رنگ کا کپڑا مہیا ہوا اُسی کا جھنڈا بنادیا گیا؛ چناں چہ بعض مواقع پر کالے جھنڈے کا ثبوت ملتا ہے۔ اور بعض غزوات میں سفید جھنڈوں کا ذکر ہے، انہی دونوں رنگوں کو سامنے رکھ کر بعض دینی جماعتوں (مثلاً جمعیۃ علماء ہند) نے سفید اور کالی پٹی والا جھنڈا اپنی شناخت کے لئے متعین کیا ہے؛ لیکن یہ کوئی شرعی طور پر لازم نہیں ہے، اِس کے علاوہ رنگ کو بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔

قال ...... بعثني محمد بن القاسم إلى البراء بن عازب يسأله عن راية رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ما كانت؟ فقال: كانت سوداء مربعة من نمرة وتحته في البذل سوداء أي ما غالب لونه سوداء. (بذل المجهود، كتاب الجهاد / باب في الرايات والألوية ٩/١٧٥ رقم: ٢٥٩١)

عن البراء بن عازب رضي اللّٰہ عنه قال: مر بي خالي أبو بردة بن نيار ومعه لواء فقلت أين تذهب؟ قال بعثني النبي صلى اللّٰہ عليه وسلم إلى رجل تزوج امرأة أبيه آتيه برأسه. رواه الترمذي وأبوداؤد (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح / باب المحرمات ۲/۲۷٤)

قال القاري في المرقاة: قال المظهر: وكان ذلك اللواء علامة كونه مبعوثًا من جهة النبي صلى اللّٰہ عليه وسلم. (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح / باب المحرمات ٦/۳۰۲ تحت رقم: ۳۱۷۲ دار الكتب العلمية بيروت)

قال رأيت راية رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم صفراء، وتحته في البذل: لعل الراوي رأى راية رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم في بعض مغازيه صفراء ولم أقف على تعيين تلك الغزوة. (بذل المجهود، كتاب الجهاد / باب في الرايات الخ ۹/۱۷٦ رقم: ۲۵۹۳)

قال التوربشتي: الراية هي التي يتولاها صاحب الحرب ويقاتل عليها واللواء علامة كبكبة الأمير تدور معه حيث دار. (مرقاة المفاتيح، كتاب الجهاد / باب في الرايات الخ ۷/۲۲٤ رقم: ۲۵۹۱ دار الكتب العلمية بيروت)

عن أبي الزبير عن جابر يرفعه إلى النبي صلى اللّٰہ عليه وسلم أنه كان لواؤه يوم دخل مكة أبيض. (سنن أبي داؤد، كتاب الجهاد / باب في الرايات والألوية رقم: ۲۵۹۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۱/۳/۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

’’سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا‘‘ ترانہ پڑھنا

سوال (۱۴۶۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: یہ جو قومی ترانہ ہم لوگ گاتے ہیں کہ ’’سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا‘‘ اس پر کسی نے اعتراض کیا ہے کہ کیا ہمارا ملک مکہ اور مدینہ سے بھی اچھا ہے، تو ہم نے کہا کہ رہنے کے اعتبار سے اچھا ہے، تو اس پر بھی اعتراض ہے؟ جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ’’سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا‘‘ کہتے وقت پڑھنے والے کی نیت یہ ہرگز نہیں ہوتی کہ ہندوستان نعوذ باللہ ہر اعتبار سے حرمین شریفین سے افضل ہے، بلکہ ہندوستان کو اچھا کہنے کا تعلق محض جزوی اور مادی اعتبار سے ہے، مثلاً یہ کہ یہاں کے شہریوں کو اپنے ملک میں جو اختیارات حاصل ہیں وہ دوسری جگہ نصیب نہیں، اس اعتبار سے یہ ملک ان کے لئے سب سے اچھا ہے، یا مثلاً کھیتی اور کاشت وغیرہ کے اعتبار سے یہاں بہت سی امتیازی خوبیاں پائی جاتی ہیں وغیرہ، لہٰذا جو اس طرح کی نیت سے ترانہ پڑھے گا، اس پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

عن جابر بن عبد اللّٰہ رضي اللّٰہ عنه يقول: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ عليه وسلم: غلظ القلوب والجفاء في المشرق والإيمان في أهل الحجاز (صحيح مسلم) وقال النووي تحته: فكانت نسبة الإيمان إليهم لذلك إشعارًا بكمال إيمانهم من غير أن يكون في ذلك نفي له عن غيرهم فلا منافاة بينه وبين قوله صلی اللّٰہ عليه وسلم الإيمان في أهل الحجاز. (صحيح مسلم، كتاب الإيمان / باب تفاضل أهل الإيمان فيه ورجحان أهل اليمن ۵۳/۱ رقم: ۹۲)

لا يفتى بكفر مسلم أمكن حمل كلامه على محمل حسن أو كان في كفره خلاف بأنه لا ينبغي للعالم أن يبادر بتكفير أهل الإسلام. (رد المحتار، كتاب الجهاد / باب المرتد ۳۶۷/۶ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۸/۱۱/۱۴۳۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مجلس وعظ سے پہلے غزلیہ اشعار پڑھنا

سوال (۱۴۶۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے علاقہ میں مجلس وعظ میں پہلے پہلے کچھ وقت تک راگ کے ساتھ غزل پڑھنے کا رواج ہوگیا ہے، آیا شرعاً اس کو منع کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- دینی مجالس میں نعت وحمد اور اصلاحی مضمون پر مشتمل اشعار اور نظمیں پڑھنا تو درست ہے؛ لیکن ایسی غزلیں جن میں عشق ومعاشقہ وغیرہ کے مضامین ہوں ان کا پڑھنا اور سننا درست نہیں۔

قال الإمام النووي: فيه جواز إنشاد الشعر في المسجد إذا كان مباحا واستحبابه إذا كان في ممادح الإسلام و أهله. (شرح النووي على المسلم / باب فضائل حسان بن ثابت رضي الله عنه ٢/ ٣٠٠ المكتبة الأشرفية ديوبند)

والصوت الطيب الموزون غير حرام فإذا لم يحرم الآحاد فمن أين يحرم المجموع؟ نعم ينظر فيما يفهم منه فإن كان فيه أمر محظور حرم نظمه ونثره وحرم النطق به سواء كان بألحان أو لم يكن. (إحياء العلوم ٢/ ١٥٣) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۲/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

”ہندو مسلم سکھ عیسائی آپس میں سب بھائی بھائی“ کہنے کا حکم

سوال (۱۴۶۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اَب سے تقریباً ڈیڑھ مہینے پہلے ماہِ شعبان کے آخر میں ہمارے گاؤں کے اندر ایک پرانی مسجد کی تعمیر نو کے سنگ بنیاد کے موقع پر ایک مختصر دینی جلسہ منعقد ہوا تھا، جس میں تقریر کرنے کے لئے باہر سے ایک مولانا صاحب کو بلایا گیا تھا، اُنہوں نے مسجد کے تعاون کرنے کی

فضیلت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ایک بات بیان کے اندر کہہ دی کہ اس سے انتشار ہوگیا، کچھ اُن کے بیان کو اچھا کہہ رہے ہیں تو کچھ لوگ غلط کہہ رہے ہیں۔ سوال درج ذیل ہے:

ہمارے یہاں جلسہ میں آکر ایک مولانا صاحب نے یہ بیان کیا ہے کہ ہندو، مسلم، سکھ اور عیسائی سب آپس میں بھائی بھائی ہیں، بھرے مجمع میں اُنہوں نے یہ بات کہی ہے، اِس پر کچھ لوگوں نے اُن کے جانے کے بعد اشکال کیا۔

ایک صاحب نے کہا کہ ہم نے ایک جگہ قرآن شریف کی تفسیر میں اُس کے خلاف بات سنی ہے، اِس لئے مولانا صاحب کی بات قرآن وحدیث کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔

کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ مولانا صاحب کی بات ٹھیک ہے، اِس لئے ''ہندو مسلم سکھ عیسائی'' کا نعرہ ہمارے بزرگوں کا ہی دیا ہوا ہے، یہ غلط کیسے ہوسکتا ہے؟

براہ کرام آنجناب سے گذارش ہے کہ اِس مسئلہ کی شریعت کی روشنی میں بالتفصیل وضاحت فرمادیں کہ کیا ان مولانا صاحب کا یہ کہنا شرعاً درست ہے؟ اور اگر غلط ہے تو ایسا کہنے والے کا کیا حکم ہے، اللہ تعالیٰ آنجناب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مذکورہ عالم صاحب نے وطنی نسبت کی بنیاد پر ''ہندو مسلم سکھ عیسائی'' کو بھائی بھائی قرار دیا ہوگا، اس سے ''ایمانی اخوت'' مراد نہیں ہے؛ گویا کہ مذہبی اعتبار سے اگرچہ سب قومیں الگ الگ ہیں، مگر وطن کے اعتبار سے اُن میں یکسانیت پائی جاتی ہے، اِس بنا پر اگر اُنہیں بھائی کہہ دیا جائے تو اِس میں اعتراض کی کوئی بات نہیں۔

ایک حدیث شریف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کسی تفریق کے اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں کو بھائی بھائی قرار دیا ہے۔

عن زید بن أرقم رضي اللّٰه عنه قال: سمعت نبي اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: وقال سلیمان کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول في دبر صلاته ......: أنا شهید، أن العباد کلهم إخوة الخ. (سنن أبي داؤد، کتاب الصلاۃ / باب ما یقول

الرجل إذا أسلم رقم: ۱۵۰۸، السنن الکبریٰ للنسائي، کتاب عمل الیوم واللیلۃ / نوع آخر في دبر الصلوات رقم: ۹۸۴۹) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۵/۱۱/۱۴۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دفع ضرر کے لئے غیر مسلم کو چندہ دینا

سوال (۱۴۶۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں ایک دوکان دار شخص ہوں، آس پاس ہندؤں کی دوکانیں اور آبادی ہے، بازار میں آئے دن ہندؤوں کے مذہبی جلوس نکلتے رہتے ہیں اور جلوس کے منتظمین دوکان داروں سے چندہ لیتے ہیں اور یہ ہماری دوکان پر بھی آتے ہیں، تو ہمارے لئے مشکل یہ ہے کہ اگر چندہ دیں تو ہمارا پیسہ ہندؤوں کے مذہبی تقریب میں خرچ ہوتا ہے اور اگر ہم چندہ دینے سے انکار کریں تو ہمارے لئے دیگر مشکلات کھڑی ہوجاتی ہیں اور آس پاس کے دوکان داروں کو جواب دینا بھاری پڑ جاتا ہے، تو اَب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں بدرجۂ مجبوری دفع ضرر کے طور پر جو غیر مسلم تعاون کی غرض سے آئیں، ذاتی طور پر انہیں دینے کی نیت کرتے ہوئے آپ کے لئے یہ رقم دینے کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۹/۵۸۴ ڈابھیل)

وأهل الذمة في حكم الهبة بمنزلة المسلمين. (الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الھبۃ / الباب الحادي عشر في المتفرقات ۴/۴۰۵ زکریا)

أما إذا أعطى ليتوصل به إلى حق أو ليدفع به عن نفسه ظلما فلا بأس به. (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الإمارۃ والقضاء / باب رزق الولاۃ وھدایاھم تحت ۷/۲۹۵ رقم: ۳۷۵۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۲۲/۷/۱۴۳۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حروف مقطعات والی تختی کا حکم

سوال (۱۴۷۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل ایک تختی چل رہی ہے جس میں سب حروف مقطعات لکھے گئے ہیں اور نیچے یہ لکھا ہے کہ جو شخص اسے صبح وشام دیکھتا رہے گا اس کے کاروبار میں برکت ہوگی، تو سوال یہ ہے کہ شریعت میں ان حروف کے پڑھنے، یاد کرنے یا دیکھنے کی کیا فضیلت منقول ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- محض حروف مقطعات کو دیکھنے سے کاروبار میں برکت وغیرہ کے حصول کی بات کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے۔ اِسی طرح اُن حروف کو پڑھنے یا یاد کرنے کی کوئی مستقل فضیلت اَحادیثِ شریفہ میں ہماری نظر سے نہیں گذری؛ البتہ چوں کہ یہ قرآنی حروف ہیں اِس لئے ہر حرف پر دس نیکوں کا اَجر وثواب پڑھنے والے کو ملے گا؛ جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ اور بعض مشائخ نے مذکورہ حروف کا ورد رکھنے کے کچھ فوائد بیان فرمائے ہیں، اُن کا تعلق اپنے ذاتی تجربات سے ہے، کسی شرعی معتبر دلیل سے اس کا ثبوت نہیں ہے؛ لہٰذا اِس کے متعلق فضائل کو شریعت کی طرف منسوب کرنا درست نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ قاسمیہ ۴۸۲/۳، اَعمالِ قرآنی: ۴۰-۴۴ کراچی)

عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضي اللّٰہ عنه یقول: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: من قرأ حرفًا من کتاب اللّٰہ فله حسنة، والحسنة بعشر أمثالها لا أقول: الٓمٓ حرف ولٰکن الف حرف، ولام حرف، ومیم حرف. (سنن الترمذي، أبواب فضائل القرآن / باب ما جاء فیمن قرأ حرفًا من القرآن ماله من الأجر ۱۱۹/۲ رقم: ۲۹۱۰) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۷/۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زیب وزینت

مردوں کا پلاٹینم کی اَنگوٹھی پہننا؟

سوال (۱۴۷۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا مرد حضرات پلاٹینم کی انگوٹھی پہن سکتے ہیں؟ اگر اجازت ہوتو کتنے وزن کی ہونی چاہئے؟ صحیح طور پر رہنمائی فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مردوں کے لئے ''پلاٹینم'' کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں ہے، وہ صرف چاندی کی انگوٹھی پہن سکتے ہیں، جس کا وزن ایک مثقال (یعنی ۴؍گرام ۳۷۴؍ملی گرام) سے زیادہ نہ ہونا چاہئے۔ (فتاویٰ قاسمیہ ۳۹۶/۲۴-۳۹۷ مکتبہ اشرفیہ دیوبند)

ولا يتختم إلا بالفضة وهذا نص على أن التختم بالحجر والحديد والصفر حرام. (الهداية، كتاب الكراهية / فصل في اللبس ٣٦٧/٤)

نوٹ:- اورسونے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کی انگوٹھی جس میں پلاٹینم بھی شامل ہو؛ عورتوں کے لئے بھی درست نہیں ہے۔

وأما التختم بما سوى الذهب والفضة من الحديد والرصاص والنحاس والصفر فمكروه للرجال والنساء جميعًا؛ لأنه زي أهل النار. (بدائع الصنائع / كتاب الاستحسان ٣١٧/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۶/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا مرد چاندی کی دو انگوٹھی پہن سکتا ہے؟

سوال (۱۴۷۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مرد بیک وقت دو چاندی کی انگوٹھی پہن سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مرد کے لئے صرف ایک مثقال (تقریباً چار گرام) چاندی کی انگوٹھی پہننے کی گنجائش ہے اور یہ مقدار عموماً ایک ہی انگوٹھی میں پوری ہوجاتی ہے؛ لہٰذا دو انگوٹھی پہننا مرد کے لئے جائز نہ ہوگا۔

قال أبوبكر ابن العربي: الخامسة: قوله: نهاني عن التختم، وهذا يحتمل أمرين: أحدهما: يرجع إلى النهي عن التختم بخاتمين؛ لأن ذلك إسراف من الرجال وتشبه بالنساء. (عارضة الأحوذي، كتاب اللباس / ما جاء في لبس الخاتم في اليمين ١٨٢/٧ دار الكتب العلمية بيروت)

ولا يزيد وزنه على مثقال لقوله عليه السلام اتخذه من ورق ولا تزده على مثقال. (البحر الرائق / كتاب الكراهية ٣٥٠/٨ زكريا)

وفي الاختيار: سن أن يكون الخاتم على قدر مثقال أو دونه. (مجمع الأنهر، كتاب الكراهية / باب في اللباس ١٩٦/٤ مكتبة فقيه الأمة ديوبند)

ولا يتختم أي الرجل إلا بالفضة ...... ولا يزيده على مثقال الخ. (الدر المختار مع رد المحتار / كتاب الحظر والإباحة ٥١٧/٩، تبيين الحقائق، كتاب الكراهية / فصل في اللبس ٣٥/٧- ٣٦ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۹/۵/۱۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

مرد کا خاص قسم کی کریم چہرہ پر لیپنا

سوال (۱۴۷۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا کوئی شخص بال کٹوانے کی دوکان پر بلیچنگ (یعنی کریم وغیرہ سے اِنسان کا اصلی کلر کچھ دیر کے لئے چھپ جاتا ہے) کرواسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- زیب وزینت کے لئے بے جا تکلفات شریعت میں پسندیدہ نہیں ہیں، آج کل بے وجہ بلیچنگ (چہرے اور بدن پر خاص قسم کی کریم وغیرہ کا لیپ کرنا) بھی اُنہی تکلفات میں داخل ہے، اِس سے احتراز کرنا چاہئے۔ اَب رہا اِس درمیان وضو یا غسل کا مسئلہ؛ تو اگر پانی بہانے سے یہ مادہ صاف ہوجاتا ہے اور کھال تک پانی پہنچ جاتا ہے، تو وضو اور غسل درست ہوجائیں گے، اور اگر یہ مادہ پانی پہنچنے سے مانع ہے تو وضو اور غسل درست نہ ہوں گے۔

عن عبد اللّٰہ بن مغفل رضي اللّٰہ عنه قال: نهی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم عن الترجل إلا غبا. (سنن أبي داؤد / كتاب الترجل رقم: ٤١٥٩)

قال في البذل: والغب أن يفعل يومًا ويترك يومًا، والمراد بالنهي ترك المواظبة عليه والاهتمام به؛ لأنه مبالغة في التزين، وهذا عند عدم الضرورة، وإن دعت الضرورة إلى الترجل كل يوم لا بأس به. (بذل المجهود / أول كتاب الترجل ١٨٦/١٢ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي أعظم جراه)

وذكر في المحيط: إذا كان على ظاهر بدنه جلد سمك أو خبز ممضوغ قد جف واغتسل أو توضأ ولم يصل الماء إلى ما تحته لم يجز. (حلبي كبير ص: ٤٩ سهيل اكيڈمي لاهور، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الطهارة / الباب الثاني في الغسل ١٣/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۱/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورت کا بلا ضرورت اپنے سر کے بال کاٹنا

سـوال (۱۴۷۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عورت کے لئے اپنے سر کے بال کاٹنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر کسی عورت کے بال جھڑتے ہوں تو کیا اُس کے لئے اِس غرض سے بال کاٹنا تا کہ مزید بڑھیں اور گھنے ہوں جائز ہے یا نہیں؟ مکمل رہنمائی فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- عورت کے لئے بال رکھنا اور بڑھانا مطلوب اور پسندیدہ ہے، اس لئے بلا ضرورت عورت کے لئے سر کے بال کاٹنا درست نہیں ہے۔ اِسی طرح اِس انداز میں بال بنانا کہ مردوں سے مشابہت معلوم ہو یہ بھی اُس کے لئے جائز نہیں ہے؛ لیکن اگر کوئی واقعی ضرورت پیش آجائے، مثلاً سر میں کوئی پھنسی نکل جائے، جس کے لئے کچھ بال کاٹنے کی ضرورت ہو یا دومنہ والے بال نکل آئیں جو بالوں کی بڑھوتری سے مانع ہوتے ہیں تو اُن کو بقدرِ ضرورت کاٹنے کی اجازت ہوگی۔ اور محض بالوں کو گھنا کرنے کے لئے کاٹنے کی اجازت نہ ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ قاسمیہ ۲۳/۵۸۶)

عن ابن عباس رضي اللّٰہ عنهما قال: لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم المتشبهین من الرّجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال. (صحیح البخاري / کتاب اللباس ۲/۵۷۴ رقم: ۵۸۸۵)

ولو حلقت المرأة رأسها فإن فعلت لوجع أصابها لا بأس به، وإن فعلت ذلک تشبهًا بالرجل فهو مکروہ. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الکراهیة / الباب التاسع عشر في الختان والخصاء وحلق المرأة شعرها الخ ۵/۳۵۸ زکریا)

قطعت شعر رأسها أثمت ولعنت، زاد في البزازیة: وإن بإذن الزوج؛

لأنه لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق. (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة / فصل في البيع ۹/۵۸۳-۵۸٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۲/۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

''کون'' نامی مہندی کا حکم

سوال (۱۴۷۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کون (cone) کی مہندی یعنی جو بازاروں میں بکتی ہے، کیا وہ مہندی عورتیں لگا سکتی ہے؟ اور اگر ہاتھ وغیرہ میں لگالی تو اُس کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ''کون'' کے نام سے بازار میں جو مہندی دستیاب ہے، اُس میں مہندی کے ساتھ کئی طرح کے پاک اجزاء شامل کئے جاتے ہیں؛ تاکہ اس کا لگانا آسان ہو۔ بریں بنا خواتین کے لئے اُس کا استعمال درست ہے اور جب سوکھنے کے بعد اُسے چھڑا لیا جائے تو اُس پر وضو اور غسل میں بھی کوئی حرج نہیں ہے؛ کیوں کہ بعد میں جو بدن پر رنگ یا ''کون'' کا اثر باقی رہ جاتا ہے وہ پانی پہنچنے میں مانع نہیں ہے۔

ومنهم من فرّق في ذلك بين الرجل والمرأة فأجازه لها دون الرجل، وأما خضب اليدين والرجلين فيستحب في حق النساء ويحرم في حق الرجال إلا للتداوي. (مرقاة المفاتيح، باب الترجل / الفصل الثاني ۸/۳۰٤ دار الكتب العلمية بيروت)

ولا ينبغي أن يخضب يدي الصبي الذكر ورجله إلا عند الحاجة ويجوز ذلك للنساء. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب العشرون في الزينة واتخاذ الخادم للخدمة ۵/۳۵۹ زكريا)

ولا یمنع الطهارة ونیم ذباب ...... وحناء ولو جرمه، به یفتی. (تنویر الأبصار مع الدر المختار) وتحته في الشامية: قوله به یفتی، صرح به في المنية عن الذخيرة في مسئلة الحناء والطين والدرن معللا بالضرورة. قال في شرحها: ولأن الماء ينفذه لتخلّله وعدم لزوجته وصلابته، والمعتبر في جميع ذلک نفوذ الماء ووصوله إلى البدن. (رد المحتار، كتاب الطهارة / مطلب في أبحاث الغسل ۱/۲۸۸ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۶/۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بھنویں تراشنے کا حکم

سوال (۱۴۷۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دونوں اَبرو کے درمیان جو بال اگتے ہیں اُن کو اُکھاڑنا کیسا ہے، مرد وعورت دونوں کے لئے؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں تسلی بخش جواب سے نوازیں، مہربانی ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- محض فیشن کے طور پر بھنویں تراشنا (جیسا کہ فاسقہ عورتوں کا طریقہ ہے) جائز نہیں ہے، ایسی عورتوں کے بارے میں احادیثِ شریفہ میں لعنت وارد ہوئی ہے؛ لیکن اگر کسی مرد یا عورت کے دونوں بھنوؤں کے درمیان اسی طرح بال اگ آئیں جس سے چہرہ بدنما معلوم ہوتا ہو، تو عیب کو دور کرنے کے لئے اُن بالوں کو صاف کرانے یا درست کرانے میں کوئی حرج نہیں ہوگا، یہ تشبہ اور تغیر میں شامل نہیں ہے؛ بلکہ زینت کی جائز حدود میں داخل ہے۔

عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضي اللّٰہ عنه قال: لعن اللّٰہ الواشمات

والـمستـوشـمـات، والمُتنمِّصات، والمتفلجات للحسن المغيرات خَلْقَ اللّٰه تـعـالـىٰ، مـا لي لا ألعنُ من لعن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم وهو في كتاب اللّٰه: ﴿مَـا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ﴾ (صـحيـح البـخاري، كتاب اللباس / باب المتفلجات للحسن ۸۷۸/۲ رقـم: ۵۹۳۱، صـحيـح مسـلـم، كتاب اللباس والزينة ۲۰۵/۲ رقم: ۲۱۲۵، سنن النسائي / كتاب الزينة ۲۴۹/۲ رقم: ۵۱۰۷، صحيح ابن حبان ۴۱۶/۷ رقم: ۵۴۸۱)

وأمـا قـطـع الإصبـع الزائدة ونحوها فإنه ليس تغييرًا لخلق اللّٰه وإنه من قبيـل إزالة عيـب فأجازه أكثر العلماء. (تـكـمـلة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة / باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة الخ ۱۶۹/۴ دار إحياء التراث العربي بيروت)

ولا بـأس بـأخذ الحاجبين وشعر وجهه ما لم يشبه المخنث. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء وغيره ۵۳۶/۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۱۱/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

خواتین کا ناک میں لونگ پہننے کا حکم

سوال (۱۴۷۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خواتین کا ناک میں سوراخ کر کے لونگ پہننا کیسا ہے؟ اِس بارے میں اگر کوئی واضح فقہی عبارت مل جائے تو مہربانی ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- خواتین کو زینت کے لئے ناک چھدوا کر اُس میں لونگ پہننے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

ولا بـأس بثقب أذن البنت والطفل استحسانًا. قلت: وهل يجوز الخزام في

الأنف؟ لم أره (الدر المختار) قال العلامة الشامي: قلت: إن كان مما يتزين النساء به كما هو في بعض البلاد فهو فيها كثقب القرط أهـ ط. وقد نص الشافعية على جوازه. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة / فصل في البيع ٦٠٢/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۶/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

ناخن پر خاص مہندی لگانا

سوال (۱۴۷۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا عورت کے لئے ایسی مہندی ناخن پر لگانا جائز ہے جو بازار میں خاص ناخن کی مہندی کے نام سے ملتی ہے؟ اور جو عام مہندی سے زیادہ رنگ چھوڑتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق:- مہندی کا لیپ اُتار دینے کے بعد صرف اُس کا رنگ ناخن پر رہ جاتا ہے؛ لہٰذا یہ مانع طہارت نہیں ہے، اور اِس کا لگانا عورتوں کے لئے بلاشبہ درست ہے۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۱۴۵/۱)

ولا يمنع الطهارة ونيم أي خرء ذباب وبرغوث لم يصل الماء تحته وحناء ولو جرمه، به يفتى (الدر المختار) قال الشامي: قوله به يفتى، صرح به في المنية عن الذخيرة في مسألة الحناء والطين والدرن معللا بالضرورة – قال في شرحها: ولأن الماء ينفذه لتخلله وعدم لزوجته وصلابته – والمعتبر في جميع ذلك نفوذ الماء ووصوله إلى البدن. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطهارة / مطلب في أبحاث الغسل ٢٨٨/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۲/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کنگھی میں نکلنے والے بالوں کا جلانا

سوال (۱۴۷۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عورت کے سر کے بال جو کنگھی وغیرہ سے ٹوٹ جاتے ہیں کیا اُن کو جلا سکتے ہیں؟ برائے مہربانی جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- بہتر یہ ہے کہ اُن ٹوٹے ہوئے بالوں کو دفن کر دیا جائے یا کسی پاک جگہ ڈال دیا جائے، اُن کو جلانا جائز نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۹/۴۵۲ ڈابھیل)

اور بالوں کو بالقصد نالی اور ناپاک جگہوں پر ڈالنا مکروہ ہے۔

فإذا قلم أظفاره أوجز شعره فينبغي أن يدفن ذلک الظفر والشعر المجزوز فإن رمى به فلا بأس، وإن ألقاه في الكنيف أو المغتسل يكره ذلک.

(حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة / فصل في البيع ۲۰۲/٤ مكتبة الاتحاد ديوبند، ۱۹۱/۱۱ دار الكتب العلمية بيروت، ومثله في رد المحتار ۵۸۰/۹ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۳/۱۴۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

مستعمل پرانے کپڑوں کا کیا کریں؟

سوال (۱۴۸۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اپنے مستعمل پرانے کپڑوں کو کیا کرنا چاہئے، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ دفن کر دیں تاکہ کوئی سحر وغیرہ نہ کر سکے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- قابل استعمال مستعمل پرانے کپڑے کسی مستحق کو

دے دیئے جائیں، یا اپنے استعمال میں لے آئیں، دونوں درست ہیں، انہیں دفن کرکے خواہ مخواہ ضائع کرنا بے اصل اور اسراف میں داخل ہے اور سحر کی جو بات لکھ گئی ہے ایسے وہم کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں ہے؛ کیوں کہ سحر کا تعلق صرف مستعمل کپڑوں ہی سے نہیں ہے؛ بلکہ اس کی اور بہت سی صورتیں بھی پائی جاسکتی ہیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا إِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنَ﴾ [الإسراء: ۲۷]

قال أصحابنا للسحر حقيقة وتاثير في إيلام الأجسام خلافًا لمن منع ذلك وقال إنما هو تخييل. (إعلاء السنن، حد الساحر ضربة بالسيف وكذا من سب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم / حكم السحر وحقيقته ۱۲/۶۳۸ إدارة القرآن كراتشي) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۸/۱۱/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کسی خاص علامت والی ٹوپی اور ٹی شرٹ کا استعمال

سوال (۱۴۸۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: علامت نائک NIKE کے ساتھ ٹی شرٹ اور ٹوپی وغیرہ کپڑوں کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ مسئلہ سے متعلق مکمل رہنمائی فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اِس طرح کے تجارتی مارکہ والے لباس پہننا تشبہ کی وجہ سے مکروہ ہے۔

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من تشبه بقومٍ فهو منهم. (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس / باب في لبس الشهرة ۲/۵۵۹ رقم: ۴۰۳۱، مشكاة المصابيح، كتاب اللباس / الفصل الثاني ۳۷۵) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۵/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سر کے بالوں کی اَفزائش اور زیبائش کی بعض صورتیں اور اُن کا شرعی حکم

”سر کے بالوں کی اَفزائش اور زیبائش کی بعض صورتیں اور اُن کے شرعی حکم“ سے متعلق حضرت الاستاذ دامت برکاتہم کا مقالہ پیش خدمت ہے، جو اِدارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند کے سولہویں فقہی اجتماع بتاریخ: ۳-۵ر شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۷ تا ۱۹ر مارچ ۲۰۲۱ء بروز بدھ، جمعرات (بمقام مدنی ہال مرکزی دفتر جمعیۃ علماء ہند نئی دہلی) کے لئے تحریر کیا گیا تھا۔ (اَز: مرتب)

آج کل گنجے پن کا مرض بہت پیدا ہو رہا ہے، اور اسی کے ساتھ لوگوں میں فیشن اور زینت کا شوق بھی پروان چڑھ رہا ہے، اس لئے موجودہ زمانے میں بالوں کی افزائش وزیبائش سے متعلق بہت سے مسائل پیدا ہو گئے ہیں، جن کو حل کرنے کی ضرورت ہے۔

سوال (۱۴۸۲/۱):- **الف**: اگر کسی کے سر کے بال ختم ہو گئے ہوں تو سر پر بالوں کی افزائش علاج ومعالجہ میں داخل ہے یا زینت میں؟

ب:- اس میں مرد وعورت کے احکام مختلف ہوں گے یا یکساں ہوں گے؟

ج:- زینت اور علاج کے اعتبار سے حکم میں کچھ فرق ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (**الف-ب**) سر کے بال مرد وعورت دونوں کے لئے باعث زینت ہیں؛ (اِس لئے کہ عام عرف میں گنجے پن کو ایک عیب شمار کیا جاتا ہے)

البتہ فرق یہ ہے کہ عورت کے لئے یہ بال زینت مقصودہ میں داخل ہیں، جب کہ مرد کے لئے صرف زینت ہیں، مقصود نہیں ہیں۔ اسی لئے عورتوں کو سر کے بال منڈوانے کی اجازت نہیں ہے، جب کہ مردوں کے لئے نہ صرف اجازت؛ بلکہ حج اور عمرہ کے موقع پر حلق کی تاکید ہے۔

عن علي وعائشة رضي اللّٰه عنهما قالا: نهىٰ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أن تحلق المرأة رأسها. (مشكاة المصابيح ٢٣٣)

ولو حلقت المرأة رأسها فإن فعلت لوجه أصابها لا بأس به، وإن فعلت ذٰلك تشبهًا بالرجل فهو مكروه. (الفتاوىٰ الهندية ٣٤٨/٥ قديم زكريا)

قطعت شعر رأسها أثمت ولعنت ...... وإن بإذن الزوج، لا طاعة لمخلوقٍ في معصية الخالق ...... والمعنى المؤثر التشبه بالرجال. (تنوير الأبصار مع الدر المختار ٥٨٣/٩-٥٨٤ زكريا)

لأن الزينة للنساء مطلوبة للتحسين. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة / قبيل بال الاستبراء ٥٣٦/٩ زكريا، ٣٧٣/٦ كراچى)

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال في حجة الوداع: اللّٰهم ارحم المحلقين الخ. (مشكاة المصابيح ٢٣٢)

وفي الروضة للزندويسي أن السنة في شعر الرأس إما الفرق أو الحلق. وذكره الطحاوي أن الحلق سنة، ونسب ذٰلك إلى العلماء الثلاثة. (رد المحتار ٥٨٣/٩-٥٨٤ زكريا)

ج:- چوں کہ عورتوں کے لئے سر کے بال زینت مقصودہ ہیں، اس لئے جائز حدود میں رہتے ہوئے عورتوں کے لئے بالوں کی افزائش کے واسطے علاج کرنا مطلوب و مستحسن ہوگا، جب کہ مردوں کے لئے اس زینت کے حصول کے لئے باقاعدہ علاج محض مباح کے درجہ میں ہوگا۔

قال تعالىٰ: ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ﴾ [الأعراف، آيت: ٣٢]

سوال (۱۴۸۳/۲):- **الف:** بالوں کی افزائش کے لئے ٹرانسپلاٹ آپریشن (سرجری) کرانا جائز ہے یانہیں؟

ب:- اپنے بدن میں سے کسی دوسرے انسان کے بال کی افزائش کی اجازت ہوگی یانہیں؟

ج:- حیوانی بال سے انسانی جسم میں افزائش کا کیاحکم ہے؟

د:- سرجری کے علاوہ دیگر طریقوں سے انسانی یا حیوانی بالوں کو عارضی یا مستقل طور پر چپکانے کا کیاحکم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- الف: اگرآدمی اپنے ہی بدن کے دوسرے حصہ کے بالوں کوسر پرافزائش کرائے، بایں طور کہ وہ قدرتی بالوں کی طرح اُگ آئیں، تو شرعاً اِس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ بھی ایک طرح کا علاج ہے۔

قال النووي: فيه إشارة إلىٰ أن الحرام هو المفعول لطلب الحسن، أما لو احتاجت إليه لعلاج أو عيب في السن ونحوه فلا بأس به. (مرقاة المفاتيح ۲۹۵/۸)

ب: کسی دوسرے انسان کے بال کے ذریعہ افزائش درست نہیں ہے؛ کیوں کہ اس میں جزوانسانی سے انتفاع کی خرابی پائی جاتی ہے۔

قال محمد: وبهٰذا نأخذ، يُكره للمرأة أن تصل شعرًا إلىٰ شعرها، أو تتخذ قصة شعرٍ، ولا بأس بالوصل في الرأس إذا كان صوفًا، فأما الشعر من شعور الناس فلا ينبغي، وهو قول أبي حنيفة والعامة من فقهائنا رحمهم اللّٰه تعالىٰ.

(الموطأ للإمام محمد ۷۹۱ مكتبة الاتحاد ديوبند)

إن شعر الاٰدمي لا ينتفع به إكرامًا للاٰدمي، بخلاف سائر الحيوانات.

(المبسوط للسرخسي ۵۳۵/۱۵)

لا يجوز بيع شعور الإنسان ولا الانتفاع به؛ لأن الاٰدمي مكرم لا مبتذل،

فلا يجوز أن يكون شيء من أجزاء ہ مهانًا مبتذلاً. (الهداية ٥٥/٣)

اتفق الفقهاء علىٰ عدم جواز الانتفاع بشعر الآدمي بيعًا واستعمالاً؛ لأن الآدمي مكرم لقوله سبحانه وتعالىٰ: ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ اٰدَمَ﴾ فلا يجوز أن يكون شيء من أجزاء ہ مهانًا مبتذلاً. (الموسوعة الفقهية ١٢٠/٢٦ الكويت)

ج: اور کسی ماکول اللحم حلال جانور کے بالوں کے ذریعہ افزائش شرعاً درست ہے؛ اِس لئے کہ حلال جانور کے تمام اجزاء سے انسان کے لئے فائدہ اُٹھانا جائز ہے؛ البتہ خنزیر کے بالوں کا استعمال جائز نہ ہوگا۔

إن شعر الآدمي لا ينتفع به إكرامًا للآدمي، بخلاف سائر الحيوانات.

(المبسوط للسرخسي ٥٣٥/١٥)

وإنما يرخص فيها يتخذ من الوبر فيزيد في قرون النساء وذوابتهن. (رد المحتار، كتاب البيوع / باب البيع الفاسد ٢٤٥/٧ زكريا، ٥٨/٥ كراچی)

لا بأس للمرأة أن تجعل في قرونها وذوائبها شيئًا من الوبر. (الفتاویٰ الهندية ٣٥٨/٥ قديم زكريا)

اِسی طرح عورت کے لئے ریشم یا پلاسٹک کے بالوں وغیرہ کو اپنے اصل بالوں کے ساتھ ملانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فأما ربط خيوط الحرير الملونة ونحوها لما لا يشبه الشعر، فليس بمنهى عنه؛ لأنه ليس بوصل، ولا هو في معنى مقصود الوصل، وإنما هو للتجمل والتحسين. (إكمال المعلم في شرح مسلم ٦٥٢/٦ دار الوفاء المنصورة، نووي على مسلم ٢٠٤/٢)

لا بأس عليها في وصل أشعرها بما وصلت به من صوف وخرقة وغير ذٰلک. (تكملة فتح الملهم ١٩١/٤ المكتبة الأشرفية ديوبند)

د:- اگر بالوں کی سرجری نہ کرائی جائے؛ بلکہ اُنہیں سر پر چپکا دیا جائے، تو اُس کی دو شکلیں ہوتی ہیں:

(۱) ایک تو یہ کہ اُنہیں عارضی طور پر ٹوپے کی شکل میں لگادیا جائے کہ جب چاہیں اُنہیں اُتارلیں، تو اِس صورت میں وضواور غسل کے لئے حسبِ ضرورت اُن بالوں کے وِگ کو اُتارنا لازم ہوگا۔

لا يجوز المسح على العمامة ولا القلنسوة؛ لأنهما يمنعان وصول الماء الشعر. (بدائع الصنائع ۷۱/۱ زکریا)

شرط صحته أي الوضوء زوال ما يمنع وصول الماء إلى الجسد كشمع وشحم. (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي ٦٢)

(۲) اور دوسری صورت یہ ہے کہ با قاعدہ آپریشن کرکے وِگ کو اس طرح کھال میں ضم کردیا جائے کہ سرجری کے بغیر اُسے نہ نکالا جاسکے، اور ہر وقت اُس کا اُتارنا ممکن نہ ہو، تو ایسی صورت میں یہ وِگ حقیقی بالوں کے حکم میں ہوگا اور اس کے اوپر سے مسح کرنا یا دھونا کافی ہوگا۔

سئل أبو القاسم عن وافر الظفر الذي يبقى في أظفاره الدرن أو الذي يعمل عمل الطين أو المرأة التي صبغت إصبعها بالحناء أو الصرّام أو الصباغ، قال: كل ذٰلک سواء يجزئهم وضوء هم، إذ لا يستطاع الامتناع منه إلا بحرج، والفتوىٰ على الجواز من غير فصل بين المدني والقروي. (الفتاویٰ الهندية ٤/١ قديم زكريا)

وإن كان في أظفاره درن أو طين أو عجين أو المرأة تضع الحناء جاز في القروي والمدني وهو الصحيح، وعليه الفتوىٰ. (البحر الرائق ٢٩/١ زكريا)

سوال (۱۴۸۴/۳):- الف: بالوں کی افزائش کے بعد وضواور غسل کا حکم متأثر ہوگا یا نہیں؟

ب: مرد وعورت کے وضواور غسل کے احکام افزائش کے بعد ایک ہوں گے یا جداگانہ؟

ج: عارضی اور مستقل اور آسانی اور مشقت سے علاحدہ ہونے اور نہ ہونے سے حکم میں کچھ فرق پڑے گا یا نہیں؟

د: حرج اور مشقت کی تعیین کس طرح سے کی جائے گی، اس کا معیار کیا ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جو بال بدن کا جزو بن جائیں، یا با قاعدہ اُن کی افزائش شروع ہوجائے، اُن کا حکم قدرتی بالوں کی طرح ہوگا۔ پس جس طرح قدرتی بالوں پر غسل ومسح صحیح ہے، اُن پر بھی درست ہوگا، اور اِس میں مرد وعورت دونوں کا حکم یکساں ہے۔ اور جو بال عارضی طور پر لگائے جائیں، تو یہ دیکھا جائے گا کہ اُنہیں آسانی سے علیحدہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر کیا جاسکتا ہو تو غسل ومسح کے لئے اُن کو ہٹانا ضروری ہوگا۔ اور اگر نہ کیا جاسکے، مثلاً اُسے کھال کے ساتھ سی دیا گیا ہو، اور ہٹانے میں شدید تکلیف ہو، تو وضو اور غسل کے لئے اُن کا ہٹانا ضروری نہ ہوگا، اور اِس کا حکم ایسا ہی ہوگا جیسا کہ پینٹ وغیرہ کے اجزاء اُنگلی میں لگے رہ جائیں، تو اُن کو ہٹانا ضروری نہیں ہوتا۔ اور اِس میں شدید تکلیف کو معیار بنایا جائے گا۔

لا یجوز المسح علی العمامة ولا القلنسوة؛ لأنهما یمنعان وصول الماء الشعر. (بدائع الصنائع ۷۱/۱ زکریا)

شرط صحته أي الوضوء زوال ما یمنع وصول الماء إلی الجسد کشمع وشحم. (مراقي الفلاح مع حاشیة الطحطاوي ٦٢)

سئل أبو القاسم عن وافر الظفر الذي یبقی في أظفاره الدرن أو الذي یعمل عمل الطین أو المرأة التي صبغت إصبعها بالحناء أو الصرّام أو الصباغ، قال: کل ذٰلک سواء یجزئهم وضوءهم، إذ لا یستطاع الامتناع منه إلا بحرج، والفتویٰ علی الجواز من غیر فصل بین المدني والقروي. (الفتاویٰ الهندیة ٤/١ قدیم زکریا)

وإن کان في أظفاره درن أو طین أو عجین أو المرأة تضع الحناء جاز في القروي والمدني وهو الصحیح، وعلیه الفتویٰ. (البحر الرائق ۲۹/۱ زکریا)

سوال (۴/۱۴۸۵):- آج کل بہت سے نوجوان سر کے بالوں کی عجیب وغریب ڈیزائن میں کاٹ چھانٹ کرتے ہیں اور اُن کو سنہرے اور دیگر رنگوں سے رنگین کرتے ہیں، تو مردوں کے لئے چھوٹے بڑے بال رکھنا اور ان کو باقاعدہ رنگین کرانے کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اس طرح کے بال رکھنے والوں کے وضو اور غسل اور نماز کا شرعاً کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- فیشن ایبل طریقے پر سر کے بال چھوٹے بڑے رکھنا جیسا کہ آج کل نوجوانوں میں رواج ہوگیا ہے یہ شرعاً جائز نہیں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قزع سے منع فرمایا ہے، اور قزع کی تفسیر یہی کی گئی ہے کہ سر کے کچھ حصہ کو منڈا دیا جائے، اور کچھ حصہ کے بال چھوڑ دئے جائیں؛ لہٰذا اس طرح سے بالوں کی کانٹ چھانٹ جائز نہیں ہے۔ نیز اِس میں فساق وفجار سے تشبہ بھی پایا جاتا ہے، جو بجائے خود ممنوع ہے۔

اسی طرح اچھے خاصے کالے بالوں کو سنہرے اور دیگر رنگوں سے رنگین کرنا یہ بھی ممنوع ہے؛ کیوں کہ یہ فساق وفجار کا طریقہ ہے۔ نیز اس میں تغییر لخلق اللہ کا پہلو بھی پایا جاتا ہے؛ تاہم چوں کہ عموماً یہ رنگ ذی جرم نہیں ہوتا؛ بلکہ مہندی کی طرح محض ایک رنگ ہوتا ہے، اس لئے اس پر وضو اور غسل درست ہوجائے گا۔

عن نافع عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما قال: سمعت النبي صلى اللّٰه عليه وسلم ينهىٰ عن القزع، قيل لنافعٍ: ما القزع؟ قال يحلق بعض رأس الصبي ويترك البعض. (صحيح البخاري ۸۷۷/۲ رقم: ٥٦٨٧، صحيح مسلم / باب كراهة القزع ۲۰۳/۲ رقم: ٥٥٥٩، سنن أبي داؤد ٥٧٧/٢ رقم: ٤١٩٥ دارالسلام، سنن النسائي ٢٣٤/٢ رقم: ٥٠٥١ دارالسلام، مشكاة المصابيح ٣٨٠)

قال النووي: وأجمع العلماء علىٰ كراهة القزع إذا كان في مواضع متفرقة ...... ومذهبنا كراهته مطلقًا للرجل والمرأة لعموم الحديث. (تكملة فتح الملهم ١٨٧/٤ المكتبة الأشرفية ديوبند)

ویـكره القزع وهو أن يحلق البعض ويترك البعض قطعًا ...... للنهي عنه.

(الفقه الإسلامي والقضايا المعاصرة ٤٠٠/١، رد المحتار ٥٨٤/٩ زكريا)

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مـن تشبه بقومٍ فهو منهم. (سـنـن أبي داؤد، كتاب اللباس / باب في لبس الشهرة ٥٥٩/٢ رقم: ٤٠٣١، مشكاة المصابيح، كتاب اللباس / الفصل الثاني ٣٧٥)

وفي المرقاة: أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار ...... فهو منهم أي في الإثم الخ. (مرقاة المفاتيح ٢٥٥/٨ المكتبة الأشرفية ديوبند)

الإسراف في الملبس والزينة ممنوع. (الموسوعة الفقهية ١٨٧/٤ الكويت)

ولا يـمـنع الطهارة ونيم ...... وحناء ولو جرمه، به يفتىٰ (تنوير الأبصار مع الـدر الـمـختـار) وتـحتـه فـي الشـامية: لأن الـمـاء يـنفذه لتخلله وعدم لزوجته وصـلابتـهٖ، والـمـعتبـر في جميع ذٰلک نفوذ الماء ووصول الماء إلى البدن. (رد المحتار ٢٨٨/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
دارالافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد
۸؍ جمادی الثانی ۱۴۴۱ھ مطابق ۳؍ فروری ۲۰۲۰ء

منظورشدہ تجویز: سر پر بالوں کی اَفزائش اور پیوندکاری کی بعض صورتیں اور اُن کا شرعی حکم

سولھواں فقہی اجتماع اِدارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند

منعقدہ: ۳-۵؍ شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۷-۱۹؍ مارچ ۲۰۲۱ء بروز بدھ، جمعرات، جمعہ

(بمقام: مدنی ہال، مرکزی دفتر جمعیۃ علماء ہند نئی دہلی)

اِدارۃ المباحث الفقہیۃ جمعیۃ علماء ہند کے سولھویں فقہی اجتماع میں ’’سر پر بالوں کی

اَفزائش اور پیوند کاری کی بعض صورتوں اور اُن کے شرعی حکم‘‘ سے متعلق بحث ومباحثہ کے بعد درج ذیل تجاویز منظور کی گئیں:

(۱) اِنسان کے لئے سر پر بالوں کا وجود زینت اور جمال کے اَسباب میں سے ہے اور اُس سے محرومی عیب ہے؛ لہٰذا اگر کسی کے سر پر بال نہ رہیں تو اِزالہ عیب کے لئے بالوں کی اَفزائش کی مباح تدبیریں اختیار کرنا جائز ہے۔

(۲) سر پر بالوں کی افزائش کے لئے بذریعہ سرجری (ٹرانسپلانٹ) یا کسی اور طریقے سے دوسرے اِنسان اور خنزیر کے علاوہ کسی بھی جانور کے بالوں کو مستقل یا عارضی طور پر استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔

(۳) اگر سر پر بال اِس طرح سے جمادئے جائیں کہ وہ بآسانی اُس سے جدا نہ ہوسکیں، تو وہ مستقل طور پر سر کا حصہ قرار پائیں گے اور اُن پر وضو میں مسح کرنا اور غسل میں پانی بہانا کافی ہوگا؛ لیکن اگر اِس طرح سر پر بال لگائے جائیں کہ اُنہیں بآسانی الگ کیا جاسکتا ہو، تو وہ ٹوپی کے حکم میں ہوں گے، اُنہیں ہٹائے بغیر مسح یا غسل درست نہ ہوگا اور اِس حکم میں مرد وعورت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

(۴) موجودہ زمانے کے فیشن کے مطابق سر کے بالوں کی بے ڈھنگے انداز میں ڈیزائننگ کرنا یا سر کے کسی حصے کے بالوں کو بالکل چھوٹا کردینا اور دوسری جانب کے بالوں کو بڑا رکھنا اہل فسق سے تشبہ کی بنا پر ممنوع ہے۔ نیز کالے بالوں پر سنہرا یا کوئی دوسرا رنگ چڑھانا بھی پسندیدہ نہیں ہے۔ اور اگر سر کے بعض حصے کو اُسترے سے مونڈ کر بقیہ بالوں کو چھوڑ دیا جائے تو یہ صورت قزع میں داخل ہوکر بلاشبہ ناجائز ہے۔

(۵) اگر بالوں کو ایسے رنگ سے رنگا جائے جو بالوں تک پانی پہنچنے سے مانع نہ ہو تو اُس کی وجہ سے وضو، غسل اور نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی۔

طب وعلاج

کینسر کے مریض کو غیر مسلم کا جگر لگانا

سوال (۱۴۸۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مجھے جگر کا کینسر ہوگیا ہے اور وہ بھی آخری مرحلہ میں ہے، اِس لئے ڈاکٹر حضرات کا کہنا ہے کہ جگر تبدیل کرنا ہوگا:

(۱) اَب بندہ یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ اِس طرح دوسرے کے جگر کو اپنے جسم میں داخل کرنے کے متعلق آپ حضرات کا کیا موقف ہے؟

(۲) شرعاً گنجائش کی صورت میں اگر کوئی اپنا رشتہ دار یا دوست واَحباب جن سے لیا جاسکے، نہ ملے، اور اجنبی شخص سے خریدنے کی نوبت آئے تو کیا شرعاً یہ بھی جائز ہوگا؟

اِن معاملات میں عام طور پر غیر مسلموں سے معاوضۃً لیا جاتا ہے اور اُن کا خون بھی چڑھایا جاتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ضرورت شدیدہ کے وقت رضا کارانہ طور پر زندہ انسان کے لئے اپنے جگر کا حصہ دوسرے کو دینے کی گنجائش ہے (جب کہ اس کی وجہ سے دینے والے کی جان کو خطرہ نہ ہو) اِس لئے کہ ماہر ڈاکٹروں سے تحقیق کرنے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ جگر کا حصہ کاٹنے کے بعد کچھ دنوں میں اُس کی دوبارہ قدرتی طور پر افزائش ہوجاتی ہے؛ گویا کہ جگر کا حصہ عطیہ کرنے سے وہ اُس عضو سے بالکلیہ محروم نہیں ہوتا۔ بریں بنا یہ عطیہ خون کے عطیہ کے درجے میں ہے، پس جس طرح ضرورت شدیدہ کے وقت رضا کارانہ طور پر خون

کے عطیہ کی گنجائش ہے، اِسی طرح جگر کے عطیہ کی بھی گنجائش ہوگی؛ تاہم انسانی جسم کا کوئی بھی حصہ مبتذل اور قابل فروخت نہیں ہے؛ لہٰذا گنجائش کی صورت میں مسلمان یا غیر مسلم سے جگر کی خرید وفروخت جائز نہ ہوگی۔ (مستفاد: تجاویز چوبیسواں فقہی سیمینار فقہ اکیڈمی انڈیا، فتاویٰ قاسمیہ ۲۳/۲۴۹)

اور ضرورت کے وقت جب کہ مسلمان کا خون نہ مل سکے تو غیر مسلم کا خون بھی مسلمان کو چڑھایا جاسکتا ہے۔ (مستفاد: جواہر الفقہ ۷/۴۹ زکریا جدید)

مستفاد: ولا بأس بأن يسعط الرجل بلبن المرأة ويشربه للدواء ...... يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاءه فيه ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات ٥/٣٥٥ قديم زكريا)

الضرورات تبيح المحظورات. (قواعد الفقه ص: ٨٩ رقم: ٧٠ المكتبة الأشرفية ديوبند)

والآدمي مكرم شرعًا وإن كان كافرًا فإيراد العقد عليه وابتذاله به وإلحاقه بالجمادات إذلال له وهو غير جائز. (رد المحتار، كتاب البيوع / باب البيع الفاسد ٧/٢٤٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۶/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَولاد کے لئے دوسری بیوی اور شوہر کا نطفہ پہلی بیوی کے رحم میں داخل کرنا

سوال (۱۴۸۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ہندہ سے شادی کی، کئی سال گذر گئے، اولاد نہیں ہوئی، زید نے ڈاکٹروں سے رجوع کیا، تمام طبی جانچ اور ٹیسٹ سے پتہ چلا کہ ہندہ تولید کے قابل نہیں، زوجین فکرمند تھے ہی، اس تحقیق سے شدت کا صدمہ پہنچا، دوسری طرف خاندان ودیگر عورتوں نے ہندہ کو طعنہ

دینا شروع کردیا اور طنز کا تیر چلایا۔

قابل تولید نہ ہونے کا صدمہ اور طعن وتشنیع کے حملہ نے ہندہ کو اتنا مجروح کردیا کہ وہ بیمار رہنے لگی اور گویا کسی کام کے قابل نہ رہی، ڈاکٹروں کو دکھایا جاتا، قیمتی قیمتی انجکشن لگتے، قدرے سنبھلتی پھر وہی حال؛ حتیٰ کہ اٹیک آنے لگا، ہفتہ میں دو دو تین تین بار اٹیک آتا اور بے ہوش ہوجاتی۔

ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ اگر اسے ایک بچہ دے دیا جائے جس کی یہ پرورش کرے تو یہ ٹھیک ہوجائے گی، یہی اس کا علاج ہے، ورنہ صرف پیسے خرچ ہوتے رہیں گے اور پریشانی بڑھتی رہے گی۔

دریں صورت زید نے ایک اور نکاح خالدہ سے کرلیا اور اس سے یہ شرط باندھی کہ جو بچہ ہوگا وہ زید کی پہلی بیوی ہندہ کو دے؛ تاکہ وہ اس کی پرورش کرے اور صحت مند رہے، خالدہ کے بطن سے اَولاد ہوئی؛ لیکن وہ اپنا بچہ نہ دے سکی، اب ہندہ مزید ٹینشن کا شکار ہوگئی، ایسے سخت حالات میں ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ زید کے مادۂ منویہ کو لے کر اور اُس کی دوسری بیوی خالدہ کا بیضۃ المنی لے کر زید کی پہلی بیوی کے رحم میں بار آور کرایا جائے، اِس تدبیر سے اُمید قوی ہے کہ ہندہ ماں بن جائے گی اور اُس کی گود میں بچہ ہوگا اور وہ دل ودماغ اور ذہن وجسم کے اعتبار سے صحت مند رہے گی۔

سوال یہ ہے کہ ایسی سخت تکلیف میں اَز روئے شروع کیا یہ عمل کرایا جاسکتا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اَولاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ایک نعمت ہے، وہ جس کو چاہے عطا کرے اور جس کو چاہے اُس سے محروم رکھے۔ ایک مؤمن کو اللہ کے فیصلے پر راضی رہنا چاہئے اور اِس وجہ سے خواہ مخواہ ذہنی اذیت میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے اور یہ سمجھنا چاہئے کہ اس میں ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر پوشیدہ ہے اور اَولاد کے حصول کے لئے کوئی بھی خلافِ فطرت طریقہ اپنانا شریعت میں جائز نہیں ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں زید کی پہلی بیوی

ہندہ کو صاحب اُولاد بنانے کی غرض سے زید کی دوسری بیوی خالدہ کے بیضے کو لے کر ہندہ کے رحم میں بارآور کرانے کا عمل بھی شرعاً درست نہ ہوگا؛ تاہم اگر ایسا عمل کرانے کے بعد ہندہ کے بطن سے بچہ کی پیدائش ہوجائے تو وہی اس کی حقیقی ماں قرار پائے گی اور خالدہ حقیقی ماں کے درجہ میں نہ ہوگی۔ (مستفاد: تجاویز چودھواں فقہی اجتماع ''ادارۃ المباحث الفقہیۃ جمعیۃ علماء ہند منعقدہ: جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ بمقام جمبوسر، گجرات)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿یَهَبُ لِمَنْ یَشَاءُ اِنَاثًا وَیَهَبُ لِمَنْ یَشَآءُ الذُّكُوْرَ. اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَّیَجْعَلُ مَنْ یَشَآءُ عَقِیْمًا اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ﴾ [الشوریٰ: ۵۰]

ویعد هذا العمل أیضًا منافیًا للمستوی الإنساني ومضارعًا للتلقیح في دائرة النبات والحیوان. (الفقه الإسلامي وأدلته / التلقیح الصناعي ۵۵۲/۳ الهدی انٹرنیشنل دیوبند)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنْ اُمَّهَاتُهُمْ اِلَّا اللّٰٓئِیْ وَلَدْنَهُمْ﴾ [المجادلة: ۲]

الولد للفراش وللعاهر الحجر. (صحیح البخاري / باب تفسیر المشبهات ۲۷۶/۱ رقم: ۲۰۵۳) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۹/۸/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گنجاپن چھپانے کی غرض سے مصنوعی بالوں کا استعمال کرنا

سوال (۱۴۸۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل لوگ اپنا گنجاپن چھپانے کے لئے مصنوعی بال کا استعمال کرتے ہیں، اِس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اور وہ مصنوعی بال تین طرح کے ہوتے ہیں: (۱) کیپ کی شکل میں ہوتے ہیں، جن کو کسی بھی وقت اُتار کر دوبارہ لگاسکتے ہیں۔ (۲) دوا کے ذریعہ بال اَز سرِ نو اُگائے جاتے ہیں۔ (۳) سر کے بیچ کے حصے میں جھڑے ہوئے بالوں پر چپکائے جاتے ہیں جو الگ نہیں ہوتے، تینوں صورتوں کا حکم شرعی تحریر فرمادیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- کیپ والی شکل میں اسے اتارے بغیر وضواور غسل درست نہ ہوگا اور جو بال ازسرنو اگائے جاتے ہیں وہ جزو بدن بن جاتے ہیں ان پر حسب قاعدہ وضواور غسل درست ہے اور جو بال چپکائے جاتے ہیں، اُن میں دیکھا جائے گا کہ وہ بآسانی الگ ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ اگرالگ ہوسکتے ہیں تو اُنہیں نکالے بغیر وضو درست نہ ہوگا اور اگرایسے چپک گئے ہیں کہ آسانی سے الگ نہ ہوسکیں تو اُن پر وضواور غسل درست ہوجائے گا۔

قال النووي: فيه إشارة إلى أن الحرام هو المفعول لطلب الحسن أما لو احتاجت إليه لعلاج أو عيب في السن ونحوه فلا بأس به. (مرقاة المفاتيح ۲۹۵/۸ تحت رقم: ۴۴۳۱ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۹/۵/۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

دماغی مریض کے لئے مزیل مرض دواؤں کا ڈرگ لینا

سوال (۱۴۸۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بہت سے لوگ جو دماغی علاج کی دواؤں کو لیتے ہیں وہ بہت سی بری لتوں اور عادتوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ یہ دوائیں دماغ کے ۴؍خاص کیمیکلز کو متوازن طریقے سے لائن پر لانے کا کام کرتی ہیں، یہ چار کیمیکلز ایسے ہیں جو انسان کے غم، خوشی اور دیگر جذبات کو جسم کے اندر ایک خاص بیلنس سے رکھتی ہیں؛ البتہ یہ یاد رہے کہ یہ اَدویہ قطعاً اُن بیماریوں کا علاج نہیں ہیں اور نہ ہی آج تک سائنس نے اُن بیماریوں کا علاج کیا ہے۔

یہاں یوکے کے نام نہاد مینٹل ہاسپٹل (دماغی ہسپتال) میں بندہ نے کام کیا ہے اور بہت سے مریضوں کو دیکھا ہے کہ عریانی تصاویر، گالم گلوچ، چیخنا، چلانا اور ہر طرح کے غیر معمولی اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں، یہ یاد رہے کہ ان میں اکثروں کی دماغی حالت اتنی بری اور غیر

متوازن نہیں ہوتی، جب کہ وہ اسپتال میں داخل ہوتے ہیں، یہ دوائیاں آہستہ آہستہ اور رفتہ رفتہ انسان کے مزاج کو سرد کرتی ہیں۔

اس قسم کے ڈرگ کو لینے والے شخص کا دماغ ایک پردے کے اندر حائل ہو جاتا ہے، لاشعوری طور پر ہی سہی اور موذی گھبراہٹ کا شکار بھی انسان ہوتا ہے، ان دواؤں کا ایک اثر اچانک موت بھی ہے۔

اِس ضمن میں میرے کچھ سوالات ہیں:

(۱) کیا شرعاً اِن دواؤں کو لینے والے مریض کی گواہی وامامت قبول ہوتی ہے؟

(۲) اِن دواؤں سے اکثر و بیشتر نیند کا غلبہ دماغ پر رہتا ہے، کیا فرض و واجبات کا پھر بھی ان دواؤں کا لینے والا مکلّف ہے؟

(۳) مزید کیا ایسے شخص کی گواہی نکاح وغیرہ کے معاملات میں معتبر ہے؟ کہ اکثر ان دواؤں سے توازن میں خلل واقع ہوتا ہے؟

(۴) کیا ایسے شخص کی طلاق طلاق الغضبان کے حکم میں ہے؟

(۵) مزید یہ کہ شرح الوقایہ کے حاشیے میں مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہ بات لکھی ہے کہ اگر نکاح میں جور، ظلم وتسلط کا اندیشہ ہو تو نکاح حرام ہے، ان دواؤں سے مرد اپنی جسمانی قویٰ بھی کھو بیٹھتا ہے اور ساتھ ہی انسان کس وقت غصہ ہو جائے کچھ کہہ نہیں سکتے تو کیا ایسے شخص کے لئے نکاح کرنا جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱-۴) اگر کوئی شخص واقعی دماغی مرض میں مبتلا ہو تو وہ ماہر ڈاکٹر کی تجویز پر مذکورہ دوائیں استعمال کر سکتا ہے؛ کیوں کہ بروقت اگر علاج نہیں کرایا جائے گا تو مکمل طور پر دماغ کے ماؤف ہونے کا خطرہ ہے، اب مذکورہ دواؤں کے استعمال کے بعد مریض کی کیا کیفیت رہتی ہے؟ اسے دیکھ کر اس پر احکام کو مرتب کیا جائے گا، بالفرض اگر وہ ایسا مدہوش ہو جائے کہ زمین وآسمان کا پتہ نہ رہے تو اس کے تصرفات شرعاً نافذ نہ ہوں گے؛

لیکن اگر صرف نیند کا غلبہ رہتا ہے اور ہوش وحواس برقرار رہتے ہیں جیسا کہ سوال میں درج ہے تو وہ سبھی فرائض کا مکلّف ہوگا، اس کی نماز، امامت وغیرہ حسب شرائط معتبر ہوگی، اس کی گواہی قبول ہوگی اور اس کی طلاق بھی نافذ ہوگی، اسے مدہوش کے درجہ میں نہیں رکھا جائے گا۔

يجوز للعليل شرب البول والدم والميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاؤه فيه ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه. (الدر المختار، كتاب البيوع / مطلب: في التداوي بالمحرم ٤٨٠/٧ زكريا)

السكر: سرور يزيل العقل فلا يعرف به السماء من الأرض. وقالا: بل يغلب على العقل فيهذي في كلامه الخ. وأما تعريفه عنده في غير وجوب الحد من الأحكام فالمعتبر فيه عنده اختلاط الكلام والهذيان كقولهما. ونقل شارحه ابن امير حاج عنه: أن المراد أن يكون غالب كلامه هذيانًا فلو نصفه مستقيمًا فليس بسكر فيكون حكمه حكم الصحاة في إقراره بالحدود وغير ذلك الخ. (رد المحتار، كتاب الطلاق / مطلب: في تعريف السكران وحكمه ٤٤٤/٤ زكريا)

(۵) دماغی مرض کے مختلف درجات ہیں، اگر خدانخواستہ مرض کی اس قدر زیادتی ہو کہ بیوی کے ساتھ حق تلفی اور ظلم کا گمان غالب ہو تو ایسی صورت میں نکاح کرنا منع ہوگا؛ لیکن اگر معمولی مرض ہے اور صحت کی اُمید قوی ہے تو نکاح سے منع نہیں کیا جائے گا۔ الغرض اس بارے میں مریض کی حالت اور کیفیت دیکھ کر حکم لگایا جائے گا۔

ومكروها لخوف الجور. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / كتاب النكاح ٦٦/٤ زكريا)

ويسن مؤكدة حالة الاعتدال وهو الأصح. (مجمع الأنهر ٤٦٧/١ مكتبة فقيه الأمة ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۴/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

آپریشن کے ذریعہ انسان کے سینہ میں خنزیر کا دل لگانا

سوال (۱۴۹۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امریکہ میں پاکستانی ڈاکٹر منصور محی الدین کے میڈیکل سائنس میں شان دار کارنامہ انجام دیتے ہوئے دل کے مریض میں کامیابی سے خنزیر کا دل لگادیا، جس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ انسان کسی جانور کے دل کے ساتھ زندہ رہ سکتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ انسان کے سینے میں خنزیر کا دل لگانا شریعت مطہرہ میں اِس کی اجازت ہوگی یا نہیں؟ جب کہ خنزیر نجس العین ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- خنزیر کے دل کا حکم اس کے گوشت کے مانند ہے، پس جس طرح عام حالات میں مسلمان کے لئے خنزیر کا گوشت استعمال کرنا قطعاً حرام ہے، اسی طرح خنزیر کا دل یا اُس کا کوئی اور عضو حرام ہے؛ لیکن اگر اضطراری حالت ہو، یعنی اُس کے علاوہ جان بچانے کی کوئی اور شکل نہ رہے تو جیسے مخمصہ کی حالت میں مضطر شخص کے لئے قرآنِ کریم میں مردار اور خنزیر کے گوشت کے کھانے کی اجازت دی گئی ہے، اِسی طرح ایسی مجبوری کی حالت میں خنزیر کا دل لگانے کی بھی گنجائش ہوگی۔

قال اللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ: ﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ، فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [البقرة: ۱۷۳]

فأباح اللّٰہ في حالة الاضطرار أكل جميع المحرمات لعجزه عن جميع المباحات كما بينا؛ فصار عدم المباح شرطًا في استباحة المحرم. (تفسير القرطبي [البقرة: ۱۷۳] ۲۳۲/۲ دار الكتب المصرية القاهرة)

فإن الاستشفاء بالمحرم إنما لايجوز إذا لم يعلم أن فيه شفاء، أما إذا علم أنه فيه شفاء وليس له دواء آخر غيره يجوز الاستشفاء به. (المحيط البرهاني،

كتـاب الاستـحسـان والـكـراهية / الـفـصل التاسع عشر في التداوي والمعالجات ۸۲/۸ إدارة القرآن کراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۷/۱۴۴۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مرد ڈاکٹر سے ولادت کرانا؟

سوال (۱۴۹۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی کی ولادت کا وقت ہو اور اُس ہسپتال میں صرف مرد ڈاکٹر ہو، عورت ڈاکٹرنی نہ ہو اور ایمرجنسی کیس ہو، تو ایسی مجبوری میں مرد ڈاکٹر کا ڈیلیوری کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ مدلل جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق:- اصل شرعی حکم یہ ہے کہ ولادت کے لئے کسی دائی یا خاتون ڈاکٹر سے پہلے ہی سے رابطہ رکھا جائے اور بوقت ولادت اُسی سے رجوع کیا جائے؛ تاہم اگر اچانک اضطراری صورت پیش آجائے اور بروقت کوئی خاتون ڈاکٹر دستیاب نہ ہو اور تاخیر کرنے میں جان کا اندیشہ ہو، تو مرد ڈاکٹر سے ڈلیوری کرانے کی گنجائش ہوگی۔

امرأة أصابتها قرحة في موضع لا يحل للرجل أن ينظر إليه لا يحل أن ينظر إليها؛ لكن تعلم امرأة تداويها فإن لم يجدوا امرأة تداويها ولا امرأة تتعلّم ذلك إذا علمت وخيف عليها البلاء أو الوجع أو الهلاك فإنّه يستر منها كل شيء إلا موضع تلك القرحة، ثم يداويها الرجل ويغضّ بصره ما استطاع إلا عن ذلك الموضع، ولا فرق في هذا بين ذوات المحارم وغيرهن؛ لأن النظر إلى العورة لا يحل بسبب المحرميّة. (الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية / الباب التاسع في اللبس وما يكره من ذلك وما لا يكره ۳۳۰/۵ زكريا، الفتاوى التاتارخانية / كتاب الكراهية ۱۰۱/۱۸

زکریا، المحیط البرهاني، کتاب الکراهیة / الباب التاسع في اللبس وما یکره من ذلك وما لا یکره ۳۳۷/۵ دار الکتب العلمیة بیروت، البنایة شرح الهدایة، کتاب الکراهیة / فل في اللبس ۱۳۸/۱۲ دار الکتب العلمیة بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۳/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

تھیلیسیمیا کی بیماری میں بچہ کو خون چڑھانے کا حکم

سوال (۱۴۹۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک بچے کی عمر ۸/ مہینے کی ہے اس کو تھیلیسیمیا (thalassenia) بیماری ہے جس میں ہر مہینہ یا پندرہ دن میں خون چھڑھانا پڑتا ہے، جس میں کافی رقم خرچ ہوتی ہے، اور ڈاکٹر کہتے ہیں کہ پوری زندگی ایسے خون چڑھانا پڑے گا۔ اَب دریافت یہ کرنا ہے کہ ماں باپ کے پاس اتنا لمبا علاج کرنے کے لئے گنجائش نہیں ہے، تو کیا اس کو اللہ پر بھروسہ کرکے علاج چھوڑ سکتے ہیں۔ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں والدین کو چاہئے کہ اپنی وسعت کے بقدر حتی الامکان بچے کی جان بچانے کے لئے خون چڑھواتے رہیں؛ تاہم اگر گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے خون نہ چڑھوایا گیا جس کی بناء پر بچے کی وفات ہوگئی، تو اُمید ہے کہ والدین پر گناہ نہ ہوگا۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرۃ، جزء آیت: ۲۸٦]

مستفاد: والرجل إذا استطلق بطنه أو رمدت عيناه فلم يعالج حتى

أضعفه ذلک وأضناه ومات منه لا إثم عليه. (الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية / الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات ۳۵۵/۵ زكريا)

ولو أن رجلا ظهر به داء فقال له الطبيب: قد غلب عليک الدم، فأخرجه فلم يفعل حتى مات لا يكون آثمًا؛ لأنه لم يتيقن أن شفائه فيه، كذا في فتاوىٰ قاضي خان. (الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية / الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات ۳۵۵/۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۷/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

خون عطیہ کرنے کے لئے کیمپ لگانے کا حکم

سوال (۱۴۹۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بلڈ ڈونیشن کیمپ لگا کر خون جمع کرنا اور اُس کی باضابطہ دعوت دینا اور جو لوگ خون کا عطیہ نہ کریں، اُنہیں عار دلانا اَز روئے شرع کیسا ہے؟ کیا اِس طرح کے کیمپ میں خون دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ حضور والا سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ قرآنِ کریم اور اَحادیث طیبہ کی روشنی میں مسئلہ کی مکمل وضاحت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق:- ضرورت کے وقت جان بچانے کے لئے خون کا عطیہ یا اُس کے لئے کیمپ لگانے کی گنجائش ہے؛ لیکن جو اِس کیمپ میں عطیہ نہ دے اُس پر لعن طعن کرنا یا عار دلانا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ صرف ایک اختیاری عمل ہے، اِس پر کسی کو مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوي إذا أخبره طبيب

مسلم أن شفاءه فيه ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات ۳۵۵/۵ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۱/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بچوں کو پولیو ڈراپ پلانا

سوال (۱۴۹۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) بچوں کو پولیو ڈراپ پلانا کیسا ہے؟

(۲) سرکاری شعبہ پولیو ڈراپ میں ملازمت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- پولیو ایک موذی بیماری ہے، جو عموماً بچپن میں لاحق ہوتی ہے اور خدانخواستہ جو بچہ اس میں مبتلا ہوجاتا ہے وہ اپاہج مفلوج ہوجاتا ہے، اس لئے ایسی بیماری کے تحفظ کے لئے احتیاطی طور پر کوئی علاج کرنا یا تدبیر اختیار کرنا فی نفسہ شریعت میں منع نہیں ہے، اور پولیو ڈراپ کے بارے میں جب تک یقینی طور پر اس میں تبدیلیٔ ماہیت کے بغیر کسی حرام چیز کے شامل ہونے کا علم نہ ہوجائے اس وقت تک اس کے استعمال کو ناجائز قرار نہیں دیا جائے گا، تاہم کسی کا دل مطمئن نہ ہو تو اسے مجبور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

من شك في إنائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة أو لا، فهو طاهر ما لم يستيقن – إلىٰ قولهٖ – وكذا ما يتخذه أهل الشرك أو الجهلة من المسلمين كالسمن والخبز والأطعمة والثياب. (رد المحتار، كتاب الطهارة / فرض الغسل الخ ۲۸۳/۱-۲۸۴ زكريا)

الأصل في الأشياء الإباحة. (قواعد الفقه: ۳۳ ص: ٤٤ المكتبة الأشرفية ديوبند)

اليقين لا يزول بالشک. (الأشباه والنظائر ١٨٣ جديد زكريا)

(۲) پولیوڈراپ کے شعبہ میں ملازمت کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

وكل أنواع الكسب في الإباحة سواء على المذهب الصحيح كما في البزازية وغيرها (الدر المختار) قال الشامي تحته: أقول: فالمراد من قولهم كل أنواع الكسب في الإباحة سواء أنها بعد أن لم تكن بطريق محظور لايذم بعضها وإن كان بعضها أفضل من بعض. (رد المحتار / كتاب الصيد ٤٦/١٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۸/۲/۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوگر کی وجہ سے اسقاطِ حمل کرانا

سوال (۱۴۹۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مجھے شوگر کی بیماری ہے اور میں تقریباً ایک ماہ کے حمل سے ہوں، ڈاکٹرنی نے اسقاطِ حمل کا مشورہ دیا ہے، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ شرعاً یہ حمل ساقط کراسکتی ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں اگر حاملہ کو واقعی حمل کی وجہ سے شدید نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو ایک ماہ کے حمل کے اسقاط کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴/۲۰۴)

ويكره أن تسقى لإسقاط حملها وجاز لعذر الخ. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء وغيره ٦١٥/٩ زكريا، ٤٢٩/٦ كراچی)

العلاج لإسقاط الولد إذا استبان خلقه كالشعر والظفر و نحوهما لايجوز وإن كان غير مستبين الخلق يجوز الخ. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية / باب الثامن عشر في التداوي والمعالجات ٣٥٦/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۷/۱۱/۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قرآنی تعویذ کو جلا کر دھواں سونگھنا

سوال (۱۴۹۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر جلانے کے تعویذ میں کوئی قرآنی آیت ہو تو اُس تعویذ کو جلا کر دھواں سونگھنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جس تعویذ میں قرآنی آیات تحریر ہوں اُن کو برائے علاج جلانا جائز نہیں ہے، یہ قرآنِ کریم کی بےادبی ہے۔ (مستفاد: خیر الفتاویٰ ۱/۳۵۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۴/۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بطور علاج تانبا پیتل کا برتن استعمال کرنا

سوال (۱۴۹۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کہا جاتا ہے کہ تانبا یا پیتل کے برتن میں پانی پینے سے گیس کی بیماری ختم ہو جاتی ہے، تو کیا اِس کی وجہ سے اس برتن کا استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- تانبے یا پیتل کے برتن میں پانی پینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر تجربہ سے اُس کا گیس کی بیماری میں مفید ہونا معلوم ہو تو بطور علاج اُسے استعمال کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

وفي الجوهرة: وأما الآنية من غير الفضة والذهب فلا بأس بالأكل والشرب فيها والانتفاع بها، كالحديد والصفر والنحاس والرصاص والخشب والطين. (رد المحتار / كتاب الحظر والإباحة ٤٩٥/٩ زكريا، ٣٤٣/٦ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۱/۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

معاصی ومنکرات

عیسائی اسکولوں میں بچوں کا مجسمہ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر پرارتھنا کرنا

سوال (۱۴۹۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایسے عصری اِدارے جن کا نظام عیسائیوں کے ہاتھ میں ہے، وہاں اُن کے مذہبی ایام میں بلاتفریق مذہب مجبوراً ہر بچہ کو مجسمہ (جو مس میری یا ورجن میری کے نام سے موسوم ہے) کے سامنے ہاتھ جوڑ کر دعا کرنی ہوتی ہے، اور اگر کوئی طالب علم اس دن غیر حاضر رہتا ہے تو اگلے دن ایسا کرنا ہوتا ہے۔

اَب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسلم بچوں کا دیدہ ودانستہ طور پر مجبوراً ایسا کرنا اور ایسے اِداروں میں تعلیم حاصل کرنا شرعاً کیسا ہے؟ جب کہ بعض حضرات کا یہ کہنا ہے کہ اس وقت تعلیم انتہائی ضروری ہے، اِس لئے اسکول والوں کا اِکراہ کرنا ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ﴾ کے تحت ہے، کیا یہ بات درست ہے؟ براہ کرم مدلل وضاحت فرمادیں

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- کسی بھی مسلمان کے لئے غیر اللہ کے سامنے عبادت کے طریقہ پر ہاتھ جوڑنا اور دعا کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، مسلمانوں کو ایسے اسکولوں میں بچوں کو تعلیم نہیں دلانی چاہئے، جہاں ایسے مشرکانہ اعمال کرنے پڑتے ہوں۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۹/۱۹۶)

وقال أكثرهم: هو على وجوه، إن أراد به العبادة يكفر وإن أراد به التحية لا يكفر ويحرم عليه ذلك. (الحموي على الأشباه ۱۰۶ ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱۱/۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر مسلموں کے مذہبی پروگراموں میں شریک ہونا یا مبارک باد دینا

سوال (۱۴۹۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بہت سی جگہوں پر ہندو مسلم آبادی مخلوط ہے، عید، بقرہ عید کے موقع پر ہندو لوگ مسلمانوں کو مبارک باد دیتے ہیں، اَب ہندؤں کے تہواروں مثلاً ہولی، دیوالی پر وہاں کے مسلم باشندے ہندؤں کو مبارک باد نہ دیں تو یہ بہت بے مروتی کی بات سمجھی جائے گی، جس کی بناء پر آپسی تعلقات کشیدہ ہونے کا قوی امکان ہے، تو ایسی صورت میں مسلمانوں کا ہندؤں کے تہواروں پر مبارک باد دینا یا اُن کی خوشی کی تقریب میں شامل ہونا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں میں مسلمانوں کا عملاً شریک ہونا مثلاً ہولی میں رنگ کھیلنا یا دیوالی میں چراغاں کرنا وغیرہ یا قلبی طور پر مسرت وبشاشت کا اظہار کرنا یہ سب ناجائز ہے۔ اور اِس بارے میں حدیث وفقہ میں سخت وعیدیں وارد ہیں؛ البتہ اگر اُن خطرات سے بچنے کے لئے جو سوال میں مذکور ہیں اور پڑوسی کے حق کی رعایت رکھتے ہوئے محض زبانی طور پر ایسے مواقع پر رواداری والے کلمات کہہ دئے جائیں تو اِس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، اور یہ عمل آیت قرآنی: ﴿اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً﴾ کے تحت داخل ہوکر جائز ہوگا۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۹/۳۲۴)

قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ: ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وِاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾ [آل عمران: ٢٨]

وقوله تعالىٰ: ﴿اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً﴾ أي إلا أن من خاف في بعض البلدان أو الأوقات من شرّهم فله أن يتقيهم بظاهره لا بباطنه ونيته. (تفسير ابن كثير ٢٥/٢ دار الكتب العلمية بيروت)

الأمور بمقاصدها. (الأشباه والنظائر لابن نجيم ص: ١٠٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۱/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

غیر مسلم کے لئے دعا کرنا اور اُس کے سلام کا جواب دینا

سوال (۱۵۰۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) کسی غیر مسلم کے لئے دعا کرنا/ دعا دینے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۲) اور اگر غیر مسلم سلام کرے تو جواب کے بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - (۱) جس شخص کی وفات کفر کی حالت میں ہوئی ہو اُس کے لئے مغفرت کی دعا کرنا جائز نہیں ہے؛ البتہ زندہ کافر کے لئے ہدایت کی دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾ [التوبة: ١١٣]

ولا يدعو للذمي بالمغفرة ولو دعا له بالهدى جاز؛ لأنه عليه السلام قال: اللّٰهم اهد قومي فإنهم لا يعلمون. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الرابع عشر في أهل الذمة ٣٤٨/٥ زكريا)

(۲) غیر مسلم کے سلام کے جواب میں صرف ’’وعلیکم‘‘ کہا جائے گا یا ’’آداب‘‘ وغیرہ الفاظ کہہ دئے جائیں۔

ولو سلم یهودي أو نصراني أو مجوسي علی مسلم فلا بأس بالرد ولكن لا یزید علی قوله ’’وعلیک‘‘ کذا في الخانیة. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء وغیره ۹/۵۹۱ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۲/۷/۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

برتھ ڈے منانا اور اس پر ہدیے تحائف وغیرہ لینے کا حکم

سوال (۱۵۰۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ’’برتھ ڈے‘‘ منانا کیسا ہے؟ اگر باقاعدہ برتھ ڈے تو نہیں منایا؛ لیکن دوست واحباب اور رشتے داروں نے ہدیے تحائف بھیجے، تو اِس نام پر ہدیے تحائف لینا کیسا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتھ ڈے (یوم پیدائش) منانا غیروں کا طریقہ ہونے کی بناپر ممنوع ہے، پھر یہ کوئی خوشی کا موقع بھی نہیں؛ اِس لئے کہ جیسے جیسے وقت گذر رہا ہے آدمی زندگی سے دور اور موت سے قریب ہو رہا ہے، تو پھر خوشی منانے کا نہیں؛ بلکہ اپنے محاسبہ کا وقت ہے، اِس لئے اِس دن خوشی کی تقریب سے احتراز کرنا چاہئے اور اِس نام پر جو تحفے وغیرہ دئے جائیں اُنہیں بھی قبول نہ کیا جائے؛ تاکہ اِس رسم پر نکیر ہوسکے۔

عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: لیس منا من تشبه بغیرنا لا تشبهوا بالیهود ولا

بالنصارى. (سنن الترمذي، أبواب الاستيذان والآداب / باب ما جاء في كراهية إشارة اليد بالسلام ۹۹/۲ رقم: ۲٦۹٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۱۱/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

لواطت اور اُس کے طریقے

سوال (۱۵۰۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لواطت کے مراتب میں کیا کوئی فرق ہے؟

(۱) لواطت مرد کا مرد کے ساتھ۔

(۲) لواطت مرد کا بچے کے ساتھ۔

(۳) لواطت مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ۔

(۴) لواطت کے نتیجے میں مفعول بہ فوت ہوجائے تو کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- لواطت کا عمل مطلقاً حرام ہے؛ خواہ بچے کے ساتھ ہو یا بڑے کے ساتھ، بیوی کے ساتھ ہو یا اَجنبیہ کے ساتھ؛ تاہم حضرت اِمام اَبوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اِس عمل پر زنا کی حد جاری نہ ہوگی؛ بلکہ حاکم کو تعزیر کا اختیار ہوگا، وہ سخت سے سخت سزا جاری کرسکتا ہے۔ اور اگر اِس مکروہ عمل کی وجہ سے مفعول بہ فوت ہوجائے تو اِسلامی حکومت میں تعزیر کے ساتھ دیت بھی لازم ہوگی۔

ولو زنى بالحرة فقتلها به يجب الحد مع الدية بالإجماع الخ، ولو وطئ امرأة في دبرها أو لاط بغلام لم يحدّ عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى، ويعزر الخ.

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الحدود / الباب الرابع في الوطئ الذي يوجب الحد الخ ۱۵۰/۲ زكريا)

ولا يحد الخ أو بِوَطء دبر، وقالا: إن فعل في الأجانب حدّ، وإن في عبده أو أمته أو زوجته فلا حد إجماعًا بل يعزر (الدر المختار) قال في الزيادات: والرأي إلى الإمام فيما إذا اعتاد ذلک، إن شاء قتله وإن شاء ضربه وحبسه الخ، ولا يحد عند الإمام إلا إذا تكرر فيقتل على المفتى به الخ. (رد المحتار، كتاب الحدود / مطلب في حكم اللواطة ٣٨/٦ زكريا)

ومن أتى امرأ ة في الموضع المكروه أو عمل عمل قوم لوطٍ فلا حد عليه عند أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ ويعزر. (الهداية، كتاب الحدود / باب الوطء ٥١٦/٢ المكتبة الأشرفية ديوبند)

لو زنى بحرة فقتلها يحد اتفاقًا ويجب عليه الدية. (فتح القدير، كتاب الحدود / باب الوطء الذي يوجب الحد ٢٦٢/٥ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۱/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

سند پیدائش میں اصل باپ کے بجائے گود لینے والے کا نام لکھنا

سوال (۱۵۰۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی لاولد شخص کسی بچے کو پیدائش کے بعد فوراً گود لینا چاہے، تو کیا وہ بچے کے والدین کی رضامندی سے باپ کی جگہ سند پیدائش (برتھ سرٹیفکٹ) میں اپنا نام لکھوا سکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: - سند پیدائش (برتھ سرٹیفکٹ) میں اصل باپ کے بجائے گود لینے والے شخص کا نام لکھنا درست نہیں؛ بلکہ بہرحال مذکورہ بچے کے اصل والدین کا نام ہی لکھا جائے گا، اور وہ بچہ حسبِ ضابطہ اُن کا وارث بھی ہوگا؛ البتہ سرپرست کے طور پر گود

لینے والے کا نام لکھا جا سکتا ہے۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۵/۴۳۴)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَاءَ كُمْ اَبْنَاءَ كُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِيْ السَّبِيلَ. [الاحزاب: ٤]

عن سعد وأبي بكرة رضي اللّٰه عنهما كلاهما يقول: سمعته أذناي، ووعاه قلبي محمدًا صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: من ادعى إلىٰ غير أبيه، وهو يعلم أنه غير أبيه، فالجنة عليه حرام. (صحيح مسلم، كتاب الإيمان / باب بيان حال إيمان من رغب عن أبيه وهو يعلم ١/٥٧ رقم: ٦٣، صحيح البخاري، كتاب الفرائض / باب من ادعى إلى غير أبيه ٢/١٠٠١ رقم: ٦٧٦٦)

الولد لصاحب الفراش لا ينتفي عنه أبدًا ...... ولا بوجه من الوجوه إلا باللعان. (أوجز المسالك / كتاب الأقضية ١٤/٧٥ رقم: ١٤٤٥ دار القلم دمشق) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۱/۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

این آر سی کے خوف سے اپنی ولدیت بدلوانا

سوال (۱۵۰۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری بہن کی شادی فضل الرحمٰن کے بیٹے محمد عرشی کے ساتھ ہوئی جو احمد آباد میں رہتے ہیں، پہلے لڑکا پیدا ہوا، جس کا انتقال ہوگیا، دوسری لڑکی پیدا ہوئی، مالی حالات صحیح نہیں تھے کہ تیسری لڑکی پیدا ہوئی، اُس وقت بہن کی طبیعت خراب تھی، لڑکی کو میں یہ کہہ کر اپنے ساتھ لے آئی کہ آپ کی طبیعت ٹھیک ہو جائے تو ۸-۱۰/ دن کے بعد بلا لینا، میری بہن نے کہا کہ اس کو کسی کو دے دیں، وہ لڑکی میرے پاس رہی، ۶/ مہینے بعد اس کے شوہر عرشی ہمارے گھر آئے اور لڑکی کو لے جانے لگے، اُنہوں نے بتایا کہ وہ لڑکی کو ہلدوانی میں کسی کو دے رہیں ہیں، میرے شوہر نے انہیں سمجھایا کہ ایسا نہ کریں؛ لیکن وہ نہیں مانے، اِس پر جھگڑا ہوگیا اور کچھ لوگوں کو بیچ

میں لے آئے، شکیل نیتا بھی آئے، میرے شوہر نے کہا میں تم سب کو بند کرادوں گا تم بچی کو بیچ رہے ہو؛ لہٰذا یہ بات ہوئی جو پارٹی بچی کو لینے آئی تھی شکیل نیتا نے اسے بھگا دیا، اور بچی ہمارے پاس ہی رہ گئی، میاں بیوی کے معاملات آپس میں خراب تھے ہی اُس نے طلاق دے دی، مفتی سلمان صاحب کے سامنے بھی کئی مرتبہ طلاق دی معاملہ صاف ہوگیا، ہم نے فتویٰ لے لیا، اب لڑکی دس سال کی ہوگئی ہے، ہم نے لڑکی کو سب بتا رکھا ہے، اب ہمیں پریشانی یہ ہے کہ حکومت NRC اور نئے نئے قانون نکال رہی ہے، اس بچی کے سارے Docouments آدھار، برتھ سرٹیفکٹ اسکول میں نام سب میں باپ کے نام کی ضرورت پڑتی ہے، ہمارے پاس کچھ نہیں ہے نہ ہی ہمیں اُن لوگوں سے کچھ مل سکتا ہے، وہ لوگ بہت خراب ہیں یہاں رہتے بھی نہیں ہیں، احمد آباد میں رہتے ہیں، کیا بچی کو بچانے کے لئے میرے شوہر باپ کی جگہ اور میں ماں کی جگہ اپنا نام لکھوا سکتے ہیں یا نہیں؟ ہمارے دل میں کسی قسم کا کھوٹ نہیں ہے، ہمارے بچے اور گھر کے لوگ سب اسے بہت پیار کرتے ہیں، اگر ہم ایسا نہیں کرتے ہیں تو بچی کے کاغذات جو بچی کو گورنمنٹ کے نئے نئے قانونوں سے بچانے کے لئے ہم کیا کریں، سارے کاغذات تیار کرنا بچی کے لئے اور ہمارے لئے بہت ضروری ہیں۔ آپ سے خصوصی درخواست ہے کہ ہمارے اِس مسئلہ کی قرآنِ کریم اور اَحادیث طیبہ کی روشنی میں مکمل وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں سرکاری کاغذات وغیرہ میں بچی کے اصل ماں باپ کا نام ہی لکھا جائے گا، آپ اپنا یا اپنے شوہر کا نام ماں باپ کی جگہ نہیں لکھوا سکتیں؛ البتہ سرپرست کی جگہ اپنا نام لکھوا سکتی ہیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَ کُمْ اَبْنَاءَ کُمْ﴾ [الاحزاب، جزء آیت: ٤]

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من ادعى إلى غير أبيه أو انتمى إلى غير مواليه فعليه لعنة

اللّٰہ المتتابعة إلی یوم القیامة. (سنن أبي داؤد، کتاب الأدب / باب في الرجل ینتمي إلی غیر موالیه ۶۹۷/۳ رقم: ۵۱۱۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳؍۱؍۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بغیر ثبوت کے کسی پر زنا کی تہمت لگانا

سوال (۱۵۰۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک غیر شادی شدہ عورت کو زنا کی وجہ سے حمل ٹھہر گیا، اُس نے ایک شخص کا نام لیا کہ اُس کی وجہ سے ٹھہرا ہے؛ لیکن وہ شخص انکار کر رہا ہے، اور اِس بات پر کوئی گواہ بھی نہیں ہے۔ اَب سوال یہ ہے کہ خاندان اور محلے والوں کے لئے اس شخص کے ساتھ میل جول رکھنا اور اپنی تقریبات میں اُس کو شریک کرنا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں ہمارے اِس مسئلہ کی مکمل وضاحت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحت سوال معتبر ثبوت اور گواہی کے بغیر حاملہ مزنیہ کا کسی شخص پر زنا کی تہمت لگانے کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے۔ بریں بناء مذکورہ شخص سے خاندان اور اہل محلّہ کا میل جول رکھنا اور تقریبات میں اُس کو شریک کرنا درست ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وإن أقرت الزنا بفلان فکذبها فلا حدّ علیها أیضًا. (رد المحتار، کتاب الحدود / مطلب الزناء شرعًا لا یختص بما یوجب الخ ۱۱/۶ زکریا، البحر الرائق ۱۱/۵ زکریا)

ولو أقرت المرأة أربع مراتٍ أن هذا زنی بها وکذّبها الرجل لم تحد عند أبي حنیفة، وقالا تحد ولأبي حنیفة أن المباشر للفعل هو الرجل فلا یثبت

أصل الفعل مع انكاره، فإذا قال الرجل: صدقت حدت المرأة ولم يحد الرجل؛ لأن المرأة أقرت بالزنا أربع مراتٍ، والرجل لم يقر إلا مرةً واحدةً وبالإقرار الواحد لم يحد. (الفتاوى الولوالجية ٢/٢٤٢ دار الكتب العلمية بيروت)

إذا أقر الرجل أنه زنى بفلانة ...... ولو كذبته في الزنا أصلًا وقالت: لا أعرفه فلا حد عليه في قول أبي حنيفةؒ، وفي جامع الجوامع: وكذا لو سكتت، وقال أبو يوسف ومحمد وزفر رحمهم الله يحد الرجل، وعلى هذا الاختلاف إذا أقرت المرأة بالزنا وكذبها الرجل أصلا، وقال لا أعرفها. (الفتاوى التاتارخانية ٦/٣٥٥ رقم: ٩٥٥٣، المحيط البرهاني ٦/٤٣١ رقم: ٨٠٤٥ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۵/۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

دیور کی بے تکلفی سے روکنے پر والدین کا ناراض ہونا

سوال (۱۵۰۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شادی شدہ مرد گھر سے باہر رہتا ہے، ایک ہی گھر میں اُس کی بیوی، چھوٹا بھائی اور والدین رہتے ہیں، مرد اپنی بیوی اور چھوٹے بھائی کو آپس میں بات چیت اور بے پردگی سے منع کرتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ''دیور موت ہے'' کی بنا پر؛ لیکن والدین آپس میں مذکورہ چیزوں کے منع کرنے کی وجہ سے اپنے بڑے بیٹے سے ناراض ہوتے ہیں، تو کیا مرد کو منع کرنے سے رک جانا چاہئے، یا پھر والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے واسطے والدین کی مرضی کے مطابق بات چیت کرنے دینا چاہئے؟ مدلل جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں شوہر کا بیوی کو دیور سے بے

تکلفی وغیرہ سے منع کرنا بالکل درست اور حکم شرعی کے عین مطابق ہے، اِس بات پر شوہر کے والدین کے ناراض ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو اپنے پاس ہی رکھنے کا انتظام کرے؛ تاکہ اِس طرح کی ناچاقی کی نوبت ہی نہ آئے۔

عن علي رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: ...... لا طاعة في معصية اللّٰه إنما الطاعة في المعروف. (صحيح مسلم، كتاب الإمارة / باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية ۱۲۵/۲ رقم: ۱۸۴۰) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۳/۱/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

چچازاد بھتیجی کے ساتھ ناجائز تعلقات رکھنے والے کا بائیکاٹ کرنا

سوال (۱۵۰۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے اپنی چچازاد بھتیجی کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ ایسے شخص سے میل جول رکھنا اور تعلقات رکھنا شرعی طور پر کیسا ہے؟ اور اگر اُس سے قطع تعلق رکھیں تو شریعت کی رو سے برا تو نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جو شخص برسرِعام حرام کاری کا مرتکب ہو اور سمجھانے کے باوجود اپنی غلط حرکت سے باز نہ آئے، تو اس سے میل جول نہ رکھنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ تاکہ دوسروں کو اور خود اُسے تنبیہ ہوسکے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ [هود، جزء آیت: ۱۱۳]

ثم إن الهجران الممنوع إنما هو ما كان لسبب دنيوي، أما إذا كان بسبب

فسق المرأ وعصيانه فأكثر العلماء على جوازه الخ. (تكملة فتح الملهم، كتاب البر والصلة والآداب / باب تحريم الهجر فوق ثلاث ٢٧٥/٥ دار إحياء التراث العربي بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۸/۱/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

عورتوں کا بن سنو کر تقریبات میں شرکت کرنا

سوال (۱۵۰۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت کا حسن خوب صورتی، ناز وانداز سب کچھ اُس کے شوہر کے لئے یا اُس کے گھر کے لئے ہے؛ لیکن آج ہماری بہنیں اور بہو بیٹیاں تیار ہوکر کسی مخلوط تقریب میں عام طور سے بے پردہ ہوکر شرکت کرتی ہیں، جہاں زیادہ تر غیر محرم ہی ہوتے ہیں اور کچھ صاحب حیثیت مستورات بیوٹی پارلر بھی جانے لگیں ہیں، سیکڑوں اور ہزاروں روپئے خرچ کرتی ہیں، جب کہ یہی عورتیں گھر میں خادماؤں کی طرح رہتی ہیں۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ تیار ہوکر تقریبات میں شرکت کرنا کیسا ہے؟ وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- خواتین کے لئے شرعی حدود میں رہتے ہوئے زیب وزینت کی اِجازت ہے۔ اور شرعی حد یہ ہے کہ اُس کی زینت کی جگہوں پر نامحرموں کی نظر نہ پڑے۔ اِس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ عورت اپنے شوہر کے لئے زیب وزینت کا اہتمام کرسکتی ہے۔ اِسی طرح ایسی تقریب میں شرکت جہاں صرف خواتین موجود ہوں اور پردہ کا پورا اہتمام ہو وہاں جانے کے لئے بھی زینت کرنے کی گنجائش ہے؛ البتہ زیب وزینت کے ساتھ بے پردہ گھر سے باہر نکلنا یا مخلوط تقریبات میں بے پردہ شریک ہونا یہ سب ناجائز ہے۔ قرآنِ پاک میں اِس کی ممانعت وارد ہے، اور زیب وزینت کے لئے بیوٹی پارلر جانا، بلا عذر ناپسندیدہ اور

بے دین عورتوں کا طریقہ ہے، اِس سے احتراز کرنا چاہئے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ اَوْ آبَائِهِنَّ اَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَائِهِنَّ﴾ [النور، جزء آیت: ۳۱]

وقال تعالیٰ: ﴿وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى﴾ [الأحزاب: ۳۳]

وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اَوَ مَنْ يُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ. [الزخرف: ۱۸]

عن أبي موسى الأشعري رضي اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم: أيما امرأة استعطرت فمرت على قوم ليجدوا من ريحها فهي زانية.

(سنن النسائي، كتاب الزينة / باب ما يكره للنساء من الطيب ۲۴۰/۲ رقم: ۵۱۴۱ دار الفكر بيروت)

يستحب لكل من الزوجين أن يتزين للآخر ...... وقال ابن عباسؓ: إني لأحب أن أتزين للمرأة كما أحب أن تتزين لي. (الموسوعة الفقهية / تزين كل من الزوجين للآخر ۲۷۰/۱۱ الكويت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۴/۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

منکرات والی تقریب میں شریک نہ ہونے پر رشتہ داروں کا طعنہ دینا

سوال (۱۵۰۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک دوکان دار آدمی پرچون کی دوکان - جو کہ رہائشی مکان سے منسلک ہے - چلاتے ہیں الحمد للہ یہ دوکان دار نمازی ہونے کے ساتھ ساتھ دینی ذوق بھی رکھتے ہیں اور مشرع بھی ہیں، کبھی کبھی تبلیغی جماعت میں بھی چلے جاتے ہیں، ان کا ایک بیٹا، ایک بیٹی الحمد للہ حافظ قرآن ہیں، دو بیٹے علم دین حاصل کرنے کے لئے باہر مدرسہ میں زیر تعلیم ہیں جو کہ مہینوں کے بعد گھر آتے ہیں، قابل توجہ بات یہ ہے کہ یہ دوکان دار صاحب اس وقت دوکان کو چلانے کے

لئے اکیلے ہی فرد ہیں، دوسرا کوئی بھی ان کا معاون ومددگار نہیں ہے، بڑا بیٹا جو حافظ قرآن ہے وہ ۳۵ رکلومیٹر کی دوری پر ایک دینی مدرسہ کو چلانے کی خدمت کو انجام دے رہا ہے، اب ان دوکان دار صاحب کو کبھی تو دوکان ہی کے تقاضے سے اور کبھی گھریلو تقاضوں سے باہر بھی جانا پڑتا ہے تو اس صورت میں دوکان بند ہونے پر بھی اکثر اپنے ہی کنبے کے گاہک اور غیرمحرم حضرات بھی ان کی بیوی سے دوکان کا سامان خرید لیتے ہیں اور ان کی بیوی کبھی دوکان کھلی ہونے کی صورت میں بھی سودا دے دیتی ہیں، اس پر ان دوکان دار صاحب کو احساس بھی ہوتا ہے لیکن یہ دوکان دار صاحب اس کو اپنا کوئی دوسرا معاون نہ ہونے کی وجہ سے مجبوری پر محمول کر لیتے ہیں، دوسری طرف یہ کہ اپنے رشتہ دار اور متعلقین کی ان شادیوں میں جانے سے بچتے ہیں جن شادیوں میں گانا بجانا اور ڈھول تاشوں کی خرافات ہوتی ہیں تو رشتہ داروں کا کہنا یہ ہے کہ جب دوکان کو بیوی چلاسکتی ہیں تو دوکان دار صاحب ان شادیوں میں بھی جاسکتے ہیں۔

اِس لئے آں محترم سے مؤدبانہ گذارش یہ ہے کہ اس مسئلے کی قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمادیں کہ یہ دوکان دار صاحب گانا اور باجے والی شادی میں شریک ہوں یا نہیں اور ان کی بیوی دوکان میں گاہکوں کو سودا دے سکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر دے سکتی ہے تو اس کی شکل کیا ہونی چاہئے اور بیوی کے دوکان چلانے کا مسئلہ اور شادی میں گانا بجانا کرنا برابر ہے یا ان دونوں میں کچھ فرق ہے، جواب عنایت فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- گانے باجے اور منکرات والی شادیوں اور تقریبات میں شرکت کرنا کسی بھی مسلمان کے لئے جائز نہیں اس لئے مذکورہ دوکان دار شخص کا ایسی تقریبات میں شریک نہ ہونے کا معمول بلاشبہ قابل قدر اور ایمانی حمیت کی دلیل ہے اور رشتہ داروں کا اس بارے میں ان سے ناگواری کا اظہار کرنا ہرگز صحیح نہیں ہے، اب رہ گئی یہ بات کہ مذکورہ دوکان دار کی بیوی ان کی غیرموجودگی میں دوکان پر سودا بیچتی ہے تو اگر وہ بے پردہ اجنبی لوگوں کو بیچے تو یہ

درست نہیں ہے؛ البتہ اگر وہ پردہ کے ساتھ بیچے تو گنجائش ہوگی پھر بھی بہتر یہی ہے کہ دوکان دار کی غیر موجودگی میں باہر کی جانب سے دوکان بند رکھی جائے؛ لیکن جو مستورات خریداری کے لئے آئیں تو ان کو گھر کے اندر سے بیوی فروخت کردیا کرے تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہ ہوگا اور کسی کو اعتراض کا موقع بھی نہ ہوگا۔

استماع صوت الملاهي معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر. (البحر الرائق، كتاب الكراهية / فصل في الأكل والشرب ٣٤٦/٨ زكريا)

دعي إلى وليمة وثمة لعب أو غناء قعد و أكل …… **فإن قدر على المنع فعل وإلا يقدر صبر إن لم يكن ممن يقتدى به، فإن كان مقتدى ولم يقدر على المنع خرج ولم يقعد؛ لأن فيه شين الدين وإن علم أولا باللعب لايحضر أصلاء سواء كان ممن يقتدى به أولا.** (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة ٥٠٢/٩ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الذبائح / الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات ٣٤٣/٥ زكريا)

روي عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا يخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطان. (سنن الترمذي، أبواب الرضاع عن رسول الله صلى الله عليه وسلم / باب كراهية الدخول على المغيبات ٢٢١/١ رقم: ١١٧١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۴/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اُستاذ اور اُستانیوں کا طلبہ اور طالبات کا باہم مصافحہ کرنا

سوال (۱۵۱۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل کے ماحول میں دفتروں، اسکولوں اور بازاروں میں شادیوں کے موقعوں پر عام طور پر مخلوط ماحول ہوتا ہے، دفتروں میں آنے اور جانے کے وقت اپنے اسٹاف والوں سے عورت مرد اسکول میں اُستانیاں اُستاذوں سے طالبات اپنے اُستاذوں سے (اخلاقاً واحتراماً)

شادیوں اور بازاروں میں لوگ ایک دوسرے سے ملاقاتی اورخوشی کے اظہار کے لئے ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں، اِس عمل کی کیا حیثیت ہے؟ اور کیا اِس عمل سے شادی شدہ لوگوں کے نکاح پر کچھ اثر پڑتا ہے؟ ایسے موقعوں پر بچاؤ کی کیا صورت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اجنبی مردوں اورعورتوں کا آپس میں مصافحہ کرنا جائزنہیں ہے، ہر مسلمان مرد اورعورت کو اِس سے احتراز کرنا چاہئے۔ اوراگر پہلے ایسی غلطی ہوگئی ہےتو توبہ واستغفار کرنا چاہئے؛ تاہم اِس کی وجہ سے اپنی منکوحہ کے نکاح پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔

إلا من أجنبية فلا يحل مس وجهها وكفها وإن أمن الشهوة لأنه أغلظ.

(الدر المختار / كتاب الحظر والإباحة ٥٢٨/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۴/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نامحرم قاری صاحب کا بچی کو حفظ کرانے اُس کے گھر جانا

سوال (۱۵۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اپنی بیٹی کو حفظ پڑھا رہا ہے، اُس کے لئے قاری صاحب گھر پر پڑھانے کے لئے آتے ہیں؛ جو کہ نامحرم ہیں، ایک صاحب نے اِس طرف توجہ دلائی کہ کسی نامحرم سے بالغ بچی کو پڑھوانا درست نہیں۔ دریافت طلب اَمر یہ ہے کہ ایسی صورت میں بچی کو کس طرح پڑھایا جائے؟ مکمل وضاحت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- بالغہ یا قابلِ شہوت بچی کا نامحرم اُستاد سے بے پردہ قرآنِ کریم حفظ کرنا جائزنہیں ہے؛ اِس لئے معلمات یا کسی محرم مرد سے ہی تعلیم دلانی چاہئے، اگر مجبوری ہوتو پردے کے ساتھ اِس طرح تعلیم کی اجازت ہوگی کہ بچی کے ساتھ اُس کا

کوئی محرم باپ یا بھائی وغیرہ تعلیم کے وقت وہاں موجود ہو؛ تاکہ فتنہ سے اور اَجنبیہ کے ساتھ تنہائی سے حفاظت رہے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يخلون رجل بامرأة إلا مع ذي محرم. (صحيح البخاري، كتاب النكاح / باب لا يخلون رجل بامرأة رقم: ٥٢٣٣)

الخلوة بالأجنبية حرامٌ (الدر المختار) **وقال الشامي بحثًا: والذي تحصل من هذا أن الخلوة المحرمة تنتفي بالحائل وبوجود محرم أو امرأة ثقة قادرة.** (رد المحتار / كتاب الحظر والإباحة ٩/٥٣٠ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

آن لائن نقاب پوش طالبات کا امتحان

سوال (۱۵۱۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بندہ برما میں ایک بنین کے مدرسہ کے شعبہ کتب میں مدرس ہے، ۲۰۲۰ء/ ۲۰۲۱ء کے تعلیمی سال میں عالمی وبا کووڈ ۱۹/ کی وجہ سے جب مدارس کے کھولنے پر حکومت کی طرف سے پابندی عائد کردی گئی، تو مہتمم صاحب کے حکم پر ویڈیو کالنگ کے ذریعہ تعلیم کو جاری رکھا گیا، مہتمم صاحب ایک بنات کے مدرسہ کا بھی مہتمم ہے، بنات کے مدرسہ میں مہتمم صاحب نے ویڈیو کالنگ (فیس بک، میسینجر، روم یا زوم) کے ذریعہ تعلیم دینے کا حکم دیا، اَب وہاں بھی آن لائن تعلیم جاری ہے۔

اَب مہتمم صاحب نے بنین اور بنات دونوں مدرسوں میں آن لائن ہی طلبہ سے تقریری امتحان لینے کا فیصلہ فرمایا اور بنات کے آن لائن تقریری امتحان کے لئے بنین کے اَساتذہ کو بھی ممتحن بنایا۔

اَب دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) کیا بنات کی اِس طرح تعلیم جائز ہے کہ اُستاذ ویڈیو کالنگ کے ذریعہ پڑھائے اور اُستاذ کی اسکرین پر تمام طالبات نقاب میں دکھائی دیں؟

(۲) بندہ بنین کا مدرس ہے، اب مہتمم صاحب کے حکم پر بنات کے مذکورہ بالا صورت کے ساتھ امتحان لینا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(۳) اگر جائز بھی ہو تو بندہ اپنی ذاتی مجبوری (مثلاً: والدین کی ناراضگی یا بیوی سے جھگڑے کے امکان یا شیخ کے منع) کی وجہ سے اس طرح امتحان لینے سے معذرت کرلے تو شرعاً قابل زجر وتوبیخ مجرم شمار ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو آن لائن ویڈیو کالنگ کے ذریعہ نقاب پوش طالبات کا امتحان لینے کی ضرورۃً گنجائش ہوگی؛ تاہم اگر کوئی شخص اپنی ذاتی کیفیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اَز روئے تقویٰ اِس سے احتراز کرے تو اُسے مجبور نہیں کیا جائے گا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ. [النور، جزء آیت: ۳۰]

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ﴾ [النور: ۳۱]

ولا يكلم الأجنبية إلا عجوزًا فينظر من الأجنبية إلى وجهها وكفيها فقط للضرورة فإن خاف الشهوة أو شك امتنع نظره إلى وجهها فحل النظر مقيد بعدم الشهوة وإلا فحرام، وهذا في زمانهم وأما في زماننا فمنع من الشابة.

(الدر المختار / کتاب الحظر والإباحة ۵۳۰/۹-۵۳۲ زکریا، ۳۶۹/۶ کراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۲/۶/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

قومی یکجہتی کے لئے شادی کارڈ پر معبودانِ باطلہ کی تصویر چھاپنا

سوال (۱۵۱۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے گھر میں میری دو بیٹیوں کی شادی تھی، کارڈ تو اپنے حساب سے ہی چھپا تھا، لیکن تمسخر کے طور پر کچھ کارڈ میں نے غیر مسلموں کو دینے کے لئے ایسے چھپوائے جو پورا ہندوانہ ہوتا ہے جس میں گنیش کی تصویر بھی ہوتی ہے اور ہندوانہ منتر وغیرہ بھی لکھے ہوئے ہیں (جس کی فوٹو کاپی ساتھ میں بھیجی جارہی ہے) واضح رہے کہ ہم یہ محض مذاقا ہی چھپوائے تھے اور کوئی نیت نہیں تھی بعد میں یہی کارڈ واٹس ایپ وغیرہ پر بھی جب وائرل ہوا تو میڈیا والے بھی آ گئے، اس پر والد صاحب وغیرہ نے بیان دیا کہ یہ ہم نے یکتا اور یکجہتی کے لئے کیا تھا، بہر حال جب اس طرح سے شوشل میڈیا پر یہ چیزیں آ گئیں تو کچھ لوگوں نے توجہ دلائی کہ اس طرح کا کارڈ نہیں چھپوانا چاہئے تھا، پھر ہمیں خود اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اب غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ یہ کام تو ہو گیا؛ لیکن اب ہمیں کیا کرنا ہے، یہ کس طرح کا جرم ہے اور اس کی تلافی کس طرح سے کی جائے، آپ واضح طور پر بیان فرمادیں؛ تاکہ اسی کے مطابق عمل کیا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اپنی تقریبات کے دعوت ناموں وغیرہ میں معبودانِ باطلہ کی تصاویر چھاپنا اور شرکیہ کلمات شائع کرنا کسی مسلمان کے لئے ہرگز جائز نہیں، یہ نہایت بے غیرتی، بد دینی بلکہ نفاق کی علامت ہے، نہ تو مذاق میں اس کی اجازت ہے اور نہ یکجہتی کے پردے میں اس کو برداشت کیا جاسکتا ہے؛ اس لئے جو لوگ بھی اس طرح کے دعوت نامہ چھپوانے میں شریک یا اس سے راضی ہیں ان سب پر سچی توبہ اور تجدید ایمان وتجدید نکاح ضروری ہے۔

لو تكلم كلمة الكفر هازلا يكفر...... أن عينه كفر. (الأشباه والنظائر ۷۲ زکریا)

إذا تكلم بكلمته بلا علم أنها كفر من اختيار يكفر عند عامة العلماء.

(بـزازية عـلى الفتاوىٰ الهندية، كتاب ألفاظ تكون إسلامًا أو كفرا أو خطأ / الثاني فيما يكون كفرا من المسلم وما لا يكون ٣٢٠/٦ زكريا)

ومـا كـان فـي كـونـه كـفـرا اختلاف يؤمر قائله بتجديد النكاح والتوبة احتياطا. (بـزازية عـلـى الـفـتـاوىٰ الهندية، كتاب ألفاظ تكون إسلاما أو كفرا أو خطأ / الثاني فيما يكون كفرا من المسلم وما لا يكون ٣٢٢/٦ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۳/۱۴۳۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دین کی باتیں سکھانے کے لئے تصویر بنانا

سوال (۱۵۱۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا تصویر وغیرہ دین کی باتیں سکھانے کی غرض سے بنا سکتے ہیں، جیسے وضو کا مکمل طریقہ وغیرہ؟ جواب سے نوازیں مہربانی ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- دین کی باتیں سکھانے کی غرض سے بھی تصویر بنانا جائز نہیں ہے۔

عـن عبـد الله رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن من أشد الناس عذابًا يوم القيامة المصورون. وقال أحمد: المصورين. (سنن النسائي / كتاب الزينة ذكر أشد الناس عذابًا ٢٥٦/٢ المكتبة الأشرفية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۱۱/۱۴۳۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چور کی نشان دہی کے لئے نالا نکلوانا

سوال (۱۵۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: زید کے گھر سے کچھ پیسے غائب (چوری) ہوگئے ہیں، ایسی حالت میں زید ایسے لوگوں (عورتوں وغیرہ) کے پاس نالا نکلوانے کے لئے جاتا ہے، جو کھوئے ہوئے سامان پیسے وغیرہ بتاتے ہیں، کوئی ناخن میں چور کو دکھاتے ہیں تو کوئی کاغذ یا نقش میں، اس صورت میں زید کا ایسے لوگوں کے پاس جانا اور نالا نکلوانا کہاں تک درست ہے؟ برائے مہربانی مکمل اور مدلل جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مذکورہ موہوم ذرائع سے چور کی نشان دہی قطعاً معتبر نہیں ہے، ایسے لوگوں کے پاس جانا اور ان کی باتوں پر یقین کرنا جائز نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''جس شخص نے کاہن (پوشیدہ باتیں بتانے والے) کے پاس جا کر اس کی بات کی تصدیق کی اور یقین کیا اس نے گویا شریعت محمدی کا انکار کیا نعوذ باللہ۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من أتى كاهنًا. قال موسىٰ في حديثه: فصدقه بما يقول الخ فقد برئ بما أنزل اللّٰه على محمد. (سنن أبي داؤد / كتاب الكهانة والتطير ٥٤٥/١ رقم: ٣٩٠٤)

والكهانة وهي تعاطي الخبر عن الكائنات في المستقبل وادعاء معرفة الأسرار الخ، ومنهم أنه يعرف الأمور بمقدمات يستدل بها على ...... معرفة المسروق ونحوه وحديث: "من أتى كاهنًا" يشمل العراف والمنجم. (رد المحتار، مقدمة / مطلب: في الكهانة ١٣٥/١ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۲/۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

مساج کا پیشہ اور اُس کی آمدنی

سوال (۱۵۱۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: مساج یعنی جسمانی مالش کا پیشہ اختیار کرنا شرعاً کیسا ہے؟ جس میں ایک شخص دوسرے شخص کے پورے جسم کی مالش کرتا ہے اور مالش کرنے والا اُس کے بدلے میں اچھی رقم لیتا ہے، تو شرعی نقطۂ نظر سے اِس پیشہ اور اِس کی اُجرت کے بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جسمانی مالش کا ایسا پیشہ جس میں اعضاء مستورہ (جیسے مرد کے لئے ناف سے لے کر گھٹنے کا درمیانی حصہ) بلا شدید ضرورت کے مس کرنا یا دیکھنا لازم آتا ہے تو یہ عمل شرعاً ناجائز ہے اور اِس کی آمدنی بھی سخت مکروہ ہے۔

عن أبي سعيد رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا ينظر الرجل إلى عورة الرجل ولا المرأة الخ. (صحيح مسلم، كتاب الحيض / باب تحريم النظر إلى العورات ١٥٤/١ رقم: ٣٣٨)

وينظر الرجل من الرجل إلى جميع بدنه إلا ما بين سرته إلى ركبتيه لقوله عليه السلام: عورة الرجل ما بين سرته إلى ركبتيه. (الهداية، كتاب الكراهية / فصل في اللبس ٤٦٠/٤ المكتبة الأشرفيه ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۳/۱۴۴۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اشعار کے ساتھ تھالی وتسلے والے ویڈیوز سننا

سوال (۱۵۱۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اِس دور میں سوشل میڈیا پر ایسی بہت ساری ویڈیوز اَپ لوڈ کی جاری ہیں جس میں کچھ بچے قوالوں کی طرح ایک جگہ بیٹھ کر جھوم جھوم کر کوئی کلام ترنم کے ساتھ پڑھتے ہیں اور وہ اپنے ساتھ کچھ برتن (تسلے، پلیٹیں، تھالی، بھگونے) وغیرہ بجاتے ہیں، جن سے میوزک کی سی آواز نکلتی ہے، کیا ایسی ویڈیوز کچھ دیر دل بہلانے کے لئے دیکھی اور سنی جاسکتی ہیں یا پھر اُن

برتنوں سے نکلنے والی آواز کا حکم آلات میوزک اور مزامیر کا ہے؟ جس کی اَحادیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے، جواب سے مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اَشعار کے ساتھ تھالی اور تشلے وغیرہ بجانا لہو ولعب اور مزامیر میں داخل ہے، اور شرعاً ممنوع اور ناجائز ہے، کسی بھی مسلمان کے لئے اُنہیں بجانا اور بالقصد سننا جائز نہیں ہے۔

وکره کل لهو (الدر المختار) واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق وضرب الأتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق فإنها كلها مكروهة؛ لأنها زي الكفار، واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء وغيره ٥٦٦/٩ زكريا)

نص الفقهاء على أن استعمال آلات اللهو كالمزمار والعود وغيرهما محرم من حيث الجملة. (الموسوعة الفقهية / مادة: مزمار ١٠٧/٣٧ الكويت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۷/۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوقیہ حقہ پینا اور اُس کے مسالے کا کاروبار کرنا

سوال (۱۵۱۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: موجودہ دور میں بڑے بڑے شہر میں شوقیہ حقہ جو پیا جاتا ہے، اُس کا پینا اور اُس کے مسالے وغیرہ کا کاروبار کرنا شرعاً کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر نشہ کی حد تک نہ پہنچے تو حقہ پینا حرام تو نہیں؛ لیکن بدبو وغیرہ کی وجہ سے مکروہ ہے، اِس کی عادت بنالینا مناسب نہیں ہے۔ (مستفاد: اِمداد الفتاویٰ مطول جدید حاشیہ ۵۶۶/۸ زکریا)

اوراس کے مسالے کا کاروبار فی نفسہٖ درست ہے اورآمدنی حلال ہے۔

قلت: فيفهم منه حكم النبات الذي شاع في زماننا المسمى بالنتن وقد كرهه شيخنا العمادي في هديته إلحاقا له بالثوم والبصل بالأولىٰ (الدر المختار) فيه إشارة إلى عدم تسليم إسكاره وتفتيره وإضراره. (رد المحتار، كتاب الأشربة / قبيل كتاب الصيد ١٠/٤٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۲/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مارکیٹ میں اگر دھنیا مرچ وغیرہ کی چکی لگانے سے لوگوں کو تکلیف ہو

سوال (۱۵۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے مارکیٹ میں اپنی دوکان کے سامنے دھنیا مرچ اور ہلدی پیسنے کی چکی لگائی ہے، ہلدی اور مرچ پیسنے کے وقت اُس کی بھس ہوا میں اُڑ کر پھیلتی ہے، جو پڑوس کے دوکان داروں اوراُن کی دوکان پرآنے والے گراہکوں کے لئے پریشانی کا باعث بنتی ہے۔ نیز چھینکیں اتنی آتی ہیں کہ نزلہ وسر درد تک کی شکایت ہوجاتی ہے، گراہکوں کے اصرار پر ایک صاحب نے اپنی طرف ترپال ڈالا؛ تاکہ اُس کی بھس نہ آئے، تو اُن لوگوں نے اُسے نوچ کر پھینک دیا اور دھڑلے سے چکی چلائی، تو شرعاً ایسی چکی کا مارکیٹ میں لگانا کیا حکم رکھتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں مارکیٹ میں چکی چلانے والوں کو چاہیے کہ وہ چکی وغیرہ کے ذریعہ ایسا انتظام کریں کہ اُس کی وجہ سے دوسروں کو اَذیت نہ ہو، اگر وہ ایسا انتظام کئے بغیر چکی چلائیں گے تو ایذاء رسانی کے گنہگار ہوں گے، اور اُنہیں اس سے منع کیا جائے گا۔

القاعدة الخامسة: الضرر يزال، وفسره في المغرب بأنه لا يضر الرجل أخاه ابتداءً ولا جزاء انتهى. (غمز عيون البصائر في شرح الأشباه والنظائر ۲۷٤/۱ دار الكتب العلمية بيروت)

ومنها منع اتخاذ حانوت للطبخ بين البزازين، وكذا لكل ضرر عام (الأشباه والنظائر) قال الحموى: اعلم أن في جنس هذه المسائل اختلاف، حاصله: أنه لايمنع على أصل الإمام وهو أن كل من تصرفه في خالص ملكه لا يمنع منه في الحكم وإن لحق بالغير الضرر، وأفتى بهذا طائفة لكن ترك غالب المتأخرين ذلک في موضع يتعدى ضرر تصرف إلى غيره ضررًا بينًا، وقالوا: بالمنع وعليه الفتوى، كما في كثير من المعتبرات. (الحموي على الأشباه والنظائر / القاعدة الخامسة: الضرر يزال ۲۵۷/۱ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۶/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

شال اور چادر ٹخنوں سے نیچے لٹکانا

سوال (۱۵۲۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سردی کے دنوں میں جو شال وغیرہ پہنی جاتی ہے، کیا اُسے بھی ٹخنوں سے نیچے نہیں لٹکا سکتے ہیں؟ جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مرد کے لئے کھڑے ہونے کی حالت میں بدن پر پہنے یا اوڑھے ہوئے کسی بھی کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا مکروہ ہے، شال اور چادر وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے، اِس لئے بہر حال اِن کپڑوں کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے سے احتراز کرنا چاہئے۔

عن ابن عمر رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من جر ثوبه خيلاء لم ينظر الله إليه يوم القيامة. متفق عليه.

قال القاري: قوله: من جر ثوبه، وهو شامل لإزاره وردائه وغيرهما ...... قال ابن الملك: يفهم منه أن جره لغير ذلك لا يكون حرامًا؛ لكنه مكروه كراهة تنزيه. (مرقاة المفاتيح ۲۳۸/۸ تحت رقم: ٤٣١١-٤٣١٢ المكتبة الأشرفية ديوبند)

من جرّ ثوبه خيلاء والثوب يعم الإزار والقميص والرداء والعمامة والطيلسان ...... فإن كان للخيلاء فهو ممنوع منع تحريم وإلا فمنع تنزيه. (بذل المجهود، كتاب اللباس / ما جاء في إسبال الإزار ١١٣/١٢)

قوله: من جر ثوبه، يدخل فيه الإزار والرداء والقميص والسراويل والجبة والقباء وغير ذلك مما يسمى ثوبًا؛ بل ورد في الحديث دخول العمامة في ذلك كما رواه أبو داؤد من رواية سالم بن عبد الله عن أبيه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الإسبال في الإزار والقميص والعمامة من جر منها شيئًا خيلاء لم ينظر الله إليه يوم القيامة. (عمدة القاري / كتاب اللباس ٢٩٥/١١ تحت رقم: ٥٧٨٣ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۱/۵/۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

پینٹر کا ’’اوم‘‘ لکھنا

سوال (۱۵۲۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسلمان پینٹنگ کا کام کرتا ہے، تو کبھی اُس کے پاس ہندو لوگ ’’اوم‘‘ لکھانے کے لئے بھی آتے ہیں، تو ایسا کام کر کے اُجرت لینا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں نفس عمل کی اُجرت تو حلال ہے؛ لیکن چوں کہ یہ کلمات غیروں کے مذہبی شعار میں داخل ہیں؛ اِس لئے ایک مسلمان کے لئے اِس کا لکھنا کراہت سے خالی نہیں ہے؛ اِس سے حتی الامکان اجتناب کرنا چاہئے۔

وعن محمد رجل استأجر رجلا ليصور له صورًا أو تماثيل الرجال في بيت أو فسطاط فإني أكره ذلك وأجعل له الأجر. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الإجارة / الفصل الخامس الاستيجار على المعاصي ۱۳۰/۱۵ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۷/۱۴۴۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے بارے میں بلا تحقیق تجسس کرنا اور اس کو پھیلانا

سوال (۱۵۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کوئی مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کے معاملے کا تجسس کرے اور تحقیق نہ کرے اور تجسس کرکے کسی دارالافتاء سے اپنی مفاد کی غرض سے سوال کرکے اس کا جواب طلب کرے اور عوام الناس میں اسے عام کرے، ذرائع ابلاغ کے ذریعہ یا کسی اور ذریعہ اس کا ایسا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

(۲) اور کسی شخص کا بغیر تحقیق کے میسیج کو آگے بھیجنا اور فارورڈ کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱) مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ نہ تو اپنے کسی بھائی کے ساتھ خیانت کرتا ہے اور نہ اسے ذلیل کرکے اس کی عزت سے کھلواڑ کرتا ہے اور نہ اس کی عیب جوئی میں مبتلا ہوتا ہے؛ بلکہ اس کا رویہ اپنے بھائیوں کے ساتھ ہمیشہ خیر خواہی اور

ہمدردی کا ہوتا ہے، بریں بنا جو شخص اس کے خلاف ورزی کرتے ہوئے کسی مسلمان بھائی کو بدنام کرنے کے درپہ ہوجائے اور اس کی طرف جھوٹی سچی باتیں لگا کر فتویٰ حاصل کرے اور انہیں پھیلائے تو ایسا شخص یقیناً قابل مذمت اور لائق تنبیہ ہے، اس پر لازم ہے کہ وہ سچی توبہ کرے اور صاحب معاملہ سے معذرت کرے اور ہر طرح کی فتنہ انگیزی سے دور رہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المسلم أخو المسلم لا يخونه ولا يكذبه، ولا يخذله كل المسلم على المسلم حرام عرضه وماله ودمه، التقوىٰ هٰهنا بحسب امرئ من الشر أن يحتقر أخاه المسلم. (سنن الترمذي، أبواب البر والصلة / باب ما جاء في شفقة المسلم على المسلم ۲/ ۱٤ المكتبة الأشرفية ديوبند)

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إياكم والظن؛ فإن الظن أكذب الحديث ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وكونو عباد الله اخوانا. (صحيح البخاري، كتاب الأدب / باب ما ينهى من التحاسد والتدابر رقم: ٦٠٦٤، صحيح مسلم، كتاب البر والصلة / باب تحريم ظلم المسلم وخزله واحتقاره ۱/ ۳۱٦ رقم: ۲٥٦۳ بيت الأفكار الدولية)

عن أبي برزة الأسلمي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا معشر من آمن بلسانه ولم يدخل الإيمان قلبه لا تغتابوا المسلمين ولا تتبعوا عوراتهم؛ فإنه من اتبع عوراتهم يتبع الله عورته، ومن يتبع الله عورته يفضحه في بيته. (سنن أبي داوود، كتاب الأدب / باب في الغيبة ۲/ ٦٦٩ المكتبة الأشرفية ديوبند)

(۲) بلا تحقیق کسی بھی میسج کو آگے پھیلانا ہرگز جائز نہیں ہے؛ بلکہ سخت فتنہ کا سبب ہے، اس سے ہر شخص کو احتیاط لازم ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوْا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِيْنَ﴾ [الحجرات: ٦]

كفى بالمرء كذبًا أن يحدث بكل ما سمع. (صحيح مسلم، المقدمة / النهي عن الحديث عن كل ما سمع رقم: ٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱۱/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ٹیڈی بیر کھلونے بچوں کو کھیلنے کے لئے دینا

سوال (۱۵۲۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گھروں میں بچوں کو بہلانے کے لئے طرح طرح کے کھلونے لائے جاتے ہیں، جن میں کچھ کھلونے وہ ہوتے ہیں جو ٹیڈی بیر کہلاتے ہیں جو کہ روئی کے بنے ہوتے ہیں، کوئی بندر کی شکل کا، کوئی کتے کی شکل کا، کوئی انسانی کارٹون کی شکل کا ہوتا ہے، بعض میں آنکھ، ناک، کان بھی بنتے ہیں، ایسے کھلونوں کو بچے پسند بھی کرتے ہیں۔ تو آپ سے دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ اس طرح کے ٹیڈی بیر گھر میں بچوں کے کھیلنے کے لئے لانا درست ہے یا نہیں؟ صحیح جواب سے نوازکر ممنون ومشکور فرمائیں، نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- روئی یا کسی اور چیز سے بنے ہوئے جانوروں کے مجسموں والے کھلونے گھروں میں لانا اور ان سے بچوں کا کھیلنا یہ سب بلا شبہ ناجائز ہے، اس طرح کے مجسمے رکھنے سے رحمت کے فرشتے گھروں میں داخل نہیں ہوتے؛ لہٰذا بچوں کو بہلانے کے لئے ایسے کھلونوں کے بجائے غیر جاندار چیزوں والے کھلونے ہی استعمال کرنے چاہئیں اور تصویر والی چیزوں سے بچوں کو دور رکھنا چاہئے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ قدیم کراچی ۸/۲۰۱، فتاویٰ قاسمیہ ۲۴/۵۷۲)

عن أبي طلحة رضي اللّٰه عنه يقول: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: لا تدخل الملائكة بيتًا فيه كلب ولا صورة تماثيل. (صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق / باب إذا قال أحدكم آمين والملائكة في السماء الخ ٤٥٨/١ رقم: ٣١٢٥-٣٢٢٦)

قال أصحابنا وغيرهم من العلماء: تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر لأنه متوعدًل عليه لهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث سواء صنعه في ثوب أو بساط ...... أو غير ذلک، وأما تصوير صورة الشجر والرجل والجبل وغير ذلک فليس بحرام. (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس / باب التصاوير ٣٢٦/٨ المكتبة الإمدادية ملتان، رد المحتار، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ٤١٦/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱۲/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

کسی شخص کی تحریر، خط یا مراسلہ میں اپنی طرف سے کمی بیشی کرنا

سوال (۱۵۲۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فنی مہارت کے ذریعہ غالبًا یہ بات بھی ممکن ہوگئی ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو جو مراسلہ لکھتا ہے اس میں اضافہ یا کمی کردی جائے اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق:- صاحب مراسلہ کی صراحۃً یا دلالۃً اجازت کے بغیر اس کی تحریر میں دوسرے شخص کا کمی بیشی کرنا بالکل ناجائز ہے، یہ خیانت کے دائرے میں داخل ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: المسلم أخو المسلم لا يخونه ولا يكذبه ولا يخذله، كل المسلم على

المسلم حرام الخ. (سنن الترمذي، أبواب البر والصلة / باب ما جاء في شفقة المسلم على المسلم ١٤/٢ رقم: ١٩٢٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۱/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

جانور کے گابھن ہونے کی جانچ کیلئے اُس کی شرمگاہ میں ہاتھ ڈالنا

سوال (۱۵۲۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں جانوروں کے ہاسپٹل میں ملازمت کرتا ہوں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ اپنی بھینس یا گائے کو چیک کرانے کے لئے لاتے ہیں کہ یہ گابھن ہے یا نہیں؟ اِس کے لئے مجھے اُن کے اندر ہاتھ ڈالنا پڑتا ہے، حضرت والا سے درخواست ہے کہ جواب مرحمت فرمائیں کہ ایسا کرنا شرعی اعتبار سے کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جانوروں کے گابھن ہونے کی جانچ کے لئے اگر کوئی اور صورت دستیاب نہ ہو تو ڈاکٹر اور جانکار شخص کے لئے اندر ہاتھ ڈال کر جانچ کرنے کی گنجائش ہے؛ لیکن اگر اِس کے علاوہ کوئی دوسری شکل اور ذریعہ موجود ہو تو حتی الامکان اِس سے پرہیز کرنا چاہئے؛ کیوں کہ اِس سے جانور کو شدید تکلیف ہونے کا اندیشہ ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۴۸/۱۸ ڈابھیل)

کره كل تعذيب بلا فائدة. (الدر المختار / كتاب الذبائح ٢٩٦/٦ دار الفكر بيروت، ٤٢٧/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷/۸/۱۴۳۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بغل یا زیر ناف کو ۴۰/ دن سے زیادہ چھوڑے رکھنے والے کی نماز کا حکم

سوال (۱۵۲۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص بغل کے بال یا زیر ناف بال کاٹے ہوئے ۴۰/ دن سے زیادہ ہو گئے تو اس صورت میں اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟ جواب سے نوازیں مہربانی ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں نماز تو درست ہوجائے گی؛ لیکن کسی مسلمان کے لئے ۴۰/ سے زیادہ دن تک غیر ضروری بالوں کو نہ صاف کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

وکرہ ترکہ وراء الأربعین (الدر المختار) أي تحریما لقول المجتبی ولا عذر في ما وراء الأربعین ویستحق الوعید. (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحۃ / باب الاستبراء وغیرہ ۹/۵۸۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۲/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

موبائل اور انٹرنیٹ کے مسائل

ملٹی میڈیا موبائل کے استعمال کا حکم

سوال (۱۵۲۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ملٹی میڈیا موبائل جس کا استعمال اچھے اور برے دونوں کے لئے ہوتا ہے، ایسا موبائل استعمال کرنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جس شخص کی کوئی دنیوی ضرورت (مثلاً تجارتی روابط وغیرہ) یا دینی حاجت (مثلاً مطالعہ کے لئے کتابوں کا محفوظ رکھنا یا مواعظ وخطبات ریکارڈ کرنا وغیرہ) ملٹی میڈیا موبائل سے وابستہ ہو، یعنی اس کے بغیر اس کی ضرورت بآسانی پوری نہ ہو سکے، تو ایسے شخص کے لئے محرمات سے بچتے ہوئے ملٹی میڈیا موبائل استعمال کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن جس شخص کی کوئی دینی یا دنیوی ضرورت ایسے موبائل سے وابستہ نہ ہو یا اس طرح موبائل رکھنے میں اس کے مبتلائے معصیت ہونے کا قوی امکان ہو تو ایسے شخص کے لئے ملٹی میڈیا موبائل کا استعمال ضرور مکروہ (تحریمی) ہوگا؛ کیوں کہ جلب منفعت کے مقابلہ میں دفع مضرت کی اہمیت زیادہ ہے۔

الأمور بمقاصدها يعني الحكم الذي يترتب على أمر يكون على مقتضى ما هو المقصود من ذلك الأمر. (قواعد الفقه: ٤٥، الأشباه: ١٠٢ قاعده: ٥٠)

درء المفاسد أولیٰ من جلب المنافع. (قواعد الفقه:٥٦ قاعده: ١٣٣ المکتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۱/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

موبائل کے پیغامات غیرمحرم مرد یا عورت کو بھیجنا

سوال (۱۵۲۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا اِس طرح کے پیغامات کو غیرمحرم عورت یا غیر محرم مرد کو بھیجا جا سکتا ہے؛ جب کہ اُس میں کوئی غیر اخلاقی بات شامل نہ ہو۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق:- موبائل کے ذریعہ پیغامات کا تبادلہ آپسی گفتگو کے مانند ہے؛ لہٰذا جس طرح فتنہ کے مواقع میں نامحرم مرد وعورت کا گفتگو کرنا منع ہے۔ اِسی طرح پیغامات کا تبادلہ بھی ممنوع سمجھا جائے گا؛ البتہ اگر کوئی دینی یا دنیوی ضرورت کا مسئلہ ہوتو جس طرح ایسے مواقع پر نامحرم سے گفتگو جائز ہے تو صحیح پیغامات بھیجنے کی بھی گنجائش ہوگی، مثلاً کوئی عورت کسی مفتی سے بذریعہ پیغام مسئلہ پوچھے تو مفتی کے لئے اُس کا جواب دینا جائز ہوگا۔ اِسی طرح اگر کوئی تحقیق شدہ مفید بات یا ریکارڈ شدہ اصلاحی بیان وغیرہ اس نیت سے بھیجا جائے کہ اُس سے دینی فائدہ ہوگا، تو اِس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسے پردہ کے پیچھے نامحرم عورتوں سے وعظ کیا جائے؛ لیکن اگر یہ محسوس کرے کہ اس طرح کی پیغام رسانی سے بھی کوئی فتنہ ہوسکتا ہے، تو یقیناً اُس سے گریز کرنا چاہئے۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَرَآءِ حِجَابٍ﴾ [الأحزاب، جزء آيت: ٥٣]

الضرورة تتقدر بقدر الضرورة. (قواعد الفقه / رقم القاعدة: ١٧١ ص: ٨٩)

ولا یکلم الأجنبیة إلا عجوزًا عطست أو سلمت فیشمتها لا یرد السلام علیها وإلا لا (الدر المختار) أي وإلا تکن عجوزًا؛ بل شابة لا یشمتها ولا یرد السلام بلسانه. (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة / فصل في النظر والمس ۵۳۰/۹ زکریا)

ولا یظن من لا فطنة عنده أنا إذا قلنا صوت المرأة عورة أنا نرید بذلک کلامها؛ لأن ذلک لیس بصحیح فإنا نجیز الکلام مع النساء للأجانب ومحاورتهن عند الحاجة إلی ذلک. (رد المحتار، کتاب الصلاة / باب شروط الصلاة، مطلب في ستر العورة ۷۹/۲ زکریا)

عن أبي سعید الخدري رضي اللّٰه عنه قال: قال النساء للنبي صلی اللّٰه علیه وسلم: غلبنا علیک الرجال فاجعل لنا یومًا من نفسک فوعدهن یومًا لقیهن فیه فوعظهن وأمرهن فکان فیما قال لهن: ما منکم امرأة تقدم ثلاثة من ولدها إلا کان لها حجابًا من النار فقالت امرأة واثنین فقال واثنین. (صحیح البخاري، کتاب العلم / باب هل یجعل للنساء یوم علی حدة في العلم ۲۰/۱ رقم: ۱۰۱ مکتبه دار السلام سهارنفور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱۱/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

موبائل کمپنیوں کا لوگوں کی آپسی گفتگو کو محفوظ کر کے حکومت کو دینا

سوال (۱۵۲۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: موبائل کمپنیاں لوگوں کی آپسی گفتگو کو محفوظ کر کے حکومتوں کو فراہم کرتی ہیں، تو کیا اُن کا یہ عمل شرعاً جائز ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- موبائل کمپنیاں ایک طرح سے صارفین کی گفتگو

اور نقل وحرکت کی اَمین ہوتی ہیں؛ لہٰذا اُن پر اِس اَمانت میں خیانت کرنے کی ہرگز اِجازت نہ ہوگی۔

عن جابر رضي اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم: المجالس بالأمانة إلا ثلاثة مجالس: سفک دم حرام أو فرج حرام أو اقتطاع مال بغیر حق. (سنن أبي داؤد، کتاب الأدب / باب في نقل الحدیث رقم: ٤٨٦٩)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۱/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بغیر اجازت دوسرے کے موبائل کی میموری کی چیزیں دیکھنا

سوال (۱۵۳۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل ملٹی میڈیا موبائل میں آدمی اپنی ضرورت کی معلومات میموری میں محفوظ رکھتا ہے، تو سوال یہ ہے کہ کیا اس کی اجازت کے بغیر اس کی غیر موجودگی میں کوئی دوسرا شخص اس کے موبائل کی میموری کھول کر محفوظ مواد دیکھ سکتا یا نہیں؟ یہ عمل کس زمرے میں آئے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - بغیر اجازت کسی کی غیر موجودگی میں اُس کے موبائل میں محفوظ مواد دیکھنا بالکل ناجائز ہے اور یہ عمل تجسس کے دائرے میں آئے گا جو کہ حرام ہے۔

عن أبي هریرة رضي اللّٰہ عنه أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: إیاکم والظن؛ فإن الظن أکذب الحدیث ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تنافسوا ولا تحاسدوا، ولا تباغضوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللّٰہ إخوانًا.

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب / باب تحریم الظن والتجسس الخ رقم: ٢٥٦٣)

والمراد لا تبحثوا عن عیوب الناس ولا تتبعوها. (تکملة فتح الملهم، کتاب البر والصلة والآداب / باب تحریم الظن والتجسس والتنافس ٢٧٦/٥ دار إحیاء التراث العربي بیروت)

لا یجوز التصرف في مال غیرہ بغیر إذنه ولا ولایته. (الدر المختار، کتاب الغصب / مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر الخ ۲۹۱/۹)

والتجسس: الاستماع إلی حدیث القوم وهم له کارهون أو یستمع علی أبوابهم. (تفسیر ابن کثیر [الحجرات: ۱۲] ۶۵۶/۵ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۱/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

موبائل کمپنی کی طرف سے سو روپئے میں ڈیڑھ سو کا ٹاک ٹائم

سوال (۱۵۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل موبائل کمپنیوں کی طرف سے اسکیم آتی رہتی ہے کہ سو روپئے کا ریچارج کراؤ تو ڈیڑھ سو کا ٹاک ٹائم ملے گا، تو یہ درست ہے یا نہیں؟ کیا یہ سود میں شامل نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - سو روپئے کے بدلے میں ڈیڑھ سو کا ٹاک ٹائم دینے کا معاملہ شرعاً درست ہے، یہ سود میں داخل نہیں ہے؛ اِس لئے کہ یہاں روپئے کا تبادلہ روپئے سے نہیں ہو رہا ہے؛ بلکہ کمپنی کی طرف سے دی جانے والی سہولت اور منفعت سے ہو رہا ہے اور کمپنی کو اختیار ہے کہ وہ سو روپئے میں اتنی سہولت گراہک کو دے جو عام حالت میں ڈیڑھ سو میں دستیاب ہوتی ہے، الغرض اِس معاملہ پر سود کی تعریف صادق نہیں آتی اور یہ بلاشبہ جائز ہے۔

زیادۃ البائع في المبیع والمشتري في الثمن وحط البائع من الثمن بعد العقد یلتحقان بأصل العقد فکان العقد وقع علی ما حصل بعد الزیادۃ والحط. (شرح المجلۃ ۱۳۳/۱ رقم: ۲۵۷)

الربا هو الفضل المستحق لأحد المتعاقدین في المعاوضة الخالي عن عوض شرط فیه. (الهدایة، کتاب البیوع / باب الربا ۸۲/۳)

وهـو [الربا] في الشرع عبارة عن فضل مال لايقابله عوض في معاوضة مال بمال. (الفتاویٰ الهندية، كتاب البيوع / الفصل السادس في تفسير الربا وأحكامه ۱۱۸/۳ مكتبة الاتحاد ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خفیہ طور پر کال ریکارڈ کرنے یا ویڈیو وغیرہ بنانے کا حکم

سوال (۱۵۳۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سامنے والے کو بتائے بغیر موبائل میں اُس کی کال ریکارڈ کرنا یا خفیہ کیمرے کے ذریعہ کسی کی ویڈیو بنانا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق:- ٹیلی فون پر عموماً گفتگو ذاتی نوعیت کی ہوتی ہے؛ لہٰذا اِجازت کے بغیر ایسی گفتگو کو ریکارڈ کرنا خیانت ہے۔ اِسی طرح خفیہ طور پر کسی کا ویڈیو یا آڈیو بنا کر اُسے دوسروں تک عام کرنا سراسر فتنہ انگیزی اور بدترین گناہ ہے، جس کی شریعت میں گنجائش نہیں ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّأْكُلَ لَحْمَ اَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ، وَاتَّقُوا اللّٰهَ، إِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ﴾ [الحجرات: ۱۲]

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: قال رسول الله عليه وسلم: المجالس بالأمانة ...... الخ. (سنن أبي داؤد، كتاب الأدب / باب في نقل الحديث ٦٦٨/٢ رقم: ٤٨٦٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۱/۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

حکومت کا کسی شخص کی نجی معلومات دوسروں تک پہنچانا

سوال (۱۵۳۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا حکومت کو یہ حق ہے کہ کسی شخص کی نجی معلومات کو دوسروں تک پہنچائے یا لوگوں میں عام کردے، اسی پس منظر میں سپریم کورٹ میں آدھار کارڈ سے متعلق مقدمہ چل رہا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- کسی شخص کی نجی اور ذاتی معلومات کو اُس کی اِجازت کے بغیر دوسروں تک پہنچانا یا عام کرنا حکومت کے لئے بھی جائز نہیں ہے، یہ عمل پردہ دری اور افشاءِ راز کے جرم میں داخل ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال – في حديث–: ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تحاسدوا وكونوا عباد اللّٰه إخوانًا. (صحيح البخاري، كتاب الأدب / باب ما ينهى عن التحاسد والتدابر رقم: ٦٠٦٤، صحيح مسلم، كتاب البر والصلة / باب تحريم الظن والتجسس والتنافس الخ ٣١٦/١ رقم: ٢٥٦٣ بيت الأفكار الدولية)

فالتجسس على المسلمين في الأصل حرام منهى عنه لقوله تعالىٰ: ﴿وَلَا تَجَسَّسُوْا﴾ لأن فيه تتبع عورات المسلمين ومعايبهم والاستكشاف عما ستروه. (الموسوعة الفهقية ١٠/١٦٢ الكويت)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تنافسوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وكونوا عباد اللّٰه إخوانًا. (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب / باب تحريم الظن والتجسس الخ رقم: ٢٥٦٣) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۱/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

انٹرنیٹ کے ذریعہ کوڈ توڑ کر کسی کی ذاتی معلومات حاصل کرنا

سوال (۱۵۳۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: انٹرنیٹ سے کوڈ توڑ کر کسی کی ذاتی معلومات یا کاروباری دستاویزات فراہم کر کے اسے شوشل میڈیا پر عام کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق:- انٹرنیٹ سے کوڈ وغیرہ یا کسی بھی قسم کا لاک توڑ کر کسی کی معلومات ودستاویزات حاصل کرنا ناجائز ہے۔ نیز اس کو پھیلانا بھی کسی طرح جائز نہیں۔

فالتجسس على المسلمين في الأصل حرام منهي عنه لقوله تعالىٰ ﴿وَلَا تَجَسَّسُوْا﴾ لأن فيه تتبع عورات المسلمين ومعايبهم والاستكشاف عما ستروه، وقد قال صلى الله عليه وسلم: يا معشر من آمن بلسانه ولم يدخل الإيمان إلى قلبه لا تتبعوا عورات المسلمين فإن من تتبع عورات المسلمين تتبع الله عورته حتى يفضحه ولو في جوف بيته. (الموسوعة الفقهية الكويت ۱۰/۱٦۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۱/۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

انٹرنیٹ پر تجارتی اشتہار کو دوسروں تک شیئر کرنا

سوال (۱۵۳۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: انٹرنیٹ پر بہت سے تجارتی اشتہارات ڈالے جاتے ہیں یا متعین اشخاص کو بھیجے جاتے ہیں اور ان سے خواہش کی جاتی ہے کہ وہ مختلف گروپ یا افراد کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پیغام کو پہنچائیں، ان اشتہارات میں ایسی اشیاء کی ترغیب بھی ہوسکتی ہے جن کا استعمال جائز ہو اور ایسی اشیاء بھی جن کا استعمال جائز نہ ہو، ایسے اشتہارات کو پھیلانے اور

دوسروں تک بھیجنے کا کیا حکم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مباح امور پر مشتمل اشتہارات کی اشاعت درست ہے؛ لیکن اگر اشتہارات میں منکرات وممنوعات شامل ہوں، مثلاً ناجائز چیز سے متعلق اشتہار ہو یا خود اشتہار کے اندر امر منکر ہو، مثلاً فحش مناظر یا کلمات تو ایسے اشتہارات کو پھیلانا درست نہ ہوگا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدۃ، جزء آیت: ۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا والدہ سے ویڈیو کال پر بات کرنے سے زیارتِ والدین کا اجر ملے گا؟

سوال (۱۵۳۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: والدہ سے ویڈیو کال کرنے پر بھی وہی اَجر وثواب مل سکتا ہے جو والدہ کو دیکھنے اور اُن کی زیارت کرنے پر ملتا ہے؟ یعنی ایک نظر پر ایک حج مقبول کا ثواب؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- والدہ کو دیکھنے پر حج مقبول کا ثواب ملنے والے مضمون کی روایت سنداً نہایت ضعیف اور منکر ہے؛ تاہم اگر وہ بالفرض صحیح بھی ہو تو ویڈیو کالنگ سے دیکھنے پر مذکورہ فضیلت حاصل نہ ہوگی؛ کیوں کہ ویڈیو کے ذریعہ اصل صورت نظر نہیں آتی؛ بلکہ اُس کا عکس نظر آتا ہے، اور شریعت میں عکس کا حکم اصل کی طرح نہیں ہے۔ (جیسا کہ عکس کو دیکھنے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی)

عن ابن عباس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما من ولد ينظر إلى والدته نظرة رحمة إلا كان له بكل نظرة حجة مبرورة الخ. ...... قال المحشي: إسناده ضعيف جدًا في إسناده نهشل بن سعيد، قال في التقريب: متروك. (شعب الإيمان للبيهقي / باب بر الوالدين ١٨٦/٤ رقم: ٧٨٥٩ دار الكتب العلمية بيروت)

المستفاد: ولو نظر في مرآة ورأى فيها فرج امرأة فنظر عن شهوة لا تحرم عليه أمها وابنتها؛ لأنه لم ير فرجها وإنما رأى عكس فرجها. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح / الباب الثالث في بيان المحرمات ٢٧٤/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۳/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بچوں کے کھلونوں میں تلبیہ یا نظم کی آواز سیٹ کرنا

سوال (۱۵۳۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مکہ معظّمہ کے بازار میں بچوں کے جو کھلونے ملتے ہیں، جو کہ زیادہ تر چائنیز ہوتے ہیں، جیسے جہاز یا ہیلی کاپٹر یا لٹو، جب اُن کو چلایا جاتا ہے تو بعض میں ''یا مکہ یا مکہ'' نظم بجنے لگتی ہے، اور بعض میں تلبیہ ''لبیک اللہم لبیک'' بجنے لگتا ہے، جب کہ یہ چیزیں زمین پر پیروں کی جگہ چلتی ہیں، کیا شریعت مطہرہ میں اِس طرح آواز کے ساتھ زمین پر لبیک اللہم لبیک والا کھلونا چلانا صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- لہو ولعب کے مواقع پر ذکر واَذکار اور کلماتِ مقدسہ کی آوزیں سیٹ کرنا بڑی بے اَدبی اور بے حرمتی کی بات ہے؛ لہٰذا مذکورہ آوازوں والے کھلونوں کو خریدنا اور بجانا جائز نہ ہوگا۔

المستفاد: وقال قاضي خان: القفاعي إذا قال عن فتح القفاع للمشتري صلى على محمد، قالوا: يكون آثمًا، وكذا الحارس إذا قال في الحراسة: لا إله إلا الله يعني لأجل الإعلام بأنه مستيقظ ...... وإن سبح على أن الفاسق يعمل الفسق كان آثمًا. (الأشباه والنظائر، الفن الأول / القاعدة الثانية: الأمور بمقاصدها ص: ٢٣-٢٤ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۴/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

یوٹیوب اور فیس بک پر دینی بیانات سننے میں حق و باطل کیسے پہچانیں؟

سوال (۱۵۳۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا نام اسلم ہے میں ہڈیوں کا ڈاکٹر ہوں، میں یوٹیوب پر مختلف لوگوں کے دینی بیانات سنتا ہوں، اِن باتوں کو سن کر میں کش مکش میں پڑ گیا ہوں، اہل حدیث اپنے آپ کو حق پر کہتے ہیں، اور دوسروں کو غلط بتاتے ہیں، بریلوی دیوبند والوں کو برا بھلا کہتے ہیں، اور دیوبند والے کہتے ہیں ہمارا مسلک ہی حق ہے، میں نے شیعہ لوگوں کے بھی بیانات سنے وہ تو صحابہ کو کافر کہتے ہیں، میں جس بیان کو بھی سنتا ہوں مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہی بات ٹھیک ہے، مفتی صاحب مجھے بتائیے کہ میں دین حق کو کیسے پہچانوں؟ ہمارے گھر والے حضرت مولانا ابو الاعلی مودودی صاحب کو مانتے ہیں؛ لیکن مجھے لگتا ہے کہ وہ صحیح نہیں ہیں؛ اِس لئے کہ وہ حضرت معاویہؓ کو برا بھلا کہتے ہیں۔ یوٹیوب پر مجھے صرف مولانا طارق جمیل صاحب کے بیانات بہت اچھے لگتے ہیں؛ اِس لئے کہ وہ اللہ ورسول کی بات کرتے ہیں، کسی کو بھی برا بھلا نہیں کہتے اور نہ کسی کو غلط کہتے ہیں۔ برائے کرم مجھے بتائیے کہ میں سچے دین کو کیسے پہچانوں؟ اور صحیح دین کو لینا ہے، اس کو پہچاننے کا کیا طریقہ ہے؟ اور میں قرآن حدیث کا مطلب نہیں جانتا، تو اگر میں صحیح دین تک نہیں پہنچ سکا تو کیا آخرت میں جہنم میں جاؤں گا؟ برائے کرم جواب دیجئے مجھے جنت میں جانا ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- محض یوٹیوب یا فیس بک وغیرہ پر بیانات سن کر مذکورہ موضوعات کے بارے میں حق اور باطل کی پہچان نہیں ہوسکتی، اِس لئے آپ کو چاہئے کہ بیانات سننے کے بجائے معتبر علماء اور اُن کی تصانیف سے استفادہ کریں۔ اِس بارے میں حضرت مولانا مفتی محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی کتاب ''اختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم'' کا مطالعہ اِن شاء اللہ مفید ہوگا، اُسے حاصل کرلیں۔ اور آپ نے سوال میں جن عالم صاحب کا تذکرہ کیا ہے، اُن کے بیانات کو سنے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرسکتے؛ لہٰذا اُن کی علی الاطلاق تائید یا تردید نہیں کی جاسکتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۰/۶/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

واٹس ایپ وغیرہ پر تحریری یا صوتی پیغامات دوسروں کو بھیجنا

سوال (۱۵۳۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: واٹس ایپ وغیرہ پر جو تحریری یا صوتی پیغامات آتے ہیں، ان کو دوسروں تک بھیجنا کیسا ہے؟ یہاں دو باتیں قابل لحاظ ہیں اول یہ کہ ان پیغامات کو بلاتحقیق بھیجنا درست ہے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ جس شخص کو بھیجا جارہا ہے کیا اُس کی رضامندی یا ناگواری کا لحاظ ضروری ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- تحقیق شدہ دینی یا معلوماتی پیغامات تحریری یا صوتی شکل میں ایک دوسرے کو بھیجنے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ تاہم اگر یہ معلوم ہو کہ جس کو پیغامات بھیجے جارہے ہیں وہ ناگواری محسوس کرے گا، تو علم ہونے کے باوجود اُسے پیغام بھیجنا جائز نہ ہوگا؛ کیوں کہ یہ ایک طرح کی ایذا رسانی ہے، جس کی شریعت میں اِجازت نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِيْنَ﴾ [الحجرات: ٦]

إن اللّٰه تعالىٰ أمر بالتبيين في الخبر والنبأ. (تفسير كبير ١٠٤/٣٨)

عن عبد اللّٰه بن عمرو رضي اللّٰه عنهما عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده. (صحيح البخاري، كتاب الإيمان / باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده ٦/١ رقم: ١٠)

كفىٰ بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع. (مقدمه للإمام مسلم / باب النهي عن الحديث بكل ما سمع ٨/١ المكتبة الأشرفية ديوبند)

عن أبي شريح في حديث طويل مرفوعًا ...... وليبلغ الشاهد الغائب.

(صحيح البخاري، كتاب العلم / باب ليبلغ الشاهد الغائب ٢١/١ رقم: ١٠٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱۱/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

○❖○

غصب کے مسائل

جنگل میں چھوڑے گئے جانوروں کو پکڑ کر استعمال کرنا

سوال (۱۵۴۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے مغربی یوپی میں کسان اپنی ضرورت سے زائد جانوروں کو جنگل میں چھوڑ رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان جانوروں کو پکڑ کر اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اُن کا گوشت کھانا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مذکورہ معاملہ جانور کے مالک کی نیت کا اعتبار ہے، اگر اُس نے یہ نیت کر کے چھوڑا ہے کہ ''جو چاہے اُسے پکڑ لے'' تو دوسروں کو پکڑنے کی اور اپنے استعمال میں لانے کی اجازت ہوگی اور اگر اس طرح کی نیت نہیں ہے بلکہ صرف چرنے کے لئے جانور کو چھوڑا ہے اور کوئی دوسرا پکڑتا ہے تو علم ہونے پر مالک کو اعتراض ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں کسی کے لئے مالک کی اِجازت کے بغیر اس جانور کو پکڑنے کی اجازت نہ ہوگی۔

وفي كراهة مختارات النوازل: سيب دابته فأخذها آخر و أصلحها فلا سبيل للمالك عليها إن قال في تسييبها: هي لمن أخذها (الدر المختار) قوله وأصلحها ليس بقيد في ما يظهر؛ لأن المدار في التمليك على الإباحة الخ، والقول له أي للمالك أنه لم يبحها لأحد؛ لأنه ينكر إباحة التمليك. (رد المحتار، كتاب الحج / باب الجنايات ٣/٦١٣ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۵/۱۴۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

ناحق کسی کے مکان پر رہائشی قبضہ جمالینا

سوال (۱۵۴۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والد نعیم اختر اور والدہ مہجبیں اَفروز کے نام ایک مکان تقریباً ایک ۱۰۷ گز رجسٹری شدہ ہے، اس مکان پر میرے سوتیلے چچا اور دوسرے چچا کی اَولادیں رہتی ہیں، وہ لوگ اس مکان پر کافی عرصہ سے قابض ہیں، اُن کی اپنی الگ جائیداد ہے، اور الگ جگہیں ہیں؛ لیکن وہ لوگ ہمارے مکان کو خالی نہیں کررہے ہیں۔

اَب دریافت یہ کرنا ہے کہ اُن لوگوں کا ہمارے اِس مکان پر قبضہ کرنا اور خالی نہ کرنا شرعاً کیسا ہے؟ دوسروں کے مکان وغیرہ پر قبضہ کرنے والوں کے بارے میں شریعت میں کیا وعید ہے؟ مکان کے سارے کاغذات منسلک ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر سوال میں ذکر کردہ تفصیل درست ہے تو نعیم اختر اور مہجبیں اَفروز کے مکان پر دوسروں کا قبضہ کرنا اور مالکین کے مطالبہ کے باوجود اُسے خالی نہ کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ اَحادیثِ شریفہ میں جائیداد پر ناحق قبضہ کے متعلق سخت وعیدیں وارد ہیں، ہر مسلمان کو اُن سے ڈرنا چاہئے اور ظلم اور حق تلفی سے باز آنا چاہئے۔

في حديث مروي عن سعيد بن زيد رضي اللّٰه عنه وفيه: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من أخذ شبرًا من الأرض ظلمًا، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين. (صحيح البخاري، بدء الخلق / باب ما جاء في سبع أرضين ٤٥٤/١ رقم: ٣١٩٨، وكذا في مشكاة المصابيح / باب الغصب ٢٥٤ المكتبة الأشرفية ديوبند) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۱/۱۱/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

سرکاری پائپ لائن سے بغیر اجازت پانی لینے کا حکم

سوال (۱۵۴۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آکولہ سے تقریباً ۳۰؍کلومیٹر کے فاصلہ پر پانی کا ایک بہت بڑا ڈیمپ ہے اور اُس ڈیمپ سے پورے شہر میں میونسپلٹی کی طرف سے پانی کے نل ہر گھر میں لگے ہوئے ہیں، اَب دس پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر درمیان میں ایک گاؤں ہے، اُس پر سے گذرتے ہوئے پائپ لائن شہر تک لگی ہوئی ہے، تو درمیان میں واقع گاؤں والوں نے اُس پائپ لائن کو جگہ جگہ سے توڑ کر اپنے یہاں پانی کے وال لگالئے، اور وہ وال ۲۴؍گھنٹے جاری رہتے ہیں، جس کی وجہ سے کئی دفعہ پانی کی قلت بھی ہوئی اور اِسی کے سبب اُس گاؤں کے وال پر میونسپلٹی کی طرف سے پابندی بھی لگائی گئی؛ لیکن اِس کے باوجود اُنہوں نے دوبارہ وال لگالئے۔

لہٰذا دریافت طلب اَمر یہ ہے کہ اس گاؤں والوں کا غیر قانونی طور پر دوسروں کا حق مار کر اِس طرح وال لگانا درست ہے یا نہیں اور اُن کے لئے اُس پانی کا استعمال کرنا، کپڑے دھونا اور کھانے پینے میں استعمال کرنا اور اُس سے وضو کرنا کیسا ہے؟ اور اُس پانی سے روزہ داروں کا افطار کرنا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

نوٹ:- حالاں کہ اس گاؤں کی میونسپلٹی کے پاس گاؤں میں پانی فراہم کرنے کے لئے ایک بڑی رقم سرکار کی طرف سے آئی ہوئی ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- سرکاری محکمہ کی باقاعدہ اجازت کے بغیر مذکورہ پائپ لائن سے غیر قانونی طور پر وال لگاکر پانی حاصل کرنا یہ چوری میں داخل ہے، جو ہرگز جائز نہیں ہے؛ تاہم چوں کہ یہ پانی پاک ہے اِس لئے اُس سے وضو اور غسل اور کپڑا وغیرہ پاک ہوجائے گا اور روزہ کا افطار بھی درست ہوجائے گا؛ لیکن چوری کا وبال اپنی جگہ پر رہے گا جب تک اُس کی قیمت کی اَدائیگی نہ ہو، ذمہ فارغ نہ ہوگا۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰـه عليه وسلم في حديث طويل: …… ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال إمرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، سنن الدار قطني / كتاب البيوع ٢٧/٣ رقم: ٢٨٨٥ مكتبة دار الإيمان سهارنفور، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامنًا. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٦١/١ رقم المادة: ٩٦، قواعد الفقه ١١٠ رقم: ٢٧٠ المكتبة الأشرفية ديوبند، الدر المختار مع رد المحتار / كتاب الغصب ٢٩١/٩ زكريا، ٢٠٠/٦ كراچی، الأشباه والنظائر، الفن الثاني / كتاب الغصب ١٥٧) *فقط واللہ تعالیٰ اعلم*

نهر مغصوب، فجاء إنسان فأراد التوضي أو الشرب منه إن لم يحول الغاصب النهر عن موضعه جاز؛ لأن الناس شركاء في الماء. (الفتاویٰ الولوالجية، كتاب الغصب / الفصل الثاني في التوضي من النهر المغصوبة ٤٠٥/٢ دار الكتب العلمية بيروت)

لو اشتریٰ طعامًا أو كسوةً من مال أصله ليس بطيب فهي في سعة من تناوله والإثم على الزوج. (رد المحتار، كتاب البيوع / باب البيع الفاسد، مطلب: في أحكام زيادة المبيع فاسدًا ٣٢٠/٧ زكريا) *فقط واللہ تعالیٰ اعلم*

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۷/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا سرکاری بجلی کی چوری چوری نہیں ہے؟

سوال (۱۵۴۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا بجلی کی چوری کرنا چوری نہیں ہے، زیادہ تر لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ سرکاری بجلی کی چوری چوری نہیں ہے، جب بجلی کی چوری چوری نہیں ہے تو جب چیکنگ والے

آتے ہیں تو زائد پڑا تار کیوں ہٹاتے ہیں؟ ان کے جانے کے بعد پھر ڈال لیتے ہیں، میٹر سے علیحدہ تار ڈال کر بجلی استعمال کرنا چوری ہے یا نہیں؟ پانچ وقت کے نمازی یہی کہتے ہیں، اِمام صاحب اور بے نمازی بھی یہی کہتے ہیں کہ سرکاری بجلی کی چوری چوری نہیں کہلاتی، جب بجلی چوری نہیں ہے تو میٹر کیوں لگائے ہیں؟ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ناپ تول پوری رکھو، میٹر بھی تو بجلی ناپنے کا ایک ناپ ہے، میٹر سے علیحدہ بجلی استعمال کرنا چوری ہے یا نہیں، بتائیے! اگر چوری ہے تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی جائے یا نہیں؟ اگر چوری ہے تو دل کراہیت کرتا ہے، تفصیل کے ساتھ مطلع فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- بجلی کی چوری قطعاً ناجائز ہے، جو لوگ اِس چوری کو جائز کہتے ہیں وہ غلطی پر ہیں اور کسی اِمام کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ چوری کی تائید کرے، یا اس کی ترغیب دے، اگر ایسی باتوں سے اِمام باز نہ آئے تو اُس کو اِمام بنانا مکروہ ہوگا؛ تاہم جو نماز اُس کے پیچھے پڑھی جائے گی وہ اَدا ہو جائے گی اور اُس کا لوٹانا ضروری نہ ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ۴/۱۷۴)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن الخ. (صحيح مسلم، كتاب الإيمان / باب بيان نقصان الإيمان بالمعاصي الخ ۱/۵۵ رقم: ۱۰۰) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۸/۱/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

❑❖❑

کتابُ الوصایا والفرائض

وصیت کے مسائل

وارثین کے ہوتے ہوئے متروکہ زیور بیچ کر حج بدل کرانے کی وصیت کرنا

سوال (۱۵۴۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری خالہ محترمہ سلطانہ بیگم صاحبہ کا گذشتہ ۲۶/جنوری ۲۰۲۱ء بعمر ۷۱/سال کو انتقال ہوگیا، محترمہ طلاق شدہ تھیں اور ان کے اکلوتے بیٹے محمد بلال کا بھی ۲۰۰۶ء میں لاولد ہونے کی حالت میں ہی انتقال ہوگیا تھا، انتقال کے بعد مرحوم بلال کی زوجہ اپنے میکے چلی گئی تھیں اور اُنھوں نے دوسرا نکاح کرلیا اور محمد بلال کے ذاتی ترکہ کا شرعی اعتبار سے بٹوارہ ہوگیا۔

میری اور محمد بلال مرحوم کی پرورش خالہ صاحب کے یہاں ایک ساتھ ہی ہوئی اور ہم دونوں ساتھ میں ہی کاروبار کرتے تھے، اس لئے مرحومہ کی کفالت بھی ہم دونوں کے ذمہ تھی، مرحوم بلال کے انتقال کے بعد بھی کیوں کہ میں خالہ کے ساتھ ہی رہا اور مرحومہ کا جملہ خرچ اور خدمت بھی صرف میرے ہی ذمہ رہی، جسے میں نے الحمد اللہ آخر تک نبھایا بھی؛ اِس لئے گھر میں میرے ذاتی خرچ سے خریدا ہوا سامان جو میری فیملی اور مرحومہ مشترکہ طور پر استعمال کرتے رہے ہیں اور کچھ خالہ کا ذاتی سامان ہے۔

مرحومہ نے اپنی زندگی کے آخری سال میں اپنا کچھ زیور اپنی مرضی سے فروخت کیا تھا، جس سے ملا ہوا پیسہ مرحومہ کی مرضی کے مطابق ان کے علاج ومعالج اور تکفین وتدفین پر صرف ہوا باقی تھوڑا بچا ہوا پیسہ میرے پاس محفوظ ہے۔

مرحومہ نے اپنی حیات میں ہی کچھ ان کا ذاتی ملک اور کچھ ہمارا مشترکہ سامان وغیرہ تقسیم کر دیا تھا جس میں مجھے کبھی کوئی اعتراض نہیں رہا۔

مرحومہ معذور تھیں اور حج کرنے کی خواہش رکھتی تھیں؛ لیکن اکیلے نہیں جاسکتی تھیں وہ اپنا زیور فروخت کر کے حج کرنے کو کہتی تھیں؛ لیکن زیور اتنا نہیں تھی کہ دو لوگ حج کر سکیں؛ اس لئے وہ مجھ سے اکثر کہتی تھیں کہ میرے انتقال کے بعد میرا زیور فروخت کر کے میرا حج کرا دینا؛ لیکن فی الوقت (اندازاً) ایک فرد کے حج کے لئے بھی اثاثہ نہیں ہے۔

مرحومہ نے اپنے وفات پر تین سگے بھائی اور ایک سگی بہن چھوڑے ہیں۔

مندرجہ بالا تفصیلات کے پیش نظر دریافت یہ کرنا ہے کہ:

(۱) مشترکہ استعمال کئے جانے والے ساز وسامان کا کیا شرعی حکم ہے؟ کیا یہ سامان بھی مرحومہ کے ترکہ میں شمار ہوگا؟

(۲) مرحومہ نے اپنی زندگی میں جو کچھ تقسیم کر دیا اس کا کیا شرعی حکم ہے؟

(۳) مرحومہ کی خواہش کے مطابق زیور فروخت کر کے مرحومہ کا حج کرایا جانا چاہئے یا یہ مال وارثانِ میں تقسیم ہوگا اور یہ ذمہ داریاں کس کو سونپی جائیں گی؟

(۴) مرحومہ کا ترکہ کن کن لوگوں میں اور کس طرح تقسیم ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱) جو سامان آپ نے اپنی ذاتی رقم سے گھر میں استعمال کے لئے خریدا ہے وہ آپ کی ملکیت میں ہے، اُسے خالہ مرحومہ کے ترکہ میں شامل نہیں کیا جائے گا۔

وما یصلح لهما نحو الدار والخادم. وفي الخانية: والعبد والفرش والستور والغنم والسائمة فهو للرجل. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب النكاح / الفصل العشرون، نوع منه في اختلافهما في متاع البيت ٢٩٣/٤ رقم: ٦٢٣٠ زكريا)

(۲) جو سامان مرحومہ نے آپسی رضا مندی سے تقسیم کردیا وہ قبضہ کرنے والوں کی ملکیت میں آگیا، اُس میں بھی وراثت جاری نہ ہوگی۔

وتتم الهبة بالقبض الكامل. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الهبة ٤٩٣/٨ زكريا، ٦٩٠/٥ كراچی، شرح المجلة لسليم رستم باز ٤٦٢ رقم المادة: ٨٣٧ كوئٹه، ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر / كتاب الهبة ٤٨٩/٣ مكتبة فقيه الأمة ديوبند)

(۳) مرحومہ کی خواہش کے مطابق ان کے کل متروکہ مال کے تہائی حصہ کے بقدر رقم سے ان کا حج بدل کرایا جائے گا، اگر وہ رقم سامان سے حج کے لئے کافی نہ ہو تو کسی معتبر ذریعہ سے سعودی عرب میں مقیم کسی شخص سے حج بدل کرادیا جائے اور ترکہ کی مابقیہ دو تہائی رقم وارثین کے درمیان تقسیم ہوگی۔

ومنها أن يحج عنه من ثلث ماله الخ، لأن الوصية تنفذ من الثلث الخ. (البحر العميق، الباب الثامن عشر في الحج عن الغير / الفصل الثاني الحج عن الميت الذي فاته الحج في عمره ٢٣٥٦/٤ مؤسسة الريان المكتبة المكية)

هذا إذا كان ثلث ماله يكفي لذلك، أما إذا كان لا يكفي فمن حيث يبلغ. (البحر العميق، الباب الثامن عشر في الحج عن الغير / الفصل الثاني الحج عن الميت الذي فاته الحج في عمره ٢٣٦٦/٤ مؤسسة الريان المكتبة المكية)

مرحومہ کا ترکہ ۷؍ برابر سہام میں تقسیم ہوکر ہر بھائی کو ۲-۲ اور بہن کو ایک حصہ ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱؍۷؍۱۴۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹے کے حصہ کی پوتے کے لئے وصیت کرنا

سوال (۱۵۴۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: خوشی احمد مرحوم کے چھ بیٹے شکیل احمد، شریف احمد، کفیل احمد، جمیل احمد، ہلال احمد، کمال احمد اور دو بیٹیاں: خوش نصیب، خوش حبیب تھے۔

خوشی احمد مرحوم کی زندگی میں ان کے ایک بیٹے شکیل احمد کا انتقال ہو گیا تھا، شکیل احمد کے ایک بیٹے عقیل احمد ہیں، شکیل احمد کے انتقال کے بعد اُن کی بیوی کا نکاح خوشی احمد کے دوسرے بیٹے شریف احمد کے ساتھ ہو گیا، بعد میں شریف احمد کا بھی انتقال ہو گیا۔

خوشی احمد مرحوم نے اپنے بیٹے شکیل احمد کے انتقال کے بعد تمام وارثین سے کہہ دیا تھا کہ میرے بیٹے شکیل احمد کا حصہ میرے پوتے عقیل احمد کو دے دیا جائے ورنہ آپ لوگ معاوضہ دار ہوں گے؛ چناں چہ جب بعد میں خوشی احمد کے انتقال کے بعد مکان کا بٹوارہ ہوا، جس میں تمام بیٹوں کو ۵۰-۵۰ رگز زمین ملی، سوائے کفیل احمد کے کہ اُنہوں نے اپنے حصہ کے پیسے لے لئے تھے، چچاؤں نے عقیل احمد کو بھی ۵۰ رگز دیا۔

اَب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ خوشی احمد مرحوم کے پوتے عقیل احمد کو اپنے والد کا حصہ مل گیا اور اُن کے سوتیلے بہن بھائیوں کو اپنے والد کا حصہ مل گیا، تو اب عقیل احمد کے سوتیلے بھائیوں کا کہنا یہ ہے کہ عقیل احمد کو اپنے والد کی ۵۰ رگز زمین کے بجائے ۲۵ رگز زمین ملے گی؛ کیوں کہ اس کے والد کا انتقال دادا کے سامنے ہو گیا تھا، باقی ۲۵ رگز ہمیں ملے گی، تو کیا سوتیلے بھائیوں کا اس طرح کہنا صحیح ہے؛ جب کہ چاروں بھائی (عقیل احمد و سوتیلے بھائی) اسی ۱۰۰ رگز کے مکان میں رہتے ہیں، کیا واقعی ۲۵ رگز پر سوتیلے بھائیوں کا حق بنتا ہے، قرآن وسنت کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

نوٹ:- دادا کی طرف سے دی ہوئی زمین چچاؤں نے بھی اپنی رضامندی سے عقیل احمد کو دے دیا تھا اور قبضہ و دخل بھی دے دیا تھا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیرِ صحتِ سوال مرحوم خوشی احمد کا اپنے پوتے

عقیل احمد کے بارے میں یہ وصیت کرنا کہ انتقال کے بعد اُس کے مرحوم بیٹے شکیل احمد (جو عقیل کے والد تھے) کو ملنے والا حصہ (اگر وہ باحیات ہوتا) عقیل احمد کو دیا جائے'' یہ وصیت شرعاً معتبر ہے؛ کیوں کہ عقیل احمد خوشی احمد کا شرعی وارث نہیں بن رہا ہے، نیز شکیل احمد کا حصہ؛ متروکہ تہائی مال سے یقیناً کم ہے، اِس لئے یہ وصیت شرعاً نافذ مانی جائے گی اور چچاؤں کی رضا مندی سے عقیل احمد نے جس ۵۰ رگز زمین پر قبضہ کرلیا ہے، وہ زمین صرف اسی کی ملکیت ہوگی، اس میں اُس کے ماں شریک بھائی بہنوں کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

وتصح الوصية بالثلث للأجنبي وإن لم يجيزوا؛ لقوله عليه السلام: إن اللّٰه تصدق عليكم بثلث أموالكم في آخر أعماركم زيادة لكم في أعمالكم فضعوها حيث شئتم، وقال: حيث أحببتم وللإجماع على ذلك. (مجمع الأنهر / كتاب الوصايا ٤/٤١٩ دار الكتب العلمية بيروت)

ولا يجوز لأحدهما أن يتصرف في نصيب الآخر إلا بأمره، وكل واحد منهما كالأجنبي في نصيب صاحبه. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الشركة / الباب الأول في بيان أنواع الشركة ٢/٣٠١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۱۱/۱۴۳۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وارث کے نام وصیت اور فرماں بردار بیٹے کیلئے ہبہ میں تخصیص کرنا

سوال (۱۵۴۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کے دو بیٹے ہیں، ایک فرماں بردرا، دوسرا لاپرواہ نافرمان، کیا یہ شخص اپنی جائیداد مال سب کچھ یا کچھ حصہ اپنے فرماں بردار اور خدمت گذار بیٹے کے نام کرسکتا ہے؛ جب کہ دوسرے کا حق جو اُس کو قرآن مجید نے دیا ہے متأثر ہورہا ہے یا پھر مسجد یا مدرسہ میں لگاسکتا ہے، جس سے حق دار محروم ہوجائیں یا تہائی سے زیادہ کی وصیت کرسکتا ہے؟ اُن کو جو پہلے ہی سے اُس کے ترکہ میں حق دار ہیں؛ جب کہ ایک مسلم نہ اپنی مرضی سے جس طرح چاہے مال

کما سکتا ہے اور نہ جس طرح چاہے خرچ کرسکتا ہے، تفصیل سے ارشاد فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اَولاد یا کسی بھی وارث کے لئے وصیت کرنے کا شرعاً اعتبار نہیں ہے؛ لیکن زندگی میں مورث اپنے مال کا خود مالک اور متصرف ہے، اُس کو چاہئے کہ بلاوجہ اَولاد کے درمیان ہبہ کرنے میں تفریق نہ کرے؛ لیکن اگر وہ فرماں برداری کی بنا پر خدمت گذار بیٹے کو اپنا مال دے کر قابض ومالک بنادے اور نافرمان بیٹے کو نہ دے تو اِس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ اور قرآن مجید میں وارثین کا جو حق بیان کیا گیا ہے، اُس کا تعلق زندگی سے نہیں ہے؛ بلکہ وفات کے بعد چھوڑے ہوئے مال سے ہے۔

اور اگر کوئی شخص فقراء یا مسجد یا مدرسہ کے لئے اپنے مال کی وصیت کرتا ہے تو صرف تہائی حصہ میں نافذ ہوگی، اس سے زیادہ میں مستحق بالغ وارثین کی اجازت کے بغیر نافذ نہ ہوگی۔

عن أبي أمامة الباهلي رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن اللّٰه تبارك وتعالىٰ قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارثٍ. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لـوارثٍ ٣٢/٢ رقم: ٢١٢٠، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ٣٩٦/٢ رقم: ٢٨٧٠، سنن النسائي، كتاب الوصايا / باب إبطال الوصية للوارث ١١٣/٢ رقم: ٣٦٤٠)

وعلى جواب المتأخرين لا بأس بأن يعطي من أولاده من كان عالمًا متأدبًا ولا يعطي منهم من كان فاسقًا فاجرًا. (مجمع الأنهر / كتاب الهبة ٣٥٨/٢ دار الكتب العلمية بيروت)

لا تصح بما زاد على الثلث الخ. (البحر الرائق / كتاب الوصايا ٢١٣/٩ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۴/۴/۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کسی ایک وارث کے حق میں ساری جائیداد کی وصیت کرنا

سوال (۱۵۴۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) کیا کوئی مسلمان اپنے بہت سے وارث ہوتے ہوئے، اُن کی مرضی کے بغیر کسی ایک دو کے حق میں وصیت کرسکتا ہے؟

(۲) کیا کوئی مسلمان اپنی ساری جائیداد اور مکان کی مکمل وصیت کرسکتا ہے؟ اگر کرے تو کیا شرعاً جائز ہوگی یا ناجائز؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱) شریعت کی نظر میں مورث کی طرف سے وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ نے اِرشاد فرمایا ہے کہ:

إن اللّٰه تبارک وتعالیٰ قد أعطی کل ذي حق حقه فلا وصیة لوارثٍ.

(سنن الترمذي، أبواب الوصایا / باب ما جاء لا وصیة لوارثٍ ۳۲/۲ رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، کتاب الوصایا / باب ما جاء في الوصیة للوارث ۳۹۶/۲ رقم: ۲۸۷۰، سنن النسائي، کتاب الوصایا / باب إبطال الوصیة للوارث ۱۱۳/۲ رقم: ۳۶۴۰)

(۲) غیر وارث کے لئے صرف تہائی مال میں وصیت جائز ہے، اس سے زیادہ میں وارثین کی رضامندی اور اجازت کے بغیر وصیت نافذ نہیں ہوگی۔

وتجوز بالثلث لأجنبي وإن لم یجز الوارث ذلک لا الزیادة علیه، إلا أن تجیز ورثته بعد موته وهم کبار الخ. (رد المحتار / کتاب الوصایا ۳۳۹/۱۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۱/۲/۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر شادی شدہ لڑکی کے لئے زیور کی وصیت کرنا

سوال (۱۵۴۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: میری والدہ محترمہ کے انتقال کو ۳۰ ؍سال ہو گئے، ایک بہن کو چھوڑ کر سب بھائی بہن شادی شدہ ہیں، والدہ نے انتقال سے پہلے جو زیور چھوڑا تھا، اس میں غیر شادی شدہ بہن کا نام لے کر کہا تھا کہ فلاں چیز اس کو دیدینا اور باقی بہن بھائی کر لینا، تو کیا یہ ان کی وصیت ہوگئی؟ اس کا پورا کرنا ضروری ہے اور جو باقی زیور ہے اس میں اس بہن کا حصہ (ورثہ) پر ہے کہ نہیں؟ مہربانی کر کے جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں والدہ مرحومہ نے غیر شادی شدہ بیٹی کے لئے جس زیور کی وصیت کی تھی وہ شرعاً معتبر نہیں ہے اور اُصولاً پورے زیور میں سبھی وارثین کا حق ہے؛ البتہ اگر مرحومہ کے سبھی وارثین بخوشی والدہ کی وصیت کے مطابق اپنی بہن کو مذکورہ چیزیں دے دیں اور مذکورہ بہن بقیہ زیور سے اپنا حق ساقط کرے تو ایسا بھی کر سکتے ہیں۔

عن أبي أمامة الباهلي رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن اللّٰه تبارك وتعالىٰ قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارثٍ. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارثٍ ۳۲/۲ رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ۳۹۶/۲ رقم: ۲۸۷۰، سنن النسائي، كتاب الوصايا / باب إبطال الوصية للوارث ۱۱۳/۲ رقم: ۳۶۴۰)

ولا تجوز الوصية للوارث عندنا إلا أن يجيزها الورثة. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوصايا / الباب الأول ۹۰/٦)

التخارج والمراد به ههنا أن يصالح الورثة على إخراج بعضهم عن الميراث بشيء معلوم من التركة وهو جائز عند التراضي. (شريفية: ۸٦) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۶/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

ماموں کا بھانجی اور اس کے شوہر کے لئے اپنے گھر کی وصیت کرنا

سوال (۱۵۴۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے اور میری اہلیہ کے ایک ماموں تھے جن کا اب انتقال ہو چکا ہے، انہوں نے شادی نہیں کی تھی، اور اپنی زندگی میں انہوں نے ہمیں اپنے گھر رہنے کی اجازت دی تھی؛ چناں چہ ایک سال سے ہم ان کے گھر میں ان کے ساتھ ہی رہتے تھے، وہ یہ کہتے تھے کہ میرا یہ گھر میرے بعد تمہارا ہے، یہ بات انہوں نے اپنے ورثہ اور دیگر رشتہ داروں کے سامنے بھی کہی ہے، اب سوال یہ ہے کہ ان کے انتقال کے بعد اس گھر میں (چوں کہ تقریباً ساٹھ گز کا ہے) شرعی اعتبار سے کیا حق بنتا ہے، کیا یہ مکان میری اہلیہ کی ملک ہوگا یا نہیں؟ جب کہ وہ زندگی میں میری اہلیہ کو دینے کو کہتے تھے، یاد رہے کہ مرحوم کی اس گھر کے علاوہ بھی ۱۵۰ر بیگھہ کا باغ بھی ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- سوال میں ذکر کردہ تفصیل اگر درست ہے اور مذکورہ ماموں کی طرف سے آپ کی اہلیہ کے لئے ۶۰۰ر گز مکان کی وصیت ثابت ہے تو اس مکان کی موجودہ قیمت لگائی جائے اور مرحوم کے کل ترکہ بشمول ۱۵۰ر بیگھہ باغ ونقد روپئے وغیرہ ان سب کی قیمت شامل کر کے اگر مکان کی قیمت ایک تہائی یا اس سے کم رہتی ہے تو شرعاً یہ وصیت نافذ ہو جائیگی اور آپ کی اہلیہ اس مکان کی مالکہ قرار پائیں گی۔

فإن كانت الوصية بعين تعتبر من الثلث وتنفذ ...... والحاصل: أنه لا خلاف في تقديم الوصي بعين كالدار والثوب مثلا. (رد المحتار م كتاب الفرائض ۱۰/٤٩٦ زكريا)

ثم تصح الوصية لأجنبي من غير إجازة الورثة كذا في التبيين: ولا تجوز بما زاد على الثلث إلا أن يجيزه الورثة بعد موته. (الفتاویٰ الهندية/ كتاب الوصايا / الباب الأول في تفسيرها وشرط جوازها وحكمها ٦/٩٠) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۷/۳/۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

میراث سے متعلق مسائل

تقسیم میراث کا ذمہ دار کون ہے؟

سوال (۱۵۵۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میراث کی تقسیم کا ذمہ دار کون ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مورث کے انتقال کے بعد اس کے ترکہ میں جو بھی متصرف ہو اُس پر تقسیم کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ حسب حصص شرعیہ سب حق داروں کے حصے الگ الگ کردے؛ تاکہ کسی کی حق تلفی نہ ہو، اور اگر کچھ وارثین گھر پر رہتے ہوں اور کچھ باہر ہوں تو مل بیٹھ کر آپسی رضامندی سے ہر ایک کا حصہ متعین کرلینا چاہئے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ وسعت والے وارثین دیگر وارثین سے اُن کا حصہ مناسب قیمت سے خریدلیں، بہرحال جو بھی صورت ہو آپسی رضامندی سے ہونی چاہئے۔

عن أبي أمامة الباهلي رضي اللّٰه عنه يقول: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: الزعيم غارم، والدين مقضي. (سنن ابن ماجة، كتاب الصدقات / باب الكفالة رقم: ٢٤٠٥)

وفي حاشية السندي: قوله: الزعيم أي الكفيل غارم أي ضامن، مقضي أي يجب قضاءه ولا يسوغ الإمهال والتسامح في أمره. (حاشية السندي على سنن ابن ماجة، كتاب الصدقات / باب الكفالة ٧٤/٢ دار الجيل بيروت)

لأن المالك ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص. (الموسوعة الفقهية ٢٩/١٤ الكويت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۲/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا تقسیم میراث میں تاخیر کی کوئی حد ہے؟

سوال (۱۵۵۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تقسیم میراث میں کتنی تاخیر کی گنجائش ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- تقسیم میراث میں تاخیر کی کوئی حد شرعاً متعین نہیں ہے؛ لیکن چوں کہ تاخیر میں حق تلفی کا شدید اندیشہ ہے، نیز ہر وارث کو اپنے حصے کے مطالبے کا حق حاصل ہے؛ اِس لئے بلا وجہ تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔

عن سلمان الفارسي رضي الله عنه مرفوعًا قال: فأعط كل ذى حق حقه. (صحيح البخاري، كتاب الصوم / باب من أقسم على أخيه ليفطر في التطوع رقم: ١٩٦٨)

مات وترك امرأة بها حبل فإن كانت الولادة قريبة ينتظر لتقع القسمة عن علم، وإن لم تكن قريبة فلا ينتظر؛ لأن في ذلك تاخيرًا. خزانة المفتيين في القسمة. (واقعات المفتيين / كتاب القسمة ٣٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۲/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا تقسیم میراث میں تاخیر سے مرحوم کو کوئی پریشانی ہوتی ہے؟

سوال (۱۵۵۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تقسیم میراث میں بلا کسی شرعی وقانونی عذر کے تاخیر کرنے پر کیا مرحوم کو کوئی تکلیف

وپریشانی لاحق ہوسکتی ہے؟ حضرت مفتی صاحب سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - اگر وارثین تقسیم میں تاخیر کریں تو اُن کی اِس کوتاہی کی وجہ سے میت کو تکلیف ہونے کی بات بے اصل ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرىٰ﴾ [بني اسرائيل، جزء آيت ۱۵]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۲/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تقسیم وراثت میں تاخیر سے حق ضائع ہونے کا ذمہ دار کون؟

سوال (۱۵۵۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تقسیم میراث میں تاخیر کرنے پر جن لوگوں کا حق ضائع ہو رہا ہے، اِس کا ذمہ دار کون ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - اگر تقسیم میں تاخیر سے حق تلفی ہو رہی ہو تو جو شخص بھی تقسیم میں بلا وجہ رکاوٹ ڈالے اُسی سے عند اللہ مؤاخذہ ہوگا۔

المستفاد: عن سليمان بن موسىٰ رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من قطع ميراثًا فرضه اللّٰه، قطع اللّٰه ميراثه من الجنة.

(سنن سعيد بن منصور، تحقيق: المحدث حبيب الرحمن الأعظمي / باب من قطع ميراثًا فرضه اللّٰه ۹٦/۱ رقم: ۲۸۵-۲۸٦ دار السلفية الهند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۲/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مورث کے انتقال کے کتنے دن بعد اُس کی میراث تقسیم ہونی چاہئے؟

سوال (۱۵۵۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی مورث کے انتقال کے کتنے دن بعد مرحوم کی میراث تقسیم کرنی چاہئے؟ آپ سے درخواست ہے کہ مسئلہ کی مکمل وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مورث کے انتقال کے بعد جلد از جلد میراث کی تقسیم کا عمل انجام دے دینا چاہئے؛ تاکہ ہر حق دار کو اُس کا حق پہنچ جائے اور وہ اُس سے مستفید ہوسکے؛ اِس لئے کہ تقسیم میراث میں تاخیر کی وجہ سے بعد میں بہت سے مفاسد رونما ہوجاتے ہیں، اور بسا اَوقات قطع رحمی تک کی نوبت آجاتی ہے؛ اِس لئے اِس معاملے میں حتی الامکان جلدی کرنا افضل ہے۔

عن سلمان الفارسي رضي اللّٰه عنه مرفوعًا قال: فأعط كل ذى حق حقه. (صحيح البخاري، كتاب الصوم / باب من أقسم على أخيه ليفطر في التطوع رقم: ١٩٦٨)

عن ابن عباس رضي اللّٰه تعالىٰ عنهما عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: ألحقوا الفرائض بأهلها. (صحيح البخاري، كتاب الفرائض / باب ميراث الولد من أبيه وأمه رقم: ٦٧٣٢)

وفي رواية روح ابن القاسم عن ابن طاؤس: أقسموا المال بين أهل الفرائض على كتاب اللّٰه، أي على وفق ما أنزل في كتابه. (فتح الباري شرح صحيح البخاري، كتاب الفرائض / باب ميراث الولد من أبيه وأمه ١١/١٢ تحت رقم: ٦٧٢٣ دار المعرفة بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۲/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹے کی طرف سے ماں کو ہدیہ میں دئے گئے زیور میں وراثت کا حکم؟

سوال (۱۵۵۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے اپنی والدہ کو سونے کا زیور پیش کیا، والدہ نے کہا میرے مرنے کے بعد یہ زیور تم ہی لے لینا، اُس نے کہا ٹھیک ہے، آپ کے بعد یہ زیور میرے بچوں کے پاس رہے گا۔ اَب سوال یہ ہے کہ والدہ نے اپنے بیٹے سے جو زیور لیا ہے یہ ہبہ کہلائے گا یا عاریت ہے؟ اور پھر اُن کی وفات کے بعد یہ وصیت رہے گی یا اس میں وراثت جاری ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں زیور پیش کرنے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا، اگر اُس نے ہبہ کی نیت سے زیور دیا ہے تو موہوبہ زیور پر والدہ کی ملکیت مانی جائے گی اور اُنہوں نے واہب کے بچوں کو اپنی وفات کے بعد دینے کی جو بات کہی ہے وہ وصیت پر محمول ہوگی، جو حسبِ ضابطہ پوتوں اور پوتیوں کے حق میں نافذ ہوگی۔ اور اگر یہ زیور ہبہ کی نیت کے بغیر والدہ کو دیا گیا ہے تو یہ عاریت پر محمول ہوگا اور والدہ کی وفات کے بعد واہب کی طرف لوٹ آئے گا، والدہ کے دیگر ورثہ کا اُس میں حق نہ ہوگا؛ لہٰذا واہب سے اُس کی نیت کے بارے میں تحقیق کرلی جائے۔

ومنحتک بمعنی أعطیتک ثوبي أو جاریتي هذه الخ، إذا لم یرد به بمنحتک وحملتک الهبة؛ لأنه صریح فیفید العاریة بلا نیة والهبة بها أي مجازًا (الدر المختار) وإن أراد به الهبة أفاد ملک العین وإلا بقي علی أصل وضعه. (الدر المختار مع رد المحتار / کتاب العاریة ۱۲/ ۵۱۴-۵۱۵ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۳/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کمپنی کی ملکیت کس ریٹ کے اعتبار سے تقسیم کی جائے؟

سوال (۱۵۵۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کمپنی کی بک کے حساب سے ملکیت دو کروڑ روپئے ہے؛ مگر آج کی مارکیٹ کے حساب سے صحیح مقدار لگ بھگ ساڑھے تین کروڑ یا اُس سے زائد ہے، اِس صورت میں حصہ کے وقت بک کی مقدار یا اِس وقت کی مارکیٹ کی مقدار کس بناء پر حصہ ہونا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- تقسیم کے وقت جو مارکیٹ ریٹ ہوگا اُسی اعتبار سے کمپنی کی ملکیت تقسیم کی جائے گی۔

المستفاد: دفع لآخر مالا أقرضه نصفه وعقد الشركة في الكل فشرى أمتعة فطلب رب المال حصته إن لم يصبر لنضّه أخذ المتاع بقيمة الوقت.

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الشركة / مطلب: إذا قال الشريك استقرضت ألفا فالقول له ٦/٥١٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۱۰/۱۴۳۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

تقسیم جائیداد کے وقت کس قیمت کا اعتبار ہوگا؟

سوال (۱۵۵۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نصیر احمد کے انتقال کو ۱۵/ سال ہوگئے، مرحوم کی کچھ پراپرٹی پرتاپ گڈھ میں ہے، جس کو اپنی حیات میں اپنے چھ بیٹوں کے درمیان تقسیم کردی تھی ایک دوسری پراپرٹی ہے جو گجرات میں ہے اور اس پراپرٹی میں تین روم بنے ہوئے تھے، ایک کے اوپر لینٹر پڑا ہوا تھا اور دو کے اوپر ٹین شیڈ پڑے ہوئے تھے، ہمارے والد نصیر احمد مل میں ملازمت کرتے تھے اور اس

پراپرٹی کے دو کمروں میں رہائش اختیار کئے ہوئے تھے اور ایک کمرہ کرائے پر دے رکھا تھا اور ۶؍ بیٹوں میں سے دوسرے نمبر کے بیٹے اقبال احمد نے اس پراپرٹی پر قبضہ کرلیا اور اُس کے اُوپر سلائی مشین کارخانہ لگانے لگا، تو والد نے کہا کہ اگر تم اس پر تعمیر کروگے تو دوسرے وارثین کے حق کا کیا ہوگا تو اقبال احمد نے والد صاحب کو یہ جواب دیا تھا کہ میں ان کا حق نہیں ماروں گا اور ان کو ان کا حق دے دیا جائے گا، جب دوسرے بھائی اس سے مطالبہ کے لئے گئے تو اقبال احمد نے ان کو بھگا دیا اور آج تک ان کو حق نہیں دیا پھر اقبال احمد نے اس کارخانے سے دیگر پراپرٹی بھی بنائی ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ اس پراپرٹی سے بنائی گئی دیگر تعمیر میں دوسرے بھائیوں کا حصہ ہے یا نہیں؟ اور اقبال احمد نے جو خرچ کیا ہے وہ خرچ دیگر بھائیوں کے ذمہ ہے یا نہیں اور اگر والد کے مکان کی قیمت لگائی جائے، تو آج کے حساب سے لگائی جائے یا والد کی حیات کے اعتبار سے واضح جواب مطلوب ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مرحوم نصیر احمد کی گجرات والی جائیداد ان کی وفات کے وقت جس حالت میں تھی اس کی موجودہ قیمت لگا کر سبھی وارثین کے درمیان حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم کی جائے گی اور اس جائیداد میں جو کمرہ کرائے پر دے رکھا تھا، اس کا حاصل شدہ کرایہ بھی ترکہ میں شامل ہوکر سب وارثین میں تقسیم ہوگا، بہرحال اس جائیداد پر کسی ایک وارث کا اکیلے قبضہ کرنا درست نہیں ہے؛ بلکہ سب حق داروں کو ان کا حصہ دینا لازم ہے، البتہ نصیر احمد کے دوسرے بیٹے اقبال احمد نے اس جگہ پر اپنی رقم سے کارخانہ لگا کر جو آمدنی حاصل کی یا جو مزید جائیدادیں خریدیں ان کا صرف اقبال احمد ہی مالک ہے، ان میں دیگر بھائیوں کا کوئی حق نہیں ہے۔

لو تصرف أحد الورثة في التركة المشتركة وربح فالربح للمتصرف وحده، كذا في الفتاویٰ الغياثية. (الفتاویٰ الهندية / الباب السادس في المتفرقات ۳٤٦/۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۲/۵/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میت کے کپڑوں کا صدقہ کرنا

سوال (۱۵۵۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کا انتقال ہوگیا، ورثہ میں ایک نابالغ لڑکا اور بیوی ہے، تو اُس شخص کے کپڑوں کو صدقہ کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں چوں کہ وارثین میت کا نابالغ بیٹا ہے؛ لہٰذا میت کے کپڑوں کو صدقہ نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ اُنہیں مناسب قیمت پر فروخت کرکے اُن کی قیمت وارثین میں حسبِ حصص شرعیہ تقسیم کی جائے گی۔

لا یجوز أن یهب شیئًا من مال طفله ولو بعوض؛ لأنها تبرع ابتداءً. (قرة عیون الأخیار تکملة رد المحتار علی الدر المختار / کتاب الهبة ۱۲/۶۰۸ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۳/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

میت کی ذاتی مستعمل چیزوں کی تقسیم کا طریقہ

سوال (۱۵۵۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میت کی ذاتی استعمال کی چیزیں مثلاً موبائل، گھڑی، کپڑے وغیرہ اسی طرح گھریلو استعمال کی چیزیں جیسے برتن، بستر وغیرہ کی تقسیم کا کیا طریقہ کار ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- بہتر یہ ہے کہ اِن سب اشیاء کی معتدل قیمت لگا کر انہیں وارثین کے درمیان حسبِ حصص شرعیہ تقسیم کیا جائے اور اگر سب ورثہ بالغ ہوں تو آپسی رضامندی سے بھی تقسیم کرسکتے ہیں۔

إن أعيان المتوفیٰ المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم. (شرح المجلة ۱/ ۶۱۰ رقم: ۱۰۹۲)

ويقوم البناء ويفرز كل نصيب بطريقه وشربه. (الدر المختار، كتاب القسمة / مطلب: في الرجوع عن القربة ۹/ ۳۸۱ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۳/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

مشترکہ کاروبار سے خریدی گئی جائیدادوں کی تقسیم کا حکم

سوال (۱۵۶۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چھ بھائیوں نے جوائنٹ فیملی میں رہتے ہوئے اور جوائنٹ کاروبار کرتے ہوئے جائیدادیں خریدیں، یہ جائیدادیں کچھ وراثتی اور کچھ مشترکہ خریدی گئی ہیں، مگر سب جائیدادوں پر سب کا برابر کا حصہ ہے، عرصہ دس سال سے سب بھائیوں نے اپنا اپنا کاروبار الگ کرلیا ہے، اب سب الگ ہی رہ رہے ہیں، اب ان موروثی اور مشترکہ جائیدادوں کو تقسیم کرنے کے سبب آپس میں اختلاف کرنے کی وجہ سے دو تین آدمیوں کو ثالثی مقرر کرلیا ہے، جو دین دار ایمان دار پڑھے لکھے، کوالی فائی اور صاحب مسند ہیں، ان چھ بھائیوں نے ان پر اعتماد کا اظہار کیا ہے کہ یہ لوگ شرعی اُصول وضوابط کے اعتبار سے تقسیم کریں گے؛ لیکن بٹوارے کی رضامندی پانچ بھائیوں نے دے دی ہے، ایک بھائی مثلاً زید نے اپنی منظوری نہیں دی ہے، زید کہتا ہے کہ بقیہ پانچوں بھائی مجھے اتنی رقم مثلاً ایک ایک لاکھ روپئے دیں گے تو منظوری دوں گا، اب ثالثی حضرات یہ کہتے ہیں کہ جب تک زید منظوری نہ دے: چاہے تحریری دے یا زبانی کہہ دے، ہم کیسے ثالثی بنیں؟ اور جائیداد کو کیسے تقسیم کردیں؟ اور شریعت کے اصول وضوابط کے مطابق جائیداد تقسیم ہونی چاہئے، پوچھنا یہ ہے کہ ثالثی حضرات نے اگر زید کے منظوری نہ دینے پر بھی شریعت کے

قاعدے کے مطابق جائیداد چھ بھائیوں میں تقسیم کردی تو یہ تقسیم صحیح ہوگی یا نہیں؟ نافذ العمل ہوگی یا نہیں؟ مسئلہ کی مکمل وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- یہاں دو چیزیں الگ الگ ہیں اول یہ کہ یہ واضح کرنا کہ موروثہ اور مشترک مال میں کس وارث اور شریک کا کتنا شرعی حصہ بنتا ہے تو اس کے لئے کسی ثالث کی ضرورت نہیں؛ بلکہ کسی بھی معتبر عالم یا مفتی سے معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ مشترک مال میں یہ طے کرنا کہ کونسے حصے کا کون مالک رہے گا تو اس کے لئے سب شریکوں کی رضامندی یا قاضی یا ثالث کا فیصلہ ضروری ہے اور متعدد شرکاء ہونے کی صورت میں اگر اکثر شرکاء تقسیم کرنا چاہیں تو بعض شرکاء کے انکار کی وجہ سے تقسیم کے عمل کو روکا نہیں جائے گا، پس مسئولہ صورت میں اگر چھ میں سے کل پانچ شریک معتبر لوگوں کو ثالث بنا کر شرعی حصوں کے مطابق ان سے تقسیم کرائیں اور انکار کرنے والے چھٹے شریک زید کا حصہ بھی الگ کردیں تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں؛ بلکہ ایسا کرنا بہتر ہے تاکہ آئندہ کوئی تنازعہ نہ رہے اور زید کا منظوری دینے کے لئے بقیہ پانچ بھائیوں سے متعینہ رقم کا مطالبہ کرنا محض بے وجہ اور زیادتی کی بات ہے، جس کا اسے کوئی حق نہیں ہے۔

أما قسمة التراضي: فلايشترط فيها انتفاء الضرر، بل الرضا به ممن يقع عليه واحدا كان أو أكثر، حتى لو كانت القسمة ضارة بجميع الشركاء لكنهم رضوا بها فهذا شانهم وحدهم. (الموسوعة الفقهية ۲۱۷/۳۳ الكويت)

وقد يرغب واحد أو أكثر و يأبىٰ غيره، فإذا لجأ الراغب إلى القضاء فإن القاضي يتولى قسمة المال وفق الأصول المقررة شرعا، و تكون القسمة حينئذ قسمة إجبار. (الموسوعة الفقهية ۲۱۵/۳۳ الكويت)

ولو قالوا: اشترينا هذا العقار من فلان وطلب بعضهم القسمة وأبى

البعض فان القاضی یقسم باقراهم عندهما. (خانية على هامش الفتاوىٰ الهندية / كتاب القسمة ١٤٨/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ہبہ جب تک تام نہ ہو مرحوم کے ترکہ میں شامل ہوگا

سوال (۱۵۶۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سلیمان بھائی راوت کا انتقال ہوگیا، اُن کے ورثہ میں ایک لڑکا سلیم اور دولڑکیاں عائشہ اور فاطمہ اور زوجہ حسینہ ہیں، مرحوم نے اپنے ترکہ میں چار مکانات چھوڑے ہیں، جو کرایہ پر دیئے ہوئے ہیں، ان میں سے ایک مکان اپنی حیات ہی میں اپنی بیوی کے نام لکھ دیا تھا؛ لیکن یہ متعین نہیں کیا تھا کہ کون سا مکان ہے، واضح رہے کہ ان چاروں مکانات میں سے تین مکان کا کرایہ مساوی ہے اور ایک مکان کا کرایہ زیادہ ہے اور یہ کرایہ کی ساری رقم باپ کے کھاتے میں جمع ہوتی تھی، کسی ایک مکان کا کرایہ بیوی کے ہاتھ میں نہیں دیا جاتا تھا۔ تو اَب سوال یہ ہے کہ زوجہ کون سے مکان کی مالک بنے گی؟ یا سب مکان بطور وراثت تقسیم ہوں گے؟

(۲) جس عمارت میں مرحوم مقیم تھے، اس میں مرحوم نے اپنے گھر کی پارکنگ میں ایک گھر کرایہ پر دینے کے لئے بنایا تھا اور اپنی وفات سے دوسال پہلے رہائشی مکان اپنے بیٹے سلیم کو لکھ دیا تھا۔ تو اب سوال یہ ہے کہ گھر کے ساتھ پارکنگ میں موجود کرایہ پر دیا ہوا گھر بھی مرحوم کے بیٹے سلیم کو ہی ملے گا یا اس میں دوسرے ورثہ کے لئے بھی حق وراثت جاری ہوگا؟ بیٹا سلیم باپ کے ساتھ ہی ان کی فیملی میں رہا کرتا تھا اور پارکنگ والے مکان کا کرایہ والدین لیا کرتے تھے۔

(۳) مرحوم سلیمان بھائی کا بینک میں اپنی زوجہ کے ساتھ مشترکہ کھاتہ تھا، بیوی کو اس کھاتے میں سے جس وقت چاہے جتنا چاہے پیسہ اٹھانے کا پورا پورا اختیار تھا۔ اَب سوال یہ ہے کہ کھاتہ میں موجود رقوم پر دوسرے وارثین کا بھی حق ہوگا یا تمام رقوم کی زوجہ مالک ہوگی۔

نوٹ:- سوال نمبر ایک میں ایک گھر کا کرایہ ۳۲۵؍ ڈالر ہیں، ما بقیہ تین گھروں کا کرایہ ۲۵۰؍ ڈالر ہیں، ورثہ ان کی تقسیم کس طرح کریں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱) مسئولہ صورت میں چوں کہ مرحوم سلیمان راوت صاحب نے بیوی کے لئے موہوبہ مکان کا تعین نہیں کیا تھا اور حسب تحریر سوال وہ سب مکانوں کا کرایہ بھی خود ہی لیتے رہے، بیوی کو نہیں دیا؛ لہٰذا یہ ہبہ تام نہیں ہوا، اب یہ سب مکان ان کے ترکہ میں شامل ہوکر سبھی وارثین میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم ہوں گے اور ترکہ درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا۔

مسئلہ: ۸، تص: ۳۲

میت

بیوی حسینہ	لڑکا سلیم	لڑکی عائشہ	لڑکی فاطمہ
۱		۷	
۵/۴	۱۴	۷	۷

مرحوم سلیمان راوت کا کل ترکہ ۳۲؍ برابر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔

والقبض لا بد منه لثبوت الملك لقوله عليه الصلاة والسلام: لا تجوز الهبة إلا مقبوضة. (الهداية / أول كتاب الهبة ٢٦٧/٣ المكتبة الأشرفية ديوبند، الفتاویٰ التاتارخانية ٤١٢/١٤ زكريا)

(۲) سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ رہائشی مکان الگ ہے اور پارکنگ میں کرایہ پر دیا ہوا مکان الگ ہے؛ لہٰذا یہ مکان موہوبہ رہائشی مکان میں داخل نہ ہوگا بلکہ وہ مرحوم کے ترکہ میں شامل ہوکر سب وارثین میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم ہوگا۔

إن أعيان المتوفىٰ المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٦١٠/١)

(۳) کھاتے میں موجودہ رقم مرحوم کے ترکہ میں شامل ہوکر وارثین میں تقسیم ہوگی؛ کیوں کہ مشترک کھاتے میں نام ڈالنے سے ملکیت نہیں آتی؛ بلکہ صرف رقم نکالنے کا اختیار ہوتا ہے؛ لہٰذا مرحوم کی بیوی کو چاہئے کہ وہ مذکورہ کھاتہ کی رقم حسبِ حصص شرعیہ وارثین میں تقسیم کریں۔

التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (رد المحتار / كتاب الفرائض ١٠/٤٩٣ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۲/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بائع کی رقم بھی ترکہ سے اَدا کی جائے گی

سوال (۱۵۶۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی زندگی میں کچھ کھیتیاں خریدی تھیں، جس میں ایک کھیت کے سلسلے میں بائع اور مشتری میں کچھ مطالبہ تھا، جس کو زید نے بارہا بائع سے کہا کہ معاملہ رفع دفع کرلیا جائے؛ لیکن بائع کہتا رہا کہ ہوجائے گا، زید اس سلسلے میں پریشان بھی رہا۔ سوئے اتفاق کہ اسی دوران زید کا انتقال ہوگیا، تھوڑے ہی دنوں میں بائع نے اپنے حق کا پرزور مطالبہ کیا، جب کہ زید نے وراثت میں کچھ مال چھوڑا تھا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ مال وارثین میں تقسیم کرنا مقدم ہے یا بائع کا مطالبہ ادا کرنا واجب ہے؛ جب کہ سب کھیتیاں زید نے اپنی زندگی میں اختلاف سے بچنے کے لئے اپنے وارثین میں تقسیم کردیا تھا، اس قرض کی اَدائیگی کی کیا شکل ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں بائع کا جتنا روپیہ میت کے ذمہ باقی رہ گیا ہے، اُس کی اَدائیگی وارثین پر حسبِ حصص شرعیہ لازم ہے۔

ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد. (الدر المختار / كتاب الفرائض ١٠/٤٩٥ زكريا)

لو كانت التركة ثلاثة آلاف والدين ألف وقد قسمت بين ثلاثة بنين يأخذ رب الدين من كل واحد منهم ثلث الألف لو ظفر بهم جملة عند القاضي الخ.

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الدعویٰ / الباب الثاني عشر في دعوى الدين ۱۰۹/٤ کوئٹہ) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۲/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

کل متروکہ رقم باپ کے علاج میں خرچ ہونے کا دعویٰ؟

سوال (۱۵۶۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے انتقال سے قبل ایک یاد داشت تحریر کرائی کہ میرے لڑکے کے پاس ساڑھے سولہ لاکھ روپئے ہیں، اوران میں تمام وارث حسب شرائط شریک ہیں، مگر زید کے لڑکے نے وارثان کو روپئے تقسیم نہیں کئے، اب لڑکا کہہ رہا ہے کہ میں نے وہ روپیہ زید کے علاج میں خرچ کردیا، کیا لڑکے کو وارثان کو روپیہ ادا کرنا چاہئے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ والد نے مذکورہ لڑکے کو جو ساڑھے سولہ لاکھ روپئے دئے تھے وہ بطور قرض تھے، اب یہ رقم اگر لڑکے کے بقول والد کے علاج میں خرچ کی گئی ہے تو علاج سے پہلے والد کے سامنے یا اس کے وارثین کے سامنے اس کا اظہار ضروری تھا کہ میں جو رقم علاج میں خرچ کررہا ہوں وہ قرض میں سے منہا ہوگی، پس اگر خرچ کرنے سے پہلے اس کا اظہار نہ کیا ہو تو بعد میں اس کے دعویٰ کا کوئی اعتبار نہیں؛ لہٰذا علاج میں خرچ کی گئی رقم بیٹے کی طرف سے باپ پر تبرع اور احسان کہلائی جائے گی اور قرض کی رقم ترکہ میں شامل ہوکر حسبِ حصص شرعیہ وارثین کو ملے گی، لڑکے پر لازم ہے کہ وہ سب حق داروں کو ان کا حق پہنچائے۔

المستفاد: وعنده لا يجبر لأبي يوسف أن الحاضر قضى دينًا على الغائب بغير أمره فكان متبرعًا فيه. (تبيين الحقائق، كتاب البيوع / باب المتفرقات ٥٣٨/٤ دار الكتاب العلمية)

وكان متطوعًا بما أدى عن صاحبه؛ لأنه قضى دين غيره بغير أمره فلا يرجع عليه. (الهداية / مسائل منثورة آخر كتاب السلم ١٠٩/٣ مكتبة بلال ديوبند)

وفي الشامية: قوله جهل أربابها: يشمل ورثتهم فلو علمهم لزمه الدفع إليهم؛ لأن الدين صار حقهم. (الدر المختار مع تنوير الأبصار / كتاب اللقطة ٢٨٣/٤ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۷/۵/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دادا نے اپنی بیٹیوں کو حصہ نہیں دیا تو کیا پوتے پر پھوپھیوں کو حصہ دینا واجب ہے؟

سوال (۱۵۶۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عرض یہ ہے کہ میرے دادا کا مکان قدیمی جو رہائش ودو کانات کی شکل میں تحصیل میں تھا، وہ اُنہوں نے میرے والد صاحب کو اُن کی وفاداری اور ذمہ دار کی حیثیت سے دے دیا، والد نے میری پیدائش سے بھی قبل ۱۹۵۳ء کے قریب تعمیر کرایا اور اپنی ضرورتیں پوری کیں اور جیسا کہ مجھے معلوم ہوا کہ میری پھوپھیوں کو اُن کا حصہ دادا اور والد کی طرف سے نہیں ملا۔

آخر میں میرے والد کے انتقال کے بعد اس جائیداد کو والد کے کہنے کے مطابق ہم نے نصفا نصف آپس میں سمجھوتہ کر کے میں اور میری چھ بہنوں نے تقسیم کر کے فروخت کر دیا، نصف مکان کی رقم ۴/لاکھ ہماری بہنوں نے بانٹا اور نصف مکان کے ۴/لاکھ ۴۵/ہزار میرے پاس آئے۔ اَب سوال یہ ہے کہ جیسا کہ سنا کہ دادا نے اپنی حیات میں بیٹیوں کو نہ دیا اور والد صاحب

کو ملنے کے بعد نہ اُنہوں نے اپنی بہنوں کو حق وراثت دیا۔ اب یہ رقم میرے پاس آنے کے بعد جب کہ مکان کا وجود ختم ہوگیا، کیا شرعی اعتبار سے میری پھوپھیوں کا حق بنتا ہے، اور کیا میں اس میں سے دینے کا ذمہ دار ہوں، جب کہ یہ آدھا مکان میرے والد مجھے دے گئے تھے اور اگر یہ میرے ذمہ ہوتا ہے تو مجھے اُن کو کس قدر اَدا کرنا ہوگا۔

۵؍ پھوپھیوں میں سے ۴؍ کی وفات ہوچکی ہے اور ایک حیات ہیں، اب اِس میں ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ والد صاحب کے بعد اور اس مکان کے فروخت ہونے کے بعد جیسا کہ میں نے سنا کہ پھوپھیوں کو نہیں ملا تھا، میں ذہنی طور پر پریشان ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ میرے والد صاحب اور دادا کے اوپر کسی طرح بوجھ نہ رہے، اور میری بھی آخرت سنبھل جائے۔

اَب شکل یہ ہے کہ آمدہ رقم میرے پاس چار لاکھ پینتالیس ہزار اور والد صاحب کی پانچ ہمشیرہ میں سے ۴؍ گذر گئیں، ایک حیات ہیں، باقی آدھا مکان میری ۶؍ بہنیں حصہ لے کر اپنے گھروں کو لے جاچکیں۔ شرعی طور پر رہنمائی فرمائیں تاکہ ذہنی سکون ہو۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- الف: دادا صاحب نے آپ کے والد صاحب کو اپنی زندگی میں جو جائیداد ہبہ کرکے انہیں قابض و مالک بنادیا تھا، اس میں آپ کی پھوپھیوں کا شرعاً کوئی حق نہیں ہے، اگر دادا نے اپنی بیٹیوں یعنی آپ کی پھوپھیوں کو واقعۃً کچھ نہیں دیا تو وہ خود اُس کے ذمہ دار ہیں، آپ یا آپ کے والد صاحب پر شرعاً کوئی ذمہ داری نہیں ہے، اگر آپ اپنی طرف سے پھوپھیوں کو کچھ عطا کریں گے تو وہ آپ کی جانب سے محض تبرع واحسان ہوگا۔

وإن وهب ماله كله لواحد جاز قضاءً وهو آثم، كذا في المحيط. (البحر الرائق، كتاب الهبة / فروع يكره تفضيل بعض الأولاد الخ ۷/ ۴۹۰ زكريا)

وتتم الهبة بالقبض الكامل. (الدر المختار مع رد المحتار / كتاب الهبة ۸/ ۴۹۳ زكريا)

ب:- البتہ والد صاحب کی متروکہ جائیداد میں حسبِ تحریر سوال آٹھ حصے کرکے دو حصے

آپ کو اور ایک ایک حصہ ہر ایک بہن کا حق بنتا تھا، اسی حساب سے ان کا ترکہ تقسیم ہونا چاہئے تھا، اگر بہنوں نے اپنے اصل حق کا علم ہونے کے باوجود اپنی رضامندی سے آپ کو زائد حصہ دیا ہے تب تو کوئی اشکال نہیں؛ لیکن اگر اصل حصہ داری کے علم کے بغیر محض والد صاحب کے کہنے کی بنیاد پر بہنوں نے نصفا نصف تقسیم پر رضامندی ظاہر کی ہے تو یہ رضامندی کافی نہیں ہے، آپ کو انہیں اصل مسئلہ اور حق بتلا کر یا تو اُن کا مکمل حق دینا چاہئے یا دوبارہ اُن کی رضامندی حاصل کرنا چاہئے۔

إن كان المعطى مما ورثوه فعلى قدر ميراثهم يقسم بينهم ...... وصلح أحدهم عن بعض الأعيان صحيح. (رد المحتار / كتاب الصلح ٤٢٧/٨-٤٢٨ زكريا)

لا يجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي. (قواعد الفقه ص: ١١٠ رقم: ٢٦٩ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ بیٹوں کے مشترکہ کاروبار سے خریدی گئی پراپرٹی اَولاد کے درمیان کیسے تقسیم ہوگی؟

سوال (۱۵۶۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حاجی لعل محمد کے چھ بیٹے ہیں، مسئلہ کی کچھ تفصیل یہ ہے کہ والد یعنی حاجی صاحب نے اپنی زندگی میں سب کی پرورش اور سبھی بچوں کے نکاح اور ذریعہ معاش کا انتظام کیا اور والد نے اپنے ہی گاؤں میں ۱۹۸۲ء میں اپنی سرپرستی میں بڑے بیٹے کے ذریعہ کپڑے کا کاروبار شروع کرایا اور سبھی بھائی اُس میں شریک رہے، الحمد للہ کاروبار میں ترقی ہوئی، پھر والد نے ۱۹۸۷ء میں فتح پور میں کرایہ کی دوکان لی، جس میں گاؤں والے کاروبار کا مال اور نقدی رقم والدین نے مزید لگائی، اللہ نے اُس میں ترقی بخشی اور باری باری سبھی بھائی لگے اور کامیابی حاصل کی۔ اُسی مالیت سے بارہ بنکی میں دوسری دوکان ۱۹۹۲ء میں کرایہ پر لی، اُس کے بعد پھر

تیسری دوکان بارہ بنکی میں ۱۹۹۹ء میں کرایہ پر لی جس میں سبھی بھائیوں نے مل کر کام کیا اور کامیابی حاصل کی، انہیں سبھی دوکانوں کے کاروبار کی برکت سے کچھ پراپرٹی والد کے ہاتھوں خریدی گئیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) گاؤں میں ایک زمین والد نے اپنے نام لی ۱۹۸۹ء میں۔

(۲) گاؤں سے نکل کر فتح پور ہی میں اپنے نام ایک پلاٹ خرید کر تعمیر کرائی ۱۹۹۶ء، ۱۹۹۵ء کے درمیان میں۔

(۳) پھر فتح پور میں ایک پلاٹ سارے بھائیوں کے نام لیا گیا ۱۹۹۷ء، ۱۹۹۶ء کے درمیان میں۔

(۴) والد نے بارہ بنکی میں ایک پلاٹ اپنے ہی نام لے کر تعمیر کرایا ۱۹۹۷ء، ۱۹۹۶ء کے درمیان میں۔

(۵) پھر والد نے بارہ بنکی میں دوسرا پلاٹ اپنے ہی نام لیا ۲۰۰۲ء میں۔

(۶) پھر بارہ بنکی میں تیسرا پلاٹ لیا گیا، جس کی رجسٹری والدہ کے نام ہوئی ۲۰۱۱ء میں، پھر والدہ کا انتقال ۲۰۱۷ء میں ہوا۔

اور والد کا انتقال ۲۰۰۶ء میں ہوا، جن کے سامنے یہ سارے معاملات پایۂ تکمیل تک پہنچے۔

الحاصل:- تفصیل کی وجہ مسئلہ کو واضح کرنا ہے کہ اگر کوئی یوں دعویٰ کرے کہ میں نے اپنی محنت سے سارے کام کو آگے بڑھایا اور حصے میرے اعتبار سے تقسیم ہوں گے، کسی بھائی کا یوں کہنا کہ جو بھی رجسٹری ہوئیں وہ والد نے جبراً کرالیں (تو مسئلہ ظاہرہ میں) والد نے اپنے نام پلاٹ اپنی زندگی میں لئے اور اپنے نام بھی کرائے اور چھ بچوں کے نام بھی کرائے اور بچوں نے اپنی والدہ کے نام بھی ایک پلاٹ کرایا، اور والدہ نے کچھ کو تعمیر بھی کرایا۔

تو سوال یہ ہے کہ والد کے ہوتے ہوئے یہ سارے کام طے پائے، اِس پر سب کا اتفاق ہے اور تاریخ وسن دلیل ہے کہ اُن سب کے بعد والد کا انتقال ہوا، اب اگر اِن سب باتوں کو

نکال کر کوئی بھائی اپنی محنت ظاہر کر کے اپنے حساب سے حصوں کی تقسیم کرے کیا یہ صحیح ہے؟ یا دین وشریعت کے حساب سے سارے بھائیوں پر مالیت کی تقسیم ہوگی؟ اِس مسئلہ کے بارے میں ہمیں شریعت کیا حکم دیتی ہے؟ آگاہی فرماکر ممنون ومشکور فرمائیں۔

اِن چھ بھائیوں میں سے ہم چار بھائی شرعی حکم کی صراحت چاہ رہے ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ کاروبار پر اصل ملکیت والد صاحب کی رہی اور اَولاد نے اُن کے معاون کی حیثیت سے کام کیا، پس اگر واقعہ ایسا ہی ہے تو مسئولہ صورت میں والد صاحب کے انتقال کے وقت کاروبار اور جائیداد کی مالیت اُن کے ترکہ میں شمار ہوکر سبھی وارثین میں حسبِ حصص شرعیہ تقسیم ہوگی، زیادہ محنت کی وجہ سے کسی کو زیادہ حصہ لینے کا حق نہ ہوگا؛ البتہ والد صاحب نے اگر زندگی میں کسی اَولاد کو دے کر مالک وقابض بنادیا ہو تو وہ ترکہ میں شامل نہ ہوگا۔

أب وابن یکتسبان في صنعة واحدة ولم یکن لهما مال، فالکسب کله للأب. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الشرکة / الباب الرابع: في شرکة الوجوه وشرکة الأعمال ۳۱۹/۲ زکریا)

وتتم الهبة بالقبض الکامل. (الدر المختار / کتاب الهبة ۴۹۳/۸ زکریا) **فقط** واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۲/۶/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

کیا مطلقہ عورت کا بچہ اپنے باپ کی جائیداد میں حق دار ہوگا؟

سوال (۱۵۶۶):- کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکی کی طرف سے طلاق بدرجہ مجبوری لیا جارہا ہے، لڑکی کے ایک بچہ ہے جو لڑکا

ہے پرورش ماں کے پاس رہ کر پا رہا ہے، جس کی عمر ۳؍سال ہے، بعد طلاق بچہ اپنے باپ کی جائیداد میں حق دار ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں طلاق کے بعد بھی لڑکی کو ۷؍سال تک لڑکے کی پرورش کا حق ہے اور یہ لڑکا بہرحال اپنے والد کی وفات کے بعد وراثت کا مستحق ہوگا، اُس کو وراثت سے محروم نہیں کیا جاسکتا؛ لیکن باپ کی زندگی میں حصہ وراثت کے مطالبہ کا کوئی حق نہیں ہے۔

والأم والجدة أحق بالغلام حتی یستغني وقدر بسبع سنین. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الطلاق / الباب السادس عشر في الحضانة ۱/۵۴۲ زکریا)

المجمع علی توریثهم من الذکور عشرة ...... الابن. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۲۰/۲۲۳ رقم: ۳۳۰۹۵ زکریا)

الإرث یثبت بعد موت المورث. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۲۰/۲۱۵ رقم: ۳۳۰۷۸ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۸/۱۱/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ماں اپنے مہر کے دو مکانوں میں سے ایک مکان اپنی بیٹی کو دے سکتی ہے؟

سوال (۱۵۶۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد زید ۲؍بھائی اور ۷؍بہنیں ہیں، زید کے والد نے دو مکان مہروں میں زید کی والدہ کو دئے تھے، والد صاحب کا انتقال ہوچکا اور زید کے بھائی کا بھی انتقال ہوگیا، زید کی والدہ کا یہ کہنا ہے کہ یہ مکان دونوں ہمیں مہروں میں ملے ہوئے ہیں؛ اِس لئے اس میں کسی کو حصہ نہیں

ملے گا، وہ ایک مکان چھوٹی بہن کو دینا چاہتی ہیں اور دوسرا مکان بیچ کر اُس کا روپیہ اپنے استعمال میں لانا چاہتی ہیں، اس فیصلے سے زید اور ۶ بہنیں ناراض ہیں، تو کیا یہ فیصلہ شریعت کی روشنی میں درست ہے؟ وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں جو مکان آپ کی والدہ کو مہروں میں ملے ہیں، وہ اُن کی ذاتی ملکیت ہیں اور انہیں اُن مکانوں میں تصرف کا پورا حق حاصل ہے، اُن کی زندگی میں اُن کی اولاد کو اس میں دخل دینے کا حق نہیں؛ تاہم اگر وہ زندگی میں اپنا مال کسی کو ہبہ کرنا چاہتی ہیں۔ تو بہتر یہ ہے کہ سب اولادوں کو برابر دیں اور بلا کسی معقول وجہ کے کسی ایک کو دے کر دوسروں کو محروم نہ کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہبہ میں اَولاد کے درمیان برابری نہ کرنے پر ناگواری کا اظہار فرمایا ہے۔

كل يتصرف في ملكه كيف شاء. (شرح المجلة ٦٥٤/١ مكتبة الاتحاد ديوبند)

لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته. (الدر المختار، كتاب الغصب / مطلب: في ما يجوز من التصرف بمال الغير بدون إذن صريح ٢٩١/٩ زكريا)

عن النعمان بن بشير رضي اللّٰه تعالىٰ عنه أن أباه نحل ابنًا له غلامًا فأتى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يشهده فقال أكل ولدك نحلته مثل ما نحلت هذا؟ قال لا، قال فاردده. (سنن الترمذي، أبواب الأحكام / باب ما جاء في النحل والتسوية بين الولد ٢٥٣/١ رقم: ١٣٦٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۲/۱۴۳۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وصیت والے کھیت پر سرکاری معاوضہ؟

سوال (۱۵۶۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میرے والد صاحب نے چند سال قبل سرکاری اسٹامپ پر دو گواہوں کی موجودگی میں ایک وصیت لکھوائی تھی (شرعی حق میراث) اس نیت سے کہ بعد میں آپسی اختلافات نہ ہوں۔

وصیت پیش خدمت ہے:

شہر ہاپوڑ میں جو میرا ذاتی مکان ہے وہ میری تینوں بیٹیوں کا ہے، گاؤں میں جو مکان ہے وہ میری دونوں بہنوں کا ہے، باقی کھیت کی زمین و پلاٹ میں چاروں بیٹوں کا برابر برابر حصہ رہے گا۔

اَب چوں کہ کھیت کی زمین میں سرکاری روڈ (بائی پاس) نکلا ہے جس کا معاوضہ سرکاری کی طرف سے والد صاحب کے اکاؤنٹ میں آیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ والد صاحب اس پیسے کو چاروں بیٹوں پر تقسیم کریں؟ یا تینوں بیٹیوں اور دو بیٹوں اور دو بہنوں پر تقسیم کرنا ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحت سوال والد صاحب نے جو وصیت لکھوائی ہے وہ ان کے انتقال کے بعد صرف بہنوں کے حق میں نافذ ہوگی، بیٹوں اور بیٹیوں کے حق میں نافذ نہ ہوگی۔ اور بہرحال وہ اپنی زندگی میں ان سب جائیدادوں کے مالک اور متصرف ہیں، اب زمین کا جو معاوضہ ملا ہے اس پر بھی انہیں پورا اختیار حاصل ہے، چاہے پوری رقم اپنے پاس رکھیں یا اولاد میں تقسیم کریں، اگر زندگی میں تقسیم کرنے کا ارادہ ہو تو سب بیٹے بیٹیوں کو برابر برابر دینا چاہئے اور اولاد کی موجوگی میں بہنیں ان کی وارث نہیں ہیں، باقی ان کے ساتھ وہ جو بھی احسان کریں گے وہ محض تبرع ہوگا۔

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف يشاء من الملک.

(تفسیر البیضاوي ۷/۱ مکتبه رشیدیه دهلی)

عن أبي أمامة الباهلي رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه

علیه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن الله تبارك وتعالىٰ قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارثٍ. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارثٍ ۳۲/۲ رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ۳۹٦/۲ رقم: ۲۸۷۰، سنن النسائي، كتاب الوصايا / باب إبطال الوصية للوارث ۱۱۳/۲ رقم: ۳٦٤۰، مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الثاني ۲٦٥)

وتجوز بالثلث للأجنبي عند عدم المانع. (الدر المختار / كتاب الوصايا ۳۳۹/۱۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۵/۱۴۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

کیا بداخلاق بیوی اور گستاخ اَولاد کو زندگی میں حصہ دینا ضروری ہے؟

سوال (۱۵۶۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے گھریلو حالات تقریباً چار سال سے ناگفتہ بہ ہیں، میری بیوی اورلڑکے لڑکیاں سب کے سب نافرمان اور سرکش ہوچکے ہیں، صلح اور اصلاح کی ہر کوشش ناکام ہوچکی ہے، سرکشی، عناد اور ظلم کی ایک لمبی داستان ہے، میں نے اپنی حیثیت سے کہیں زیادہ تعلیم وتربیت اور اُن کی ضروریات پر خرچ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے، سارے لڑکے لڑکیاں تعلیم یافتہ پڑھے لکھے ہیں، سب بالغ ہیں اور میرے آبائی گھر میں رہتے بھی ہیں، مگر افسوس سب کے سب میری بغاوت اور دشمنی پر آمادہ رہتے ہیں، مختصر یہ کہ میری منکوحہ نے اپنی اولادوں کے ساتھ ہوکر مجھ کو الگ تھلگ کر رکھا ہے، تقریباً ڈیڑھ سال ہوچکا ہے، میری منکوحہ بیوی نے اپنی شکل تک مجھے دکھانا گوارہ نہیں کیا، بڑے لڑکے نے میری داڑھی نوچی، اتنا ہی نہیں، اُس نے اَزخود میرا سر دیوار سے ٹکرایا، مجھ پر چوری کا الزام لگایا اور طرح طرح کی اذیتیں دیں، اپنے اوپر تیل انڈیل کر اور ۱۰۰ نمبر ڈائل کرکے پولیس سے مجھ پر جھوٹا الزام لگایا، تھانہ خیرآباد میں میرے

خلاف جھوٹی تحریر بھی دی، چھوٹے والے لڑکے نے ازخود اپنی گردن بلیڈ سے کاٹ کر مجھ کو ذلیل ورسوا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، لڑکے لڑکیوں کو ساتھ لے کر اُن کی ماں اور وہ سب مجھے اکیلا چھوڑ کر مجھ سے بغاوت اُن سب کا مزاج بن چکا ہے۔ اِن تشویش ناک اور شرم ناک حالات اور اپنی بے بسی میں؛ میں اپنے بھانجی اور بھانجوں کے گھر رہ رہا ہوں (جو کہ پڑوس کے محلّہ میں رہ رہے ہیں) اور اُنہیں کے یہاں کھانا کھا رہا ہوں، دو رمضان المبارک دو عیدیں، دو بقرعیدیں اِسی حال میں گذر چکی ہیں، میری عمر ۶۸ رسال ہے، میں نے اپنی زندگی میں نہ تو کبھی کسی اَولاد کو مارا اور نہ ہی بیوی سے مار پیٹ اور نہ گالی گلوچ کی، حتی المقدور اُن سب کی تعلیم میں کھانے پینے میں کپڑے وغیرہ میں کبھی کوئی بفضلہٖ تعالیٰ لاپرواہی بھی نہیں کی۔

مختصراً ذکر کئے گئے کرب ناک حالات میں دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا میری حیات اور میری موجودگی میں میری منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد میں میری نافرمان بیوی اور اس سے نافرمان اولادیں حصہ کی حق دار ہیں یا نہیں؟ یا میں اپنی زندگی میں خود جملہ جائیداد کا مالک ومختار ہوں؟ اَز روئے شریعت رہنمائی فرما کر ممنون فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: برتقدیر صحتِ سوال آپ اپنی زندگی میں اپنے سب مال اور جائیداد کے خود ہی مالک ہیں، آپ کی حیات میں اُس مال میں اَولاد یا کسی اور کو آپ کی اِجازت کے بغیر تصرف کا حق نہیں ہے۔

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامنًا. (شرح المجلة لسليم رستم باز ۶۱/۱ رقم المادة: ۹۶، قواعد الفقه ۱۱۰ رقم: ۲۷۰ المكتبة الأشرفية ديوبند، الدر المختار مع رد المحتار / كتاب الغصب ۲۹۱/۹ زكريا، ۲۰۰/۶ كراچی، الأشباه والنظائر، الفن الثاني / كتاب الغصب ۱۵۷) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کی کل جائیداد بھائیوں کے درمیان تقسیم کے بعد بہنوں کا حصہ کیسے دیں؟

سوال (۱۵۷۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) حامد کا انتقال ہوا، اس نے اپنے پیچھے دو بیٹے: عرفان، اسجد، تین بیٹیاں: سمیہ، رقیہ، صفیہ کو بطور وارث چھوڑا، عرفان اور اسجد دونوں بھائیوں نے ساری جائیداد آپس میں آدھی آدھی تقسیم کرلی، بہنوں کو اُن کا حصہ نہیں دیا، بعد میں اسجد اپنے پاس موجود آدھی جائیداد میں سے بہنوں کو اُن کا حصہ دینا چاہتا ہے؛ جب کہ عرفان اپنے پاس موجود آدھی جائیداد میں سے بہنوں کو اُن کا حصہ نہیں دینا چاہتا ہے، تو اسجد کے پاس موجود آدھی جائیداد میں بہنوں کا حصہ کتنا ہوگا؟

(۲) اگر بہنوں نے بھائیوں سے یہ کہہ دیا کہ ہم کو اس میں سے کچھ نہیں چاہئے، آپ لوگ لے لو، تو کیا بہنوں کے یہ کہہ دینے سے بھائیوں کے ذمہ ان کا حق دینا ساقط ہوجائے گا؟

(۳) حامد کا انتقال ہونے کے بعد عرفان اور اسجد کا آپس میں آدھی آدھی جائیداد تقسیم کرنے سے لے کر اسجد کا اپنی بہنوں کو ان کا حصہ دینے کے درمیان مثلاً بیس سال کا عرصہ گذر گیا اور اس عرصہ میں اسجد کو جو آدھا گھر ملا تھا وہ کچا تھا، اسجد نے اسے گرا کر اس پر پختہ تعمیر کرلی، تو بہنوں کو اس گھر میں حصہ دینے کی صورت کیا ہوگی؟ اور اسجد نے اس بیس سال کے عرصہ میں بہنوں کے حصہ سے جو نفع اٹھایا ہے، اس کا معاوضہ بھی دینا پڑے گا یا نہیں؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱) برتقدیر صحتِ سوال حامد کے انتقال کے بعد ان کی کل متروکہ جائیداد سات حصوں میں تقسیم ہوکر اسجد وعرفان کو دو دو حصے اور تینوں لڑکیوں کو ایک ایک حصہ ملنا چاہئے تھا، اَب چوں کہ اسجد وعرفان نے بہنوں کو چھوڑ کر ساری جائیداد خود آپس میں تقسیم کرلی؛ تو گویا کہ ان دونوں کے حصہ میں ہر بہن کا نصف حصہ زائد چلا گیا ہے، اب

جو بھائی بھی بہنوں کا حصہ ادا کرنا چاہے وہ اپنی ملی ہوئی جائیداد کے سات حصے کر کے ہر بہن کو ایک ایک حصہ دیدے اور چار حصے اپنے پاس رکھ لے۔

(۲) بہنوں کا یہ کہنا کہ ''ہم کو اس میں سے کچھ نہیں چاہئے، آپ لوگ لے لو'' اس سے اُن کا حصہ ساقط نہیں ہوگا؛ بلکہ بھائیوں کے ذمہ لازم ہے کہ وہ بہنوں کو اُن کا حق اَدا کریں۔

(۳) کچی تعمیر سے پختہ تعمیر کرنے کے بعد جب اسجد اپنی بہنوں کا حصہ دینا چاہتے ہیں تو سابقہ کچی تعمیر کی آج کے زمانے میں جو قیمت بنتی ہو، اسی کے حساب سے بہنوں کا حصہ ادا کریں اور بیس سال تک جو بہنوں کا حصہ دیئے بغیر اس سے نفع اٹھایا ہے تو اس کی وجہ سے اسجد پر کوئی مالی معاوضہ لازم نہ ہوگا۔

لو قال الوارث: تركت حقي، لم يبطل حقه، إذ الملك لا يبطل بالترك، وتحته في حاشية الحموي: وفيه التصريح بأن إبراء الوارث من إرثه في الأعيان لايصح. (الأشباه والنظائر، الفن الثالث الجمع والفرق / ما يقبل الإسقاط من الحقوق وما لا يقبله ۱۶۰/۲ زكريا، ۲۷۲/۱۷ دار الكتب العلمية بيروت)

الإرث جبري لا يسقط بالإسقاط. (تكملة رد المحتار ۶۷۸/۱۱ زكريا)

تعتبر القيمة يوم الوجوب، قال: يوم الأداء ...... وهو الأصح. (الدر المختار، كتاب الزكاة / باب زكاة الغنم ۲۲۱/۳ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کل جائیداد بھائیوں کے درمیان تقسیم ہونے کے بعد بہنوں کو اُن کا حق کیسے دیں؟

سوال (۱۵۷۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے والد کا انتقال ہوا، ان کے ورثہ میں بیوی قدسیہ خاتون: ۸؍لڑکے: اشہر

حسین، مبشر حسین، زفر الحسن، قمر الحسن، محمد اسعد، ارشد، اویس حسین، توسل۔ ۲/ بیٹیاں: جعفری خاتون، صبوحی خاتون کو چھوڑا۔

اُس کے بعد والدہ محترمہ کا انتقال ہوا، اُنہوں نے مذکورہ بالا ورثہ کو چھوڑا، والد اور والدہ کے انتقال کے وقت والد صاحب کی جائیداد ہم بھائی بہنوں میں تقسیم نہیں ہوئی تھی، والدین کے انتقال کے بعد کل جائیداد آپس میں تقسیم کرلی، بہنوں کو اس میں حصہ نہیں دیا گیا۔

اَب سوال یہ ہے کہ میں اپنے حصے میں آئی زمین میں سے بہنوں کا حق اَدا کرنا چاہتا ہوں، حضور والا سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ میرے حصے میں بہنوں کا جتنا حصہ آیا ہے، میں اُسے اَدا کرنا چاہتا ہوں، اُن کا کتنا حصہ بنتا ہے؟ شریعت کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال والدین کے انتقال کے بعد مسئولہ صورت میں کل متروکہ جائیداد ۱۸/ حصوں میں تقسیم ہونی چاہئے تھی، اور ہر بھائی کو دو دو حصے اور ہر بہن کو ایک ایک حصہ ملنا چاہئے تھا، اب چوں کہ مذکورہ ۸/ بھائیوں نے بہنوں کو چھوڑ کر ترکہ خود آپس میں تقسیم کرلیا ہے؛ تو گویا کہ ہر بھائی کے حصہ میں دونوں بہنوں کا مجموعی طور پر ۱/۸ حصہ یا بالفاظ دیگر ہر بہن کا آٹھواں حصہ زائد چلا گیا ہے، پس جو بھائی، بہن کا حق اَدا کرنا چاہتا ہے وہ اپنی ملی ہوئی جائیداد کے آٹھ حصے کرکے ایک ایک حصہ ہر ایک بہن کو دے دے اور سات حصے اپنے پاس رکھے۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۱/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حق کرایہ داری کو متقوم مان کر اُس میں وراثت جاری کرنا

سوال (۱۵۷۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بہنوں کا حق معلوم کرنے کے لئے اور ہمیں اپنی بہنوں کا حق اَدا کرنے کے لئے

کہ کتنی کتنی رقم دینی چاہئے، یہ رہنمائی حاصل کرنے کے لئے مؤدبانہ گذارش ہے کہ آپ ہمارے معاملے کو خوب اچھی طرح اور پورا پورا سمجھ لیجئے، اور پھر اسلامی قوانین کی روشنی میں سادے انداز میں اور آسان لفظوں میں برائے مہربانی جلدی جواب مرحمت فرمادیجئے، جزاک اللہ فی الدارین خیرا۔

پہلے کچھ سابقہ حالات ومعاملات جاننے کے لئے تعارفی باتیں:

○ ممبئی میں زمینوں کی قانونی حیثیتیں الگ الگ ہیں، وہ اِس لئے کہ کچھ گورنمنٹ کی، کچھ ریلوے کی، کچھ کلکٹر کی اور کچھ غیر سرکاری کسی بڑے مال دار کی ہوتی ہے، جس کو ممبئی میں دھنی بھی کہتے ہیں اور لینڈ بورڈ بھی کہتے ہیں۔

○ پرانے وقت میں ممبئی کے باہر کے لوگ جب ممبئی میں رہنے یا کمانے کے لئے آتے تھے، تو اُن میں سے جن کے پاس جگہ نہیں ہوتی تھی تو وہ لوگ دھنی سے دوکان یا مکان یا زمین پگڑی پر لے لیا کرتے تھے، اور پگڑی کی رقم جو بہت معمولی ہوا کرتی تھی وہ دے دیا کرتے تھے، کرایہ بھی معمولی سا ہوا کرتا تھا، جس کو دھنی ہر مہینہ لے کر کرایہ وصولی کی رسید دے دیا کرتا، اس رسید پر کرایہ دار کا نام ہوتا تھا۔

○ زمین لینے والا کرایہ دار دھنی کی پرمیشن سے دوکان وغیرہ بنالیتا، دوکان کی لمبائی چوڑائی اور اونچائی کا ذکر دھنی اپنے پرمیشن لیٹر میں کردیتا کہ دوکان کی چھت کتنی اونچائی پر رکھنی ہے۔

○ کرایہ دار کی بنائی ہوئی عمارت میں یا دوکان کے نفع نقصان میں یا کاروباری خرچوں میں دھنی کی کوئی شرکت نہیں ہوتی، اُس کا تعلق تو بس اپنے کرایہ دار سے اور اپنے طے شدہ کرایہ سے یا پھر اُس رقم سے ہوتا جو وہ بل پھرائی کے وقت لیتا ہے، بل پھرائی کے وقت دھنی جو رقم لیتا ہے وہ اُس دوکان، مکان کی مالیت کا ایک تہائی ہوتا ہے، یعنی مثلاً جو دوکان ۹۰/لاکھ روپئے کی ہے تو ۳۰/لاکھ روپئے دھنی لے گا۔

بل پھرائی اُس کو کہتے ہیں کہ جب دھنی سے کرایہ وصول کی رسید پر پہلے کرایہ دار کا نام کٹوا کر

دوسرے کرایہ دار کا نام لکھوایا جاتا ہے، اُس وقت دھنی اپنے کرایہ میں بھی کچھ اِضافہ کرتا ہے۔

مفتی صاحب: اب آپ دھنی کی اِس کرایہ وصولی کی رسید کی حیثیت بھی سمجھ لیجئے کہ وہ رسید کہاں کام آتی ہے اور کہاں نہیں۔

دو جگہ کام آتی ہے

(۱) اِس کرایہ دار کو اِس رسید کے ذریعہ اُس دوکان، مکان میں اپنے نام بجلی کنکشن مل سکتا ہے؛ لیکن یہ ممکن ہے کہ رسید کے ساتھ دھنی کا این اوسی لیٹر بھی لگے یا کوئی اور دوسرا کاغذ بھی بنے، صحیح معلوم نہیں۔

(۲) پگڑی کا کرایہ دار اُن کرایہ داروں کی طرح کا کرایہ دار نہیں ہوتا جن کرایہ داروں کے لئے متعینہ مدت کے لئے ایک اگریمنٹ بنتا ہے اور وہ کرایہ دار ''ڈپازٹ'' کے نام سے دوکان کے اونر یعنی مالک کو ایک بڑی رقم بھی دیتا ہے، جو پگڑی کی رقم سے زیادہ ہوتی ہے اور کرایہ بھی پگڑی کے کرایہ سے زیادہ ہوتا ہے۔

اِس کے برعکس پگڑی کا کرایہ دار بے مدت کرایہ دار ہوتا ہے وہ اپنے جیتے جی اس دوکان، مکان کی بل پھرائی اپنے بیٹوں کے نام بھی کرا سکتا ہے، یا کسی غیر کو فروخت کر کے اس کے نام بھی بل پھرائی کر سکتا ہے یا اُس کے بیٹے اپنے باپ کے انتقال کے بعد اپنے نام بل پھرائی کرا سکتے ہیں، اور اگر اُن بیٹوں کو بل پھرائی نہیں کرائی تو یونہی چلاتے رہیں گے؛ لیکن مجھے یہ معلوم نہیں کہ اُن کو بل پھرائی نہ کرانے کی مہلت کب تک مل سکتی ہے۔

نوٹ:- آخری کالم میں بھی بل پھرائی کا کچھ ذکر ہے۔

البتہ دھنی کا پہلا کرایہ دار اس دوکان کو کسی دوسرے کو کرایہ پر نہیں دے سکتا؛ لیکن یہ ضرور ہے کہ اگر وہ دوکان خود دھنی کو بھی چاہئے تو دھنی بھی وہ دوکان اپنے کرایہ دار سے خریدے گا۔

کام نہ آنے کی جگہ

(۱) اس رسید کی بینک میں کوئی حیثیت نہیں؛ اِس لئے بینک والے اس رسید پر لون نہیں دیتے۔

(۲) اس پگڑی سسٹم کا کورٹ میں کوئی ریکارڈ نہیں ہوتا، نہ اس لین دین پر اسٹامپ ڈیوٹی لگتی ہے، نہ سرکاری قانون کی فہرست میں پگڑی سسٹم کا کوئی قانونی نام، نہ کوئی قانون اس قانون کی مخالفت میں ہے۔

اَب سوال یہ ہے کہ زمین کا قانونی مالک کون ہے، تو دھنی ہی اس کا قانونی مالک ہے، اسی کے نام اس زمین کا ایسیس مینٹ ٹیکس آتا ہے وہی اس کو بھرتا ہے جس کو پراپرٹی ٹیکس بھی کہتے ہیں، اس زمین کا پراپرٹی ٹیکس نمبر بھی دھنی کے پاس میں ہوتا ہے۔

دھنی کی اپنے کرایہ دار کے لئے ایک اصولی بات یہ بھی ہوتی ہے کہ جب بھی کبھی اس کے کرایہ دار کو کوئی چھوٹا بڑا تعمیری کام کرنا ہو تو اُس کو دھنی سے پرمیشن لینی ہوگی، مثلاً اگر چھت ایک فٹ دو فٹ اوپر اٹھانی ہے تو پرمیشن ضروری ہے، اگر کسی نے اجازت نہ لی اور اس تعمیری کام کا دھنی کو پتہ چل گیا تو وہ کمپلینٹ کرسکتا ہے، بی ایم سی (بمبئی میونسپل کارپوریشن) والے آکر اس کو توڑ سکتے ہیں، دھنی کے پاس چوں کہ اس دوکان کی اونچائی لکھی ہوتی ہے، اس لئے وہ بی ایم سی والوں کو پیائش دے دیتا ہے، اس پیائش سے زائد اونچائی توڑ دی جاتی ہے، دھنی ان تعمیراتی کاموں میں سے بعض کی اجازت فری دیتا ہے اور بعض کے پیسے لیتا ہے۔

پگڑی سسٹم آج بھی ہے اور اس میں اکثر باتیں پرانے وقت سے چلی آرہی ہیں، اس پگڑی سسٹم کی ایک دوکان ہمارے والد صاحب کی بھی ہے، جو تقریباً ۷۵/سال پرانی ہے، ہمارا مسئلہ اِسی دوکان سے متعلق ہے۔

○ ہمارے والد صاحب نے اور تائے ابا نے ۱۹۴۵ء یا ۱۹۴۶ء میں کرلا میں دھنی کی زمین پر ایک دوکان بنائی تھی، جس کی کرایہ کی رسید ہمارے ان دونوں بزرگوں کے نام تھی، جن میں سے ایک کا نام حافظ محمد شفیع، دوسرے کا نام حاجی محمد صدیق تھا، دونوں ہی بزرگوں کا انتقال ہوگیا، محمد شفیع کے بھی بیٹے: سیف الاسلام اور عبد السمیع اور دو بیٹیاں زینب النساء اور بدر النساء ہیں، اسی طرح محمد صدیق کے بھی دو بیٹے محمد حبیب اور محمد فاروق اور دو بیٹیاں: عین النساء اور گل خارم ہیں۔

○ جنوری ۲۰۱۷ میں الحمدللہ اس دوکان کی بل پھرائی ہم چاروں بھائیوں کے نام ہو چکی ہے، جس میں ہم چاروں کا ۲۱/ لاکھ روپیہ لگا ہے، یوں تو ہمارے نام بل پھرائی ہونے سے پہلے بھی کئی سرکاری کاغذوں میں اور ہماری پارٹنر شپ ڈیڈ میں بھی ہمارا نام تھا اور عملاً ہم چاروں اس میں ۲۵-۲۵/ فیصد کے حصہ دار بھی تھے، اب بھی ہیں اور ۱۹۸۷ء سے ہم اپنے اپنے حصہ پر اس طرح خودمختار ہیں کہ ہر بھائی ۶-۶/ مہینے اپنا اپنا ٹرن Turn آج تک چلا رہا ہے۔

تو مفتی صاحب اب آپ ہم کو یہ بتائیں کہ:

○ کیا ہماری اس دوکان میں ہماری بہنوں کا حق نکلتا ہے، اگر نکلتا ہے تو کتنا کتنا اور کب سے ہم پر ان کا حق واجب ہوا ہے، یعنی کب ہم کو ان کا حق دینا چاہئے تھا اور اب ہم کو ان کا حصہ دینے کے لئے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے؟

○ کیا ہم اپنی اس دوکان کو فروخت کر کے اُن کا حصہ نکالیں؟ یا دوکان کی آج کی قیمت لگالیں؟ یا ہماری اس آمدنی میں اُن کا حصہ ہے جو آمدنی آج تک ہم نے اُس دوکان سے حاصل کی ہے، اگر ایسا ہے تو ہم اپنی سابقہ آمدنی کو بھی جوڑنے کی کوشش کر سکتے ہیں؛ لیکن یہاں ایک سوال یہ ہے کہ اس دوکان سے آمدنی تو آئندہ بھی ہوگی تو اگلی آمدنی کا مسئلہ کیسے حل ہوگا؟ اور سابقہ آمدنی بھی سو فی صد درست نہیں جڑ پائے گی۔

○ دھنی کی نظروں میں یا سرکاری اعتبار سے ہماری دوکان کی قیمت ۸۰-۹۰/ لاکھ روپئے ہے، جب کہ مارکیٹ کے اعتبار سے ڈیڑھ کروڑ روپیہ ہے، یہ بات ہمیں اِس طرح معلوم ہے کہ ہم چاروں کے نام بل پھرائی سے پہلے جب ہم دھنی سے رقم کی بات کر رہے تھے، اس وقت دھنی نے خود کہا تھا کہ اگر چاہوں تو ۸۰-۹۰/ لاکھ روپئے مجھ سے لے لو اور الگ ہو جاؤ؛ کیوں کہ دھنی نے ہمارے نام بل پھرائی کے لئے ہم سے ۲۵/ لاکھ کا مطالبہ کیا تھا۔

بس یہاں ایک یہ بات ضرور دھنی سے پوشیدہ رکھی جاتی ہے کہ کسی غیر کو ہم نے یہ دوکان کتنے کی بیچی؛ اس لئے کہ دھنی کو بل پھرائی کو رقم زیادہ نہ دینی پڑے۔

○ دھنی کی رسید کے تعلق سے ایک آخری بات یہ ہے کہ ہمارے تائے ابا کا ۱۹۷۵ء میں انتقال ہوگیا تھا، اور ۲۰۰۲ء میں ہمارے والد صاحب کا اور ہم نے اپنے نام بل پھرائی ۲۰۱۷ء میں کرائی ہے وہ بھی ہم نے اپنی مرضی سے، بل پھرائی کرانے کے لئے ہم پر نہ کبھی دھنی کی طرف سے تقاضہ ہوا کہ تم لوگ بل پھرائی کرالو اور نہ کبھی قانونی طور پر ہمیں اس رسید کی کہیں ضرورت پیش آئی کہ جس رسید پر تم چاروں کا نام ہے وہ رسید دکھلاؤں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- تفصیلی سوال نامہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ کے علاقہ کے دستور کے مطابق دوکان یا جائیداد کا مذکورہ طریقہ پر کرایہ دار بننے والے کو ایسا حق حاصل ہوجاتا ہے جو بذاتِ خود متقوم ہے اور جس کو دوسری طرف منتقل کرنے کی عرفاً اجازت ہے؛ لہٰذا اُس کرایہ داری کو حق متقوم مان کر اُس میں حسبِ ضابطہ وراثت جاری ہوگی۔ اور جس وقت وراثت تقسیم ہوگی اُس زمانہ میں اُس کی جو مارکیٹ میں ویلیو ہوگی، اُسی کا حساب لگا کر پوری قیمت کو وارثین کے درمیان شرعی حساب سے تقسیم کیا جائے گا۔ (اِدارۃ المباحث الفقہیۃ جمعیۃ علماء ہند/ مدلل تجاویز نواں فقہی اجتماع، اَز: کتاب النوازل ۱۸/۶۷ افرید بک ڈپو دہلی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۵/۶/۱۴۴۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا کورونا میں میت شخص کو سرکار کی طرف سے ملی ہوئی رقم میں وراثت جاری ہوگی؟

سوال (۱۵۷۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری بیٹی کے شوہر ڈاکٹر نظام الدین صاحب کا کورونا کے مرض میں انتقال ہوگیا تھا، سرکار نے اُن کی اہلیہ (میری بیٹی) کو ۵۰/ لاکھ روپئے کی مدد کی اور وہ رقم میری بیٹی کے کھاتے میں آگئی۔ اَب دریافت یہ کرنا ہے کہ اس رقم میں صرف بیوی ہی مالک ہے یا دیگر ورثہ کا بھی حصہ

ہوگا؟ واضح رہے کی آئی ڈی وغیرہ بھی بیوی ہی کی لگی تھی۔

(۲) میری بیٹی کا جہیز اور میکے کا زیور وغیرہ بھی ابھی سسرال میں ہے وہ واپس ملے گا یا نہیں؟

(۳) میری بیٹی کو شوہر نے جو زیور دیا تھا وہ کس کو ملے گا؟

(۴) مہر فاطمی طے ہوا تھا، اُس کی اَدائیگی نہیں ہوئی، شرعاً اَب کیا حکم ہے؟ ملے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱) کورونا کے مرض میں انتقال پر سرکار کی طرف سے مرحوم کی اہلیہ کو نامزد طور پر جو رقم ملی ہے وہ مرحوم کا ترکہ نہیں ہے؛ بلکہ محض سرکاری تعاون ہے؛ لہٰذا وہ رقم جس کے نام پر آئی ہے وہی اُس کا مالک ہے، اُس میں مرحوم کے دیگر وارثین کا کوئی حق نہیں ہے۔

القول للمملك في جهة التمليك. (الأشباه والنظائر، الفن الثاني في الفوائد / كل قرض جر نفعًا حرام ۲۲٦/۱ دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) جہیز کا سب سامان اور میکے سے ملا ہوا زیور وہ سب مرحوم کی اہلیہ کا حق ہے جو اسے اس وقت جس حالت میں ہو اُسے واپس کیا جائے گا۔

فإن كل أحد يعلم أن الجهاز ملك المرأة. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب النفقة، مطلب: فيما لو زفت إليه بلا جهاز ۲۹۹/۵ زكريا)

(۳) شوہر کی طرف سے دیئے ہوئے زیور میں خاندان اور برادری کا عرف دیکھا جائے گا، اگر ملکیت کے طور پر لڑکی کو دینے کا عرف ہو تو لڑکی مالک ہوگی ورنہ وہ زیور شوہر کے ترکہ میں شامل ہوگا اور بیوی سمیت سبھی ورثہ اُس میں حصہ دار ہوں گے، اور مسئولہ صورت میں بیوی چوتھائی حصہ کی حق دار ہوگی۔

المعتمد البناء على العرف. (رد المحتار، كتاب النكاح / باب المهر، مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية ۳۰۹/٤ زكريا)

(۴) مسئولہ صورت میں مرحوم کے شوہر کے ترکہ میں سے اولاً بیوی کا مہر مکمل ادا کیا جائے گا، اس کے بعد دیگر وارثین میں ترکہ کی تقسیم ہوگی۔

ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة والإجماع.

(السراجي في الميراث ص: ٣-٤، كذا في الدر المختار / أول كتاب الفرائض ١٠/٤٩٤ زكريا، ٦/٧٥٩ کراچی، الفتاویٰ الهندية / أول كتاب الفرائض ٦/٤٤٧ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۳/۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باہمی رضامندی سے تقسیم شدہ جائیداد کو کسی ایک فریق کا کالعدم قرار دینا

سوال (۱۵۷۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حاجی عبدالعلیم مرحوم کی غیر منقولہ جائیداد جس کی تقسیم آج سے تقریباً ۱۵/سال پہلے ۷/دسمبر ۲۰۰۵ء کو روبرو گواہان: حاجی محمد ہارون، حاجی شاہد حسنین، فیصل جناب حاجی عبدالمالک، حاجی ابوالہاشم صاحب اور کاتب مسودہ عزت مآب جناب مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مہتمم دار العلوم دیوبند کی موجودگی میں آپسی تصفیہ سے بذریعہ قرعہ اندازی کے عمل میں آئی، جس کی تحریر بطور ثبوت کے موجود ہے، جس پر مندرجہ بالا تمام حضرات چاروں فریقین: جناب ریاض احمد، اشتیاق احمد، بلال احمد اور اقبال احمد کے دستخط ثبت ہیں، جسے فریقین کی خوشی سے برضا ورغبت قبول کرلیا اور بطور تصدیق کے دستخط ثبت کردئے تاکہ سند رہے اور تمام حضرات اپنی حاصل شدہ جائیداد پر قابض چلے آرہے ہیں اور تمام فریقین بارِ معاوضہ سے تقریباً ۱۰/سال پہلے سبک دوش ہوچکے ہیں۔

(۱) فریق اول جناب بلال احمد کے حصے میں اُن کا موروثی مکان آیا جس کی مالیت ۳۵/لاکھ روپئے تھی، جب کہ ان کا استحقاقی حصہ ۳۱/لاکھ ۳۷/ہزار ۵/سو بنا، اور اُن کے اوپر

۳/لاکھ۶۲/ہزار۵/سوروپئے معاوضہ واجب الاداء ہوا، جس کو حاجی بلال صاحب تقریباً ۱۲/سال پہلے اَدا کر کے بری الذمہ ہو چکے ہیں۔

(۲) حاجی اقبال احمد کے حصے میں ایک تعمیر شدہ مکان جس کی مالیت ۲۵/لاکھ روپئے تھی، اور ایک قطعہ زمین جس کی مالیت ۶/لاکھ روپئے تھی، جس کی بنا پر ۳۷۵۰۰/روپئے معاوضہ کے مستحق قرار پائے اور اپنا استحقاقی معاوضہ وصول پا چکے۔

(۳) فریق سوم جناب ریاض احمد کے حصے میں دو قطعہ زمین ایک مالتی باغ میں جس کی مالیت ۱۳/لاکھ روپئے اور دوسرا جز کنکریا بیر محلّہ میں واقع ہے، جس کی مالیت ۱۷/لاکھ روپئے تھی، جس کی بنا پر ایک لاکھ ۳۵/روپئے معاوضہ کے مستحق قرار پائے جو تقریباً ۱۰/سال پہلے وصول پا چکے۔

(۴) فریق چہارم جناب اشتیاق احمد صاحب کے حصہ میں چار قطعہ زمین آئی، جس کی مالیت درج ذیل ہے، ڈیوریا بیر ۹۰۰۰۰۰، شیوالہ ۹۰۰۰۰۰، شیوالہ ۳۵۰۰۰۰ بجر ڈیہہ ۸۰۰۰۰۰ جس کی بنیاد پر وہ ۱۸۷۵۰۰/روپئے معاوضہ کے مستحق قرار پائے جو تقریباً ۱۲/سال پہلے وصول پا چکے۔

اور ہر چار فریق اپنی جائیداد پر قابض دخیل چلے آرہے ہیں اور اپنی جائیداد سے حصول نفع کے علاوہ ہر طرح کا تصرف کرتے چلے آرہے ہیں، فریق سوئم جناب ریاض احمد نے اپنی مملوکہ جائیداد میں سے بڑا جز و واقع محلّہ کنکریا بیر جس کی مالیت ۱۷/لاکھ روپئے تھی، اس جائیداد کو انہوں نے اپنی بیٹی ''امرین بانو'' کے ہاتھوں ایک خطیر رقم کے عوض فروخت کر دیا جب کہ منتقلی جائیداد پر فریق اول رخنہ اندازی کر رہے ہیں اور اپنی دوسری جائیداد پر ایک بڑے صرفہ سے مکان تعمیر کرالیا اور چوتھے فریق جناب اشتیاق احمد نے بھی ایک بڑے صرفہ سے اپنا رہائشی مکان تعمیر کرایا اور اپنی مملوکہ چاروں جائیداد میں سے ۲/قطعہ زمین فروخت کر دی اور دونوں بہنوں کے ذمہ ایک ایک قطعہ زمین اور معاوضہ طے پایا جو کہ دونوں بہنیں معاوضے کی رقم وصول پا چکی ہیں؛ لہٰذا اب جب کہ معاہدہ اپنی حتمی شکل اور انجام کو پہنچے تقریباً دس سال گذر چکا ہے، تو اب فریق اول جناب بلال احمد صاحب کہہ رہے ہیں کہ معاہدہ کالعدم ہے، حصہ پھر سے ہوگا، جب

کہ فریق اول جناب بلال احمد صاحب فریق سوئم حاجی ریاض احمد کی جائیداد کو ان کی ملکیت تسلیم کرتے ہوئے خود کو بطور خریدار کے پیش کر چکے ہیں، حاضرین مجلس جس کے گواہ ہیں۔

مفتیانِ کرام سے استفسار ہے کہ رہنمائی فرمائیں کہ ہمارے فیصل و گواہان محرر مسودہ کے ذریعہ یہ تصفیہ شرعی روسے قابل عمل اور مستند ہے کہ نہیں۔ جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

نوٹ:- واضح ہو کہ جائیداد مذکور چاروں فریقین کے نام خریدی گئی تھی، جسے ہبہ کرنے سے فریق اول گریز کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ۷/ دسمبر ۲۰۰۵ء کو کیا گیا فیصلہ کالعدم ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال چوں کہ مذکورہ معاملہ پندرہ سال پہلے آپسی رضامندی سے سبھی حق داروں کے درمیان جائیداد وغیرہ کی تقسیم ہو چکی ہے اور سب لوگ اپنے اپنے حصہ پر قابض و دخیل چلے آرہے ہیں؛ لہٰذا اب کسی ایک فریق کو یک طرفہ طور پر اس تقسیم کو کالعدم کرنے کا حق حاصل نہیں ہے، جس کے قبضہ میں جو زمین آپسی رضامندی سے آگئی ہے، اگر وہ قانوناً کسی اور فریق کے نام ہو تو اُسے بے تکلف قابض کے نام منتقل کر دینا چاہیے، اور اگر قابض شخص اپنی زمین فروخت کرنا چاہے تو کسی فریق کو اس میں رکاوٹ نہیں ڈالنی چاہیے۔ (مستفاد: فتاویٰ قاسمیہ ۱۷۵/۲۵)

ثم ادعی صاحب الأوکس غلطًا في التقویم، لم تقبل بینته في ذلک؛ لأن القسمة منهم إقرار بالتساوي، فإذا ادعی التفاوت وقد أنکر ما أقر به فلا یسمع ولم یفصل بینهما إذا کانت القسمة بالقضاء أو بالتراضي. (البنایة شرح الهدایة، کتاب القسمة / باب دعوی الغلط في القسمة ۱۱/ ٤٥٠ المکتبه النعیمیة دیوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۹/ ۶/ ۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا مرحوم کی کرایہ کی دوکان میں بھی وراثت جاری ہوگی

سوال (۱۵۷۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: کیا کرایہ کی دوکان میں آزاد جائیداد کی طرح لڑکے لڑکیوں کی حصہ داری ہوتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جو کرایہ کی دوکان میت کی کرایہ داری میں طویل عرصہ سے رہی ہو اور ملکی قانون کے اعتبار سے مالک کے لئے اُسے خالی کرانا مشکل ہو، تو کرایہ دار میت کی وفات کے بعد اُس سے فائدہ اُٹھانے کا استحقاق سبھی وارثین کو حق ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ وارثین کی طرف اس کی ملکیت تو منتقل نہیں ہوگی؛ لیکن فائدہ اٹھانے کا استحقاق سب لڑکے لڑکیوں کو ہوگا۔

التركة لغة: ما يتركه الشخص ويبقيه، واصطلاحًا عند الحنفية: الأموال والحقوق المالية التي كان يملكها الميت فتشمل الأموال المادية من عقارات ومنقولات وديون على الغير الخ. ولا تشمل أيضًا المنافع كالإجارة والإعارة لانتهاء العقد بالموت؛ ولأن المنافع ليست ما لا عند متقدمي الحنفية. (الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل السادس الحقوق المتعلقة بالتركة / تعريف التركة ٢٦٨/٨ دار الفكر بيروت)

لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (رد المحتار / كتاب الفرائض ٤٩٣/١٠ زكريا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۵/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والدین کی وفات کے بعد مکان اور کنگن کی تقسیم

سوال (۱۵۷۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والد محترم نے وفات سے قبل ایک کھیت سے فروخت کیا جس کی رقم مکمل والدہ کے حوالہ کیا اور کچھ دنوں بعد وفات پاگئے، والدہ محترمہ نے اس رقم سے ایک پلاٹ اپنے

نام سے خرید لیا اور ہم تینوں بھائی ایک ہی دوکان میں کارپینٹر کا کام کرتے تھے اور جملہ آمدنی کی رقم مشترک تھی، والدہ نے ہماری ہی محنت کی کمائی ہوئی رقم سے اس پلاٹ پر ایک مکان تعمیر کیا، اب والدہ بھی انتقال کر گئیں۔

سوال یہ ہے اس مکان کی شرعی تقسیم کیسے ہوگی؟ وارثین میں ہم تین بھائی ایک بہن ہیں اور سب شادی شدہ ہیں۔

میں جسمانی اور ذہنی اعتبار سے کمزور ہوں جس کا ناجائز فائدہ اُٹھا کر میرے دو بھائی مجھے بے دخل کرنا چاہتے ہیں، کیا یہ عمل درست ہے؟

واضح رہے کہ والدہ نے اپنی زندگی میں اپنے ہاتھ کے کنگن کو بڑے بھائی کو ایک تولہ اور چھوٹے بھائی کو ایک تولہ اور مجھے دو تولہ یہ کہہ کر دیا کہ تو معذور ہے؛ لہٰذا تیری بیٹی کے لئے دو تولہ دے رہی ہوں۔

میرے بھائی مجھے اس سے بھی محروم کرنا چاہتے ہیں، ان مسائل کے بارے میں شرعی رہنمائی فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحت سوال مذکورہ پلاٹ اور اس پر تعمیر شدہ مکان والدین کے شرعی وارثین میں درجِ ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا۔

مسئلہ: ۷

میتہ

لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی
۲	۲	۲	۱

کل ترکہ ۷/ برابر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کا اتنا حق ہوگا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔

مستحق وارث کو اس کے حق سے محروم کرنا سخت گناہ ہے، اور والدہ مرحومہ نے اپنی حیات میں جو چیز آپ کو اور آپ کے بھائیوں کو ہبہ کر کے قابض و مالک بنا دیا ہے، تو آپ سب

اپنے اپنے موہوبہ حصہ کے مالک بن جائیں گے اور کسی کو دوسرے کے حصہ میں تصرف کا حق نہ ہوگا؛ لیکن اگر والدہ صاحبہ نے مذکورہ کنگن میں ہر بھائی کا حصہ الگ نہیں کیا؛ بلکہ صرف یہ کہہ دیا کہ اس میں سے اتنے تولہ فلاں بھائی اور اتنا فلاں بھائی کا ہے، تو ایسی صورت میں یہ ہبہ شرعاً تام نہ ہوگا اور یہ کنگن والدہ کے انتقال کے بعد ان کے سب وارثین میں مذکورہ تقسیم کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰـه علیه وسلم في حدیث طویل: ...... ألا لا تظلموا، ألا لا یحل مال إمرء إلا بطیب نفس منه. (مشکاۃ المصابیح، کتاب البیوع / باب الغصب والعاریة، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاۃ المفاتیح ۱۱۸/۶ المکتبة الأشرفیة دیوبند، سنن الدار قطني / کتاب البیوع ۲۷/۳ رقم: ۲۸۸۵ مکتبة دار الإیمان سهارنفور، شعب الإیمان للبیهقي ۳۸۷/۴ رقم: ۵۴۹۲ دار الکتب العلمیة بیروت)

ولا یجوز الهبة في ما یقسم إلا محوزة مقسومة الخ. (الهدایة / کتاب الهبة ۲۸۷/۳ مکتبة بلال دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۹/۷/۱۴۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ترکہ کی ایک ہی چیز کے لئے دو وارث بضد ہوجائیں تو؟

سوال (۱۵۷۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر ترکہ کی کسی ایک ہی چیز کو لینے کے لئے دو وارث بضد ہوں تب کیا کرنا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - اگر ایک ہی چیز کو لینے کے لئے کئی وارث بضد ہوں تو آپسی رضامندی سے قرعہ اندازی کے ذریعہ معاملہ طے کیا جاسکتا ہے، پھر جس کے نام قرعہ نکلے وہ چیز اس کے حصہ میں جوڑ دی جائے اور اُس کی قیمت حصہ سے زائد ہو، تو زائد رقم

اس سے وصول کی جائے۔

ویفرز کل نصیب عن الباقي بطریقه وشربه، حتی لا یکون لنصیب بعضهم بنصیب البعض تعلق، فتنقطع المنازعة ویتحقق معنی القسمة علی التمام، ثم یلقب نصیبًا بالأول، والذي یلیه بالثاني والثالث علی هذا، ثم یخرج القرعة فمن خرج اسمه أو لا فله السهم الأول ومن خرج ثانیًا فله السهم الثاني، والأصل أن ینظر في ذلک إلی أقل الأنصباء، حتی إذا کان الأقل ثلثًا جعلها أثلاثًا، وإن کان سدسًا جعلها أسداسًا لتمکن القسمة ...... والقرعة لتطییب القلوب وإزاحة تهمة المیل، حتی لو عین لکل منهم نصیبًا من غیر إقتراع جاز. (الهدایة، کتاب القسمة / فصل في کیفیة القسمة ٤١٦/٤ المکتبة الأشرفیة دیوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۲/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تقسیم ترکہ میں تاخیر پر یہ کہنا کہ ”مجھے حصہ نہیں چاہئے“

سوال (۱۵۷۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کوئی وارث اگر تاخیر کی جہ سے یا کسی اور وجہ سے غصہ میں کہہ دے کہ مجھے حصہ نہیں چاہئے؛ تب کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- کسی وارث کے یہ کہہ دینے کی وجہ سے کہ مجھے حصہ نہیں چاہئے اُس کا حق ساقط نہیں ہوتا؛ لہٰذا وہ بعد میں اپنے حق کا مطالبہ کرسکتا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ۶۰۷)

لو قال الوارث: ترکت حقي لم یبطل حقه إذ الملک لا یبطل بالترک. (الأشباه والنظائر / باب ما یقبل الإسقاط من الحقوق وما لا یقبله ٥٦١/٢ إدارة القرآن

کـراچـی، كذا في جامع الفصولين / الفصل الثامن والعشرون في مسائل التركة والورثة والدين ٤٠/٢ إسـلامـي كتـب خـانـه كـراچـی، وكـذا فـي رد الـمحتار / باب إقرار المريض، فصل في مسائل شتى ٦٢٣/٥ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۲/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تقسیم سے پہلے مشترکہ کاروبار میں نقصان کا ذمہ دار کون؟

سوال (۱۵۷۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: والد کی حیات میں مشترکہ کاروبار میں ایک لڑکا ذمہ دار تھا، والد کے انتقال کے بعد بھی کچھ دن اِسی طرح کاروبار چلا، پھر ایک بڑے خسارے میں کافی قرض ہوگیا ہے، اس قرض کا ذمہ دار کون ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں اگر یہ مشترکہ کاروبار سب وارثین کی مرضی سے چلتا رہا ہے، تو جو نفع یا نقصان ہوگا وہ سب کے اوپر ہوگا، اور اگر دوسروں کی مرضی کے بغیر کسی ایک نے کاروبار چلایا تو نفع ونقصان کا وہی ذمہ دار ہوگا، دیگر وارثین ذمہ دار نہ ہوں گے۔

لـو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم إنما المال فهو بينهم سوية ولو اختلفوا في العمل والرأي. (رد الـمـحتار، كتاب الشركة / فصل في الشركة الفاسدة، مطلب اجتمعا في دار واحدةٍ الخ ٥٠٢/٦ زكريا، ٣٢٥/٤ كراچی)

سـئـل فـي إخـوة خـمسة سـعيهـم وكسبهـم واحدٌ، وعائلتهم واحدةٌ، حصلوا بسعيهم وكسبهم أموالاً فهل تكون الأموال المذكورة مشتركة بينهم أخـمـاسًا؟ الجواب: ما حصله الإخوة الخمسة بسعيهم وكسبهم يكون بينهم أخماسًا. (تنقيح الفتاویٰ الحامدية / كتاب الشركة ٩٥/١ المكتبة الميمنية مصر)

إذا بـذر بـعض الورثة الحبوب المشتركة بإذن الكبار أو وصي الصغار في الأراضي الموروثة، تصير جملة الحاصلات مشتركةً بينهم. وأما لو بذرها بـغيـر إذن بـقية الورثة، فالغلة للزارع فقط، ولو كان البذر مشتركًا ...... ولكن لـو بـذر أحدهم حبوب نفسه، فالحاصلات له خاصةً، لكنه يضمن لبقية الورثة حـصتهـم مما نقصت الأرض بزراعته. (شـرح الـمجلة لسليم رستم باز / كتاب الشركة ٦٠٩/١ رقـم الـمادة: ١٠٨٩ مـكتبة الاتـحاد ديـوبـنـد، وكذا في تنقيح الفتاویٰ الحامدية / كتاب المزارعة ومطالبه ٢٠٧/٢ المكتبة الميمنية مصر)

إذا أخـذ أحـد الـورثة مبـلـغًـا مـن نـقود التركة قبل القسمة بدون إذن الآخـرين وعمل فيه وخسر كانت الخسارة عليه، كما إذا ربح لا يسوغ لبقية الورثة إن يقاسموا الربح. (شـرح المجلة / كتاب الشركة ٦١٠/١ رقم المادة: ١٠٩٠ مكتبة الاتحاد ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۲/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وارثین کا باہمی رضامندی سے بغیر تقسیم کے مشترکہ کاروبار جاری رکھنا

سوال (۱۵۸۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر تمام ورثہ راضی برضا مرحوم کے انتقال کے بعد بھی بغیر تقسیم کئے مشترکہ کاروبار جاری رکھنا چاہیں تب کیا حکم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- سب بالغ وارثین کی مرضی سے مشترکہ کاروبار چلایا جاسکتا ہے، ایسی صورت میں جو بھی نفع ہوگا اُس میں سب حسبِ حصصِ شرعیہ حصہ دار ہوں گے۔

لو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم إنما المال فهو بينهم سوية ولو اختلفوا في العمل والرأي. (رد المحتار، كتاب الشركة / فصل في الشركة الفاسدة، مطلب اجتمعا في دار واحدةٍ الخ ٦/٢/٥٠ زكريا، ٣٢٥/٤ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۲/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پہلے شوہر سے اَولاد وراثت کی حق دار ہوگی یا نہیں؟

سوال (۱۵۸۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت کی اَولاً زید سے شادی ہوئی تھی، جس سے تین بچے پیدا ہوئے؛ لیکن بعد میں زوجین میں ناچاقی ہوئی اور علیحدگی کی نوبت آگئی، تو عدت گذارنے کے بعد اس عورت نے عمر سے نکاح کرلیا؛ جب کہ پہلے شوہر کے بچے شوہر کے پاس رہے، بعد میں دوسرے شوہر سے بھی دو اَولادیں ہوئیں، اَب اس عورت کا انتقال ہوگیا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ اُس کی جو پہلے شوہر سے اولادیں ہیں اُنہیں اس کی وراثت میں سے حق ملے گیا یا نہیں؟ آپ سے درخواست ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اِس عورت کے انتقال کے وقت اس کی جو بھی اَولاد موجود ہو؛ خواہ پہلے شوہر سے ہو یا بعد والے سے، وہ سب حسبِ حصصِ شرعیہ اُس کی وراثت کی حق دار ہوں گی۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

کیا اکاؤنٹ میں بیوی کا نام درج کرانے سے وہ کل رقم کی مالک ہوجائے گی؟

سوال (۱۵۸۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب کی رقم بینک میں ہے، اُن صاحب نے ''نامنی'' میں اپنی بیوی کا نام لکھوا رکھا تھا، اَب اُن صاحب کا انتقال ہوگیا۔ تو دریافت یہ کرنا ہے کہ یہ رقم ''نامنی'' کی وجہ سے بیوی کو ملے گی یا وراثت کے طور پر سب ورثہ میں تقسیم ہوگی؟ حضور والا سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ اِس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- بینک کے کھاتے میں نامزدگی سے ملکیت ثابت نہیں ہوتی؛ بلکہ صرف وفات کے بعد کھاتے سے رقم نکالنے کا اختیار ملتا ہے؛ لہٰذا کسی ایک وارث کی نامزدگی ہے، دوسرے وارث محروم نہ ہوں گے؛ بلکہ یہ پوری رقم میت کے ترکہ میں شامل ہوکر حسبِ حصصِ شرعیہ سب ورثہ کے درمیان تقسیم ہوں گی۔ (فتاویٰ قاسمیہ ۲۵/۲۲۷)

عن أبي أمامة الباهلي رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول في خطبته عام حجة الوداع: إن اللّٰه تبارک وتعالیٰ قد أعطی کل ذي حق حقه فلا وصیة لوارثٍ. (سنن الترمذي، أبواب الوصایا / باب ما جاء لا وصیة لوارثٍ ۲/۳۲ رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، کتاب الوصایا / باب ما جاء في الوصیة للوارث ۲/۳۹۶ رقم: ۲۸۷۰، سنن النسائي، کتاب الوصایا / باب إبطال الوصیة للوارث ۲/۱۱۳ رقم: ۳۶۴۰) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

اپنے آپ کو مطلقہ مرحومہ بیوی کا شوہر ثابت کر کے اُس کی جائیداد اپنے نام لکھوانا

سوال (۱۵۸۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص راشد حسین ولد زاہد حسین کی شادی شمیمہ خاتون بنت اسلام الدین سے ہوئی تھی، ایک مدت تک دونون کے درمیان زندگی معمول کے مطابق میل محبت اور آپسی ہم آہنگی کے ساتھ گذرتی رہی؛ لیکن کچھ عرصے کے بعد زوجین میں رنجش اور اختلاف پیدا ہوا، جو بالآخر طلاق پر منتج ہوا۔

جب راشد حسین نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو راشد حسین کے تایہ رشید احمد ولد حاجی ضمیر احمد - جو لا ولد تھے - نے اپنے بھتیجے راشد کی بیوی کو رکھ لیا، راشد حسین کی شمیمہ خاتون سے ۲/ بیٹیاں پیدا ہوئیں، ادھر رشید احمد - جو لا ولد تھے - نے اپنی سکنائی اور صحرائی زمین بشکل بیع نامہ شمیمہ خاتون کے نام کردی اور شمیمہ کو مالک بنا دیا، ادھر رشید احمد کا انتقال ہوگیا اور اس کے بعد شمیمہ خاتون کا بھی انتقال ہوگیا۔

اَب صورتِ حال یہ ہے کہ راشد نے اپنی مطلقہ مرحوم کی بیوی کو اپنی بیوی ظاہر کر کے اور بیوی کو بھی لا ولد ظاہر کر کے ''تحصیل'' میں خفیہ طریقے سے شمیمہ کے شوہر کے طور پر وراثت اپنے نام منتقل کرالی ادھر راشد حسین کا بھی انتقال ہوجاتا ہے اور یہ جائیداد راشد حسین کی دوسری بیوی سے جو اولاد ہے ان کے نام بہ طور وراثت آجاتی ہے اور اس طرح شمیمہ کی دونوں بیٹیاں اپنی سگی ماں کی جائیداد سے محروم کردی جاتی ہیں۔

اَب شریعت کی روشنی میں شمیمہ خاتون کی جائیداد کی وارث ان کی دونوں بیٹیاں ہیں یا راشد حسین کی دوسری بیوی سے جو اولاد ہے، جن کے نام قانوناً وراثت میں دھوکے سے درج کرائے گئے ہیں، وہی حق دار ہیں؟ شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- راشد حسین کا اپنی مطلقہ بیوی شمیمہ خاتون کی جائیداد کو فریب دہی کے طور پر اپنے نام کرانا اور شمیمہ کی سگی بیٹیوں کو ان کے حق سے محروم کرنا سراسر ناجائز اور صریح ظلم ہے اور راشد حسین کی دوسری بیوی کو اولاد کے لئے شمیمہ کی جائیداد سے فائدہ اٹھانے کی ہرگز اجازت نہیں ہے، اس جائیداد کے اصل حق دار شمیمہ کے انتقال کے وقت موجود وارثین ہیں جن میں اس کی دونوں بیٹیاں بھی شامل ہیں۔

ویجب رد عین المغصوب لقوله عليه السلام: لا يحل لأحدكم أن يأخذ مال أخيه لاعبًا ولا جادًا وإن أخذه فليرده عليه. (رد المحتار، كتاب الغصب / مطلب في رد المغصوب الخ ۲٦٦/۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱۲/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا تقسیم کاروبار میں ''مارکہ'' کی قیمت بھی جوڑی جائے گی؟

سوال (۱۵۸۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چار پارٹنر نے مل کر اسکول کی شکل میں ایک کاروبار کی بنیاد رکھی جس کا نام ''الہادی'' پبلک اسکول رکھا، اُس کی خصوصیت دینی لباس، دینی مزاج اور دینی نصاب متعین کیا، شروعات کرایہ کی جگہ لے کر ہوئی، ابتداء میں تقریباً ۷۰ ر بچے تھے؛ لیکن اللہ کے کرم سے اس اسکول کو اِس قدر مقبولیت ملی کہ اَب خود کی زمین خرید کر اسکول کی عمارت بنالی گئی وہ اسکول لوگوں میں اِس قدر مقبول اور متعارف ہوگیا ہے کہ اِس وقت تقریباً ۵۰۰ ر بچے پڑھ رہے ہیں، اسکول کی طرف لوگوں کا رجحان اور رغبت اِس قدر ہے کہ لوگ دور دراز سے اِسکول بس کے ذریعہ اپنے بچوں کو اِس اسکول میں بھیجتے ہیں؛ لیکن پارٹنرز میں شدید اختلاف ہوا، ایک پارٹنر تنہا اور باقی پارٹنرز دوسری طرف، صلح کے ساتھ رہنے کی بہت کوشش کی گئی، شہر کے ذمہ دار حضرات نے بھی ہر

ممکن کوشش کی کہ ساتھ میں مل کر اسکول چلایا جائے؛ لیکن کوئی صورت نہ بن سکی۔ اَب مسئلہ ہے تقسیم کا، اسکول کا کاروبار کیسے تقسیم کیا جائے؟ فریقین میں سے ہر کوئی بضد ہے کہ اسکول ہم چلائیں گے؛ کیوں کہ ہر کوئی جانتا ہے کہ اسکول کمائی کا کتنا اچھا ذریعہ ہے، اَب مفت میں کوئی فریق اپنے حق سے دستبردار نہیں ہونا چاہتا، اسکول کی تقسیم کیسے ہو؟ کیا یہ صورت صحیح ہے کہ فریقین میں سے کسی کو اس کے حق سے دستبردار ہونے کے لئے حیثیت عرفیہ Market Valution کے حساب سے اس کا عوض دے کر اُس کو راضی کرلیا جائے؟ یا پھر کوئی اور صورت ہو تو مطلع فرما دیں؟ برائے کرم مفصل جواب تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اِس دور میں کاروباری ''مارکہ'' کو بھی ایک مستقل قیمتی شئ کے درجہ میں رکھا جاتا ہے، بریں بنا مذکورہ اسکول کے نام اور مارکہ کی جو عرفی قیمت معلوم ہو اُس کو بنیاد بنا کر تقسیم کا عمل انجام دیا جائے اور ضرورت پڑنے پر باہمی رضامندی سے قرعہ اندازی کرکے بھی اختلاف دور کیا جاسکتا ہے۔ (مستفاد: اِمداد الفتاویٰ جدید ۶/۵۳۰)

ویبدو لهٰذا العبد الضعيف – عفا الله عنه – أن حق الاسم التجاري والعلامات التجارية، وإن كان في الأصل حقًّا مجردًا غير ثابت في عين قائمة، ولكنه بعد التسجيل الحكومي الذي يتطلب جهدًا كبيرًا ...... أشبه الحق المستقر في العين، والتحق في عرف التجار بالأعيان، فينبغي أن يجوز الاعتياض عنه على وجه البيع أيضًا، ولا شك أن العرف العام مجالا في إدارج بعض الأشياء في الأعيان. (بحوث في قضايا فقهية المعاصرة ۱/۱۱۳ وزارة الأوقاف)

ورأيت بخط بعض العلماء عن المفتي أبي السعود أنه أفتى بجواز أخذ العوض في حق القرار والتصرف. (رد المحتار / كتاب البيوع ۷/۳۶-۳۷ زكريا)

ويفرز كل نصيب عن الباقي بطريقه وشربه ثم يلقب نصيبًا بالأول

والذي يليه بالثاني والثالث على هذا ثم يخرج القرعة فمن خرج اسمه أولًا فله السهم الأول، ومن خرج ثانيًا فله السهم الثاني. (الهداية / كتاب القسمة ٤١٦/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱/۱۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حرام مال سے تیار کئے گئے مکانات میں وراثت کا حکم

سوال (۱۵۸۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر مورث کی کمائی سو فیصد حرام ہو؛ لیکن اُس نے مالِ حرام سے مکانات بنائے ہوں، جس سے کرایہ کی آمدنی ہوتی ہو، تو اُن میں وراثت جاری ہوگی یا نہیں؟ اور اگر جاری ہوگی تو وارثین کے لئے مکانات اور اُن کے کرایہ سے فائدہ اُٹھانا درست ہوگا یا نہیں؟ اگر وہ مکانات کی قیمت کے بقدر رقم صدقہ کردیں تو آمدنی اُن کے لئے حلال ہوسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں مال حرام سے خریدے گئے مکانات وغیرہ میں اگرچہ حسبِ ضابطہ وراثت جاری ہوگی؛ لیکن اُصول کے اعتبار سے وارثین کے لئے اُن مکانات اور اُن کے کرایہ سے انتفاع اُس وقت تک کامل حلال نہ ہوگا جب تک کہ مکانات کی قیمت اصل مالکین کو نہ لوٹائیں (اگر اُن کا علم ہو) یا اُن کی طرف سے صدقہ نہ کریں۔

(مستفاد: فتاویٰ قاسمیہ ۵۳۰/۵، اِمداد الفتاویٰ جدید ۱۰۹/۹ زکریا)

اكتسب حرامًا واشترى به أو بالدراهم المغصوبة شيئًا. قال الكرخي: إن نقد قبل البيع تصدق بالربح وإلا لا (الدر المختار) قال الشامي: لكن الفتوىٰ اليوم على قول الكرخي دفعًا للحرج لكثرة الحرام. (رد المحتار، كتاب البيوع / مطلب إذا اكتسب حرامًا الخ ٤٩٠/٧ زكريا)

لما في البزازية: أخذ مورثه رشوةً أو ظلمًا، إن علم ذلک بعينه لا يحل له أخذه وإلا فله أخذه حكمًا، أما في الديانة، فيتصدق به بنية إرضاء الخصماء، والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه عليهم، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه. (رد المحتار، كتاب البيوع / مطلب: رد المشتري فاسدًا إلى بائعه الخ ۷/۳۰۱ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۲/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

رجسٹری کے بعد ورثہ کا قیمت بڑھانے کا مطالبہ کرنا

سوال (۱۵۸۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حاجی عبدالحق صاحب نے حاجی بشارت صاحب سے سنبھلی گیٹ کے چوراہے پر ایک دوکان خریدی بلا دخل کے ۲/لاکھ ۹۰/ ہزار کی نصف قیمت اَدا کردی گئی ہے، اور رجسٹری بھی ہوچکی ہے، رجسٹری کے کچھ مہینے بعد حاجی بشارت صاحب کا انتقال ہوگیا، اب مرحوم کے ورثہ کہتے ہیں کہ دوکان واپس کردو یا قیمت بڑھا کر اَدا کرو؛ لہٰذا صورت مسئولہ میں دوکان کا حق دار کون ہے؟ حاجی عبدالحق صاحب یا حاجی بشارت صاحب یا مرحوم کے ورثہ؟ نیز مرحوم کے ورثہ کو دوکان کی قیمت بڑھا کر لینے کا حق ہے جب کہ رجسٹری ہوچکی تھی؟ لہٰذا آپ سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت کرکے ممنون ومشکور ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحت سوال جب بائع حاجی بشارت مرحوم کی زندگی میں مذکورہ دوکان کی مشتری حاجی عبدالحق کے نام رجسٹری ہوچکی ہے اور نصف قیمت بھی اَدا کی جاچکی ہے، تو اب اس دوکان پر حاجی بشارت صاحب مرحوم کے ورثہ کا کوئی حق نہیں ہے، اَب وہ صرف مابقیہ قیمت کا مطالبہ کرسکتے ہیں، دوکان یا کسی اضافی قیمت کے مطالبہ کا انہیں

اختیار نہیں ہے۔

وإذا حصل الإيجاب والقبول لزم البيع. (الفتاوى التاتارخانية ۲۲۲/۸ زكريا)

لا يجوز لأحدٍ من المسلمين أخذ مال أحدٍ بغير سببٍ شرعيٍ. (رد المحتار، كتاب الحدود / باب التعزير، مطلب في التعزير ۱۰۶/٦ زكريا، ٦١/٤ كراچی، شرح المجلة لسليم رستم باز ٦٢ رقم المادة: ٩٧ كوئٹه، البحر الرائق / كتاب الحدود، فصل في التعزير ٦٨/٥ زكريا، ٤١/٥ كراچی، الفتاویٰ الهندية، كتاب الحدود / فصل في التعزير ١٦٧/٢ قديم زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۱/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بھائیوں کے درمیان تقسیم شدہ مال وراثت بہنوں کے درمیان کس طرح تقسیم کیا جائے؟

سوال (۱۵۸۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب کا انتقال ہوگیا ورثہ میں صرف ۴؍ بیٹے اور ۳؍ بیٹیاں تھیں، ترکہ میں ایک زمین تھی زمین کو صرف بیٹوں پر تقسیم کیا گیا بیٹیوں کو حصہ نہیں دیا گیا، بعد میں ایک بیٹے کے دل میں جذبہ پیدا ہوا کہ ہم اپنی بہنوں کو حصہ دیں گے، تو اُس کے حصہ میں جو زمین آئی ہے اُس کی قیمت ساڑھے دس لاکھ روپئے ہے، تو وہ اپنی بہنوں کو کتنی رقم دے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - حسبِ تحریر سوال مورث کے انتقال کے بعد اُن کا ترکہ مذکورہ بالا ورثہ میں ۱۱؍ حصوں میں تقسیم ہوکر ۲-۲؍ حصہ ہر بھائی کو اور ۱-۱؍ حصہ ہر بہن کو ملتا؛ لیکن چوں کہ سارا مال بھائیوں نے آپس میں تقسیم کرلیا، اور بہنوں کو کچھ نہیں دیا، یہ بہنوں پر ظلم

ہوا، جس کی تلافی ہر بھائی پر لازم ہے کہ وہ اپنی جانب آئے ہوئے ہر بہن کے حصہ کو اَدا کرے، اور اَب چوں کہ آپ اپنی بہنوں کے حصہ کو اَدا کرنا چاہتے ہیں تو مسئولہ صورت میں جو رقم (ساڑھے دس لاکھ روپئے) آپ کے حصہ میں آئی ہے، اُس کو ۱۱؍حصوں میں تقسیم کرکے ۱-۱؍حصہ تینوں بہنوں کو دے دیں، اِس طرح آپ اپنی بہنوں کو اُن کا حق پہنچانے والے شمار ہوں گے، اور مابقیہ مال آپ کا ہوگا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا﴾ [النساء: ۷]

عن أنس بن مالک رضي اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: من قطع میراث وارثه، قطع اللّٰہ میراثه من الجنة یوم القیامة. (مشکاة المصابیح، کتاب البیوع / باب الوصایا، الفصل الثالث ۲۶٦/۱، وکذا في سنن ابن ماجة، کتاب الوصایا / باب الحیف في الوصیة ۱۹٤ رقم: ۲۷۰۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۱/۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بیٹی کے جہیز میں اُس کی میراث کا حصہ دینا

سوال (۱۵۸۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص اپنی بیٹی کو شادی کے موقع پر اپنی تمام مال وجائیداد میں سے اُس کا وہ حصہ جو میرے مرنے کے بعد اُس کو ملتا پہلے ہی دے دینا چاہتا ہے، تو کیا اِس طرح لڑکی کو شادی کے موقع پر اُس کا حق سمجھ کر اُس کا حصہ دینے سے حق اَدا ہو جائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- وراثت کا حکم موت کے بعد جاری ہوتا ہے؛ لہٰذا

زندگی میں کوئی مال عطا کرنے سے وراثت کا حق ختم نہیں ہوتا؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں نکاح کے وقت بیٹی کو کوئی چیز دینے سے اُس کا شرعی حق وراثت ساقط نہ ہوگا، اور وہ والد کی وفات کے بعد حسبِ حصصِ شرعیہ اُس کے ترکہ میں حق دار ہوگی۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالی: ﴿يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

الإرث يثبت بعد موت المورث. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲۱۵/۲۰ رقم: ۳۳۰۷۸ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۱/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بطور قرض لی ہوئی رقم وراثت میں شامل ہوگی یا نہیں؟

سوال (۱۵۸۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والد کمال عظیم نے میرے چچا محمد فہیم سے ڈیڑھ لاکھ روپئے قرض لئے تھے، میرے والد نے کہا بھی تھا کہ ایک کو اَدا کردینا، پھر والد صاحب کا انتقال ہوگیا، تو میں نے والد صاحب کا قرض چچا کو اَدا کرنا چاہا، تو چچا نے کہا کہ وہ رقم تو میں نے اپنے بھائی کو دی تھی، اور وہ اُن کا حصہ جو والد کی جائیداد میں تھا وہ اَدا کردیا تھا، پھر میں نے وہ رقم ڈیڑھ لاکھ روپئے اپنے چچا کو لوٹادی ہے، چچا کہتے ہیں کہ تمہاری رقم ڈیڑھ لاکھ روپئے میرے پاس ہے اُسے ہم واپس کردیں گے۔ اَب دریافت یہ کرنا ہے کہ چچا کے قول کا اعتبار کرتے ہوئے ڈیڑھ لاکھ روپئے والد صاحب کے حصہ کے مانے جائیں گے یا قرض کی رقم مانی جائے گی؟ جب کہ والد صاحب نے اپنی زندگی میں کبھی بھی نہیں بتایا کہ میں نے مکان کے حصہ کی رقم لی ہے، اُنہوں نے اِس رقم کو واپس کرنے کے لئے مجھے مکلّف کیا تھا، شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- سوال سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے والد صاحب نے مذکورہ رقم بھائی سے بطورِ قرض لی تھی، اِسی لئے اُنہوں نے وفات سے قبل اُس رقم کو لوٹانے کی وصیت اور تاکید کی تھی؛ لہٰذا جب تک پختہ ثبوت یا گواہی نہ ہو اُس رقم کو قرض ہی مانا جائے گا، اُسے حصہ وراثت کا بدل قرار نہیں دیا جائے گا۔

عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده رضي اللّٰه عنه أن النبي صلی اللّٰه علیه وسلم قال في خطبته: البینة علی المدعي والیمین علی المدعیٰ علیه.

(سنن الترمذي، أبواب الأحکام / باب: البینة علی المدعي رقم: ۱۳٤۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۱۱/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

اَمانت کے پیسوں پر وراثت کا حکم

سوال (۱۵۹۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حامدہ نے پچپن ہزار روپئے عبد البر کے پاس امانت کے طور پر رکھے، اس شرط کے ساتھ کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی میں واپس لے لے گی؛ لیکن شادی سے قبل ہی حامدہ وفات پا گئی تو مذکورہ صورت میں ان پیسوں پر میراث جاری ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو اس کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں، ان پر تقسیم کی کیا شکل ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حامدہ مرحومہ نے جو پچپن ہزار روپئے عبد البر کے پاس رکھوائے ہیں وہ حامدہ کی وفات کے بعد اس کے مجموعی ترکہ میں شامل ہوں گے اور وفات کے وقت موجود اس کے سبھی ورثہ حسبِ حصصِ شرعیہ حصہ دار ہوں گے، یعنی حسبِ تحریر سوال کل

مال سات حصوں میں تقسیم ہوکر دودو ہر ایک بیٹے کو اور ایک ایک حصہ ہر بیٹی کو دیا جائے گا۔

دفع لابنه مالا ليتصرف فيه ففعل و كثر ذلك فمات الأب إن أعطاه هبة فالكل له وإلا فميراث. (الدر المختار / باب الرجوع في الهبة ۵۲۰/۸ زكريا)

إن الأصل الأول في نظام الميراث الإسلامي أن جميع ما ترك الميت من أملاكه ميراث للورثة. (تكملة فتح الملهم، كتاب الفرائض / جميع ما ترك الميت ميرا ۷/۲ المكتبة الأشرفية ديوبند)

قال الله تبارک وتعالى: ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء: ۱۱]

ومع الابن للذكر مثل حظ الأنثيين. (سراجي: ۱۲) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۲/۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والدہ مرحومہ سے لیا ہوا پیسہ قرض ہے یا صدقہ

سوال (۱۵۹۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی والدہ سے دس تولہ سونا اپنی ضرورت کے لئے لیا اس شرط پر کہ جب مجھے خوش حالی ہوگی تو میں آپ کو واپس کردوں گا؛ لیکن والدہ خاموش رہیں اور کچھ جواب نہیں دیا اور زید کی والدہ کا سونا لینے کے بعد انتقال ہوگیا اب زید لیا ہوا سونا اَدا کرنا چاہتا ہے؛ جب کہ زید کے علاوہ دو بھائی اور تین بہنیں موجود ہیں۔

معلوم یہ کرنا ہے کہ زید اپنی والدہ سے لئے ہوئے سونے کو اپنے بھائی اور بہنوں کو دے گا یا یہ سونا صدقہ ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق:- حسب تحریر سوال زید نے اپنی والدہ سے جو دس تولہ سونا اپنی ضرورت کے لئے لیا تھا وہ اس کے ذمہ میں والدہ کا قرض ہے؛ لہٰذا والدہ کے انتقال

کے بعد اسے حسبِ حصص شرعیہ تمام وارثین میں تقسیم کیا جائے گا، یعنی کل ترکہ ۹ ر برابر حصوں میں تقسیم کرکے ہر بھائی کو دو، دو اور بہن کو ایک ایک حصہ ملے گا۔

کما أن أعیان المتوفی المتروکة عنه مشترکة بین الورثة علی حسب حصصهم کذلک یکون الدین الذي له في ذمة آخر مشترکا بینهم علی قدر حصصهم. (شرح المجلة لسلیم رستم باز / الفصل الثالث في الدیون المشترکة ۶۱۰/۱ رقم المادة: ۱۰۹۱ مکتبة الاتحاد دیوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۵/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دو بھائیوں کی رقم سے والد کی خریدی ہوئی زمین میں وراثت کا حکم

سوال (۱۵۹۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے والد نے ایک جگہ خریدی اور ہم اس وقت چار بھائی تھے، زمین خریدنے میں دو بھائیوں نے والد صاحب کو پیسہ دیا تھا، بقیہ دو بھائیوں کا پیسہ اس زمین کی خریداری میں نہیں لگایا تھا، اور چار بھائیوں کے ساتھ ایک بہن بھی ہے، یعنی کل ورثہ پانچ ہیں، اب اس زمین کو تقسیم کرنا ہے اس میں کتنے حصے ہوں گے جب کہ زمین والد کے نام سے ہی خریدی گئی ہے تو کیا جن بھائیوں کا اس زمین کی خریداری میں پیسہ نہیں لگا، ان کو بھی اس میں حصہ ملے گا، اس سلسلے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگر زمین کی خریداری کے وقت جن دو بھائیوں نے والد صاحب کو پیسہ دیا تھا، وہ بطور تبرع وتعاون تھا اور والد صاحب ہی کے نام سے وہ زمین خریدی گئی تو شرعاً وہ زمین والد صاحب ہی کی ملکیت قرار پائے گی اور ان کے انتقال کے بعد تمام ورثہ میں حسبِ حصصِ شرعیہ اس کو تقسیم کیا جائے گا اور چار بھائیوں اور

ایک بہن کے درمیان اس طرح تقسیم ہوگی کہ کل زمین نو حصوں میں تقسیم کر کے ہر ایک بھائی کو دو دو حصے اور بہن کو ایک حصہ ملے گا۔

وإن وهب هبة لذي رحم محرم منه لم يرجع فيها لقوله عليه السلام: إذا كانت الهبة لذي رحم محرم لم يرجع فيها. (رد المحتار، كتاب الهبة / باب ما يصح رجوعه وما لا يصح ۲۹۲/۳ مكتبة بلال ديوبند)

ليس له حق الرجوع بعد التسليم في ذي الرحم المحرم. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الهبة / الباب الخامس في الرجوع في الهبة ٤۰۹/٤ مكتبة الاتحاد ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۶/۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زیور اور مہر کی کلائی کا حکم

سوال (۱۵۹۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری بیٹی کی شادی چار سال پہلے ہوئی تھی، اس کے مہر کی رقم پچیس ہزار روپئے طے ہوئی تھی، اس کے شوہر نے پچیس ہزار روپئے کی جگہ ایک تولہ سونا کی کلائی لگا دی، جواب اس کے شوہر کے پاس ہی ہے، میری بیٹی کا اس رمضان میں انتقال ہوگیا اس کا ایک بیٹا ہے جس کی عمر ڈھائی سال ہے، وہ میرے پاس رہتا ہے، میری بیٹی کی خواہش تھی کہ میں اپنا سارا زیور اور مہر کی کلائی بیچ کر اپنے بیٹے کے لئے زمین لے کر ڈال دوں گی، آپ سے یہ معلوم کرنا ہے کہ میری بیٹی کے سسرال کا زیور اور اس کی مہر کی کلائی کا اس کا بیٹا حق دار ہے یا نہیں؟

نوٹ:- وارثین میں شوہر، والدہ اور ایک بیٹا ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ماتقدم وعدمِ موانع اِرث آپ کی مرحومہ بیٹی کے مہر میں شوہر نے جو سونے کی کلائی دی تھی، وہ بیٹی کی

ملکیت تھی وہ اس کے انتقال کے بعد ترکہ میں شامل ہوکر اُس کے وارثین میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم ہوگی اور رہ گیا بیٹی کے سسرال کی طرف سے دئے گئے زیور کا معاملہ تو اِس سلسلے میں حکم یہ ہے کہ اگر یہ زیور بیٹی کو بطور ملکیت دیا گیا تھا تو اُس کے ترکہ میں شامل ہوگا۔ اور اگر صرف استعمال کے لئے دیا گیا تھا اور اصل ملکیت شوہر کی تھی، جس کا فیصلہ خاندان کے عرف کو دیکھ کر کیا جاسکتا ہے، تو پھر زیور بیٹی کے ترکہ میں شامل نہ ہوگا؛ بہر حال انتقال کے وقت جو بھی چیز بیٹی کی ملکیت میں رہی ہو، وہ درج ذیل طریقہ پر تقسیم کی جائے

مسئلہ: ۱۲
میت

شوہر	والدہ	بیٹا
۳	۲	۷

مرحومہ کا کل ترکہ بارہ برابر حصوں میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔

بل کل أحد یعلم أن الجهاز للمرأة، إذا طلقها تأخذه کله وإذا ماتت یورث عنها. (رد المحتار، کتاب النکاح / باب المهر، مطلب في دعوی الأب أن الجهاز عاریة ۴/۳۱۱ زکریا)

المختار للفتویٰ أن یحکم بکون الجهاز ملکا لا عاریة لأنه الظاهر الغالب إلا في بلدة جرت العادة بدفع الکل عاریة. (رد المحتار، کتاب النکاح / باب المهر، مطلب في دعوی الأب أن الجهاز عاریة ۴/۳۰۹ زکریا)

والعرف في الشرع له اعتبار، لذا علیه الحکم قد یدار. (رد المحتار، کتاب النکاح / باب المهر ۴/۲۹۵ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱۱/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کچھ جائیداد زندگی میں ہبہ کرنا اور مابقیہ کو بطور میراث تقسیم کرنا

سوال (۱۵۹۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: میں ارشد کمال ولد کمال حسین مرحوم ہلدوانی کا رہنے والا ہوں، میرے والد کا انتقال ۲۰۰۴ء میں ہوگیا تھا، انہوں نے اپنی پوری ملکیت کا مالک اپنی بیوی ناظرہ یعنی میری والدہ محترمہ کو بنادیا تھا، میرے ایک بڑے بھائی آفتاب کمال تھے، جن کا انتقال والدصاحب کی موجودگی میں ۱۹۹۹ء میں ہوگیا تھا، نیز میری دو چھوٹی بہنیں فرحین کمال اور نسرین کمال اور میرے بڑے بھائی مرحوم آفتاب کمال کا لڑکا نظر کمال موجود ہیں، اب میری والدہ کا انتقال ۲۰۱۶ء میں ہوگیا ہے جو پوری ملکیت کی مالک تھیں، میری والدہ نے اپنی اکثر ملکیت کو اپنی زندگی میں کچھ اپنے لڑکے ارشد کمال، کچھ اپنی دونوں لڑکیوں فرحین کمال، نسرین کمال کو اور کچھ اپنے پوتے نظر کمال ان سب کے درمیان تقسیم کردیا تھا، سب اپنے اپنے حصے پر قابض ہیں، اب کچھ ملکیت جو باقی ہے، والدہ کے انتقال کے بعد ان کے ایک لڑکے ارشد کمال، دو لڑکیاں اور ایک پوتا میں کس طرح تقسیم کی جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوقِ ماتقدم مرحومہ ناظرہ نے اپنی زندگی میں جو چیزیں بیٹیوں، بیٹے اور پوتے کو دے کر قابض ومالک بنادیا تھا تو وہ سب لوگ تو اپنی موہوب شئ کے مالک ہوچکے ہیں، اُن میں دوسروں کا حصہ نہیں ہے؛ لیکن وفات کے وقت جو ملکیت مرحومہ ناظرہ کے پاس باقی اور موجود تھی وہ اُن کی وفات کے بعد ۴؍ حصوں میں تقسیم ہوکر ۲؍ حصے لڑکے ارشد کمال کو اور ایک ایک حصہ ہر ایک لڑکی فرحین کمال اور نسرین کمال کے درمیان تقسیم کی جائے گی اور اُس ترکہ میں مرحومہ کے پوتے نظر کمال کا کوئی حق نہ ہوگا؛ کیوں کہ سگے بیٹے کی موجودگی میں شرعاً پوتے حق دار نہیں ہوتے ہیں۔

وتتم الهبة بالقبض الكامل. (الدر المختار مع رد المحتار / كتاب الهبة ٤٩٣/٨ زكريا، ٦٩٠/٥ كراچی، شرح المجلة لسليم رستم باز ٤٦٢ رقم المادة: ٨٣٧ كوئٹه، ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر / كتاب الهبة ٤٨٩/٣ مكتبة فقيه الأمة ديوبند)

عن ابن عباس رضي اللّٰہ تعالیٰ عنهما قال: قال رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ تعالیٰ عليه وسلم: ألحقوا الفرائض بأهلها فما بقي فهو فلأولي رجل ذكر.

(صحيح البخاري ۹۹۷/۲ رقم: ۶۷۳۵)

فالأقرب يحجب الأبعد كالابن يحجب أولاد الابن. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الفرائض / الباب الرابع في الحجب ۴۵۲/۶ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۷/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا بیٹے کو دیا ہوا قرض باپ کے ترکہ میں شمار ہوگا؟

سوال (۱۵۹۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنے اکلوتے لڑکے کو ساڑھے سولہ لاکھ روپئے قرض دیا اور اُس کے بارے میں ایک یادداشت تحریر کی کہ اس روپئے میں تمام ورثہ شرعاً شریک ہیں، لڑکے نے اُس روپئے سے اپنا کاروبار کیا، ۲۰۰۰ء میں زید کا انتقال ہوگیا؛ لیکن آج تک بھی لڑکے نے وارثان کو روپئے تقسیم نہیں کئے اور اُس سے کاروبار کرتا رہا، کیا اس سے ہونے والے منافع میں تمام وارثان حق دار ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال باپ نے ساڑھے سولہ لاکھ روپئے جو اپنے لڑکے کو بطور قرض دئے ہیں، وہ والد کے انتقال کے بعد اُس کے ترکہ میں شامل ہیں، جس میں سب ورثہ حسبِ حصصِ شرعیہ مستحق ہوں گے اور مستحقین میں خود یہ لڑکا بھی شامل ہے، جس کو قرض دیا گیا ہے؛ تاہم اس رقم سے تجارت کرکے اُس لڑکے نے جو نفع کمایا ہے، اس میں دیگر وارثین حق دار نہیں۔

المستفاد قوله جهل أربابها: يشمل ورثتهم فلو علمهم لزمه الدفع إليهم

لأن الدين صار حقهم. (الدر المختار مع تنوير الأبصار / كتاب اللقطة ٢٨٣/٤ كراچی)

لو تصرف أحد الورثة في التركة المشتركة وربح فالربح للمتصرف وحده الخ. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الشركة / الباب السادس في المتفرقات ٣٤٦/٢ زكريا)

وما اشتراه أحدهم لنفسه يكون له ويضمن حصة شركائه من ثمنه إذا دفعه من المال المشترك وكل ما استدانه أحدهم يطالب به وحده الخ. (رد المحتار، كتاب الشركة / مطلب: فيما يقع كثيرًا في الفلاحين مما صورته شركة مفاوضة ٤٧٨/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۷/۵/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کی متروکہ زمین پر ایک بھائی کا بلڈنگ بنا کر اُس کو کرایہ پر اُٹھانا

سوال (۱۵۹۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والد صاحب کی زمین اُن کے انتقال کے بعد میرے پاس آئی، جس میں میرے بھائیوں کا حصہ بھی ہے، وہ ایک مدت تک ایسے ہی پڑی رہی، جس کا کرایہ پانچ سو روپئے ماہانہ آتا تھا، اُسے میں ہی لیتا تھا، اِس بات کو میرے بھائی لوگ جانتے تھے، مگر کچھ قیل وقال نہیں کرتے تھے، پھر میں نے اکیلے نے اس پر چند لاکھ روپئے لگا کر اس کو بنایا اس بات کو بھی میرے بھائی جانتے تھے، انہیں پتہ تھا؛ لیکن وہ کچھ نہیں بولے، بلکہ میرے بنانے پر راضی تھے، اَب اُس کا کرایہ پانچ ہزار روپئے ماہانہ آتا ہے، جسے میں ہی لیتا ہوں اور اب بھی وہ لوگ کچھ کہتے یا مانگتے نہیں ہیں؛ لیکن میرے جی میں یہ بات ہے کہ اس میں میرے بھائیوں کا بھی حصہ ہے اور دینا چاہیے، تو میں کرایہ کونسا متعین کروں، پرانا یا نیا؟ ان کے راضی اور خاموش رہنے سے کوئی فرق آئے گا، لاگت صرف مجھ اکیلے کی لگی ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مذکورہ زمین کے اصل کرایہ میں سب حصہ داروں کا حق ہے اور جو کرایہ پہلے ۵۰۰/روپئے ملتا رہا اس کا حساب لگایا جائے اور موجودہ زمین میں تعمیر کے بغیر صرف زمین کا جو معروف کرایہ ہو وہ جمع کرلیا جائے؛ البتہ تعمیر میں چوں کہ صرف آپ نے اپنی رقم لگائی ہے، اِس لئے زمین سے ہٹ کر اُس کا جو کرایہ ہوگا وہ مشترک نہیں ہوگا؛ بلکہ وہ صرف آپ کا حق ہوگا۔ اور آپ کے دیگر بھائیوں کو اس کا اختیار ہے کہ یا تو وہ آپ کی تعمیر میں لگائی ہوئی رقم میں اتنے حصے کے تناسب سے رقم لگا کر شریک ہوجائیں اور یا پھر اُس زمین کا باقاعدہ بٹوارہ کرلیا جائے اور تعمیر جس کے حصہ میں نہ آئے وہ اُس کی قیمت اَدا کردے۔

المستفاد: ومن بنى أو غرس في أرض غيره بغير إذنه (الدر المختار)

وفي الشامية: فلو بإذنه فالبناء لرب الدار ويرجع عليه بما انفق. (الدر المختار مع رد المحتار / كتاب الغصب ۲۸۳/۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۷/۶/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹے کا اپنا حصۂ میراث چھوڑنے کی شرط پر باپ سے زندگی میں زمین کا مطالبہ کرنا

سوال (۱۵۹۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عبد اللہ کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، ان میں سے بڑا لڑکا عبد الرحمٰن اپنے باپ عبد اللہ سے کہتا ہے کہ اس وقت مجھے یہ زمین دیدو، میں تمہارے مرنے کے بعد وراثت میں سے حصہ نہیں لوں گا؛ لہٰذا اِس شرط پر عبد اللہ نے اپنے بڑے لڑکے کو وہ زمین دیدی، اَب سوال یہ ہے کہ:

(۱) باپ کا کسی لڑکے کو اپنی زندگی میں کوئی متعین چیز دے کر وراثت سے محروم کرنے سے وہ وراثت سے محروم ہوجائے گا یا نہیں اور باپ گنہگار تو نہ ہوگا؟

(۲) اور اگر وہ وراثت سے محروم نہ ہوتو جو حصہ اس کے والد صاحب نے زندگی میں اس کو دیا ہے وہ ہبہ میں شمار کیا جائے گا یا میراث میں تقسیم کیا جائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- باپ پر لازم ہے کہ سب اَولاد کے ساتھ لین دین میں برابری کا معاملہ کرے اور بلا وجہ کسی کے حق میں کمی بیشی نہ کرے ورنہ گنہگار ہوگا اور مسئولہ صورت میں اس کا اپنے ایک لڑکے عبد الرحمٰن کو اس شرط پر ہبہ کرنا کہ وہ باپ کی وراثت میں حق دار نہ ہوگا، اس میں اگر چہ قبضہ کے بعد ہبہ تام ہو جائے گا اور موہوب لہ میں دوسرے وارثین کا حق نہ ہوگا لیکن وراثت سے محرومی کی شرط لغو قرار پائے گی اور وہ لڑکا باپ کے انتقال کے بعد حسبِ حصصِ شرعیہ وراثت کا حق دار ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۵۱۸/۱۶ ڈابھیل)

عن النعمان بن بشير رضي اللّٰه تعالىٰ عنه أن أباه نحل ابنًا له غلامًا فأتي النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يشهده، فقال أ كل ولدک نحلته مثل ما نحلت هذا؟ قال لا، قال فاردده. (سنن الترمذي، أبواب الأحكام / باب ما جاء في النحل والتسوية بين الولد ٢٥٣/١ رقم: ١٣٦٧)

يكره تفضيل بعض الأولاد على البعض في الهبة حالة الصحة إلا لزيادة فضل له في الدين وإن وهب ماله كله لواحد جاز قضاء وهو آثم، كذا في المحيط. (البحر الرائق / كتاب الهبة ٤٩٠/٧ زكريا)

قال أصحابنا جميعًا إذا وهب هبةً وشرط فيها شرطًا فاسدًا فالهبة جائزة والشرط باطل، كمن وهب لرجل أمة فاشترط عليه أن لا يبيعها أو شرط عليه أن يتخذها أم ولد أو أن يبيعها من فلان أو يردها عليه بعد شهر فالهبة جائزة وهذه الشروط كلها باطلة، كذا في السراج الوهاج. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الهبة / الباب الثامن في حكم الشرط في الهبة ٣٩٦/٤) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۸/۷/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

کیا نومینیشن کرانے والے کو ترکہ ملے گا یا وارثین کو؟

سوال (۱۵۹۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے چاچا حاجی محمد اختر صاحب کا انتقال ہوگیا ہے جوکہ غیر شادی شدہ تھے، ان کی کچھ جائیداد و بینک اکاؤنٹ ہے، اکاؤنٹ میں ان کی بہن کی نومینیشن ہے، اگر کوئی شخص نومینی ہوتو کیا وہ اس رقم کا مالک قرار پائے گا؟ ان کے وارثین میں دوسگی بہنیں ہیں اور تین بھتیجے اور دو بھتیجیاں، دو بھانجے اور تین بھانجیاں ہیں، کس کا کتنا حصہ ہوتا ہے؟ مسئلہ کا حل بتائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں محض ''نومینی'' ہونا ملکیت کی دلیل نہیں ہے؛ لہٰذا مرحوم محمد اختر صاحب کا کل ترکہ اُن کے شرعی وارثین میں درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۳ تص: ۹

میت

بہن	بہن	بھتیجہ	بھتیجہ	بھتیجہ	بھتیجیاں	بھانجے	بھانجیاں
۱	۱		۱		محروم	محروم	محروم
۳	۳	۱	۱	۱			

مرحوم کا کل ترکہ ۹ر برابر سہام میں تقسیم ہوکر ہر بہن کو ۳-۳ر اور ہر بھتیجہ کو ۱، ۱ر سہام ملیں گے اور بھتیجیاں، بھانجے، بھانجیاں سب محروم ہوں گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۳/۲/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بشکل میراث زندگی میں مکان کی تقسیم

سوال (۱۵۹۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی اہلیہ کو مہر میں زمین دی تھی، پھر اُس نے زمین پر اپنے ذاتی پیسے سے

عمارت تعمیر کرائی، اُس کے بعد زید کا انتقال ہوگیا، وارثین میں زید کی اہلیہ ۴؍لڑکے اور ۳؍لڑکیاں ہیں، اور زمین سمیت عمارت کی قیمت دو کروڑ روپئے ہے، زید کی اہلیہ باحیات ہیں، اور وہ بھی زندگی میں سب اَولادوں کو حصہ دینا چاہتی ہیں، تو اُس کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ آپ سے درخواست ہے کہ مسئلہ کی مکمل وضاحت فرمائیں، مہربانی ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں مکان کی عمارت میں زید کے سبھی وارثین کا حق ہے، جب کہ زمین زید کی اہلیہ کی ملکیت میں ہے، اور حسبِ تحریر سوال اہلیہ بھی اپنی زندگی ہی میں اولاد کے درمیان تقسیم کرنا چاہتی ہیں، تو اُس کی بہتر صورت یہ ہے کہ تعمیر کو ۱۱؍حصوں میں تقسیم کرکے ۲-۲؍حصے ہر لڑکے کو، اور ۱-۱؍حصہ ہر ایک لڑکی کو دے دیا جائے، پھر جس کے حصے میں جس قدر زمین آرہی ہو، اُس کے بارے میں اہلیہ ایک تحریر لکھ دیں کہ میرے انتقال کے بعد مذکورہ وارثین حسبِ حصص شرعیہ اپنی اپنی مقبوضہ زمین کے مالک ہوں گے، تو اس طرح تقسیم کرنے سے بعد میں کوئی نزاع نہ ہوگا، اور اہلیہ کی مراد بھی پوری ہوجائے گی۔

قال العبد الضعيف: قد ثبت بما ذكرنا أن مذهب الجمهور في التسوية بين الذكر والأنثى في حالة الحياة أقوى وأرجح من حيث الدليل، ولكن ربما يخطر بالبال أن هذا في ما قصد فيه الأب العطية والصلة، وأما إذا أراد الرجل أن يقسم أملاكه في ما بين أولاده في حياته؛ لئلا يقع بينهم نزاع بعد موته؛ فإنه وإن كان هبة في الاصطلاح الفقهي؛ ولكنه في الحقيقة والمقصود استعجال لما يكون بعد الموت، وحينئذ ينبغي أن يكون سبيله سبيل الميراث، فلو قسّم رجل في مثل هذه الصورة ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ على قول الإمام أحمد ومحمد بن الحسن – رحمهما الله – فالظاهر أن ذلك يسع له، ولم أر ذلك صريحًا في كلام الفقهاء، غير أنه لا يبدوا خارجًا

عن قواعدهم. (تكملة فتح الملهم، كتاب الهبات / باب كراهية تفضيل بعض الأولاد في الهبة ٦٨/٨ المكتبة الأشرفية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۵/۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

انکم ٹیکس سے بچنے کے لئے اپنی جائیداد بیٹوں کے نام کرنا

سوال (۱۶۰۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سائل کی ایک بیوی ۴/ لڑکے اور ۴/ شادی شدہ لڑکیاں ہیں۔

سائل نے ایک جائیداد انکم ٹیکس سے بچنے کے لئے اپنے چاروں بیٹوں کے نام پر خریدی تھی، وہ میری ہی ملکیت ہے اور میرے ہی قبضہ میں ہے، کیا اس جائیداد میں بھی میرے وارثان کا حق بنتا ہے، اگر بنتا ہے تو کتنا کتنا وضاحت سے تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جو جائیداد سائل نے محض انک ٹیکس سے بچنے کے لئے بیٹوں کے نام سے خریدی ہے اور وہ بذات خود اُس پر قابض ومتصرف رہا ہے، تو یہ جائیداد بیٹوں کی نہیں؛ بلکہ سائل ہی کی ملکیت سمجھی جائے گی اور سائل کے انتقال کے بعد اُس کے موجود شرعی ورثاء میں حسبِ حصص شرعیہ تقسیم ہوگی، مثلاً مسئولہ صورت میں اگر سائل کے انتقال کے وقت اس کی بیوی حیات ہو تو اُسے آٹھواں حصہ اور جو بیٹے اور بیٹیاں حیات ہوں تو بیوی کا آٹھواں حصہ نکال کر مابقیہ مال میں سے دوہرا حصہ بیٹے کو اور اکہرا حصہ ہر بیٹی کو ملے گا اور سائل کی حیات میں اس کے کسی وارث کو اس سے اس کی جائیداد میں حصہ طلب کرنے کا حق نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ ۴/۴۱۳ رقم: ۴۱۸-۴۱۹ زکریا)

وعلى هذا الأساس افتى علماء شبه القارة الهندية بأن مجرد تسجيل

الأرض باسم أحد لا يستلزم أن يكون هو مالكا لها، فلو اشتراها أحد باسم رجل آخر لم يدفع الثمن، وإنما دفع الثمن من قبل الأول فمجرد هذا التسجيل لا يعني أنه وهب له الأرض. (فقه البيوع، الباب الثاني في الأحكام المتعلقة بالمتعاقدين / العقود الصورية ۲۲۷/۱ المكتبة النعيمية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۸/۶/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دو کھیتوں کے بیچ ڈول پر لگائے گئے درخت کا مالک کون ہوگا؟

سوال (۱۶۰۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حامد اور زید دونوں بھائیوں کو باپ کی وراثت میں سے ایک بیگھہ زمین ملی، دونوں بھائیوں نے اپنے حصہ کو الگ کرلیا اور زمینوں کے بیچ میں عموماً ہمارے یہاں دو تین بالشت کا فاصلہ بنالیا جاتا ہے، جس کو ہمارے عرف میں آل سے تعبیر کرتے ہیں، اس آل پر زید نے ایک درخت لگادیا اب وہ بڑا ہوگیا ہے اور زید کاٹنے جارہا ہے تو حامد کہتا ہے کہ مجھے بھی آدھا حصہ دینا پڑے گا۔

اَب دریافت یہ کرنا ہے کہ حامد کو اِس درخت میں حصہ ملے گا یا نہیں اور جو اِس درخت کا سایہ حامد کے کھیت میں جاتا تھا جس کی وجہ سے حامد کے کھیت میں فصل نہیں آتی تھی، تو سایہ کے بارے مسئلہ واضح فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں درخت کا مالک زید ہی ہے، اس میں حامد کا کوئی حق نہیں ہے؛ البتہ اُس درخت کے سائے کی وجہ سے اگر حامد کی کھیتی میں کوئی واقعی نقصان ہوا ہو تو اُس کا مناسب معاوضہ زید سے لے سکتا ہے۔

بعض الورثة إذا بذر الحبوب المشتركة بإذن الكبار، أو وصي الصغار

في الأراضي الموروثة تصير جملة الحاصلات مشتركة بينهم؛ ولكن لو بذر أحدهم حبوب نفسه فالحاصلات له خاصة؛ لكن يكون ضامناً لبقية الورثة حصة نقصان الأرض بزراعته. (شرح المجلة للأتاسي، الكتاب العاشر في أنواع الشركات / الباب الأول في بيان شركة الملك ٢٦/٤ رقم المادة: ١٠٨٩ دار الكتب العلمية بيروت، ص: ٦٠٩ مكتبة الاتحاد ديوبند) *فقط واللہ تعالیٰ اعلم*

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۵/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

❍❖❍

ترکہ میں تصرف

مشترکہ ترکہ میں بھائیوں کی کاروبار سے اِضافہ کے بعد تقسیم کا حکم

سوال (۱۶۰۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حاجی عبدالصمد کا انتقال ہوا، اُن کے ۳؍ بیٹے، ۲؍ بیٹیاں انتقال کے وقت تھے اور اُن کے ترکہ کی مالیت ۵۰؍ لاکھ روپئے تھی، تینوں بیٹوں نے کاروبار بڑھایا جس کی بنا پر اَب ترکہ کی مالیت ۵؍ کروڑ ہوگئی ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ اَب اگر ترکہ کو تقسیم کیا جائے تو بیٹیوں کو کس حساب سے حصہ دیا جائے گا، ۵؍ کروڑ کے حساب سے یا ۵۰؍ لاکھ کے حساب سے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگر دونوں بیٹیوں کی اِجازت ورضامندی سے بیٹوں نے مشترک ترکہ سے کاروبار بڑھایا ہے، تو بیٹیاں بھی اس کاروبار کے نفع میں حسبِ ضابطہ حصہ دار ہوں گی اور تقسیم کے وقت جو بھی مالیت ہوگی اُس میں سب بیٹے اور بیٹیوں کو حصہ دار بنایا جائے گا۔ اِس کے برخلاف اگر میت کے بیٹوں نے خود اپنی مرضی سے کاروبار بڑھایا اور بیٹیوں سے اِجازت نہیں لی، تو ایسی صورت میں بیٹیاں تقسیم کے وقت صرف اصل ترکہ کی مالیت میں حصہ دار ہوں گی، نفع میں اُن کا حق نہ ہوگا۔

بعض الورثة إذا بذر الحبوب المشتركة بإذن الكبار أو وصي الصغار تصير جملة الحاصلات مشتركة بينهم، ولو بذر أحدهم حبوب نفسه فالحاصلات له خاصة؛ لكن يكون ضامنًا لبقية الورثة حصة نقصان الأرض بزراعته، أما لو بذرها بغير إذن بقية الورثة فالغلة للزارع فقط. (شرح المجلة

لسليم رستم باز، الكتاب العاشر في أنواع الشركة / الفصل الثاني في بيان كيفية التصرف في الأعيان المشترة ١٥٥/١ رقم المادة: ١٠٨٩ المطبعة الأدبية بيروت، شرح المجلة للأتاسي، الكتاب العاشر في أنواع الشركة / الباب الأول في بيان شركة الملك ٢٦/٤ رقم: ١٠٨٩ دار الكتب العلمية بيروت)

إذا أخذ أحد الورثة مبلغًا من الدراهم من التركة قبل القسمة بدون إذن الآخرين وعمل فيه وخسر تكون الخسارة عائدة عليه، كما إذا ربح فلا يسوغ لبقية الورثة طلب حصة منه. (شرح المجلة للأتاسي، الكتاب العاشر في أنواع الشركة / الباب الأول في بيان شركة الملك ٢٦/٤ رقم: ١٠٨٩ دار الكتب العلمية بيروت)

لو تصرف أحد الورثة في التركة المشتركة وربح، فالربح للمتصرف وحده كذا في الفتاوىٰ الغيالية. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الشركة / الباب السادس في المتفرقات ٣٤٦/٢ زكريا)

كل واحدٍ من الشركاء في شركة الملك أجنبي في حصة الآخر ليس واحد وكيلا عن الآخر فلا يجوز تصرف أحدهما في حصة الآخر بدون إذنه. (شرح المجلة لسليم رستم باز، الكتاب العاشر في أنواع الشركة / الفصل الثاني في بيان كيفية التصرف في الأعيان المشترة ١٥٣/١ رقم المادة: ١٠٧٥ المطبعة الأدبية بيروت، شرح المجلة للأتاسي، الكتاب العاشر في أنواع الشركة / الباب الأول في بيان شركة الملك ١٤/٤ رقم: ١٠٧٥ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۳/۴/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تقسیم ترکہ سے پہلے بھائیوں کا ترکہ سے نفع حاصل کرنا

سوال (۱۶۰۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا انتقال ہوا، اس کی رقم اکاؤنٹ سے کچھ قانونی دقت کی بنا پر قسطوں میں نکل

رہی ہے، اس کے ورثہ میں سے بھائیوں نے آپس میں طے کیا کہ جو رقم آئے گی اس میں سے بھائی اپنا حصہ لیں گے اور بھائیوں کا حصہ پورا ہونے کے بعد بہنوں کو دیا جائے گا، یہ بات بہنوں کو بتائے بغیر بھائیوں نے اپنے حصہ کی پوری رقم لے لی؛ لیکن انہوں نے کچھ حصہ بہنوں کو بھی دیدیا اور آگے جو رقم آرہی ہے وہ بہنوں کو دے رہے ہیں، تو اِس طرح لئے ہوئے مال کا کیا حکم ہے؟ نیز تمام ورثہ کے حصوں کو قانونی طور پر محفوظ کرنے میں کچھ اخراجات ہوئے ہیں، اب دوبارہ حساب کرنے پر بہنوں کا حق بھائیوں پر نکل رہا ہے، بھائی وہ حق بہنوں کو دینے کے لئے تیار ہیں؛ لیکن بہنوں کا جو حصہ بھائیوں کے یہاں نکل رہا ہے اس سے بھائیوں نے کچھ منافع کمائے ہیں، ان منافع کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں تقسیم سے پہلے جو منافع بھائیوں نے اپنے طور پر کمائے ہیں، اُن میں بہنوں کا حق نہیں ہے؛ بلکہ وہ صرف اپنے حصۂ وراثت کی حق دار ہیں۔

لو تصرف أحد الورثة في التركة المشتركة وربح فالربح للمتصرف وحده. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الشركة / الباب السادس في المتفرقات ۳٤٦/۲ زكريا قديم، ۳٤۳/۲ زكريا جديد)

إذا أخذ أحد الورثة مبلغًا من الدراهم من التركة قبل القسمة بدون إذن الآخرين وعمل فيه وخسر تكون الخسارة عائدة إليه، كما أنه إذا ربح لا يسوغ لبقية الورثة طلب حصته منه. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٦١٠/١ رقم: ١٠٩٠ مكتبة الاتحاد ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۸/۱۱/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

وارث کے ہوتے ہوئے کسی کے نام جائیداد کی رجسٹرڈ وصیت کرنا

سوال (۱۶۰۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے مشرقی اضلاع کے ایک جلیل القدر عالم حضرت مولانا محمد عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ارشد حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ سابق ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۱/اگست ۲۰۲۰ء میں انتقال فرماگئے ہیں۔

(۱) ان کا عقد ان کی چچا زاد بہن سے ہوا تھا؛ لیکن کوئی اولاد نہیں ہوئی، اُن کی اہلیہ کا وفات سے پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا، مولانا مرحوم نے اپنی زندگی میں اپنی منقولہ وغیر منقولہ جملہ جائیداد کی اپنے سالے کے لڑکے مصدوق احمد کو سرکاری قانونِ وصیت کے مطابق رجسٹرڈ وصیت کردی تھی، جب کہ اُن کے تین حقیقی بھتیجے شرعی وارث ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہم ارکانِ مجلس شوریٰ مدرسہ اصلاح المسلمین جمد اشاہی ان کا متروکہ سامان اور ان کی ذاتی نقد رقوم کس کو دیں؟ موصیٰ لہ کو یا پھر ان کے جو تین شرعی وارث ہیں، ان کو یا پھر مدرسہ کو دیں؟ اس میں شرعی حکم کیا ہے؟

(۲) اس طرح کی وصیت جس میں موصی نے موصیٰ لہ کو اپنی پوری جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی سرکاری قانونی وصیت کی روشنی میں رجسٹرڈ وصیت کردی ہو، اس وصیت کا نفاذ موصیٰ لہ کے حق میں متروکہ سے تہائی میں ہوگا یا سرے سے یہ وصیت باطل سمجھی جائے گی؟ شرعاً کیا حکم ہے؟ چوں کہ سرکاری قانون وصیت کے مطابق جو موصی نے کیا ہے وہ شرعی قانون وصیت ایک تہائی سے زائد کی ہے اور اس طرح کی وصیت سے اصل وارثان محروم رہ جاتے ہیں۔

(۳) مولانا مرحوم کے ایک خادم کا کہنا ہے کہ مرحوم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں کسی وقت یہ کہا تھا کہ میرے پیسوں میں سے پچاس ہزار روپئے مدرسہ کو دے دیا جائے، مبادا کہ مجھ سے حساب وکتاب میں کوئی چوک ہوئی ہو کیا خادم کے اس کہنے پر یہ بات وصیت سمجھی جائے گی اور خادم کے کہنے کے مطابق ان کی متروکہ رقم سے پچاس ہزار روپئے مدرسہ کو دیا جانا

ضروری ہوگا؟ شرعی حکم کیا ہے؟

(۴) کیا اصل وارثان جو مرحوم کے حقیقی بھتیجے ہیں؟ سرکاری کاغذات میں اپنا نام وراثت کے طور پر درج کراکے موجودہ سرکاری وصیت کو منسوخ کرانے کے لئے مقدمہ دائر کریں تو کوئی شرعی حرج تو نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱-۲) برتقدیر صحت سوال حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب مرحوم نے اپنے سالے کے لڑکے مصدوق احمد کے لئے جو وصیت کی ہے وہ صرف ان کے متروکہ مال کے تہائی حصہ میں ہی نافذ ہے، بقیہ ۲/تہائی حصے حسب ضابطہ ان کے شرعی وارثین (بھتیجوں) کے درمیان تقسیم ہوں گے اور مسلم لاء کے اعتبار سے اگر صحیح پیروی کی جائے تو عدالت بھی صرف ایک تہائی میں وصیت کو معتبر مانتی ہے، پورے ترکہ پر موصیٰ لہ کا حق نہیں ہوتا ہے۔

وتجوز بالثلث للأجنبي وإن لم يجز الوارث ذلك لا الزيادة عليه. (رد المحتار / كتاب الوصايا ۳۳۹/۱۰ زكريا)

(۳) محض خادم کے کہنے پر وصیت ثابت نہ ہوگی؛ بلکہ اس کا معتبر ثبوت پیش کرنا ضروری ہے، اگر مذکورہ بات کا ثبوت مل جائے تو تہائی ترکہ میں سے اس رقم کو نکال کر مدرسہ میں دیا جائے گا۔

ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين. (السراجي في الميراث ص: ۳)

وإن أنكر سئل المدعي البينة. (الهداية، كتاب البيوع / قبيل: باب اليمين ۳۰۲/۳ المكتبة الأشرفية ديوبند)

(۴) مرحوم کے شرعی وارثین اپنا جائز حق وراثت حاصل کرنے کے لئے عدالت مجاز سے مدد لے سکتے ہیں، اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ البتہ پوری وصیت باطل کرانے کا انہیں حق نہیں ہے بلکہ وصیت کو تہائی تک محدود کرانے کا حق رکھتے ہیں۔

ولا تجوز بما زاد على الثلث إلا أن يجيزها الورثة بعد موته وهم كبار.

(الهداية / أول كتاب الوصايا ٤/ ٦٥٤-٦٥٥ المكتبة الأشرفية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱؍۴؍۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

وارثین کے درمیان تقسیم سے پہلے کسی کی موروثہ زمین خریدنا

سوال (۱۶۰۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر زید کسی دوکان، مکان اور زمین کو خریدنا چاہتا ہے؛ مگر اُس کے بارے میں اُسے بعض معتبر ذرائع سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ مکان وزمین موروثی ہیں اور مورث کے انتقال کے بعد وارثین کے درمیان اس کی شرعی تقسیم نہیں ہوئی ہے، اب اِس صورتِ حال میں تین باتیں قابل استفسار ہیں:

(۱) کیا خریدار کو اس قسم کی معلومات مکان وزمین کے خریدنے سے پہلے کرلینی چاہئے؛ حتی الوسع جہاں تک ہوسکے، کیا وہ شرعی طور پر اس کا مکلّف ہے یا نہیں؟

(۲) اگر اُس کو معلوم نہیں تھا اور اُس نے وہ مکان وزمین خرید لی تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ یعنی اس کا اِقالہ اور بیع کو فسخ وختم کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہو مگر فریق ثانی اس کو ختم کرنے پر راضی نہ ہو، تو پھر اس پر خریدار کی ملکیت کا کیا حکم ہے؟

(۳) اگر اُس کو معلوم ہوگیا تو اَب اُس کے لئے اُس کا خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱) بہتر یہی ہے کہ زمین ومکان کی خریداری سے پہلے یہ تحقیق کرلی جائے کہ اس کے اصل مالکین کون لوگ ہیں؟ پھر انہی سے خریداری کا معاملہ کیا جائے اور اِس بارے میں کچھ بھی تشبہ ہو، تو ایسے مکان یا زمین خریدنے کا ہرگز اقدام نہ کیا جائے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰہ عنه أن رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم قال: لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ٥٠٦/٨ رقم: ١١٧٤٠ دار الفكر بيروت)

عن الحسن بن علي قال: حفظت من رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم: دع ما يريبك إلى ما لا يريبك. (سنن الترمذي / أبواب صفة القيامة والرقائق والورع ٧٨/٢ رقم: ٢٥١٨)

وإن كان الرجل يأخذ المال من حيث وجده ولا يتأمل في الحلال والحرام فالسؤال عنه حسن. (الأشباه والنظائر، الفن الأول، القواعد الكلية / المبحث الرابع: العرف الذي تحمل عليه الألفاظ ص: ٨٦ دار الكتب العلمية بيروت)

الثالثة: ما لا يتحقق أصله ويتردد بين الحظر والإباحة فالأولىٰ تركه ...... وليس بواجب؛ لأن الأصل أن كل شيء في بيت الإنسان على الإباحة حتى يقوم دليل على التحريم. (الموسوعة الفقهية ٣٤٢/٢٥-٣٤٣ الكويت)

(۲) اگر لاعلمی میں ایسا مکان یا زمین خرید لی گئی جس میں بائع کے علاوہ کسی اور کا بھی حصہ متعلق تھا؛ جس کا بعد میں علم ہوا۔ تو اب دو شکلیں ہیں: یا تو مشتری بائع سے یہ کہے کہ اس جائیداد میں جن لوگوں کا حصہ ہے اس کی قیمت میں سے وہ اُن کا حق اَدا کرے۔ اور دوسری شکل یہ ہے کہ وہ اِس معاملہ کو فسخ کردے، اگر بائع اس پر راضی نہ ہو تو اُس جائیداد میں بائع کی جس قدر ملکیت ہے، اس سے فائدہ اُٹھانا تو مشتری کے لئے بلاشبہ جائز ہوگا، اور دیگر لوگوں کی جو ملکیت ہے اُس میں اصل مالکین کی رضامندی جب تک حاصل نہ ہو تو اُس وقت تک یہ ملکیت مشتبہ رہے گی۔

استحقاق بعض المبيع لا يبطل البيع فيما بقي، ولكن يثبت الخيار للمشتري بين نقض البيع في الباقي وبين الرجوع بعوض المستحق. (المبسوط للسرخسي، كتاب القسمة / باب الاستحقاق في القسمة ٤٤/١٥ دار المعرفة بيروت)

لو استحق بعض المبيع قبل قبضه بطل البيع في قدر المستحق ويخير المشتري في الباقي ...... وكذا لو استحق بعد قبض بعضه، سواء استحق المقبوض أو غيره يخير لما مر من التفرق ولو قبضه كله فاستحق بعضه بطل البيع بقدره. (رد المحتار، كتاب البيوع / باب خيار العيب، مطلب: في تخيير المشتري إذا استحق بعض المبيع ٢٠٦/٧ زكريا، ٣٣/٥ كراچی)

(۳) اگر خریداری سے پہلے علم ہو جائے کہ اُس جائیداد میں دوسروں کا حق متعلق ہے، تو جب تک اَصحابِ حقوق کی رضامندی نہ ہو، اس جائیداد کا خریدنا درست نہ ہوگا۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ٥٠٦/٨ رقم: ١١٧٤٠ دار الفكر بيروت)

إن علم أن العين التي يغلب على الظن أنهم أخذوها من الغير بالظلم قائمة وباعوه في الأسواق؛ فإنه لا ينبغي شرائه منهم. (حاشية الطحطاوي على الدر المختار ١٩٢/٤ كوئٹه)

والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له. (رد المحتار، كتاب البيوع / باب البيع الفاسد، مطلب: فيمن ورث مالا حرامًا ٣٠١/٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۱/۱۴۳۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ورثہ کی اِجازت کے بغیر مرحوم کے بڑے لڑکے اور بیوہ کا مورثہ جائیداد کو بدلنا

سوال (۱۶۰۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: ہمارے والد صاحب کے انتقال کے بعد وراثت تقسیم نہیں ہوئی؛ بلکہ بڑے بھائی صاحب اور والدہ محترمہ نے گھر کا نظام سنبھال لیا، بھائی صاحب ملازمت بھی کیا کرتے تھے اور کاشت کی زمین میں کاشت بھی کرتے تھے، گھر کا یہ مشترکہ نظام تقریباً ۲۰-۲۵/سال تک چلتا رہا، اِسی دوران بھائی صاحب نے اپنی سہولت کے پیش نظر ورثہ کی اجازت کے بغیر کاشت کی زمینوں کا خاندان کے مختلف حضرات سے تبادلہ کرلیا یعنی حسبِ موقع اپنی زمینیں دوسروں کو دے کر اُن کی زمینیں لے لیں؛ لیکن سرکاری کاغذات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

دریافت طلب دو چیزیں ہیں: (۱) شریعت کی نظر میں موصوف کا ورثہ کی اجازت کے بغیر یہ تبادلہ کرنا صحیح تھا یا نہیں؟

(۲) کیا دیگر ورثہ کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی اصلی موروثہ زمینیں واپس لے لیں اور متبادل زمینوں کے مالکوں کو اُن کی زمینیں واپس کردیں؛ تاکہ مقبوضہ زمینیں سرکاری کاغذات کے مطابق ہوجائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر وارثین کی طرف سے صراحۃً یا دلالۃً تبادلہ کی اجازت نہ دی گئی ہو تو مذکورہ منتظمین جائیداد کا اپنی مرضی سے زمینوں کا تبادلہ درست اور نافذ نہیں ہے اور وارثین کو کاغذات کے موافق اپنی اصل زمین کے مطالبہ کا حق حاصل ہے؛ اِس لئے کہ محل وقوع کے اعتبار سے زمینوں کی قیمتوں میں بہت زیادہ فرق ہوتا ہے۔

لا یجوز لأحد أن یتصرف في ملک غیرہ بلا إذنہ أو وکالۃ منہ أو ولایۃ علیہ، وإن فعل کان ضامنًا. (شرح المجلۃ لسلیم رستم باز ۱/۶۱ رقم المادۃ: ۹۶، قواعد الفقہ ۱۱۰رقم: ۲۷۰ المکتبۃ الأشرفیۃ دیوبند، الدر المختار مع رد المحتار / کتاب الغصب ۹/۲۹۱ زکریا، ۶/۲۰۰ کراچی، الأشباہ والنظائر، الفن الثاني / کتاب الغصب ۱۵۷) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۳/۸/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

تقسیم ترکہ میں تاخیر

سوال (۱۶۰۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض جگہ مرحوم کا کاروبار اور دیگر ملکیت کسی ایک یا دو لڑکوں کے قبضہ میں ہوتی ہے اور تقسیم ترکہ میں تاخیر کی وجہ سے وہی لوگ اس سے فائدہ اٹھا رہے ہوتے ہیں اور دیگر ورثہ محروم رہتے ہیں، اس معاملے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ محروم ورثہ اپنا حق کیسے حاصل کریں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر کوئی بھی وارث تقسیم کا مطالبہ کرے تو قیمت لگا کر اس کا جو حصہ بنتا ہو، اس کی اَدائیگی لازم ہے، جو قابض وارث مطالبہ کے باوجود تقسیم نہیں کرے گا، وہ مؤاخذہ دار ہوگا۔

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامناً. (شرح المجلة لسليم رستم باز ۶۱/۱ رقم المادة: ۹۶، قواعد الفقه ۱۱۰ رقم: ۲۷۰ المكتبة الأشرفية ديوبند، الدر المختار مع رد المحتار / كتاب الغصب ۲۹۱/۹ زكريا، ۲۰۰/۶ كراچی، الأشباه والنظائر، الفن الثاني / كتاب الغصب ۱۵۷)

ليس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعي، وإن أخذه ولو على ظن أنه ملكه وجب عليه رده. (شرح المجلة لسليم رستم باز / المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية ۶۱/۱ رقم المادة: ۹۶ مكتبة الاتحاد ديوبند، وكذا في البحر الرائق، كتاب الحدود / فصل في التعزير ۶۸/۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۲/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تقسیم ترکہ سے پہلے مرحوم کی ملکیت کے کرایہ کا مالک کون ہوگا؟

سوال (۱۶۰۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: مرحوم کی ملکیت کا جو کرایہ آتا ہے، تقسیم ترکہ تک اُس کا حق دار کون ہوگا؟ تمام ورثہ یا جو وارث ملکیت کی دیکھ ریکھ کرتا ہے؛ صرف وہ؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- تقسیم سے قبل میت کی ملکیت سے جو بھی کرایہ آئے گا وہ سب وارثین میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم کیا جائے گا، کسی ایک وارث کو اکیلے اس کرایہ کو لینا درست نہ ہوگا۔

کما أن أعیان المتوفی المتروکة مشترکة بین الورثة علیٰ حسب حصصهم. (شرح المجلة لسلیم رستم باز، کتاب الشرکة / الفصل الثالث ۱۶۰/۱ رقم المادة: ۱۰۹۲ مکتبة الاتحاد دیوبند)

لأن الترکة في الاصطلاح ما ترکه المیت من الأموال صافیًا عن تعلق حق الغیر بعین من الأموال. (رد المحتار / أول کتاب الفرائض ۴۹۳/۱۰ زکریا، ۷۵۹/۶ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۲/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مرحوم کی ملکیت سے حاصل شدہ کرایہ پر ایک وارث کا قبضہ کرنا

سوال (۱۶۰۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مرحوم کی ملکیت کا کرایہ دیکھ ریکھ کرنے والے وارث کے پاس آتا ہے، دیگر ورثہ مطالبہ نہیں کرتے، اگر بغیر مطالبہ کے نہیں ملے تو وہ انکار بھی نہیں کریں گے، ایسی صورت میں کرایہ وصول کرنے والے وارث کو کیا کرنا چاہئے؟ اور اگر کرایہ وصول کرنے والا دیگر وارثین کو مطالبہ نہ کرنے کی وجہ سے دنیا میں نہ دے تو کیا آخرت میں دین دار ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جب تک دیگر وارثین کی طرف سے صراحۃً

اجازت نہ ہو، پوری کرایہ رقم اپنے ذاتی استعمال میں لانا درست نہیں؛ بلکہ سب حق داروں کو اُن کا حق پہنچانا لازم اور ضروری ہے، ورنہ اُس سے آخرت میں مؤاخذہ ہوگا۔

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامنًا. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٦١/١ رقم المادة: ٩٦، قواعد الفقه ١١٠ رقم: ٢٧٠ المكتبة الأشرفية ديوبند، الدر المختار مع رد المحتار / كتاب الغصب ٢٩١/٩ زكريا، ٢٠٠/٦ كراچی، الأشباه والنظائر، الفن الثاني / كتاب الغصب ١٥٧)

لا يجوز لأحدٍ من المسلمين أخذ مال أحدٍ بغير سببٍ شرعيٍ. (رد المحتار، كتاب الحدود / باب التعزير، مطلب في التعزير ١٠٦/٦ زكريا، ٦١/٤ كراچی، شرح المجلة لسليم رستم باز ٦٢ رقم المادة: ٩٧ كوئٹه، البحر الرائق، كتاب الحدود / باب حد القذف ٦٨/٥ زكريا، ٤١/٥ كراچی، الفتاویٰ الهندية، كتاب الحدود / فصل في التعزير ١٦٧/٢ قديم زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۱۲/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تقسیم ترکہ سے پہلے کرایہ میں سب وارثین کا حق ہے

سوال (۱۶۱۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں عارفہ خاتون زوجہ محمد اسماعیل ہم ۳؍ بہنیں اور ایک بھائی ہیں، والد مرحوم نے ترکہ میں دو مکان چھوڑے، ایک مکان پکا پہلا فلور جو ۵۵۰؍ اسکوائر فٹ پر مشتمل ہے اور دوسرا مکان چھونپڑی کی شکل میں جو ۴۴۰؍ اسکوائر فٹ پر مشتمل ہے، چھونپڑی والے مکان کا کرایہ ۴۵۰؍ روپئے ملتا تھا، جو میرا بھائی لیا کرتا تھا، اور بہنوں کے درمیان اُس آمدنی کو تقسیم کبھی نہیں کیا۔ آج سے تقریباً ۲۰-۲۲؍ سال پہلے میں اُس کچے مکان کو ایک سلیب تک بنا کر رہتی ہوں، بنانے سے پہلے میرے شوہر نے میرے بھائی سے یہ کہا تھا کہ تیرے لئے ایک کمرہ کرایہ کے لئے نکال دیں گے، یا میرا انتظام ہوگیا تو مکان چھوڑ کر چلے جائیں گے، تعمیری کام کے وقت اس

کا ضرور خیال رکھا گیا ہے، روڈ کے سامنے کا کمرہ دوکان لگانے کے لائق ہو یا پھر کرایہ سے دینے کے لائق ہو، بہر حال مکان تیار ہوا اور سامنے کا کمرہ بڑا ہو گیا، اور اس کے پیچھے فقط ایک کمرہ جو ۱۰×۱۰ ر فٹ پر مشتمل ہے جس میں گذر بسر کرنا مشکل محسوس ہونے لگا؛ لہٰذا دوکان کا کمرہ رہائش میں استعمال ہونے لگا، اِس بنا پر میرے بھائی نے مطالبہ کیا کہ میرے لئے تو کمرہ کرایہ پر دینے کے لئے نہیں نکالا گیا؛ لہٰذا اِس شرط کو مکمل کرنے کے لئے میرے بھائی کو جھونپڑی کا کرایہ جو ۴۵۰ ر ملا کرتا تھا، ٹھیک وہی رقم میں اسے دیتی رہی۔ کچھ عرصے کے بعد بھائی کے تقاضے پر ۴۵۰ ر سے بڑھا کر ۱۵۰۰ ر روپئے اَدا کر رہی ہوں؛ لیکن پچھلے ۱۰-۱۱ ر سال پہلے میرے بھائی نے جس میں وہ رہتا تھا اُسے فروخت کر کے میرے بنائے ہوئے ایک سلیب کے اوپر پہلا فلور اور دوسرا فلور بنا کر رہتا ہے؛ لیکن میں پھر بھی اسے ہر ماہ ۱۵۰۰ ر روپئے اَدا کرتی رہی، میرے بھائی نے جس وقت مکان فروخت کیا، اُس وقت وراثت کی تقسیم ہوئی، میری ۲ ر بہنوں کو نقد کی شکل میں رقم دینا طے ہوا؛ لیکن یہ رقم بھی دونوں بہنوں کو ابھی تک نہیں ملی ہے، اور مجھے میرے بنائے ہوئے گراؤنڈ فلور کو میرے حصے میں دیا گیا اور اس کا مالکی حق قرار دیا گیا؛ لیکن میں پھر بھی بھائی کی مجبوری کو دیکھتے ہوئے اُسے ہر ماہ ۱۵۰۰ ر روپئے دیتی رہی، اور صلہ رحمی کو مدنظر رکھتے ہوئے گاہے بگاہے بھائی کی مدد کرتی رہی۔ میرے بھائی، بھابھی اور اُن کے بچوں میں انتہائی درجہ کا میل ملاپ اور محبت تھی؛ لیکن یہ میرے میل ملاپ میں ایسی نظر لگی کہ پچھلے ایک سال کی مدت میں میرے اور میری بھابھی میں نامعقول باتوں پر اختلاف پیدا ہو گیا، اُس وقت سے میرا بھائی ضد میں آ کر یہ تقاضا کر رہا ہے کہ یہ پورا مکان میرا ہے، مکان خالی کرو، میں اسے کرایہ پر دوں گا، اور میرے شوہر کو گالی گلوچ کر رہا ہے، اور یہ کہہ رہا ہے کہ میرے لئے کرایہ کا کمرہ نہیں نکالا، اور کہہ رہا ہے کہ سب بہنوں نے مجھے اپنے حصے دے دئے ہیں؛ جب کہ میں اپنے حصے میں رہتی ہوں، بھائی کو اپنا حصہ دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ: (۱) میرے شوہر نے جو کہا تھا کہ تیرے لئے کمرہ نکال

دیں گے یا پھر میرا انتظام ہوگیا تو گھر چھوڑ کر چلے جائیں گے، کیا میرے شوہر کے کہنے پر میرا حصہ ساقط ہوجائے گا؟

(۲) میرا گراؤنڈ فلور پر مکمل قبضہ ہے اور وراثت کی تقسیم میں مجھے گراؤنڈ فلور کا مالک بنایا گیا ہے، ایسے میں میرے بھائی کا تقاضا ہے کہ مکان خالی کرو، کیا میرے بھائی کا تقاضا کرنا درست ہے؟

(۳) والد محترم کے انتقال کے بعد میرے بھائی کا والد مرحوم کے مکان کا کرایہ پہلے ۴۵۰/روپئے اور پھر ۱۵۰۰/روپئے اکیلے وصول کرنا اور بہنوں کے درمیان تقسیم نہ کرنا شرعاً کیسا ہے؟

(۴) بالفرض اگر بہنوں نے صرف زبانی کہا ہو کہ ہمیں ہمارا حصہ نہیں چاہئے، کیا ایسی صورت میں بہنوں کا حق ساقط ہوجائے گا؟

(۵) میرا بھائی میرے شوہر کو گالی گلوچ کر رہا ہے اُس کی یہ حرکت شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں کیسی ہے؟ کیا اُس کے گالی گلوچ کرنے کی وجہ سے مکان خالی کرنا پڑے گا؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- تفصیلی سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ پلاٹ پر کرایہ داری کا معاملہ ترکہ کی باقاعدہ تقسیم سے پہلے پیش آیا، اِس لئے اگر چہ آپ کے شوہر نے اُس جگہ کے خالی کرنے کا وعدہ کرلیا ہو، پھر بھی اصل ترکہ میں آپ کا حق وراثت ساقط نہ ہوگا، پھر جب یہ حصہ حسبِ تحریر سوال ترکہ میں آپ کا حصہ وراثت میں لگا دیا گیا، تو اَب آپ ہی اُس کی مالک ہیں، اُس پر آپ کے بھائی یا کسی اور وارث کا کوئی حق نہیں ہے، اور اُس کا کرایہ دینا بھی آپ پر لازم نہیں ہے۔

ویروی عن النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم أنه قال: کل أحد أحق بماله من والده وولده والناس أجمعین. أخبرناه أبو عبد الرحمن السلمي بسنده عن

حيان بن أبي جبلة عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم بذلك. (السنن الكبرىٰ، كتاب النفقة / باب نفقة الأبوين ۷/۷۹۰ رقم: ۱۵۷۵۳ دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) باقاعدہ تقسیم ترکہ سے پہلے اُس جگہ کا جو کرایہ آتا تھا، وہ سب وارثین کا حق تھا، جسے حسبِ حصصِ شرعیہ سب کے درمیان تقسیم کرنا چاہئے تھا۔

أعيان المتوفىٰ المتروكة مشتركة بين الورثة علىٰ حسب حصصهم. (شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب العاشر / الفصل الثالث في الديون المشتركة ۱/۶۰۱ رقم المادة: ۱۰۹۲ مكتبة الاتحاد ديوبند)

(۴) بہنوں نے اگر اپنا حق لینے سے انکار کردیا ہو، پھر بھی وراثت سے اُن کا حق ساقط نہیں ہوتا؛ لہٰذا اُنہیں بعد میں مطالبہ کا اختیار حاصل ہے اور بھائی پر اُن کے حق کی اَدائیگی لازم ہے۔

لو قال الوارث: تركت حقي لم يبطل حقه إذا الملك لا يبطل بالترك. (الأشباه والنظائر، الفن الثالث: الجمع والفرق / ما يقبل الإسقاط من الحقوق وما لا يقبله ۲/۶۰۱ كراچی، ۱/۲۷۲ دار الكتب العلمية بيروت)

(۵) حق تلفی، قطع رحمی اور گالم گلوچ کسی بھی مسلمان کے لئے ہرگز جائز نہیں۔

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما قال: صعد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم هذا المنبر، فنادى بصوت رفيع، وقال: يا معشر من أسلم بلسانه ولم يدخل الإيمان في قلبه، لا تؤذوا المسلمين ولا تعيروهم ولا تطلبوا عثراتهم. (صحيح ابن حبان، كتاب الحظر والإباحة / ذكر الزجر عن طلب عثرات المسلمين الخ ۱۳/۷۶ رقم: ۵۷۶۳ مؤسسة الرسالة) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۳/۱۱/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

ایک وارث کا مشترک زمین پر مکان تعمیر کرنے کے بعد مکان کی قیمت مانگنا

سوال (۱۶۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک وارث نے مشترک زمین پر دوسرے ورثہ کی اِجازت کے بغیر مکان کی تعمیر کرلی ہے، اَب وہ زمین ان وارثین کے درمیان تقسیم ہونے جارہی ہے، اَب تعمیر کرنے والا وارث مکان کی قیمت مانگ رہا ہے، تو کیا یہ قیمت لینا درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو کس وقت کی قیمت لگائی جائے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اولاً کوشش کی جائے کہ زمین میں تعمیر شدہ حصہ تعمیر کرنے والے شریک کی طرف لگایا جائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو اصل حکم یہ ہے کہ تعمیر کا جو جزو دوسرے شریک کے حصے میں آرہا ہے تو تعمیر کرنے والا اس عمارت کو توڑ کر جگہ خالی کردے اور یا پھر اس تعمیر کے ملبہ کی قیمت لے کر صلح کرے اور تعمیر کو باقی رکھا جائے اور تقسیم کے وقت ملبہ کی جو قیمت ہوگی اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

من غصب أرضًا فغرس فیها أو بنی قیل له اقلع البناء والغرس وردها قال: فإن کانت الأرض تنقص بقلع ذلک فللمالک أن یضمن له قیمة البناء والغرس مقلوعًا. (الهداية، كتاب الغضب / فصل فيما يتغير بفعل الغاصب ٣٧٩/٤ مكتبه بلال ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۳/۱/۱۴۳۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جائیداد پر خالہ زاد بھائی کا قبضہ کرلینا

سوال (۱۶۱۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: میرے نانا جو کہ نگلیہ عاقل کے رہنے والے تھے، ان کے کوئی لڑکا نہ تھا، شکورہ اورللّی نام کی صرف دو لڑکیاں تھیں، شکورہ کی شادی میرے والد عبدالعزیز ساکن دڑیال کے ساتھ ہوئی تھی اور للّی کی شادی ''نگلیہ عاقل ہی میں ہوئی، میرے نانا نے ایک مکان اور ڈیڑھ بیگھہ زمین جو کہ اب آبادی میں آگئی ہے چھوڑی تھی، نانا کے انتقال کے بعد ان کے مکان میں میرے خلیرے بھائی عبدالحمید نے رہنا شروع کردیا، جس کو بعد میں اس مکان کو تن تنہا بیچ ڈالا اور عبدالحمید نے اس مکان میں سے میری ماں کو کچھ نہ دیا، مکان کو بیچنے کے بعد عبدالحمید نے نانا کی ڈیڑھ بیگھہ زمین سے نصف زمین میں اپنا مکان بنالیا، بقیہ نصف، زمین خالی چھوڑ دی، اس خالی چھوڑی زمین کو بھی بار بار ہمارے مانگنے پر ہمیں دینے سے منع کردیا جب میں نے دیکھا کہ عبدالحمید کی نیت میں بدلی آچکی ہے تو اب سے چار پانچ سال پہلے نگلیہ جاکر چند لوگوں کو جمع کیا اور عبدالحمید سے اپنے حصے کے سلسلے میں بات چیت کی، لیکن اس نے وہ زمین بھی دینے سے صاف صاف منع کردیا، اس پر مجھے بڑا غصہ آیا اور میں نے کہا کہ اس زمین کو مسجد کو دے دوں، لیکن عبدالحمید نے وہ زمین مسجد کو بھی نہیں دی، یونہی چند سال بیت گئے؛ کیوں کہ میں مسجد کو زمین دینے کو کہہ چکا تھا، اِس لئے اپنی بستی دڑیال کے مکان میں سے آدھا مکان اور تین بیگھہ کاشت کی زمین مسجد کے لئے وقف کرچکا ہوں۔ اَب حال ہی میں جمعہ کے دن مجھے معلوم ہوا کہ نگلیہ میں جو میری ماں کے حصے کی زمین ہے آج وہ نیلام ہورہی ہے، میں اپنی بستی دڑیال کے کچھ معزز لوگوں کو لے کر وہاں گیا، تو میری موجودگی میں اس زمین کا ۷۰ر لاکھ پانچ ۵ر روپئے میں اُس کا نیلام ہوا، میں نے اُس رقم کا مطالبہ کیا تو وہ لوگ مجھے صرف ۴ر لاکھ روپئے دینا چاہتے ہیں، حضرت مفتی صاحب شریعت سے میرا حصہ مقرر فرمائیں، کیا نانا کے مکان میری ماں کا حصہ ہے؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں بتائیں کہ کیا میری رضامندی اور میری بنا مرضی کے اس رقم کو مسجد، مدرسہ یا اور کسی دینی کام میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ آپ سے درخواست ہے کہ مسئلہ کی وضاحت تفصیل کے ساتھ تحریر فرمادیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحت سوال اگر آپ کے نانا کے وارثین میں صرف دو بیٹیاں ہی موجود تھیں، یعنی آپ کی والدہ اور آپ کی خالہ صاحبہ اور کوئی دوسرا وارث نہ تھا تو ان کے کل ترکہ مکان اور جائیداد وغیرہ میں یہ دونوں بیٹیاں نصف نصف حصہ کی حق دار تھیں، یعنی آدھا حصہ آپ کی والدہ کا اور دوسرا آدھا حصہ آپ کی خالہ کا تھا، پس آپ کے خلیرے بھائی کا نانا کے پورے مکان پر قبضہ کرکے اسے بیچ دینا اور آپ کی والدہ کو کچھ نہ دینا سراسر حق تلفی اور ظلم ہے۔ اِسی طرح نانا کی زمین میں سے آدھا حصہ آپ کی والدہ کی ملکیت ہے اور والدہ کی حیات میں وہ خود مالک ہے اور والدہ کی وفات کے بعد ان کے وارثین اُن کے مالک ہیں، اُن کی اجازت کے اور مرضی کے بغیر اس جگہ کو فروخت کرنا یا مسجد اور مدرسہ کو دینا کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔ اور اگر اس جگہ کو وارثین کی مرضی سے فروخت کیا جائے تو نصف حصہ کی جو رقم ملتی ہے وہ انہیں پوری دینی لازم ہے، اس میں کٹوتی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

ثم مسائل الباب على أقسام أربعة: أحدها أن يكون في المسئلة جنس واحد ممن يرد عليه عند عدم من لايرد عليه فاجعل المسئلة من رؤوسهم كما لو ترك بنتين ...... فاجعل المسئلة من اثنين. (سراجی) **وفي هامشه: قوله من اثنين فأعط كلا منهما نصف التركة.** (السراجي في الميراث مع حاشية دليل الوارث / باب الرد ص: ٩٤ المكتبة الأشرفية ديوبند)

لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه. (الدر المختار / كتاب الغضب ٢٩١/٩ زكريا)

في حديث مروي عن سعيد بن زيد رضي اللّٰه عنه وفيه: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من أخذ شبرًا من الأرض ظلمًا، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين. (صحيح البخاري، بدء الخلق / باب ما جاء في سبع أرضين ٤٥٤/١ رقم: ٣١٩٨، وكذا في مشكاة المصابيح / باب الغصب ٢٥٤ المكتبة الأشرفية ديوبند، صحيح مسلم ٣٢/٢ رقم: ١٦١)

عن جابر رضي اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم: لا یحل لمسلم أن یأخذ مال أخیہ بغیر حق. (المسند للإمام أحمد ٤٢٥/٥ رقم: ٢٤٠٠٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۳/۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا تقسیم ترکہ سے پہلے وارثین متروکہ مکان سے کرایہ کے حق دار ہوں گے؟

سوال (۱۶۱۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض جگہ ترکہ کے مکان میں چند بھائی رہتے ہیں اور کچھ بھائی اپنے اعتبار سے الگ مکان میں رہتے ہیں، اور جن لڑکیوں کا نکاح ہوگیا وہ اپنی سسرال میں رہتی ہیں، اور کافی دنوں تک ترکہ تقسیم نہیں ہوتا ہے، تو کیا جو ورثہ ترکہ کے مکان کے علاوہ رہتے ہیں وہ کرایہ کے حق دار ہوں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- تقسیم سے قبل تو کسی وارث کو دوسرے سے کرایہ لینے کا حق نہیں ہے؛ لیکن تقسیم ہو جانے اور ہر ایک کا حصہ الگ الگ متعین ہونے کے بعد دوسرے سے حسبِ ضابطہ کرایہ لیا جا سکتا ہے۔

الملک ما من شانہ أن یتصرف فیہ بوصف الاختصاص. (رد المحتار، کتاب البیوع / مطلب: في تعریف المال ٢٣٥/٧ زکریا، ٥٠/٥ کراچی الموسوعة الفقهیة ٢٩/١٤ الکویت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۲/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وارثین کومحروم کرنا

لڑکی کو جائیداد سے بے دخل کرنا؟

سوال (۱۶۱۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے ایک دینی بھائی کی لڑکی چھپ کر مسلم ایک لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی اور نکاح بھی کرلیا، اور اپنے باپ کو خط لکھ کر گئی کہ ’’میں اپنی مرضی سے جارہی ہوں، میرے معاملہ میں دخل اندازی نہ کریں، ورنہ میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی‘‘ اُس لڑکی نے جس سے نکاح کیا ہے وہ نہایت آوارہ اور بدکار ہے، ایک غیر مسلم لڑکی سے اُس کا علانیہ تعلق ہے، جس کو اُس کے کالج کے ساتھی جانتے ہیں، لڑکی کا بھاگ جانے کے بعد ماں باپ سے کسی طرح کا تعلق نہیں، نہ ماں باپ تعلق رکھنا چاہتے ہیں؛ کیوں کہ جس سے اُس نے شادی کی ہے وہ نہایت رذیل اور برا لڑکا ہے، اب میرے دینی بھای کی عمر زیادہ ہورہی ہے، وہ اپنی جائیداد بقیہ اولادوں کو ہبہ کردینا چاہتے ہیں، مذکورہ احوال کے پیش نظر ایسا کردینے میں کوئی مضائقہ ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت مطلوب ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- کسی بالغہ لڑکی کا کسی مسلمان مرد سے محض نکاح کرنا تو ایسا جرم نہیں ہے کہ اسے جائیداد سے بالکل بے دخل کردیا جائے؛ بلکہ ایسے حساس معاملات میں حتی الامکان نبھاؤ کی کوشش ہونی چاہئے۔

فنفذ نکاح حرة مکلفةٍ بلا رضا ولي الخ …… وله أي للولي الخ ……

الاعتراض في غير الكفو. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح / باب الولي ١٥٥/٤
-١٥٦ زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية ١٠٠/٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۵/۱۴۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کی میراث کو بیٹوں کا آپس میں بانٹ کر بہنوں کو محروم کرنا

سوال (۱۶۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مؤمن مرحوم اپنے پیچھے ایک بیوی ۴/ بیٹے، ۳/ بیٹیاں چھوڑ گئے، اُن کے ترکہ میں کئی پلاٹ زمین اور ملازمت سے فنڈ پیسہ، لائف انشورنش کا پیسہ ایک بڑا مکان تھا، ۳/ بھائی (لڑکے) جو بڑے اور باشعور تھے، اُنہوں نے سب کچھ آپس میں بانٹ لیا، بہنوں اور ایک چھوٹے بھائی کو کچھ بھی نہیں دیا، اب اگر ایک بہن اپنے حصہ کا مطالبہ کرتی ہے تو بھی اسے کچھ نہیں دیتے، ارشاد فرمائیں، بہنوں کا حصہ نہ دینے والے بھائیوں کے لئے کیا وعیدیں ہیں؟ اور بہن کیا کرے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق:- باپ کی وراثت میں بیٹیوں کے ساتھ بیٹیاں بھی شرعاً اپنے حصہ کی حق دار ہوتی ہیں؛ لہٰذا کسی بھی بیٹے یا بیٹی کو وراثت کے شرعی حق سے محروم کرنا سراسر ظلم ہے، جن لوگوں نے یہ ظلم کیا ہے وہ یقیناً حق تلفی کرنے والے ہیں، اگر اُنہوں نے حق دار بھائی اور بہنوں کو اُن کا حق نہ دیا تو وہ آخرت میں مؤاخذہ دار ہوں گے۔

عن سالم عن أبيه رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: من أخذ شيئًا من الأرض بغير حقّه خسف به يوم القيامة إلىٰ سبع أرضين.

(صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق / باب ما جاء في سبع أرضين ٤٥٣/١ رقم: ٣١٩٦، صحيح مسلم، كتاب المساقاة والمزارعة / باب تحريم الظلم وغصب الأرض وغيرها ٣٣/٢)

عن أنس ابن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

من فر من ميراث وارثه، قطع اللّٰه ميراثه من الجنة يوم القيمة. (سنن ابن ماجة، كتاب الوصايا / باب الحيف في الوصية ص: ١٩٤ رقم: ٢٧٠٣)

وإذا اختلط البنون والبنات عصب البنون البنات، فيكون للابن مثل حظ الانثيين. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الفرائض / الباب الثالث في العصبات، نوع في تصرفات الأب والوصي والقاضي في مال اليتيم والتركة ٤٤٨/٦ زكريا، وكذا في تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ٤٨٠/٧ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۳/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کچہری آنے جانے سے بچنے کی بنا پر اپنے حصے سے دست برداری لکھنا

سوال (۱۶۱۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حامد نے اپنی پوری جائیداد اپنی بیٹی رفیقہ کے نام منتقل کردی، سرکاری لکھا پڑھی کے ساتھ، بیٹی کا ایک بیٹا اور دو بیٹیاں موجود ہیں، کچھ دنوں کے بعد حامد اور ان کی بیوی کا انتقال ہوگیا، بیٹی رفیقہ پوری جائیداد کی مالک ہوئیں، پھر رفیقہ کا بھی انتقال ہوگیا، رفیقہ کے بیٹے نے سرکاری منتقلی کے وقت اپنی بہنوں سے یہ کہہ کر کہ ''تم لوگوں کو کچہری کی دوڑ نہ لگانا پڑے، اس لئے جائیداد کے اپنے حصے سے علیحدگی لکھ دو'' بہنوں نے رسمی طور پر لکھ دیا، پوری جائیداد رفیقہ کے بیٹے کے نام سرکاری طور پر ہوگئی (علیحدگی لکھوانے کا سبق رفیقہ کے بھائی نے اپنے بھانجے کو سکھایا) تو کیا یہ طریقہ درست ہے؟ رفیقہ کی بیٹیوں کا حصہ ختم ہوگیا اور کسی کا یہ کہنا کہ ''ماں کی جائیداد میں بیٹیوں کا حصہ نہیں ہوتا'' یہ صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق:- ماں کی جائیداد وغیرہ میں سبھی اَولاد بیٹے اور بیٹیوں

کا حصہ ہوتا ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں محض رسمی طور پر کچہری آنے جانے سے بچنے کی نیت سے علیحدگی لکھ دینے سے مذکورہ جائیداد میں سے بیٹیوں کا حصہ ساقط نہ ہوگا، رفیقہ کے بیٹے کو چاہئے کہ وہ اپنی بہنوں کا شرعی حق اَدا کرے؛ تاکہ آخرت میں مؤاخذہ نہ ہو۔

المستفاد: ولم ينعقد مع الهزل لعدم الرضا بحكمه معه. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب البيوع / مطلب في حكم البيع مع الهزل ۱۹/۷ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۰/۴/۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زمین میں بہنوں کا حق نہ دینے والے کی دعوت

سوال (۱۶۱۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے دیار میں کچھ لوگ بہنوں کو وراثت میں بالخصوص موروثی جائیداد میں حصہ نہیں دیتے ہیں اور اگر وہ موروثی زمین زرعی ہے تو وہ حضرات اِس سے بخوبی مستفید ہوتے ہیں، غلہ واناج استعمال کرتے ہیں؛ تاہم بہنوں کی طرف اُن کی ادنیٰ توجہ بھی نہیں جاتی ہے، نیز ظاہر ہے کہ حسبِ حصص شرعیہ بہنوں کے حقوق اُن زمینوں سے وابستہ ہیں، اَب دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) مذکورہ حق تلفی کرنے والوں میں سے اگر کوئی شخص ہماری دعوت کرے جس میں اس زمین سے پیدا شدہ غلہ واناج کا استعمال محتمل نہیں بلکہ یقینی ہو، تو ایسی دعوت قبول کرنا شرعاً کیسا ہے؟

(۲) مذکورہ اشخاص اگر اپنی محنت وپیسوں سے موروثی مشترکہ زمین (جس سے بہنوں کے حقوق وابستہ ہیں) میں کاشت کاری کریں تو اُس سے حاصل شدہ غلوں کے کیا وہ مالک قرار دئے جائیں گے اور کیا وہ پوری کھیتی اُن کے لئے طیب ہوگی؟

(۳) مذکورہ اشخاص میں سے اگر کوئی شخص اپنی مشترکہ زمین فروخت کرے تو دو حال سے خالی نہیں، یا تو اس کے بارے میں ہمیں کوئی اندازہ ہی نہ ہو کہ آیا وہ شخص بہنوں کو اُن کا حق

دے گا یانہیں؟ جب کہ زمین تو اُسی کے قبضے میں رہی، بہنوں کواس سے منتفع نہیں ہونے دیا گیا، یا تو قرائن سے یہ بات واضح ہوجائے کہ وہ بہنوں کا حق غصب کرلے گا، تو دونوں صورتوں میں ایسے شخص سے زمین خریدنا شرعاً کیسا ہے؟ اور اگر نا درست ہے تو جائز شکل کیا ہوسکتی ہے؟ کیا اس شخص سے یہ کہہ دینا کہ ''تم بہنوں کوان کا حق ضرور ادا کرنا'' جواز کے لئے کافی ہوگا؟

(۴) چوتھا اور آخری سوال یہ ہے کہ ہمارے دیار میں اگر کوئی شخص اپنی زمین فروخت کر رہا ہے اور اس کے بارے میں ہمیں کچھ معلومات بھی نہیں کہ اس زمین سے کسی صاحب حق کا حق وابستہ ہے یا نہیں اور اس کے بارے میں کوئی بات مشہور بھی نہ ہو تو معاشرے میں بہنوں کے بربادیٔ حقوق کے عام چلن کو دیکھتے ہوئے کیا ہم پر بوقت خرید یہ تحقیق ضروری ہے کہ اس سے کسی کا حق وابستہ ہے یا نہیں؟ یا ہم بغیر تحقیق کے اسے خرید سکتے ہیں؟ بینوا توجروا بالثواب

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱) وراثت میں بہنوں کو اُن کے حصہ سے محروم کرنا سراسر ظلم اور حق تلفی ہے، جس کی ہرگز اِجازت نہیں ہے؛ تاہم اگر کوئی ایسا شخص دعوت دے تو یہ دیکھا جائے گا کہ اُس کی آمدنی کا اکثر حصہ حلال ہے یا نہیں؟ اگر حلال ہو تو دعوت قبول کرنا درست ہے، اور غالب حصہ حرام ہونے کا علم ہو تو ایسے شخص کی دعوت قبول کرنا درست نہ ہوگا۔

رجل أهدى إلى إنسان أو أضافه إن كان غالب ماله من حرام لا ينبغي أن يقبل ويأكل من طعامه ما لم يخبر أن ذلك المال حلال استقرضه أو ورثه، وإن كان غالب ماله من حلال فلا بأس بأن يقبل الهدية ويأكل ما لم يتبين له أن ذلك من الحرام. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الكراهية / فصل: الهدايا والضيافات ۱۸/۱۷۵ زكريا)

(۲) تقسیم سے قبل مشترک زمین سے سب شرکاء کی رضا مندی کے بغیر فائدہ اٹھانا جائز نہیں؛ تاہم اگر کسی نے خود اپنے خرچ سے مشترک زمین میں بلا اجازت کھیتی کی تو اُس کی پیداوار کا وہ خود ہی مالک ہوگا؛ لیکن اُس کھیتی سے زمین کو جو نقصان ہوا اُس کا تاوان دیگر شرکاء کو

اَدا کرنا اُس پر لازم ہوگا۔

لو تصرف أحد الورثة في التركة المشتركة وربح فالربح للمتصرف وحده. (الفتاوىٰ الهندية / الباب السادس في المتفرقات ٣٤٦/٢ زكريا)

إذا أخذ أحد الورثة مبلغًا من الدراهم من التركة قبل القسمة بدون إذن الآخرين وعمل فيه وخسر تكون الخسارة عائدة عليه، كما أنه إذا ربح لا يسوغ لبقية الورثة طلب حصة منه. (شرح المجلة للأتاسي، الكتاب العاشر في أنواع الشركات / الباب في بيان شركة الملك ٢٦/٤ رقم المادة: ١٠٩٠ دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) اگر خریدار کو یقینی طور پر یہ معلوم ہوجائے کہ مذکورہ زمین میں بہن یا کسی اور وارث کا بھی حق ہے، تو اُس سے اجازت لئے بغیر وہ زمین ہرگز نہ خریدے، اور اگر خرید لی تو پوری کوشش کرے کہ حق دار کے حصہ کی قیمت اُس تک پہنچائی جائے۔ اور اگر پہلے سے علم نہیں تھا اور زمین خرید لی گئی اور بعد میں استحقاق کا پتہ چلا تو ایسی صورت میں بھی حکم یہی ہے کہ مستحق کو اُس کا حق دیا جائے اور بائع سے مشتری کو اَدا شدہ رقم واپس وصول کی جائے۔

وإنما يثبت للمشتري حق الرجوع بالثمن على بائعه بشرطين: الأول أن يبرهن المستحق على المشتري أن العين ملكه ولا يؤقّت أو يوقت وقتًا أقدم من تاريخ الشراء ...... الثاني: أن يكون الاستحقاق بالبينة؛ لأنها حجة متعدية.

(شرح المجلة لسليم رستم باز / الكتاب الأول في البيوع ١٨٢/١ دار الكتب العلمية بيروت)

(۴) اگر بائع یہ دعویٰ کرے کہ اُس زمین سے کسی اور کا حق وابستہ نہیں ہے اور مشتری کو اُس پر اطمینان ہو تو بلا تحقیق زمین خرید سکتا ہے۔

وعن أبي القاسم الصفار: الأشياء على ظاهر ما جرت به العادة، فإن كان الغالب الحلال في الأسواق لايجب السوال، وإن كان الغالب الحرام في وقت، أو كان الرجل يأخذ المال من حيث وجده، ولا يتأمل في الحلال والحرام،

فالسوال عنه حسن. (الأشباه والنظائر ۲۸۰-۲۸۱ مكتبة الحرمين دهلي) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۱/۱۴۴۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بدنام خاندان کی لڑکی سے شادی کرنے کی بنا پر جائیداد سے بے دخل کرنا

سوال (۱۶۱۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک صاحب اَولاد شخص ہے، اُن کے ۵/ بیٹے ۲/ بیٹیاں ہیں، ایک بیٹا بحمد اللہ مفتی بھی ہے، دونوں بیٹیاں اور ۳/ بیٹے شادی شدہ ہیں، ۲/ بیٹوں کی شادی نہیں ہوئی، ان ۲/ بیٹوں میں چھوٹا بیٹا ایک لڑکی سے ناجائز تعلقات میں مبتلا ہوکر نکاح کر چکا ہے، یہ رشتہ کسی بھی طرح زید کے خاندانی معیار کے مطابق نہ تھا، اِس سلسلے میں لڑکے کو اپنے اِرادہ سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی، زمین وجائیداد سے بے دخلی کی دھمکی بھی دی گئی، بڑے بڑے علماء نے اُسے اپنے اِرادے سے باز رہنے کو کہا کہ رشتہ غیر معیاری اور غیر کفو میں ہے، خاندان الگ ہے، برادری الگ ہے، نیز لڑکی کا خاندان اور اُس کے والدین کا کردار محلے پڑوس میں مشکوک وبدنام ہے؛ لیکن باوجود ساری پند ونصائح کے اُس لڑکے نے کسی ایک کی نہ مانی اور اَولاً اس نے کورٹ میرج کیا، پھر مقامی قاضی سے نکاح پڑھوایا، اَب دونوں بحیثیت زوجین علیحدگی کی زندگی گذار رہے ہیں، لڑکے کے اِس عمل سے زید کی اچھی خاصی بدنامی ہوئی، بالآخر زید نے شدتِ غضب میں آکر اُس لڑکے کو اپنے جملہ مال واسباب وجائیداد سے قانوناً بے دخل کر دیا ہے؛ لیکن اَب وقت گذرنے کے ساتھ زید کو فکر آخرت دامن گیر ہے۔ صورت مسئولہ میں زید یہ جاننا چاہتا ہے کہ زید کو بحیثیت باپ ہونے کے اپنی اَولاد کو اپنی جائیداد سے شرعاً بے دخلی اور محروم کرنے کا حق حاصل ہے کہ نہیں؟ بے دخلی کی صورت میں زید کی عنداللہ کوئی پکڑ تو نہیں ہوگی؟

(۲) زید اپنی جملہ جائیداد کو اپنی حیات میں ہی اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کر دینا چاہتا ہے، ایسی صورت میں اولاد کے درمیان جو تقسیم ہوگی وہ قانونِ میراث کے مطابق ہوگی یا اس میں کچھ کمی بیشی کرنے کا زید کو اختیار ہے؟ مثلاً اگر بیوی اور بیٹی کو کچھ کم دیا جائے تو اس میں کوئی حرج تو نہیں؟

(۳) زید کے پانچ بیٹے، دو بیٹیاں اور ایک بیوی ہے، ان کے درمیان وراثت کیسے ہو گی؟ وضاحت فرمائیں۔ واضح ہو کہ زید یہ تقسیم اپنی حیات میں ہی کرنا چاہتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱) مذکورہ بیٹے کو وراثت سے بے دخل کرنے کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (اِمداد الفتاویٰ جدید مطول حاشیہ ۳۵/۱۱ زکریا)

لہٰذا وہ بیٹا آپ کی وفات کے بعد حسبِ قاعدہ آپ کا وارث ہوگا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿يُوۡصِيۡكُمُ اللّٰهُ فِىۡۤ اَوۡلَادِكُمۡ لِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَيَيۡنِ﴾

[النساء، جزء آیت: ١١]

(۲-۳) زندگی میں جائیداد وغیرہ کی تقسیم میں سب بیٹے اور بیٹیوں کو برابر برابر دے کر مالک وقابض بنا دینا چاہئے اور بیوی کو جتنا مناسب سمجھیں دے دیں۔

المختار التسوية بين الذكر والأنثىٰ في الهبة، ولو كان ولده فاسقًا.

(البحر الرائق / كتاب الهبة ٧/٢٩٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۴/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا نکاحِ ثانی کی وجہ سے بیوہ مرحوم شوہر کی میراث سے محروم ہو جائے گی؟

سوال (۱۶۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: ایک شخص کا انتقال ہوگیا، اُس نے دولڑکے ایک لڑکی چھوڑی ہے، تینوں بچے نا بالغ ہیں، اگر اُس کی بیوی نے دوسری جگہ نکاح کرلیا تو دوسری جگہ نکاح کرنے والی اُس بیوی اپنے فوت شدہ شوہر کے مکان جائیداد یا مال میں حصہ کی شریک ہے یا نہیں؟ اگر شریک ہے تو کتنی شریک ہے؟ جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں وفات پانے والے شوہر کے کل ترکہ میں سے آٹھواں حصہ اُس کی بیوی کو ملے گا، اُس کے دوسری جگہ نکاح کرلینے کی وجہ سے اُس کا شرعی حق ساقط نہ ہوگا۔

قال اللّٰہ تعالی: ﴿فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا اَوْ دَيْنٍ﴾ [النساء، جز آیت: ۱۲]

لا ترث الزوجة إلا بطريق الفرض ولها حالتان ...... الحالة الثانية: أن يكون فرضها الثمن وذلک إذا كان للزوج فرع وارث منها أو من غيرها الخ.

(الموسوعة الفقهية ۳۷/۳ الكويت)

قال رحمه اللّٰہ تعالى: وللزوجة نصفه. ومع الولد أو ولد الابن وإن سفل الثمن الخ. (تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ۴۷۸/۷ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۶/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بیوی اور علاتی چچا کی موجودگی میں بہن کی اَولاد اور لے پاک محروم ہوں گے

سوال (۱۶۲۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: زید کا انتقال ہوگیا اُن کے ورثہ میں اُن کی اپنی کوئی اَولاد نہیں ہے، زید نے اپنے تایا کے پوتے کو جب کہ وہ ۱۵/دن کا تھا گودلیا، اُس کو پالا پرورش کی، اور اُن کی شادی کی اور اُس کو اپنے پاس بالکل اَولاد کی طرح رکھا، جس مکان میں رہتے ہیں وہ وقف علی الاولاد ہے، اُس کے علاوہ زید کا جو سامان وغیرہ ترکہ میں ہے، اُس کو کس طرح تقسیم کریں؟ زید کے متعلقین میں مندرجہ ذیل لوگ موجود ہیں۔

(۱) زید کا لے پالک لڑکا (جو کہ زید کے تایا کا پوتا بھی ہے)

(۲) زید کی بیوی (بیوہ) واعظہ بی۔

(۳) زید کے سوتیلے چچا ظہیر عالم (باپ شریک)

(۴) زید کی حقیقی بہن کی اَولادیں۔

(۵) زید کے حقیقی تایا کا لڑکا محمد عابد۔

اِن مندرجہ بالا لوگوں میں کون وارث ہے اور ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحت سوال مسئولہ صورت میں زید کا کل ترکہ ۴/ برابر حصوں میں تقسیم ہوکر ایک حصہ زید کی بیوی واعظہ بی کو اور ۳/ حصے زید کے سوتیلے باپ شریک چچا ظہیر عالم کو ملیں گے، اور زید کا حقیقی تایا زاد بھائی اور حقیقی بہن کی اولادیں اسی طرح لے پالک لڑکا یہ سب محروم ہوں گے، اِن کا زید کی وراثت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔

وهو أن يقدم العم لأب وأم على العم لأب ثم العم لأب على ولد العم لأب وأم. (تبيين الحقائق، كتاب الفرائض / العصبات في الميراث ۲۳۸/٦ المطبعة الكبرىٰ الأميرية بولاق)

ويقدم الأقرب فالأقرب منهم بهذا الترتيب كالابن ثم ابنه وإن سفل ثم أصله الأب ويكون مع البنت بأكثر عصبة وذا سهم ثم الجد الصحيح وإن علا ثم جزء أبيه الأخ لأبوين ثم لأب ثم ابنه لأبوين ثم لأب وإن سفل …… ثم جزء

جده العم لأبوين ثم لأب ثم ابنه لأبوين ثم لأب. (تنوير الأبصار مع الدر على رد المحتار، كتاب الفرائض / باب في العصبات ۵۱۸/۱۰ زكريا)

﴿وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَ كُمْ اَبْنَآءَ كُمْ﴾ فلا يثبت بالتبني شيء من أحكام البنوّة من الإرث، وحرمة النكاح وغير ذلك. (تفسير مظهري [الأحزاب: ٤] ۲۹۲/۷ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۵/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

حقیقی وارثین کو چھوڑ کر لے پالک کے نام جائیداد لکھنا

سوال (۱۶۲۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا انتقال ہوگیا اور اس نے دو کانیں اور مکان اور ٹرک چھوڑا اور زید کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی، تو اس نے ایک لڑکا گود لیا تھا اور زید نے اپنی زندگی میں اس لے پالک لڑکے کے نام دو کانیں، مکان اور ٹرک کر دیا تھا، اور دو کانوں اور ٹرک کا کرایہ بھی لے پالک ہی وصول کرتا رہا اور مکان میں زید کی بیوی اور لڑکا دونوں رہ رہے ہیں، اب زید کا انتقال کے بعد بیوی کہہ رہی ہے کہ شوہر کی جائیداد میں میرا بھی حصہ ہے، اور زید کی ایک لڑکی بھی ہے، تو سوال یہ ہے کہ یہ جائیداد لے پالک لڑکے کی ملکیت میں ہوگی یا زید کے ترکہ میں شامل ہوکر ورثہ کے درمیان تقسیم ہوگی؟ اور زید کے ورثہ میں بیوی، لڑکی اور ۳؍ بھائی اور ۲؍ بہنیں ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- زید کا اپنے حقیقی وارثین (بیوی، لڑکی، بھائی اور بہن) کو چھوڑ کر لے پالک کے نام اپنی جائیدادیں اور ٹرک کرنا اگرچہ شرعاً پسندیدہ نہیں تھا؛ بلکہ یہ ایک طرح سے وارثین کی حق تلفی ہے؛ لیکن حسبِ تحریر سوال اگر واقعۃً اس نے اپنی زندگی میں لے پالک لڑکے کے نام اپنی دو کانیں، مکان اور ٹرک رجسٹرڈ کرا دیا ہے اور لے پالک نے ان

چیزوں پر قبضہ بھی کرلیا ہے جیسا کہ سوال میں درج ہے، تو یہ ہبہ تام اور نافذ ہو چکا ہے اوران چیزوں میں سے زید کے دیگر وارثین کا کوئی شرعی حق نہیں ہے، اگر لے پالک اپنی طرف سے دیدے تو یہ اس کی جانب سے تبرع سمجھا جائے گا مگر اس سے مطالبہ نہیں کیا جاسکتا۔

عن أنس ابن مالک رضي اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: من فر من میراث وارثه، قطع اللّٰہ میراثه من الجنة یوم القیمة. (سنن ابن ماجة، کتاب الوصایا / باب الحیف في الوصیة ص: ١٩٤ رقم: ٢٧٠٣)

وتتم الهبة بالقبض الکامل. (الدر المختار مع رد المحتار / کتاب الهبة ٤٩٣/٨ زکریا، ٦٩٠/٥ کراچی، شرح المجلة لسلیم رستم باز ٤٦٢ رقم المادة: ٨٣٧ کوئٹه، ملتقی الأبحر مع مجمع الأنهر / کتاب الهبة ٤٨٩/٣ مکتبة فقیه الأمة دیوبند)

وتتم بالقبض الکامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لایتم إلا بالقبض. (شرح المجلة: ٤٦٢/١ رقم المادة: ٥١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۳/۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

ترکہ کی تقسیم

دادا کی میراث سے پوتوں کو حصہ نہ ملنے کے قانون پر ہائی کورٹ کا اعتراض

سوال (۱۶۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دادا کی جائیداد میں اس کے لڑکے لڑکیوں کی موجودگی میں مرحوم بیٹے کی اولاد پوتے اور پوتیوں کی وراثت نہیں ملتی جب کہ بعض صورتوں میں ان پوتوں کی قابل رحم اور قابل ترس صورت حال ہوتی ہے، مثلاً بڑے بیٹے نے اپنے باپ کے ساتھ شانہ بشانہ مل کر خوب محنت اور دھن سے کاروبار کیا اور خوب ترقی بھی نصیب ہوئی؛ لیکن تمام جائیداد اور کاروبار سب باپ کے نام ہوتا رہا اور اپنے چھوٹے بھائی بہنوں کی پرورش اور تعلیم شادی وغیرہ کا مکمل خرچ بڑا لڑکا (بھائی) کرتا رہا؛ لیکن جب اچانک یہ لڑکا باپ کی حیات میں انتقال کر جاتا ہے، تو اس کی اولاد کو دادا کی وراثت سے بھائی بہن شرعی حکم کی وجہ سے محروم کر دیتے ہیں؛ اس لئے کہ **"الأقرب فالأقرب"** کے ضابطے کے تحت پوتوں کو حصہ نہیں ملتا ہے۔

شریعت اسلامیہ کے اس ضابطے کو ہائی کورٹ میں چیلنج کیا گیا ہے کہ یہ قانونِ اسلامی صحیح نہیں ہے، مرحوم بیٹے کی اولاد کو دیگر لڑکے لڑکیوں کی طرح اس کے باپ کے حصہ کے بقدر ترکہ ملنا چاہئے۔

تو اب دریافت یہ کرنا ہے کہ ہائی کورٹ میں اِس قانونِ اسلامی کے فوائد سے فائدہ اُٹھا کر اگر اس پر عمل نہ کیا جائے تو اس کے نقصانات کے بارے میں کیسے جواب دیا جائے؟ تفصیل سے رہنمائی فرما کر ممنون فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مذکورہ سوال کے بارے میں اولاً عرض یہ ہے کہ مذہبی احکامات کو عقل اور ضرورت کے معیار پر نہیں جانچا جاسکتا؛ کیوں کہ اگر یہ سلسلہ شروع ہوگا تو دیگر مذاہب میں بھی ایسی باتیں نکل کر آئیں گی، جن کی جواب دہی مشکل ہو جائے گی، اس لئے عافیت کا راستہ یہی ہے کہ مذہبی اعتبار سے جو بات جیسے ثابت ہو اس کے موافق ہر مذہب والوں کو عمل کی آزادی ہو؛ تاکہ کسی کو اعتراض نہ ہو اور سگے بیٹے کی موجودگی میں پوتوں کے وراثت سے محرومی کی بات اسلام کے دورِ اول سے لے کر آج تک متفق علیہ ہے اور قرآن وسنت سے ثابت ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں رہا ہے؛ لہٰذا اس منصوص مسئلہ میں کسی کو چوں چرا کا حق حاصل نہیں ہے۔

تاہم غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی شریعت میں وراثت کے معاملے میں عصبات کے اندر اقربیت کو جو اصولی طور پر معیار بنایا گیا ہے، وہ انصاف کے مطابق اور عمومی احوال کے اعتبار سے بہت سے فتنوں کے دروازوں کو بند کرنے والا ہے؛ کیوں کہ اگر اقربیت کے بجائے ضرورت اور احتیاج وغیرہ کو بنیاد بنایا جائے گا تو اس سے یہ خرابی لازم آئے گی کہ کوئی بھی بظاہر خوش حال وارث اپنے مورث کے مال میں وراثت کا مستحق نہ ہوگا اور سارا ترکہ بزعم خود ضرورت مندوں میں تقسیم کیا جائے گا اور کون وارث ضرورت مند ہے اور کون نہیں ہے؟ اس کی تعیین میں سخت جھگڑے پیدا ہوں گے؛ اس لئے کہ ضرورت کے اعتبار سے لوگوں کے درجات مختلف ہو سکتے ہیں، بریں بنا محتاجگی اور ضرورت کے بجائے رشتے کی اقربیت کو معیار بنانا ہی مسئلہ کا صحیح حل ہے۔

اَب رہ گئی یہ بات کہ بسا اَوقات باپ کی زندگی میں انتقال کرنے والا بیٹا مالی اعتبار سے باپ کا بہت معاون ہوتا ہے، اور بھائیوں کا بھی محسن ہوتا ہے تو جہاں ایک پہلو یہ ہے، وہیں دوسری جانب یہ بھی تو ممکن ہے کہ انتقال کرنے والے بیٹے کا باپ کی ملکیت کو بڑھانے میں کوئی

عملی کردار نہ رہا ہو، یا موجود بھائیوں کی خدمات مرحوم سے زیادہ رہی ہوں، پس اگر پوتے کو دینے کا مطلقاً اُصول بنایا جائے گا تو کیا دوسرے بھائیوں کو اعتراض کا حق نہ ہوگا؟ اس پہلو کو کیسے نظر انداز کیا جاسکتا ہے؟ پس اسلامی شریعت نے سبھی پہلوؤں کو ملحوظ رکھتے ہوئے جہاں ایک طرف وراثت میں اقربیت کا عمومی اُصول بنایا، وہیں دوسری جانب یتیم بچوں کی خبر گیری کا دادا کو مکلّف کیا اور اُس کو یہ اختیار دیا کہ وہ نہ صرف یہ کہ اپنی زندگی میں حسب ضرورت پوتوں اور پوتیوں کو مال ہبہ کرسکتا ہے؛ بلکہ اسے پوتوں وغیرہ کے لئے اپنے تہائی مال میں وصیت کرنے کا بھی شرعاً اختیار حاصل ہے؛ لہٰذا جو لوگ پوتوں سے ہمدردی رکھتے ہیں، انہیں چاہئے کہ وہ شریعت کا اُصول بدلنے کے بجائے اس راستے کو اختیار کریں جس میں پوتوں اور موجود وارثین دونوں کی پوری طرح رعایت رکھی گئی ہے۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ جو شخص بھی انصاف سے غور کرے گا وہ ضرور اس نتیجے پر پہنچے گا کہ پوتوں کے بارے میں اسلامی قانونِ وراثت عقل اور فطرت کے عین مطابق ہے اور اس میں ہرگز کسی کی حق تلفی نہیں ہوتی۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألحقوا الفرائض بأهلها فما بقي فهو لأولى رجل ذكر، ثم إن حديث الباب من أقوى الدلائل على أن الحفيد لا يرث مع الابن؛ لأن الابن عند وجوده أولىٰ رجل ذكر فيحوز المال ويحرم الحفيد لكونه أبعد بالنسبة إليه، وهٰذا ما أجمعت عليه الأمة الإسلامية منذ القرون الأولىٰ. لم يختلف فيه أحد من الفقهاء، حتى ظهرت في بلادنا طائفة مستغربة تحكم رأيها في جميع مسائل الشريعة فشذت عن الأمة في كثير من المسائل منها هٰذه المسئلة، فقالت: إن الحفيد إنما يحرم من الميراث عند وجود أبيه، لا عند وجود أعمامه، فيرث الحفيد اليتيم وإن كان معه أبناء الميت الآخرون غير والد ذٰلك الحفيد،

ويكون في ذٰلك قائمًا مقام أبيه. واستدلوا على ذٰلك بقوله: ﴿يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيۡ اَوۡلاَدِكُمۡ﴾ قالوا: إن لفظ ﴿الۡاَوۡلاَدِ﴾ يشمل الأحفاد أيضًا ...... وإن دليلهم هٰذا ينبئ عن جهلهم بأصول الفقه، وذٰلك أو "الولد" يراد به الابن حقيقةً والحفيد مجازًا، وتقرر في أصول الفقه، وذٰلك أن الجمع بين الحقيقة والمجاز في وقت واحد لا يجوز. فلا يراد به "الابن" و"الحفيد" في وقت واحدٍ. وإلا لزم أن يدخل في هٰذه الكلمات جميع الأحفاد، وأحفادهم عند وجود أبناء الصلب، ويشاركوهم في الميراث، وهٰذا لا تقول به تلك الطائفة أيضًا ...... ولو كان مدار الإرث على اليتم والفقر والحاجة لما ورث أحد من الأقرباء الأغنياءُ، وذهب الميراث كله إلى اليتامىٰ والمساكين ...... وأن معيار الإرث ليس هو القرابة المحضة ولا اليُتم والمسكنة، وإنما هو الأقربية إلى الميت.

(تكملة فتح الملهم، كتاب الفرائض / مسئلة ميراث الحفيد عند وجود الابن ١٤/٢-١٥ زكريا)

وقد ذكر الإمام أبوبكر جصاص الرازي – رحمه اللّٰه تعالىٰ – في أحكام القرآن، والعلامة العيني في عمدة القاري: الإجماع علىٰ أن الحفيد لا يرث مع الابن. (تكملة فتح الملهم، كتاب الفرائض / باب: ألحقوا الفرائض بأهلها، مسئلة ميراث الحفيد عند وجود الابن ١٨/٢ المكتبة الأشرفية ديوبند)

وقال زيد بن الحارث رضي اللّٰه عنه: ولد الابناء بمنزلة الولد إذا لم يكن دونهم ولد ذكر، ذكرهم كذكرهم وأنثاهم كأنثاهم يرثون كما يرثون، ويحجبون كما يحجبون، ولا يرث ولد الابن مع الابن. (صحيح البخاري، كتاب الفرائض / باب ميراث ابن الابن إذا لم يكن ابن ٩٩٧/٢)

عن أبي أمامة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إن الصدقة على ذي قرابة يضعف أجرها مرتين. رواه الطبراني في ا لكبير، وفيه

عبيد الله بن زحر، وهو ضعيف. (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب الزكاة / باب الصدقة على الأقارب وصدقة المرأة علىٰ زوجها ۱۱۷/۳ رقم: ٤٦٥١ مكتبة القدسي القاهرة) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۷/۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بہو اور پوتے کی میراث، سامانِ جہیز کی واپسی اور والد کے قرض کا مسئلہ

سوال (۱۶۲۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) محمد ادریس کے چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں ہیں، ان میں سے ایک لڑکے کا انتقال ہوگیا، جس کا نام محمد امجد ہے، امجد کے انتقال کے دو ماہ بعد امجد کی بیوی کے لڑکا پیدا ہوا، بچہ پیدا ہونے کے تقریباً ۱۰/دن بعد امجد مرحوم کی بیوی اپنی ماں کے گھر چلی گئی اور اَب اپنی ماں کے گھر پر ہی رہ رہی ہے، امجد مرحوم کی شادی کا سامانِ جہیز لڑکی والے سب لے گئے، امجد کے والد کا کہنا ہے کہ میں نے امجد تو کیا امجد کے بڑے بھائیوں کو بھی اپنی جائیداد (مثلاً کاشت کی زمین اسی طرح آبادی کی زمین، مکان وغیرہ میں) سے میں بھی کسی کو اپنی جائیداد کا مالک نہیں بنایا اور اس وقت تک مالک بھی نہیں بناؤں گا جب تک میری دولڑکی اور ایک لڑکے کی شادی نہ ہو جائے؛ کیوں کہ اگر میں نے اپنی جائیداد اپنے شادی شدہ بچوں پر تقسیم کردی تو جو میری دولڑکی غیر شادی شدہ ہیں، اُن کی شادی کا کیا نظم ہوگا؟ اور میرے خرچ کا ذمہ دار کون ہوگا؟ تو اِس صورت میں امجد مرحوم کے والد کی جائیداد میں سے ان کی زندگی میں امجد کی بیوی، امجد کا لڑکا کچھ حق پانے کے مستحق ہوں گے یا نہیں؟

(۲) جب امجد کی شادی ہوئی تو امجد نے شادی سے تقریباً تین سال پہلے سے ہی کوئی پیسہ نہیں دیا، زیور کی خریداری میں بھی امجد نے والدین کو کوئی پیسہ نہیں دیا، سب امجد کے بڑے بھائیوں اور بہنوئی نے دیا تھا، جو رقم اس وقت سنار کے پاس جمع ہوئی تھی، امجد کے والد کا کہنا کہ

زیور تمام کا تمام میری ذمہ داری پر آیا تھا، میں ہی قرض کا ذمہ دار ہوں، میں ہی زیور کا مالک ہوں، جب تک زیور کا قرض ادا نہ کرتا، میں نے مالک نہیں بنایا تھا، بڑے لڑکوں کا جو زیور تھا اُن کو بھی زیور اس وقت تک مالک نہیں بنایا تھا جب تک انہوں نے بھی قرض ادا نہ کردیا تھا، امجد کو امجد کی بہن نے ''منگل سترِ'' یہ کہہ کر دیا تھا کہ اپنی بیوی کو منہ دکھائی میں دے دینا، مجھے شادی کے بعد اس کے پیسے دے دینا، اب بہن ''منگل سترِ'' لینے پر بھی راضی ہے، اور پیسے لینے پر بھی راضی ہے، اگر کوئی بھی چیز دے دی جائے، تب بھی راضی ہے، وضاحت فرمائیں یہ زیور کس کا ہے، امجد کی بیوی کا یا امجد کے لڑکے کا؟ یا والدین کا؟ امجد کے کھاتے میں ایک لاکھ ۵۲/ ہزار روپئے نقد ہیں، اور زیور پر تو میرا ۹۰/ ہزار روپئے قرض ہیں اور بیوی کے ۱۰/ ہزار روپئے مہر بھی ہے۔

(۳) جب امجد کا انتقال ہوا مہاراشٹر (پونہ) میں تو وہاں سے امجد کی لاش لانے کے لئے علاقہ کے لوگوں نے امجد کے نام سے چندہ وصول کیا، امجد کے سفر خرچ کے لئے جب کہ امجد کے بڑے بھائی سے ان لوگوں نے معلوم کیا تو بڑے بھائی نے چندہ کرنے سے منع کیا، مگر پھر بھی اکٹھا کیا گیا، امجد کی لاش لانے کے بعد خرچ سے جو پیسہ بچا جو امجد کے نام سے اکٹھا کیا گیا تھا، کس کا ہے؟ امجد کی بیوی کا یا امجد کے لڑکے کا یا امجد کے والدین کا یا کسی غریب بچی کی شادی میں خرچ کر سکتے ہیں یا کسی مدرسے میں دے سکتے ہیں، ان پیسوں کا کیا مصرف ہے وضاحت فرمائیں؟

نوٹ:- امجد کے ورثہ میں: امجد کی بیوی، امجد کا لڑکا، امجد کے والدین، امجد کے ۳/ بھائی اور ۵/ بہنیں ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱) مسئولہ صورت میں لڑکے امجد مرحوم کے والد کی جائیداد میں امجد کی بیوی اور بچہ حق دار نہ ہوں گے؛ البتہ والد اپنی حیات میں انہیں کچھ دے دیں تو یہ ان کی طرف سے احسان ہوگا۔

عن زيد بن ثابت وعلي وابن مسعود رضي الله عنهم ...... وإذا ترك

ابنا وابن ابن فليس لابن الابن شيء. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الفرائض / باب ترتيب العصبة ٣٩١/٦ رقم: ١٢٣٧٢ دار الحديث القاهرة)

اور سامانِ جہیز کی مالک مرحوم کی بیوہ ہے، اس میں امجد مرحوم کے والد وغیرہ کا کوئی حق نہیں ہے؛ اس لئے امجد کے انتقال کے بعد بیوہ کا سامان جہیز اپنے ساتھ لے جانا شرعاً درست ہے، اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔

فإن كل أحد يعلم أن الجهاز ملك المرأة. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب النفقة ٢٩٩/٥ زكريا)

(۲) حسبِ تحریر سوال والد نے امجد کی شادی کے وقت کا زیور کا انتظام بطور قرض کیا تھا اور یہ کہہ دیا تھا کہ جب تک امجد زیور کے پیسے نہیں دے گا، اسے مالک نہیں بنایا جائے گا، اب جب کہ رقم ادا کئے بغیر امجد کا انتقال ہو چکا ہے، تو اب دو صورتیں ممکن ہیں: اول یہ کہ والد اپنا دیا ہوا زیور واپس لے لیں اور اس میں امجد کی وراثت جاری نہ ہو اور دوسری صورت یہ ہے کہ امجد مرحوم کے ترکہ (ایک لاکھ ۵۲/ ہزار) میں سے زیور کا قرض (۹۳/ ہزار روپئے) وصول کرلے تو ایسی صورت میں وہ زیور امجد مرحوم کے ترکہ میں شامل ہو کر سبھی ورثہ میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم ہوگا۔ اِسی طرح اگر بہن کے دئے ہوئے ''منگل سترٔ'' کی رقم بھی اَدا کردی جائے تو وہ ''منگل سترٔ'' بھی ترکہ میں شامل ہوجائے گا۔

بعد اَزاں کل ترکہ میں سے اولاً بیوی کی مہر کی ادا کی جائے گی اور بقیہ ترکہ درج ذیل طریقہ پر وارثین میں تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۲۴

میت

بیوی	والدہ	والد	لڑکا	بھائی/ بہن
۳	۴	۴	۱۳	محروم

امجد مرحوم کا کل ترکہ ۲۴/ برابر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نام

کے نیچے درج ہے۔

لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (رد المحتار / كتاب الفرائض ٤٩٣/١٠ زكريا)

التركة ما تركه الميت من مملوكه شرعًا. (شريفية شرح سراجي: ٤)

(۳) اس رقم کے بارے میں چندہ دہندگان سے اجازت لی جائے، وہ جہاں صرف کرنے کو کہیں، وہیں پر رقم صرف کردی جائے۔

لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته الخ. (الدر المختار مع رد المحتار / كتاب الغصب ٢٩١/٩ زكريا، ٢٠٠/٦ كراچی، الأشباه والنظائر، الفن الثاني / كتاب الغصب ١٥٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۱/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گودلیا بچہ وراثت کا حق دار نہ ہوگا

سوال (۱۶۲۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا لڑکا یا لڑکی گود لینا چاہے، تو شریعت میں اِس کا کیا حکم ہے؟ اور کیا گود لینے والا شخص اُس بچے یا بچی کو اپنا نام دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور کیا وہ بچے جو گود لئے ہیں وہ اُس کے مال میں وارث ہوں گے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ضرورۃً یا صلہ رحمی کے طور پر بچہ یا بچی کو گودلیا جاسکتا ہے؛ لیکن اِس کی وجہ سے وہ بچہ حقیقی اَولاد کے درجہ میں نہ ہوگا، نہ تو گود لینے والا شخص اُس کے باپ کی جگہ اپنا نام لگا سکتا ہے اور نہ ہی اُن کے مابین وراثت جاری ہوگی؛ بلکہ وہ بچہ اپنے حقیقی ماں باپ کی طرف منسوب ہوگا اور اُنہیں کا وارث ہوگا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَ كُمْ اَبْنَآءَ كُمْ﴾ [الأحزاب، جزء آیت: ۲]

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من ادعی إلی غیر أبیه وهو یعلم فالجنة علیه حرام. (صحیح البخاري، کتاب المغازي / باب غزوة الطائف ۲/۱۰۰۱ رقم: ۴۳۲۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۲/۶/۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تقسیم ترکہ سے پہلے قرض کی اَدائیگی ضروری ہے

سوال (۱۶۲۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شامیلاتی (غیر تقسیم شدہ) مکان جس میں جناب سراج الدین ۳/۲ حصہ، محترمہ عقیلہ خاتون ۳/۱ حصہ (یہ مکان جناب سراج الدین ومحترمہ عقیلہ خاتون کے سگے بھائی بہن کو اپنے والدین کے انتقال کے بعد ترکہ میں حاصل ہوا تھا) اِسی مکان میں جناب سراج الدین اپنی پوری فیملی کی ساتھ جن میں محترمہ عقیلہ خاتون شامل میں رہائش کرتے ہیں، محترمہ عقیلہ خاتون نے مکان مذکور میں اپنے حصہ کی وصیت ایک تیسرے شخص (علاوہ وارثان) کو ۲۰۰۸ء میں کی تھی، اُس وقت محترمہ عقیلہ خاتون پر بجلی محکمہ کا کوئی باقی قرض سامنے نہیں تھا۔ ۲۰۱۸ء میں محترمہ عقیلہ خاتون پر بجلی محکمہ کا قریب تین لاکھ روپیہ باقی قرض سامنے آیا، جس کی وجہ سے محترمہ عقیلہ خاتون کی بجلی بھی بجلی محکمہ نے کاٹ دی، محترمہ عقیلہ خاتون کی طبیعت خراب ہوئی، تب عقیلہ خاتون نے اپنی پہلے یعنی ۲۰۰۸ء میں تحریر کردہ وصیت کو ختم کرکے مکان مذکور میں اپنے پورے حصے کو بیچنا بیع نامہ اپنے سگے بھتیجے شہزادوارث کے روبرو گواہان کرنے کو پوری طرح بات طے کی، اور بیع نامہ کرنے کو تیار تھیں، جسے بھتیجے شہزادوارث نے خریدنے کی بات کو منظور وقبول کرلیا تھا، اِس طرح دونوں فریقین کے بیچ بیچنے اور خریدنے کی بات طے ہوگئی تھی، صرف مکان میں عقیلہ خاتون کے اپنا حصہ بیچنے/ بیع نامہ کرنے کے بعد اُسی مکان میں تاحیات رہنے کی بات

ایک نشست میں طے ہونی تھی، اور اُس کے بعد بیع نامہ ہونا تھا، اس نشست سے تقریباً ۳-۴ ر گھنٹے پہلے محترمہ عقیلہ خاتون کا ۲۴ رجنوری ۲۰۱۹ء کی شام تقریباً ۴ ر بجے ہوگیا، گواہان موجود ہیں اور یہ بات کہنے کو تیار ہیں۔

مرحومہ عقیلہ خاتون کی کوئی اولاد اور شوہر نہیں ہیں، مرحومہ عقیلہ خاتون کے ایک سگے بھائی جناب سراج الدین تھے جن کا ۶ رجنوری ۲۰۱۱ء کو انتقال ہوچکا ہے۔ جناب سراج الدین مرحوم کی اہلیہ محترمہ عابدہ خاتون حیات ہیں۔ جناب سراج الدین مرحوم کے ۲ ر بیٹے جناب معراج وارث اور شہزاد وارث حیات ہیں، جناب سراج الدین مرحوم کی ایک بیٹی عروس فاطمہ حیات ہیں، اُس کے علاوہ سراج الدین مرحوم کی کوئی اَولاد نہیں ہے۔

تفصیل ہٰذا کے بعد مسئلہ پروار ددرج ذیل سوالات کے جواب دینے کی زحمت فرمائیں:

(۱) مکان مذکورہ ہٰذا میں مرحومہ عقیلہ خاتون کے ۱/۳ حصہ کی وراثت شرعی طریقہ سے کس طرح تقسیم ہوگی؟

(۲) بجلی بل کی اَدائیگی کس کی ذمہ داری ہوگی؟

(۳) کیا وصیت والے کا بھی کچھ بنتا ہے؟ اگر ہاں، تو کتنا؟ اور کیسے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- سوال نامے میں ذکر کردہ تفصیلات اگر واقعہ کے مطابق ہیں، تو مذکورہ معاملہ میں حکم شرعی یہ ہے کہ مرحومہ عقیلہ خاتون کا مذکورہ مکان میں ۱/۳ حصہ فروخت کرکے اُس کی آمدہ قیمت میں سے اَولاً اُن پر واجب بجلی محکمہ کے قرض کو اَدا کیا جائے گا، اُس کے بعد مابقیہ رقم دو حصوں میں تقسیم کرکے ایک حصہ بھتیجے معراج وارث اور دوسرا حصہ دوسرے بھتیجے شہزاد وارث کو ملے گا، اور بھتیجی عروس فاطمہ اور مرحوم بھائی سراج الدین کی اہلیہ عابدہ خاتون کا اُس ترکہ میں کوئی حق نہ ہوگا۔ نیز عقیلہ خاتون نے اپنی زندگی میں اَولاً جو غیر وارث کے لئے وصیت کرکے اُسے منسوخ کردیا تھا وہ وصیت کالعدم ہوچکی ہے۔ اِسی طرح بعد میں اپنے

بھتیجے شہزاد وارث کے لئے بھی جو بیع وشراء کا معاہدہ کرنے کی بات چل رہی تھی؛ لیکن اُس کی تکمیل سے پہلے ہی عقیلہ خاتون کا انتقال ہوگیا؛ لہٰذا یہ معاہدہ بھی کالعدم ہے، اور اِس بنیاد پر شہزادوارث مزید کسی حق کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔

ثـم تـقـضـى ديـونه عن جميع ما بقي من ماله أي ثم يبدأ بقضاء دينه من جـميع ماله الباقي بعد التجهيز و التكفين. (شرح السراجية ص: ٤ مطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر)

فيـقـدم فـي هـذه الأصـنــاف والـمندرجين فيهـا الأقرب فـالأقرب أي يـرجحون بقرب الدرجة أعني به أولٰهم في الميراث جزء الميت أي البنون ثم بـنـوهـم وإن سـفـلوا، ثم أصله أي الأب ثم الجد وإن علا ...... ثم جزء أبيه أي الإخوة ثم بنوهم. (شرح السراجية ص: ٧١ مطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر)

عـن الشعبي قال: كل وصية إن شاء رجع فيها غير العتاقة. (المصنف لابن أبي شيبة، كتـاب الـوصـايـا / الـرجـل يـوصـي بالوصية ثم يريد أن يغيرها ١٦٠/١٦ رقم: ٣١٤٥١ / تحقيق: محمد عوامة، شركة دار القبلة)

ولـه أي للموصي الرجوع عنها بقول صريح أو فعلٍ. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / كتاب الوصايا ٣٥٠/١٠ زكريا)

وأمـا الـذي يـنـفـسـخ بــه عـقـد الـمـعـاملة فـأنواع: ...... ومنهـا موت المتعاقدين. (بـدائـع الـصـنـائع، كتاب المعاملة / فصل في ما ينفسخ به عقد المعاملة ٢٩١/٨ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۹/۷/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

پاکستان منتقل ہوجانے والے بھائی بہنوں کی وراثت کا حکم

سوال (۱۶۲۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے تین بھائی اور تین بہنیں تھیں، ملک کے بٹوارے کے وقت زید کے تینوں بھائی اور تینوں بہنیں پاکستان چلے گئے تھے، ہندوستان میں زید اکیلا رہ گیا تھا، یہاں پر زید کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں، اور زید کے بھائیوں اور بہنوں کے کل ملاکر ۱۶/ بچے ہیں، جن میں ۸/لڑکے اور ۸/لڑکیاں ہیں، زید نے اپنی مالی حالت کمزور ہونے کی وجہ سے اپنے بچوں کی شادیوں کے لئے اپنی پشتینی جائیداد کا ۴۰/ فیصد حصہ بیچ دیا تھا، اب زید کے تمام بھائیوں اور بہنوں کا (اور اُن بھائیوں کی بیویاں اور اُن بہنوں کے شوہروں کا) اور خود زید اور اُس کی بیوی کا انتقال ہوچکا ہے، زید کے بھائی بہنوں کی جتنی اَولادیں ہیں وہ زیادہ تر اَب پاکستان وامریکہ وغیرہ میں رہتی ہیں، اور اپنی پشتینی جائیداد میں اُن کا کبھی کوئی عمل دخل نہیں رہا، ہندوستان میں جو باقی بچی ہوئی ۶۰/ فیصد پشتینی جائیداد ہے؛ وہ ہمیشہ زید کے ہی قبضہ میں رہی ہے، اَب زید کی موت کے بعد وہ پشتینی جائیداد اُس کے دولڑکوں اور تین لڑکیوں کے حوالے ہوگئی ہے، زید نے مرنے سے پہلے ایک وصیت لکھی تھی جس میں اُس نے اپنی تینوں لڑکیوں کو ۱۰/ لاکھ روپئے دینے کی وصیت کی تھی، اور باقی بچی ہوئی جائیداد اپنے دونوں لڑکوں کو دینے کی وصیت کی تھی، زید کی یہ اَولاد اَب اُس جائیداد کو شرعی طور پر باٹنا چاہتے ہیں؛ لہٰذا آپ حضرات سے گذارش ہے کہ یہ بتایا جائے کہ یہ جائیداد شرعی طور پر کس طرح باٹی جائے گی؟ اور اِس بٹوارے میں زید کی وصیت کی کیا اہمیت ہوگی؟ کیا یہ جائیداد زید کے تمام بھائیوں اور بہنوں کی اَولادوں میں بٹے گی یا صرف زید کی اَولادوں میں بٹے گی؟ اور اِس کا کیا طریقہ ہوگا؟

واضح ہو کہ اگر تمام بھائی بہنوں کی تمام اَولادوں میں جائیداد کے حصے تقسیم کیے جائیں تو زید کے بھائی بہنوں کی اُن اَولادوں کو ڈھونڈ کر اُن تک اُن کا شرعی حصہ پہنچانا زید کی اَولاد کے لئے ممکن نہیں ہے، عرصۂ دراز تک ایک دوسرے سے قطع تعلق ہونے کی وجہ سے اور دونوں ملکوں

کے سیاسی حالات کی وجہ سے اُن کو ڈھونڈ کر اُن تک اُن کا حصہ پہنچانا ممکن نہیں ہے؛ لہٰذا آپ حضرات سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ اِس تقسیم کی شرعی طریقہ کے مطابق مکمل وضاحت جلد اَز جلد مفصل طور پر مرحمت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں زید کے بھائی بہنوں کے تقسیم ہند کے وقت پاکستان منتقل ہوجانے کی وجہ سے اُن کا حق وراثت ساقط نہیں ہوگا؛ لہٰذا جو وارثین پاکستان چلے گئے ہیں اُن کے بارے میں حتی الامکان تلاش وجستجو کر کے اُن کا حق اُن تک پہنچانا یا اُن سے تصرف کی اِجازت لینا لازم ہے۔ اور اگر کوشش کے باوجود اُن وارثین سے کوئی رابطہ نہ ہوسکے یا نامعلوم ہونے کی وجہ سے رابطہ ہونا مشکل ہو تو ہندوستان میں موجود زید کے وارثین کو چاہئے کہ وہ اپنا معاملہ قریبی محکمۂ شرعیہ میں پیش کریں، اور محکمۂ شرعیہ حضرت امام مالکؒ وغیرہ کے مسلک کے مطابق مقدمہ درج ہونے کے ۴؍ سال بعد غائب وارثین کی موت کا فیصلہ کردے، تو اِس فیصلے کے بعد زید کے قبضے والی جائیداد اُس کے وارثین میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم کی جائے گی، اور زید نے اپنی لڑکیوں اور لڑکوں کے لئے جو وصیت کی ہے اُس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (مستفاد: الحیلۃ الناجزۃ ص: ۸۹، طرازی شرح سراجی ۲۸۳)

ولزوجة المفقود الرفع للقاضي ...... وإلا فجماعة المسلمين من صالحي بلدها ...... فيؤجل الحر أربع سنين ...... من حين العجز عن خبره بالبحث عنه في الأماكن التي يظن ذهابه إليها من البلدان بأن يرسل الحاكم رسولا بكتاب لحاكم تلك الأماكن مشتمل على صفة الرجل وحرفته ونسبه ليفتش عنه فيها، ثم اعتدت كالوفاة. (الشرح الكبير للشيخ الدردير / باب اللعان وما يتعلق به، فصل لذكر المفقود ۴۷۹/۲-۴۸۰ دار الفكر بيروت، بحوالة: كتاب المسائل ۲۸۵/۵)

عن أبي أمامة رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه

وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن اللّٰه قد أعطى كل ذي حق حقه، فلا وصية لوارث. (سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ٣٩٦/٢ رقم: ٢٨٧٠، سنن الترمذي ٣٢/٢ رقم: ٢١٢٠)

قوله: خلافًا لمالك فإن عنده تعتدّ زوجة المفقود عدة الوفاة بعد مضي أربع سنين وهو مذهب الشافعي القديم، وأما الميراث فمذهبهما كمذهبنا في التقدير بتسعين سنة أو الرجوع إلى رأي الحاكم، وعند أحمد: إن كان يغلب على حاله الهلاك كمن فقد بين الصفين أو في مركب قد انكسر أو خرج لحاجة قريبة فلم يرجع ولم يعلم خبره، فهذا بعد أربع سنين يقسم ماله وتعتد زوجته، بخلاف ما إذا لم يغلب عليه الهلاك كالمسافر لتجارة أو لساحة فإنه يفوّض للحاكم في رواية عنه. (رد المحتار / كتاب المفقود ٤٦٠/٦ زكريا)

قلت: وفي واقعات المفتين لقدوري آفندي معزيًا للقنية أنه إنما يحكم بموته بقضاء لأنه أمر محتمل. (الدر المختار مع رد المحتار / كتاب المفقود ٤٦٣/٦ زكريا)

والحاصل أن الاختلاف ما جاء إلا من اختلاف الرأي في أن الغالب هذا في الطول أو مطلقًا. قوله: واختار الزيلعي تفويضه للإمام قال في الفتح: فأي وقت رأي المصلحة حكم بموته. قال في النهر: وفي الينابيع: قيل يفوض إلى رأي القاضي ولا تقدير فيه في ظاهر الرواية، وفي القنية جعل هذا رواية عن الإمام، قلت: والظاهر أن هذا غير خارج عن ظاهر الرواية أيضًا؛ بل هو أقرب إليه من القول بالتقدير؛لأنه فسره في شرح الوهبانية: بأن ينظر ويجتهد ويفعل ما يغلب على ظنه فلا يقول بالتقدير؛ لأنه لم يرد الشرع؛ بل ينظر في الأقران وفي الزمان والمكان ويجتهد، ثم نقل عن مغنى الحنابلة حكايته عن الشافعي ومحمد وأنه المشهور عن مالك وأبي حنيفة وأبي يوسف. وقال الزيلعي: لأنه يختلف

باختلاف البلاد، كذا غلبة الظن تختلف باختلاف الأشخاص فإن الملك العظيم إذا انقطع خبره يغلب على الظن في أدنى مدة أنه قد مات. ومقتضاه أنه يجتهد ويحكم القرائن الظاهرة الدالة على موته، وعلى هذا يبتني على ما في جامع الفتاوى حيث قال: وإذا فقد في المهلكة فموته غالب فيحكم به، كما إذا فقد في وقت الملاقاة مع العدو أو مع قطاع الطريق أو سافر على المرض الغالب هلاكه أو كان سفره في البحر، وما أشبه ذلك حكم بموته؛ لأنه الغالب في هذه الحالات. (رد المحتار / كتاب المفقود ٦/٤٦٢-٤٦٣ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۲/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

میاں بیوی دونوں کا الگ رہتے ہوئے انتقال ہوا تو وراثت کا کیا حکم ہے؟

سوال (۱۶۲۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میاں بیوی ایک عرصہ سے الگ رہ رہے تھے؛ لیکن یہ کچھ پتہ نہیں کہ شوہر نے طلاق دی تھی یا نہیں، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ طلاق دے دی تھی؛ جب کہ بعض دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ طلاق نہیں دی، اِسی حالت میں بیوی کا انتقال ہوگیا، اور اُس کے بعد شوہر کا بھی انتقال ہوگیا، تو شوہر اُس کا وارث ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں جب تک معتبر ذرائع سے طلاق کا ثبوت نہ ہوجائے، اُس وقت تک مرحومہ بیوی کو مطلقہ قرار نہیں دیا جائے گا، بریں بنا بیوی کے انتقال پر شوہر حسبِ ضابطہ اُس کا وارث ہوگا۔

لأن الامتناع عن قربانها في أكثر المدة بلا مانع وبمثله لا يثبت حكم الطلاق فيه. (الهداية، كتاب الطلاق / باب الإيلاء ٤٠٢/٢ المكتبة الأشرفية ديوبند)

شك طلق أم لا لم يقع، وفي هامشه قال المصنف في فتاواه: ولا اعتبار بالشك. (الأشباه والنظائر / القاعدة الثالثة ص: ١٩٦ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۶/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

مطلقہ عورت کا عدت میں انتقال ہوجائے تو شوہر وراثت کا حق دار ہوگا یا نہیں؟

سوال (۱۶۲۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دی اور عدت پوری نہیں ہوئی تھی کہ عورت کا انتقال ہوگیا، تو ایسی صورت میں شوہر اُس کی وراثت کا حق دار ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اِس مسئلہ میں قدرے تفصیل ہے، وہ یہ ہے کہ عورت کو اگر طلاقِ رجعی دی گئی اور دورانِ عدت اُس کا انتقال ہوگیا، تو شوہر اُس کے وارثین میں شامل ہوگا، اور اگر ایک طلاق بائن دی ہے، اور عدت کے دوران مطلقہ کا انتقال ہوجائے تو بہرحال شوہر اُس کا وارث نہ ہوگا۔

فإن كانت العدة من طلاق رجعي فمات أحد الزوجين قبل انقضاء العدة ورثه الآخر بلا خلاف. وإن كانت من طلاق بائن أو ثلاث، فإن كان ذلك في حال الصحة فمات أحدهما لم يرثه صاحبه. (بدائع الصنائع / فصل في أحكام العدة ٣٤٤/٣-٣٤٥ زكريا)

قوله: والزوجية الخ، جواب عن قوله: ولهذا لا يرثها إذا ماتت أي الزوجة في هذه الحالة، أي حالة مرضه ليست سببًا لإرثه عنها؛ بل في حال مرضها. قوله: فتبطل في حقه: فتبطل الزوجية بالطلاق البائن في حق الرجل حقيقةً وحكمًا فلا يرثها إذا ماتت. (الهداية مع فتح القدير، كتاب الطلاق / باب طلاق المريض ١٣٠/٤-١٣٢ زكريا)

سابعًا: ثبوت الإرث في العدة: إذا مات أحد الزوجين قبل انقضاء عدة المطلقة طلاقًا رجعيًا، ورثه الآخر بلا خلاف ...... فإن كان الطلاق بائنًا أو ثلاثًا في حال الصحة، فمات أحد الزوجين في العدة لم يرثه الآخر. (الفقه الإسلامي وأدلته / سابعًا ثبوت الإرث في العدة ٦٢٨/٧ الهدى ديوبند)

ذهب الفقهاء إلى أن المعتدة من طلاق رجعي إذا ماتت أو مات زوجها وهي في العدة ورث أحدهما الآخر لبقاء آثار الزوجية ما دامت العدة قائمة، وقالوا: إن المعتدة من طلاق بائن في حالة صحة الزوج برضاها أو بغير رضاها، لا توارث بينهما. (الموسوعة الفقهية / الإرث في العدة ٣٥٤/٢٩ الكويت)

أما إذا ماتت هذه الزوجة في العدة فلا يرث المطلق منها عملا بقصده السيء فبطلاقه البائن أسقط حقه في الإرث منها. (الموسوعة الفقهية ٣٥٤/٢٩ الكويت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۶/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

کیا الگ کاروبار کرنے والا لڑکا بھی باپ کی وراثت میں حق دار ہوگا؟

سوال (۱۶۲۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: محمد ارشاد کے ۴ر بیٹے ہیں جن میں سے ۲ر بیٹے باپ کے ساتھ کاروبار کرتے ہیں، اور اس کاروبار کی آمدنی باپ کے قبضہ میں جاتی ہے، اور باپ ہی کے اکاؤنٹ سے کاروبار کا لین دین ہوتا ہے، جب کہ تیسرا بیٹا الگ کاروبار کرتا ہے اور کاروبار سے حاصل ہونے والی رقم کو اپنے پاس ہی رکھتا ہے باپ کو نہیں دیتا، اور چوتھا بیٹا اسکول میں تعلیم حاصل کرتا ہے، اِن سارے بھائیوں کے کھانے پینے کا نظم والد صاحب ہی کرتے ہیں، باپ نے ایک مکان خریدا ہے۔ اَب سوال یہ ہے کہ باپ کے انتقال کے بعد اُس مکان میں کتنے بیٹوں کو حصہ وراثت حاصل ہوگا؟ آیا صرف وہ دو بیٹے وارث ہوں گے جو کہ باپ کے ساتھ کاروبار میں شریک ہیں یا بقیہ دو بھی حصہ دار ہوں گے؟ جواب دے کر مطلع فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں مشترکہ کاروبار کا مالک محمد ارشاد یعنی والد ہی ہے، اِس لئے اُس نے جو مکان اپنے نام سے خریدا ہے وہ اُس کے انتقال کے بعد اُس کے سبھی شرعی وارثین کے درمیان حسبِ حصص شرعیہ تقسیم ہوگا اور جولڑکا اپنا کاروبار الگ کرتا ہے وہ اگرچہ خود اپنے کاروبار کا مالک ہے؛ لیکن اخلاقی طور پر اسے چاہئے کہ وہ والد صاحب کا تعاون گاہے بگاہے کرتا رہے؛ تاکہ دیگر بھائیوں کو کوئی اعتراض نہ ہو۔

أب وابن یکتسبان في صنعةٍ واحدةٍ ولم یکن لهما مالٌ فالکسب کله للأب، إذا کان الابن في عیال الأب لکونه معینًا له الخ. (الفتاویٰ الهندیة / کتاب الشرکة ۳۲۹/۲ زکریا، رد المحتار ۵۰۲/۶ زکریا، ۳۲۵/٤ کراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

آپسی رضامندی کے قدیم بٹوارہ کی اَز سر نو تقسیم کا مطالبہ

سوال (۱۶۳۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: میرے تایا چچا اور والد صاحب کے درمیان کافی عرصہ پہلے آپسی رضا مندی سے زمین کا بٹوارہ ہوگیا تھا، سبھی اپنے اپنے حصوں پر قابض ودخیل ہوچکے ہیں، کچھ نے مکانات بنالئے اور کچھ کاشت کرتے ہیں۔ اَب دریافت یہ کرنا ہے کہ شرعاً یہ بٹواراہ نافذ ومکمل ہوگیا، یا کسی کو اسے کالعدم کرکے دوبارہ بٹوارہ کرنے کا حق ہے؟ آپ سے درخواست ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اِس مسئلہ کا شرعی حکم تحریر فرمادیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حسبِ تحریر سوال جب کہ مذکورہ زمین کے سبھی مستحقین نے آپسی رضا مندی سے کافی عرصہ پہلے بٹواراہ کرلیا تھا اور سب اپنے اپنے حصہ پر قابض اور متصرف ہیں، تو اب کسی ایک فریق کو دوسروں کی رضا مندی کے بغیر اَز سرنو بٹوارے کا مطالبہ کرنا درست نہیں ہے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في حديث طويل: ...... لا يحل مال إمرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، سنن الدار قطني / كتاب البيوع ٢٧/٣ رقم: ٢٨٨٥ مكتبة دار الإيمان سهارنفور، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥ دار الفكر بيروت قديم، شعب الإيمان للبيهقي / باب في قبض اليد عن الأموال المحرمة ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

لا يجوز لأحدٍ أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالته أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامناً. (شرح المجلة لسليم رستم باز / المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية ٦١/١ رقم المادة: ٩٦ مكتبة الاتحاد ديوبند، وكذا في الدر المختار، كتاب الغصب / مطلب فيما يجوز فيه دخول غيره بلا إذن منه ٢٩١/٩ زكريا، ٢٠٠/٦ كراچی)

لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته. (الدر المختار مع رد

المحتار / كتاب الغصب ٢٩١/٩ زكريا، ٢٠٠/٦ كراچی، الأشباه والنظائر، الفن الثاني / كتاب الغصب ١٥٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۸/۳/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بیوی، بھائی اور بہن کے درمیان میراث کی تقسیم

سوال (۱۶۳۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد مسلم کا انتقال ہوا، اُن کے ورثہ میں تین آدمی ہیں: ایک بیوی شبانہ ایک بھائی محمد مجیب ایک بہن قمر النساء، مسلم کے کوئی حقیقی اولاد نہیں ہے۔ ترکہ میں ۳۱/ لاکھ روپئے ہیں، مذکورہ ورثہ میں سے ہر ایک کو کتنے کتنے حصے ملیں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحت سوال وبعد اَدائے حقوق ما تقدم وعدم موانع اِرث مرحوم محمد مسلم مرحوم کا ترکہ درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا۔

مسئلہ: ۴ تداخل ترکہ: ۳۱/ لاکھ روپئے

میت

بیوی	بھائی	بہن
۱	۲	۱
۷/ لاکھ ۷۵/ ہزار	۱۵/ لاکھ ۵۰/ ہزار	۷/ لاکھ ۷۵/ ہزار

محمد مسلم مرحوم کا کل ترکہ ۴/ برابر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اُس کے نام کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۶/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

کیا بیوہ بھابھی کی ذاتی ملکیت میں مرحوم شوہر کے بھائی بہنوں کا حصہ ہے؟

سوال (۱۶۳۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے شوہر کا انتقال ۲۰۱۶ء جولائی میں ہوگیا، اب میں دوسرا نکاح کررہی ہوں، میرا ایک آبائی مکان ہے، میں اور میرے فوت شدہ شوہر اُسی میں رہتے تھے، میری صرف ایک بہن ہے اور والدین حیات نہیں ہیں، اُس مکان میں سے میں نے اپنی بہن کا حصہ بھی دے دیا ہے، میرے شوہر شادی کے بعد سے مستقل بیمار رہے، انہیں مہلک مرض لگ گیا تھا، جس کی وجہ سے اُن کے علاج میں بہت خرچ ہوا، جو میں نے ملازمت کرکے اُٹھایا، اُن کے بھائی بہن میں سے کسی نے ذرا بھی مدد نہیں کی، اَب میرے فوت شدہ شوہر کے بھائی بہن یہ بول رہے ہیں کہ مجھے مکان میں بھی حصہ چاہئے، جو میرا (بیوی) کا آبائی ہے اور جو میرے شوہر نے مجھے نکاح کے وقت زیور چڑھایا تھا، جس کی میں مالکہ ہوں اُس زیور کو بھی واپس مانگ رہے ہیں، اور میرے شوہر نے ایک پلاٹ میرے نام خریدا تھا اِسی نیت سے کہ اگر اُنہیں کچھ ہوجائے تو میرے کام آئے؟ تو گذارش یہ ہے کہ میرے سسرال والے جو اتنا مجھے پریشان کررہے ہیں اُن کا ایسا کرنا اور حصہ مانگنا ٹھیک ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر سوال میں ذکر کردہ تفصیل واقعہ کے مطابق ہے تو آپ کے آبائی مکان اور مرحوم شوہر کی طرف سے دئے گئے زیور اور آپ کے نام سے خریدے گئے پلاٹ میں شوہر کے رشتہ داروں کا کوئی حق نہیں ہے، یہ سب چیزیں حسب تحریر سوال آپ کی ملکیت ہیں، آپ کی سسرال والوں کو اُن میں حصہ مانگنے کا اختیار نہیں ہے۔

المختار للفتوی أن یحکم بکون الجهاز ملگا لا عاریة؛ لأنه الظاهر في

الغالب إلا في بلدة جرت العادة بدفع الكل عارية. (رد المحتار، كتاب النكاح / باب المهر ٣٠٩/٤ زكريا)

جهز ابنته بجهاز وسلمها ذلك ليس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده إن سلّمها ذلك في صحته؛ بل تختص به، وبه يفتى. (الدر المختار، كتاب النكاح / باب المهر ٣٠٦/٤-٣٠٧ زكريا)

كل أحد يعلم أن الجهاز ملك المرأة وأنه إذا طلقها تأخذه كله، وإذا ماتت يورث عنها ولا يختص بشيء منه. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب النفقة، مطلب فيما لو زفت إليه بلا جهاز ٢٩٩/٥ زكريا)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بلا إذنه. (مجلة الأحكام العدلية / المقالة الثانية في بيان القواعد الكلية الفقهية ٢٧/١ رقم المادة: ٩٦ نور محمد كارخانه تجارت كتب آرام باغ كراچى) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۵/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

نانا کے ترکہ میں ان کی مرحومہ بیٹی اور نواسوں کا حصہ

سوال (۱۶۳۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے نانا شبیر احمد کا انتقال ہو گیا، ان کے ورثہ میں تین لڑکے اور تین لڑکیاں موجود ہیں، ایک لڑکا اقبال احمد ایک لڑکی شمیمہ اختر (جو کہ ہماری والدہ ہیں) اور نانی کا شبیر احمد کی زندگی میں انتقال ہو چکا تھا، نانا کے ترکہ میں ۱۲۰ر گز کا ایک مکان ہے، اب دریافت یہ کرنا ہے کہ نانا کے اس مکان میں ہم آٹھ بھائی بہنوں کا حصہ ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- چوں کہ آپ کی والدہ شمیمہ اختر کا انتقال آپ کے

نانا کی زندگی میں ہو گیا تھا اور نانا کی وفات کے وقت آپ کے ماموں اور خالائیں زندہ تھیں اس لئے آپ کی مرحومہ والدہ کا نانا کے ترکہ میں سے کوئی حق نہیں بنتا ہے اور جب ان کا کوئی حق نہیں ہے تو ان کی اولاد بھی نانا کے ترکہ میں کچھ بھی حق دار نہیں ہیں۔

وشروطه ثلاثة: موت مورث ...... ووجود وارثه عند موته حيا حقيقة أو تقديرا. (رد المحتار/ كتاب الفرائض زكريا ١٠/٤٩١)

أولٰهم بالميراث جزء الميت أي البنون ثم بنوهم. (السراجي في الميراث ص: ٢٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۵/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

باہمی رضامندی سے تقسیم کے ۱۹؍ سال بعد شرعی تقسیم کا مطالبہ کرنا

سوال (۱۶۳۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تقریباً آج سے ۱۹؍ سال پہلے زاہد کا انتقال ہوا، اس نے شرعی وارثین میں صرف ایک لڑکا زید اور ایک لڑکی خدیجہ چھوڑی، بیوی کا انتقال پہلے ہی ہو گیا تھا، زید اور خدیجہ نے بعد انتقال والد آپسی رضامندی سے متروکہ جائیداد تقسیم کر لی اور تقسیم کے بعد قبضہ بھی کر لیا تھا؛ لیکن شرعی تقسیم نہیں کی تھی، اب ۱۹؍ سال کے بعد جائیداد کی قیمت کافی بڑھ گئی، اب خدیجہ نے یہ محسوس کیا کہ باہمی تقسیم کی وجہ سے ہمیں کم ملا ہے، اب وہ شرعی تقسیم کا مطالبہ کر رہی ہے، تو کیا خدیجہ کا برضا ورغبت باہمی بٹوارہ کرنے کے ۱۹؍ سال بعد شرعی بٹوارہ کا مطالبہ کرنا درست ہے؟ نیز جو باہمی بٹوارہ ہوا تھا وہ معتبر ہے یا دوبارہ شرعی بٹوارہ کرنا ضروری ہے؟ فقہ کی روشنی میں جو بھی حکم شرعی ہو تحریر فرمادیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں بہتر تو یہی ہے کہ مرحوم زاہد

کے انتقال کے فوراً بعد اُن کے وارثین کے درمیان شرعی حق کے اعتبار سے ترکہ کی تقسیم کی جاتی؛ لیکن حسبِ تحریر سوال جب کہ ان کے وارث لڑکے اور لڑکی نے آپسی رضا مندی سے جائیداد تقسیم کر کے اپنے اپنے حصوں پر قبضہ کرلیا تھا، تو یہ تقسیم شرعاً درست اور نافذ ہو چکی ہے، اَب ۱۹؍سال گذرنے کے بعد اِس تقسیم پر اعتراض کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

حدثنا كثير بن عبد الله بن عمرو بن عوف المزني عن أبيه عن جده رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الصلح جائز بين المسلمين إلا صلحًا حرم حلالا أو أحل حرامًا والمسلمون على شروطهم إلا شرطًا حرم حلالا أو أحل حرامًا الخ. (سنن الترمذي، أبواب الأحكام / باب ما ذكر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الصلح بين الناس ۲۵۱/۱ رقم: ۱۳۵۲)

التخارج؛ وهو تفاعل من الخروج، والمراد به ههنا أن يصالح الورثة على إخراج بعضهم عن الميراث بشيء معلوم من التركة وهو جائز عند التراضي. (شريفيه: ۸۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۶/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کے نام پر خریدی ہوئی جائیداد میں شوہر اور اولاد کا حصہ

سوال (۱۶۳۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں اسرار احمد ساکن محلہ سنبھلی گیٹ مراد آباد کا رہنے والا ہوں، میرے لگ بھگ تین مکان ہیں جو کہ میں نے اپنی بیوی کے نام پر خریدے ہیں، میری بیوی کا انتقال ہو گیا تھا، انہوں نے اپنے پیچھے سات بیٹے اور ایک اکلوتی بیٹی چھوڑی ہے، بیٹے جائیداد کا بٹوارہ چاہتے ہیں؛ لہٰذا بتائیے میں خود اس جائیداد میں کتنے کا حق دار ہوں، واضح رہے کہ بیوی کے نام کسی مصلحت کی وجہ سے خریدا تھا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگر مذکورہ مکانات پر مرحومہ کا مالکانہ تحقق حاصل تھا تو ان کے انتقال کے بعد اُن کی تقسیم درج ذیل طریقے پر ہوگی:

مسئلہ:۴، تصـ: ۶۰

میت

شوہر	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی
۱				۳				
۱۵	۶	۶	۶	۶	۶	۶	۶	۳

کل ترکہ ۶۰/ سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کا اتنا حق ہوگا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے، خلاصہ یہ ہے کہ آپ مرحومہ بیوی کے ترکہ میں سے ایک چوتھائی حصہ کے حق دار ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۰/۷/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دو بھائی اور ایک بیٹی میں ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۳۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا انتقال ہوگیا، ورثہ میں دو بھائی: ابراہیم، علی اور ایک بیٹی کو چھوڑا اور ترکہ میں ۲۰/ بیگھہ زمین ہے، زمین کس طرح تقسیم ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ماتقدم مرحوم کا کل ترکہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۲ تصـ: ۴　　تداخل　　ترکہ: ۲۰/ بیگھہ زمین، ۵۵/

زید میت

	بیٹی	بھائی	بھائی
	۱	۱	
سہام:	۲	۱	۱
ترکہ:	۱۰/ بیگھہ	۵/ بیگھہ	۵/ بیگھہ

مرحوم زید کا ترکہ ۴۸ / برابر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۵/۷/۱۴۴۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بیوی، ماں، بیٹا، ۴/ بھائی اور بہن کے درمیان میراث کی تقسیم

سوال (۱۶۳۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فیضان نامی ایک شخص کا انتقال ہوا، ان کے وارثین میں ایک بیٹا، ایک بیوی اور ان کی والدہ ہیں اور ان کے رشتے داروں میں چار بھائی اور ایک حقیقی بہن بھی موجود ہیں، اب یہاں سوال یہ ہے کہ:

(۱) فیضان مرحوم کی میراث ان کے مذکورہ بالا وارثین میں سے کس کس کے درمیان تقسیم ہوگی اور کس کو کتنا حصہ ملے گا اور کون محروم رہے گا؟

(۲) فیضان نے اپنی زندگی میں ایک دوکان پگڑی پر لی تھی، جس کے لئے اُنہوں نے اپنے تین حقیقی بھائیوں سے ۱۰/لاکھ ۶۷/ ہزار روپئے بطور قرض لئے تھے، یہ قرض ابھی فیضان پر واجب الاداء ہے، تو اس کو میراث کے مال میں سے کس طرح اَدا کیا جائے گا؟

(۳) فیضان کا ایک بھائی اس دوکان میں ۲۵/ فیصد پر شرکت دار تھا جس کے گواہ تمام بھائی ہیں، اس کا بھی تقریباً ۴/ لاکھ روپئے فیضان کی جانب واجب الاداء ہے، تو اس کو فیضان کی میراث سے کس طرح اَدا کیا جائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحت سوال، فیضان مرحوم کے کل متروکہ مال میں سے اولاً بھائیوں کا سارا قرضہ اَدا کیا جائے گا، اُس کے بعد جو مال بچے گا وہ درج ذیل

وارثین میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۲۴

میت

بیوی	والدہ	بیٹا	۴؍ بھائی	بہن
۳	۴	۱۷	محروم	محروم

کل ترکہ ۲۴؍ برابر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے اور اس ترکہ میں مرحوم کے بھائی بہنوں کا کوئی حق نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۲/۶/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

متبنیٰ لڑکے، بھتیجے اور بھتیجیوں کی وراثت کا حکم

سوال (۱۶۳۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زیتون بیگم کا انتقال ہوگیا اُس کے ورثہ میں ایک بھائی حاجی ثمیر الدین، ایک بہن تبسم بیگم، ایک لڑکا متبنی جواد ہے اور ۸؍ بھتیجے، ۹؍ بھتیجیاں ہیں (یہ بھتیجے بھتیجیاں حاجی ثمیر الدین کے مرحوم بھائیوں کی اَولادیں ہیں)

دریافت یہ کرنا ہے کہ مذکورہ شرعی ورثہ میں سے ہر ایک کو زیتون بیگم مرحومہ کے ترکہ سے کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مرحومہ زیتون بیگم کا ترکہ ۳؍ حصوں میں تقسیم ہوکر ۲؍ حصے بھائی حاجی ثمیر الدین صاحب کو اور ایک حصہ بہن تبسم بیگم کو ملے گا اور مرحومہ کے متبنی لڑکے جواد اور دیگر بھتیجے اور بھتیجیاں اُن کے ترکہ میں سے بطور وراثت کسی حصہ کی حق دار نہ ہوں گی۔

الأقرب فالأقرب یرجحون بقرب الدرجة أعني أولٰهم بالمیراث جزء

المیت ...... **ثم جزء أبیه أي الإخوۃ.** (السراجي في المیراث / باب العصبات ص: ۲۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۷/۱/۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بیوی، بھائی، ۴؍ بہنیں اور لے پالک کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۳۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فراز نبی کا انتقال ہوگیا، ان کے ورثہ میں ایک بیوی آفرین ایک حقیقی بھائی اعجاز احمد، چار بہنیں ہیں اور حقیقی اپنی کوئی اولاد نہیں ہے، صرف ایک لے پالک ہے۔

اَب دریافت یہ کرنا ہے کہ فراز نبی کے ترکے میں سے اس کے ورثہ کو کتنے کتنے حصے ملیں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- بر تقدیر صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ماتقدم وعدم موانع ارث مرحوم فراز نبی کا ترکہ ان کے وارثین میں درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۴ تصـ: ۲۴
میت

بیوی	بھائی	بہن	بہن	بہن	بہن	لے پالک
۱/۴			۳/۴			محروم
۶	۶	۳	۳	۳	۳	

مرحوم کا کل ترکہ ۲۴؍ برابر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے اور لے پالک بیٹا ان کا شرعی وارث نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱۱/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

۵ر بھائی اور ۳ر بہنوں کے درمیان تین مکانوں کی تقسیم

سوال (۱۶۴۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احقر کے ماں باپ گزر چکے ہیں، ہم پانچ بھائی اور تین بہنیں ہیں، ہمارے ماں باپ نے تین مکان چھوڑے ہیں، اس میں سے ایک مکان ۷۵رگز اور دوسرا مکان ۵۰رگز اور تیسرا مکان ۱۰۰رگز کا ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ اس میں کس کے حصے میں کتنی گز جگہ آئے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ماتقدم وعدمِ موانع اِرث مرحوم کا ترکہ اس کے ورثہ میں درجِ ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۱۳ ترکہ (۱): ۷۵رگز ترکہ (۲): ۵۰رگز ترکہ (۱): ۱۰۰رگز

میت

	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی
سہام:	۲	۲	۲	۲	۲	۱	۱	۱
ترکہ (۱):	۱۱ ۷/۱۳ رگز	۱۱ ۷/۱۳ رگز	۱۱ ۷/۱۳ رگز	۱۱ ۷/۱۳ رگز	۱۱ ۷/۱۳ رگز	۵ ۱۰/۱۳ رگز	۵ ۱۰/۱۳ رگز	۵ ۱۰/۱۳ رگز
ترکہ (۲):	۷ ۹/۱۳ رگز	۷ ۹/۱۳ رگز	۷ ۹/۱۳ رگز	۷ ۹/۱۳ رگز	۷ ۹/۱۳ رگز	۳ ۱۱/۱۳ رگز	۳ ۱۱/۱۳ رگز	۳ ۱۱/۱۳ رگز
ترکہ (۳):	۱۵ ۵/۱۳ رگز	۱۵ ۵/۱۳ رگز	۱۵ ۵/۱۳ رگز	۱۵ ۵/۱۳ رگز	۱۵ ۵/۱۳ رگز	۷ ۹/۱۳ رگز	۷ ۹/۱۳ رگز	۷ ۹/۱۳ رگز

مرحوم کا کل ترکہ ۱۳ر برابر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو ترکہ سے اسی تناسب سے اتنا اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۷/۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

شوہر، والدہ، دو بھائی اور تین بہنوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۴۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) میری زوجہ کا ۲۲ر سال بعد اچانک ۹ر جنوری ۲۰۱۶ء کو انتقال ہوگیا، مرحومہ کا

زیور جو شوہر کی طرف سے دیا گیا تھا اور زیور جو میکے سے تھا اور دیگر سامان امورِ خانہ داری کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ میں زوج اور زوجہ مرحومہ کی والدہ دو بھائی تین بہنیں حیات ہیں؟

(۲) مرحومہ کا زیور جو شوہر کی طرف سے دیا گیا تھا اور وہ زیور جو میکے سے دیا گیا تھا اور دیگر سامان امورِ خانہ داری کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ ہمارے خاندان میں جو زیور دیا جاتا ہے وہ لڑکی کا ہی ہوتا ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوقِ ماتقدم وعدمِ موانع اِرث زوجہ مرحومہ کا ترکہ درجِ ذیل تفصیل کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ:۶ تصـ: ۴۲

میت

شوہر	والدہ	بھائی	بھائی	بہن	بہن	بہن
۳/۲۱	۱/۷			۲/۲		
۲۱	۷	۴	۴	۲	۲	۲

مرحومہ کا کل ترکہ جس میں ہر طرح کا زیور اور ذاتی سامان شامل ہے، وہ سب کل ۴۲ر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۶/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

دو بیوی، ایک بیٹا، ایک بیٹی اور لے پاک نواسہ کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۴۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے شوہر بتاریخ ۷ر اگست ۲۰۱۶ء کو اچانک اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے، ان

کے ورثہ میں ہم دو بیویاں موجود ہیں، اولاد میں پہلی زوجہ سے ایک بیٹی اور ایک بیٹا موجود ہیں، دوسری زوجہ سے کوئی اولاد نہیں ہے، اس کے علاوہ ایک نواسہ (جسے مرحوم نے بوقت پیدائش ہم دونوں بیویوں کی رضامندی سے گود لیا تھا) موجود ہے، مرحوم کے روپیہ اور جائیداد میں درج بالا ورثہ کو شریعت کی رو سے کتنا کتنا ترکہ پہنچتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ما تقدم وعدمِ موانعِ اِرث مرحوم شوہر کا ترکہ درجِ ذیل طریقے پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۸ تصـ: ۴۸

زید میت

بیوی	بیوی	بیٹا	بیٹی	نواسہ (لے پالک)
۱		۷		
۳	۳	۲۸	۱۴	محروم

شوہر کا کل ترکہ ۴۸ رسہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے اور لے پالک نواسہ مرحوم کی وراثت میں کسی حصہ کا مستحق نہیں ہے، البتہ اس کو زندگی میں کچھ دیا ہو یا کوئی وصیت کی ہو تو وہ حسب شرائط نافذ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۶/۱۱/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

چار بھائی اور دو بہنوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۴۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مشاہد علی کا انتقال ہوا اور وہ غیر شادی شدہ ہیں، ان کے والدین کا پہلے انتقال ہو گیا تھا، اس وقت ان کے چار بھائی: کوثر علی، راشد علی، طاہر علی، مجاہد علی، اور دو بہنیں: شاہانہ بی

اور ریحانہ بی موجود ہیں اور ان کا کل ترکہ ۱۰۲۹۲۵۹/روپیہ ہے، اب درخواست طلب امر یہ ہے کہ یہ پیسہ ان کے وارثین کے درمیان کتنا کتنا تقسیم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ماتقدم وعدمِ موانع اِرث مرحوم مشاہد علی کا ترکہ مذکورہ وارثین میں درجِ ذیل طریقے پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۱۰　　تباین　　ترکہ: ۱۰۲۹۲۵۹/روپیہ

مشاہد علی میت

بھائی	بھائی	بھائی	بھائی	بہن	بہن
کوثر علی	راشد علی	طاہر علی	مجاہد علی	شاہانہ بی	ریحانہ بی
۲	۲	۲	۲	۱	۱
۲۰۵۸۵۱ ۸/۱۰	۲۰۵۸۵۱ ۸/۱۰	۲۰۵۸۵۱ ۸/۱۰	۲۰۵۸۵۱ ۸/۱۰	۱۰۲۹۲۵ ۹/۱۰	۱۰۲۹۲۵ ۹/۱۰

مرحوم مشاہد علی کا کل ترکہ ۱۰/ برابر حصوں میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنے سہام ملیں گے جو اُس کے نیچے درج ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۵/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

شوہر، دو حقیقی بہن اور دو اخیافی بہنوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۴۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خالدہ کا انتقال ہوا اور وارثین میں شوہر عبداللہ، دو سگی بہنیں: ساجدہ اور راشدہ اور دو اخیافی بہنیں: صفیہ اور رقیہ ہیں، کل ترکہ ۶۰۰۰/روپیہ ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ماتقدم وعدمِ موانع اِرث مرحومہ کا ترکہ درجِ ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۶ عـ: ۳/۹ توافق/۳ ترکہ: ۶۰۰۰/۲۰۰۰ روپیہ

خالدہ میت

شوہر	حقیقی بہن	حقیقی بہن	اخیافی بہن	اخیافی بہن
عبداللہ	ساجدہ	راشدہ	صفیہ	رقیہ
۳	۲	۲	۱	۱
۲۰۰۰	۱/۳-۱۳۳۳/روپیہ	۱/۳-۱۳۳۳/روپیہ	۲/۳-۶۶۶/روپیہ	۲/۳-۶۶۶/روپیہ

مرحومہ خالدہ کا ترکہ کل ۹ رسہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا اتنا حصہ ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۷/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

شوہر، والدہ اور دو بہنوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۴۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت کا انتقال ہوا، وارثین میں شوہر، والدہ اور دو بہنیں ہیں اور کوئی وارث نہیں ہے، ترکہ چوبیس ہزار روپیہ ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ما تقدم وعدمِ موانع اِرث مرحوم کا ترکہ درجِ ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۶، عـ: ۸ تداخل ترکہ: ۲۴۰۰۰/۳۰۰۰ روپیہ

میت

شوہر	ماں	بہن	بہن
۳	۱	۲	۲
۹۰۰۰/روپیہ	۳۰۰۰/روپیہ	۶۰۰۰/روپیہ	۶۰۰۰/روپیہ

مرحوم کا کل ترکہ ۸؍ برابر سہام میں تقسیم ہوکر شوہر کو نو ہزار روپئے، ماں کو تین ہزار روپئے اور ہر بہن کو چھ ہزار روپئے ملیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸؍۷؍۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بیوی، والد، والدہ، دو بیٹے اور دو بیٹیوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۴۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے بھائی کا ۸؍ سال پہلے انتقال ہوگیا اس وقت والد حیات تھے، میرے بھائی کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں اوران کی اہلیہ موجود ہیں، کافی عرصہ تک جوانہوں نے چھوڑا تھا اس کا حساب نہیں ہوا، اس دوران والدین کا بھی انتقال ہوگیا۔

جو میرے بھائی نے ترکہ چھوڑا ہے اس میں والدین کا کوئی حق ہے، اگر ہے تو کس حساب سے کتنا بنتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ماتقدم وعدمِ موانع اِرث مرحوم کے بھائی کے انتقال کے وقت اس کا جو بھی مال موجود تھا وہ درجِ ذیل طریقے پر تقسیم کیا جائے گا۔

مسئلہ: ۲۴، تصـ: ۱۴۴

میت

بیوی	والد	والدہ	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی
۳	۴	۴		۱۳		
۱۸	۲۴	۲۴	۲۶	۲۶	۱۳	۱۳

مرحوم بھائی کا کل ترکہ ۱۴۴؍ حصوں میں برابر تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا اتنا ملے گا، جو اس

کے نام کے نیچے درج ہے اور والدین کے حصے میں جو ترکہ آیا ہے، وہ ان کے انتقال کے بعد ان کے شرعی وارثین میں حسب حصص شرعیہ تقسیم کیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۶/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

شوہر اور ایک بیٹی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۴۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مرادن کا انتقال ہوگیا، وارثین میں شوہر عبدالرحیم ایک لڑکی شہزادی کو چھوڑا اور ترکہ میں ۲۰ ؍گز جگہ جو کہ ۴ ؍گز شوہر اول کے ترکہ میں سے ملی اور ۱۶ ؍گز شوہر ثانی عبدالرحیم سے بعوض مہر ملی ہے، تو مرحومہ کا ترکہ مذکورہ وارثین کے درمیان کس طریقے سے تقسیم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- بر تقدیر صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ما تقدم وعدمِ موانع اِرث مرحومہ کا ترکہ مذکورہ ورثہ کے درمیان حسب ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگی:

مسئلہ: ۴/۱ تداخل ترکہ: ۲۰ ؍گز، ۵ ؍گز
مرادن میت

شوہر عبدالرحیم	بیٹی شہزادی
۱	۳
۵ ؍گز	۱۵ ؍گز

مرحومہ کا ترکہ ۴ ؍ برابر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا اتنا ملے گا جو اس کے نام کے سامنے درج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۵/۱۴۳۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بیوی، ماں باپ، حقیقی بھائی اور دو علاتی بھائی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۴۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا انتقال ہوا، اس نے بارہ بیگھہ اراضی چھوڑی اور ورثہ میں والد، والدہ، بیوی، ایک حقیقی بھائی اور دو علاتی بھائی چھوڑے، وراثت کی تقسیم کس طرح ہوگی اور ہر ایک کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ماتقدم وعدمِ موانعِ اِرث مرحوم کا ترکہ ان کے ورثہ میں درجِ ذیل طریقے پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ:۱۲ تماثل ترکہ:۱۲ر بیگھہ زمین

میت

بیوی	ماں	باپ	حقیقی بھائی	علاتی بھائی	علاتی بھائی
۳	۲	۷	م	م	م

مرحوم کا کل ترکہ ۱۲ر سہاموں میں تقسیم ہوکر بیوی کو ۳ر، ماں کو ۲ر، اور باپ کو ۷ر بیگھہ زمین ملے گی اور بھائی شرعاً وارث نہیں بنیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۳/۲۲ھ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

۷ر بھتیجوں اور ۴ر بھتیجیوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۴۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کلثوم بیگم کا انتقال ہوگیا، ان کے ورثہ میں سات بھتیجے: سیف الاسلام، سعود الاسلام، محمد بلال، محمد الیاس، محمد عفیف، محمد فائق عبد اللہ، محمد حمزہ اور چار بھتیجیاں: سکندر یاسمین،

ثمینہ، فاطمہ، شیریں ہیں۔

(شوہر کا پہلے ہی انتقال ہوگیا تھا، اولاد کوئی نہیں ہے) دریافت یہ کرنا ہے کہ مذکورہ ورثہ میں سے ہر ایک وارث کو کتنے کتنے حصے ملیں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ما تقدم وعدمِ موانعِ اِرث مرحومہ کلثوم بیگم کا ترکہ درجِ ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۷

کلثوم میت

بھتیجا	بھتیجا	بھتیجا	بھتیجا	بھتیجا	بھتیجا	بھتیجا	۴ر بھتیجیاں
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	محروم

مرحومہ کلثوم بیگم کا ترکہ ۷ر حصوں میں تقسیم ہوکر ہر بھتیجہ کو ایک ایک حصہ ملے گا اور بھتیجیوں کو کچھ نہیں ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲؍۴؍۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

شوہر، والد اور والدہ کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۵۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: یاسمین کا انتقال ہوگیا، ان کے ورثہ میں شوہر محمد آفتاب، والد اسلام الدین، والدہ نعیمہ بیگم حیات ہیں۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ یاسمین کی مہر کی رقم پچاس ہزار روپئے ہے، مذکورہ ورثہ میں کس طرح تقسیم ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ما تقدم

وعدمِ موانعِ اِرث مرحومہ یاسمین کا ترکہ درجِ ذیل طریقے پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۶/۳ توافق بالنصف ترکہ: ۵۰۰۰۰/۲۵۰۰۰/روپۓ
زید میت

شوہر محمد آفتاب	والد اسلام الدین	والدہ نعیمہ بیگم
۳	۲	۱
$\frac{۱}{۳}$۸۳۳۳/ہزار روپۓ	$\frac{۲}{۳}$۱۶۶۶۶/ہزار روپۓ	۲۵۰۰۰/ہزار روپۓ

مرحومہ کی مہر کی رقم کے کل ۶/حصے کر کے ہر وارث کو اتنا روپیہ ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۰/۲/۱۴۳۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی، بیٹی اور باپ کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۵۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد آصف نے مرتے وقت بینک میں ۲۶۳۸۶۷/روپۓ چھوڑے ہیں، اس میں آصف کی بیوی نورین اور اس کی بچی نمائندہ اور والد محمد عاصم جو کہ حیات ہیں، کون کتنے کتنے روپۓ کا حق دار ہے، تقسیم فرمادیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ما تقدم وعدمِ موانعِ اِرث مرحوم کا ترکہ درجِ ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۲۴ تباین ترکہ: ۲۶۳۸۶۷/روپۓ
محمد آصف میت

بیوی نورین جہاں	لڑکی نمائندہ	باپ محمد عاصم
۳	۱۲	۹
$\frac{۹}{۲۴}$۳۲۹۸۳/روپۓ	$\frac{۱۲}{۲۴}$۱۳۱۹۳۳/روپۓ	$\frac{۳}{۲۴}$۹۸۹۵۰/روپۓ

مرحوم محمد آصف کا ترکہ کل ۲۴ر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اسی کے تناسب سے ترکہ میں سے اتنا اتنا حصہ ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۵/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بیوی، بیٹی اور تین بھانجوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۵۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عبدالحمید کا انتقال ہوگیا، وارثین میں بیوی مرادن، ایک بیٹی شہزادی اور تین بھائی: عبداللطیف، عبدالمجید، عبدالرحیم کو چھوڑا، ترکہ میں ۱۶ر گز زمین ہے، وہ مذکورہ وارثین کے درمیان کس طریقے سے تقسیم ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ماتقدم وعدمِ موانعِ اِرث مرحوم کا ترکہ مذکورہ وارثین کے درمیان درجِ ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۴ تصـ: ۱۲/۳ توافق/۴ ترکہ: ۱۶ر گز

عبدالحمید میت

بیوی مرادن	بیٹی شہزادی	بھائی عبدالحمید	بھائی عبداللطیف	بھائی عبدالرحیم
۱/۳	۲/۶		۱	
		۱	۱	۱
۴ر گز	۸ر گز	۳/۱=۱ر گز	۳/۱=۱ر گز	۳/۱=۱ر گز

مرحوم کا کل ترکہ ۱۲ر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا اتنا ملے گا جو اس کے نام کے سامنے درج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۵/۱۹ھ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

شوہر، بیٹی اور بھائی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۵۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رحیمن کا انتقال ہوگیا، ان کے ورثہ میں شوہر نبی بخش، ایک لڑکی انوری بیگم اور ایک بھائی ہے، ان کے ترکہ میں ۲۸؍ گز زمین ہے، مذکورہ ورثہ میں سے ہر ایک کو کتنے کتنے گز ملیں گے؟ ہماری رہنمائی فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ماتقدم وعدمِ موانع اِرث مرحومہ رحیمن کا ترکہ درجِ ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۴　　تداخل　　ترکہ: ۲۸/ ۷؍گز زمین

میت

شوہر	لڑکی	بھائی
۱	۲	۱
۷؍گز	۱۴؍گز	۷؍گز

مرحومہ کا ترکہ ۴؍ سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا اتنا ملے گا جو اس کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲؍۲؍۱۴۳۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

ایک بہن، ۴؍ بھتیجی، ۵؍ بھانجے اور ۴؍ بھانجیوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۵۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک خاتون کا انتقال ہوگیا، وہ غیر شادی شدہ تھیں، ان کے پسماندگان میں ایک

حقیقی بہن، چار حقیقی بھتیجے، دو حقیقی بھتیجیاں، پانچ بھانجے اور چار بھانجیاں ہیں، ان کی وراثت کس طرح تقسیم ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ماتقدم وعدمِ موانع اِرث مرحومہ کا ترکہ درجِ ذیل طریقے پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۸/۳

میت

بہن	بھتیجہ	بھتیجہ	بھتیجہ	بھتیجہ	۲/ بھتیجیاں	۵/ بھانجے	۴/ بھانجیاں
۱/۴	۱	۱	۱	۱	محروم	محروم	محروم

کل ترکہ ۸/ حصوں میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۲/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

ایک بیوی، دو بھائیوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۵۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شہزاد جمال کا انتقال ہوگیا، ان کے ورثہ میں ایک بیوی نغمہ بیگم، ایک بھائی شہزاد جمال، دوسرے بھائی آفاق جمال ہیں۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ مرحوم بہزاد جمال کا ترکہ ۳۳/ گز ہے، مذکورہ ورثہ میں سے ہر ایک کو کتنے حصے ملیں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ماتقدم

وعدمِ موانعِ اِرث مرحوم بہزاد جمال کا ترکہ درجِ ذیل طریقے پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۸ مصـ: ۸

میت

بھائی آفاق جمال	بھائی شہزاد جمال	بیوی نغمہ بیگم
۳	۳	۱/۲

بہزاد مرحوم کا کل ترکہ ۸ر برابر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۶/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی، باپ اور دو بیٹیوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۵۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد فیاض نے اپنی جائیداد اپنی زندگی ہی میں اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کردی تھی، تمام نے اپنے اپنے حصہ پر قبضہ کرلیا (یعنی زمین میں کاشتکاری اور مکانوں میں رہنا شروع کردیا؛ لیکن قانونی طور پر نام نہیں کررہا تھا) بعد میں محمد فیاض کے ایک بیٹے عبدالمنان کا انتقال ہوگیا، عبدالمنان مرحوم کی بیوی اور دو بیٹیاں بھی ہیں اور والد، دو بھائی اور چار بہنیں بھی ہیں (بیوی نے عدت کے بعد دوسری شادی کرلی ہے)

(۱) دریافت طلب اَمر یہ ہے کہ عبدالمنان کے وارثین کون کون ہوں گے اور کس کو کتنا حصہ ملے گا؟

(۲) محمد فیاض نے اپنی حیات میں اپنی اولاد کے درمیان جو تقسیم کرکے قبضہ ودخل دے دیا تھا، اس سے ملکیت ثابت ہوگی یا عدالتی کاغذات میں رجسٹری وغیرہ کرانے سے ملکیت ثابت ہوگی؟ وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیرِ صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ما تقدم

وعدمِ موانع اِرث محمد فیاض نے جب زندگی میں ہی اپنی جائیداد تقسیم کردی اور سارے ورثہ نے قبضہ کرلیا، تو اب وہ ورثہ اس کے مالک شمار ہوں گے، ملکیت کے لئے عدالتی کاغذات میں رجسٹری ضروری نہیں؛ بلکہ قبضہ سے ہی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے، بریں بنا مرحوم عبدالمنان کی جائیداد میں اس کی بیوی، بیٹیاں اور باپ وارث ہوں گے، بھائی بہن وارث نہ ہوں گے اور مندرجہ ذیل نقشہ کے مطابق وراثت تقسیم ہوگی:

مسئلہ: ۲۴

عبدالمنان میت

بیوی	بیٹی	بیٹی	باپ
۳	۸	۸	۵

مرحوم عبدالمنان کی کل جائیداد ۲۴؍سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا اتنا ملے گا جتنا ان کے ناموں کے نیچے درج ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ. [النساء: ۱۲]

ويسقطون بالولد و ولد الابن وإن سفل و بالأب والجد بالاتفاق.

(الشريفية على السراجية: ٥٨، مكتبه الباز مكة المكرمة السعودية)

والثلثان للاثنيين فصاعدة. (شريفية: ٢٦)

ولا يتم حكم الهبة إلا مقبوضة ويستوى فيه الأجنبي والولد إذا كان بالغًا. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الهبة ٣٧٧/٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۶/۱۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

ایک بیٹی اور بھائی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۵۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: کوثر علی کا انتقال ہوگیا، ان کے ورثہ میں ایک بیٹی ببلی بیگم، ایک بھائی منظور علی ہیں، مرحوم کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیرِ صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ماتقدم وعدمِ موانع اِرث مرحوم کوثر علی کا ترکہ درجِ ذیل طریقے پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۲

کوثر علی میت

بھائی منظور علی	بیٹی ببلی بیگم
۱	۱

مرحوم کوثر علی کا کل ترکہ ۲؍ سہام میں تقسیم ہوکر ایک حصہ بیٹی کو اور ایک حصہ بھائی کو ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۶/۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بیوی، ماں، ۳؍ بہن اور ایک علاتی بھائی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۵۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد ذاکر جن کا انتقال ہوگیا اور انہوں نے اپنے پیچھے اہلیہ، والدہ اور تین بہنوں کو چھوڑا ہے، تینوں بہنیں شادی شدہ ہیں اور ایک بھائی بھی ہے جو دوسری ماں سے ہے، ذاکر بھائی کی اپنی کوئی اولاد نہیں ہے، تینوں بہنوں میں سے ایک بہن جو شادی شدہ ہے، تقریباً ۳۶؍ سالوں سے ذاکر بھائی کے ساتھ ہی رہتی ہے اور اس بہن کی ایک بیٹی بھی ہے، جس کی شادی بھی ذاکر بھائی نے ہی کی ہے، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ ذاکر بھائی کی ملکیت میں جو جائیداد ہے خود بنائی ہے، باپ، دادا یا بھائی کی کمائی کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔

حاصل دریافت یہ ہے کہ وارثین میں میراث کس طرح تقسیم کی جائے، براہ کرم تسلی بخش

جواب مرحمت فرما کر گوشۂ عاطفت میں جگہ عنایت فرمائیں۔

نوٹ:- مرحوم ذاکر کی چار دوکانیں کافی پرانی کرایہ داری کی ہیں، ان دوکانوں پر اب کس کا حق ہوگا؟ واضح فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیرِ صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ماتقدم وعدمِ موانعِ اِرث مرحوم ذاکر بھائی کا کل ترکہ درجِ ذیل نقشے کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ:۱۲، عـ: ۱۳، تصـ: ۳۹

میت

بیوی	ماں	بہن	بہن	بہن	علاتی بھائی
۳	۲		۸/۲۴		م
۹	۶	۸	۸	۸	

مرحوم ذاکر بھائی کا کل ترکہ ۳۹/ برابر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے اور مرحوم ذاکر بھائی کی چار دوکانوں میں سبھی وارثین کا ان کے حصۂ وراثت کے اعتبار سے حق ہے۔

الأخت الشقيقة بشقيقها، فإن كان معها أخ لأب فلها النصف فرضا، وللأكثر الثلثان. (الفقه الإسلامي وأدلته، الأحوال الشخصية / العصبة مع الغير ۳۳۱/۸ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۳/۶/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بیوی، ماں بیٹی، والد، بھائی اور بہن کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۵۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے ایک بیٹے کا انتقال ہو چکا ہے، اس کی بیوی اور ایک سال کی ایک بیٹی ہے،

ساتھ ہی بیٹے کے دو بھائی ایک بہن اور والدین موجود ہیں، بیٹا جس مکان میں رہتا تھا، وہ مکان اس کے والد کے نام ہے، اسے بیٹے کو رہنے کے لئے دے دیا گیا تھا، اس کی ذریعۂ آمدنی والد صاحب کے کاروبار کی دیکھ بھائی سے ہوتی تھی، بیٹے کی شادی کے موقع پر تقریباً ۳۷؍تولے سونے کے زیورات بیٹے کو دئے تھے، سارا زیور لڑکی کے پاس ہے، آپ حضور والا سے درخواست ہے کہ مسئلہ تفصیل سے تحریر فرمادیں کہ اس میں کس کا کیا حصہ ہوگا؟

نوٹ:- میرے بیٹے کی بیوی جس بیٹے کا انتقال ہوگیا ہے اس کی بیوی بضد ہے کہ میں اسی مکان میں رہوں گی، حالاں کہ عدت پانچ چھ روز میں پوری ہو جائے گی، کیا شرعاً اس مکان میں رہنے کا حق حاصل ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیرِ صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ماتقدم وعدمِ موانعِ اِرث اگر والد نے مرحوم بیٹے کو مذکورہ مکان کا مالک نہیں بنایا تھا؛ بلکہ صرف رہائش کے لئے دے رکھا تھا تو اس مکان کو مرحوم کے ترکہ میں شامل نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ یہ مکان حسبِ سابق والد کی ملکیت میں رہے گا؛ البتہ شادی کے موقع پر بیٹے کو دیا گیا زیورات اور گھر کا دیگر ساز وسامان جو مرحوم بیٹے کی ملکیت میں تھا وہ ترکہ میں شامل ہوکر درجِ ذیل تفصیل کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۲۴

میت

بیوی	ماں	بیٹی	والد	بھائی	بہن
۳	۴	۱۲	۵	م	م

مرحوم بیٹے کا کل ترکہ ۲۴؍ برابر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔

أب وابن یکتسبان في صنعةٍ واحدةٍ ولم یکن لهما مالٌ فالکسب کله للأب، إذا کان الابن في عیال الأب لکونه معیناً له الخ. (الفتاویٰ الهندیة / کتاب

الشرکۃ ۲/۳۲۹ زکریا، رد المحتار ۶/۵۰۲ زکریا، ٤/۳۲۵ کراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۴/۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بیوی، بہن، ۴/ بھتیجے اور ۴/ بھتیجیوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۶۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میاں بیوی میں شوہر کا انتقال ہوگیا ہے اور کوئی اولاد بھی نہیں ہے، تو کیا بیوی کا شوہر کی جائیداد میں کوئی حصہ ہے اور ہے تو کتنا؟ مرحوم شوہر کے چار بھتیجے، چار بھتیجیاں اور ایک بہن بھی ہے، ترکے میں ۷۰/ گز مکان ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ما تقدم وعدمِ موانعِ اِرث مرحوم شوہر کا ترکہ درجِ ذیل طریقے پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ: تصـ: ۱۶ مصـ: ۸ توافق بالنصف ترکہ: ۷۰/ گز/ ۳۵

میت

بیوی	بہن	بھتیجہ	بھتیجہ	بھتیجہ	بھتیجہ	بھتیجیاں
۱/۴	۲/۸		۱			محروم
۴	۸	۱	۱	۱	۱	
۸/۴=۱۷ارگز	۳۵/ گز	۸/۳=۴/ گز	۸/۳=۴/ گز	۸/۳=۴/ گز	۸/۳=۴/ گز	

مرحوم کا کل ترکہ ۱۶/ برابر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۱/۱۴۴۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بیوی، باپ، دولڑکے، ایک لڑکی اور دو بھائیوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۶۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسمی دلشاد ولد عبدالرحمٰن ساکن محلّہ بھٹی مرادآباد کا انتقال ہوگیا ہے، انہوں نے اپنے انتقال پر اپنے والد عبدالرحمٰن و برادران محمد اقبال محمد ناصر اور مسماۃ صبیحہ زوجہ، دو پسران یونس وعلی اور ایک دختر مدینہ کو چھوڑا ہے اور مسمی دلشاد گیارہ گز آراضی کے مالک تھے، بروئے شرع محمد دلشاد مرحوم کے کون کون وارث ہوئے اور کس کو کتنا کتنا حصہ پہنچا، مسئلہ کی مکمل وضاحت دلیل کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ماتقدم وعدمِ موانع اِرث مرحوم دلشاد بن عبدالرحمٰن کا ترکہ درجِ ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۲۴، تصـ: ۱۲۰

دلشاد میت

زوجہ	اب	ابن	ابن	بنت	اخ	اخ
۳	۴		۱۷		محروم	محروم
۱۵	۲۰۴	۳۴	۳۴	۱۷		

۱۲۰/ ۴۵=اگز ۱۲۰/ ۱۰۰=اگز ۱۲۰/۱۴=۳گز ۱۲۰/۱۴=۳گز ۱۲۰/ ۶۷=۳گز

مرحوم دلشاد کا کل ترکہ ۱۲۰رسہاموں میں تقسیم ہوکر ترکہ میں سے ہر وارث کو اتنا اتنا ملے گا جو ان کے ناموں کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۷/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

مناسخہ کا ایک مسئلہ

سوال (۱۶۶۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ابراہیم کا انتقال ہوگیا، ان کے ورثہ میں ایک بیوی حلیمہ خاتون، ایک بھتیجہ اعظم، دو بھتیجی: آسیہ، انیسہ ہیں۔

پھر حلیمہ خاتون کا انتقال ہوگیا، اُن کے ورثہ میں پانچ بہنیں: خورشید جہاں، کنیز فاطمہ، نسیمہ خاتون، شمیمہ خاتون، امینہ خاتون اور دو بھتیجے: محمد اویس، محمد عمیر ہیں، دو بھتیجیاں: اقصیٰ رحمان، اسراء رحمان ہیں۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ مذکورہ ورثہ میں سے ہر ایک کو کتنے کتنے حصے ملیں گے؟ شرعی حکم تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ماتقدم وعدمِ موانع اِرث مرحوم محمد ابراہیم کا ترکہ ان کے ورثہ میں حسبِ ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۴/۱۲۰

ابراہیم میت

بیوی	بھتیجا	بھتیجی	بھتیجی
حلیمہ	اعظم	آسیہ	انیسہ
(۱)	۳ / ۹۰	م	م

مسئلہ: ۳/۳۰ تباین مص: ۱

حلیمہ میت

بہن	بہن	بہن	بہن	بہن	بھتیجا	بھتیجا	بھتیجی	بھتیجی
خورشید جہاں	کنیز فاطمہ	نسیمہ	شمیمہ	امینہ	اویس	عمر	اقصیٰ	اسراء
(۲)					(۱)			
۴	۴	۴	۴	۴	۵	۵	م	م

المبلغ: ۱۲۰
الأحیاء

ورثہ	سہام	ورثہ	سہام
اعظم	۹۰	اویس	۵
خورشید جہاں	۴	عمر	۵
کنیز فاطمہ	۴	آسینہ	۴
نسیمہ	۴	انیسہ	۴
شمیمہ	۴	اقصیٰ	۴
امینہ	۴	اسراء	۴

مرحوم کا ترکہ ۱۲۰؍سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا اتنا ملے گا جو اس کے نام کے سامنے درج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۸/۱۱/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۶؍بیٹیوں اور ایک علاتی بہن کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۶۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محترمہ بدر النساء کا نومبر ۲۰۱۹ء میں انتقال ہوا، مرحومہ کی حیات میں ہی ان کے شوہر، ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، سب کا انتقال ہوگیا، مرحومہ کی وفات کے وقت ان کی چھ بیٹیاں باحیات تھیں، مرحومہ کو تین بھائی، دو بہنیں تھیں، ان تین بھائیوں میں سے دو حقیقی بھائی، یوسف شریف اور عبد اللہ شریف، ایک باپ شریک (علاتی) بھائی داؤد شریف ہیں، تینوں بھائیوں اور ایک بہن کا مرحومہ کی حیات ہی میں انتقال ہوگیا، دوسری بہن باحیات ہیں (دونوں بہنیں بھی باپ شریک (علاتی) ہیں، مرحوم بھائیوں میں سے یوسف شریف کو صرف ایک لڑکی عبد اللہ شریف کو دو بیٹے، چار بیٹیاں (ان چاروں میں سے ایک کا مرحوم کی حیات میں انتقال ہوگیا اور داؤد شریف کو تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ مرحومہ بدر النساء کی وفات کے وقت ان کی چھ بیٹیاں اور ایک علاتی

بہن، حقیقی بھائی کی چار بیٹیاں، ایک بیٹا اور علاتی بھائی کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں باحیات تھیں۔ شریعت کے اعتبار سے مرحومہ کا ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیرِ صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ماتقدم وعدمِ موانعِ اِرث مرحومہ بدرالنساء کا کل ترکہ ۹؍ حصوں میں تقسیم ہوکر ایک ایک حصہ ہر ایک بیٹی کو اور تین حصے بطور عصبہ علاتی بہن کو ملیں گے، حقیقی اور علاتی بھائیوں کی اولادیں محروم ہوں گی، اُن کا بدرالنساء کے ترکہ میں کوئی حصہ نہ ہوگا اور مسئلہ کی تخریج اِس طرح ہوگی:

مسئلہ: ۹/۳

میت

بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	علاتی بہن
			(۲)			۱
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۳

وللبنت النصف لقوله تعالیٰ: ﴿وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ وللأكثر ثلثان ...... لقوله تعالیٰ: ﴿اِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾ (النساء: ۱۱، تبیین الحقائق ۴۷۸/۷ زکریا)

إذا مات الرجل وترك بنتًا وأختًا لأب وأم، فللبنت النصف والباقي للأخت من قبل الأب والأم بالعصوبة، وكذلك لو كن أخوات لأب. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۲۴۰/۲۰ زکریا)

والسادسة: أن يصرن عصبة مع البنات أو مع بنات الإبن من قوله صلى الله عليه وسلم: اجعلوا الأخوات مع البنات عصبة. (شریفیة ص: ۳۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۱/۶/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹی، ۲؍ پوتے، ایک پوتی اور بھائی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۶۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں کہ: عبداللطیف کا انتقال ہوگیا، ان کے ورثہ میں دو پوتے: محمد ناصر، محمد ساجد، ایک پوتی شبنم اختر (مرحوم بیٹے جو عبداللطیف کی حیات میں انتقال کر گئے تھے شہادت حسین کی اولاد) اور ایک لڑکی اختری بیگم، ایک بھائی عبدالرشید اوران کی اولاد ہیں۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ عبداللطیف مرحوم کے ترکہ میں کس کس کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیرِ صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ما تقدم وعدمِ موانعِ اِرث مرحوم عبداللطیف کا ترکہ درجِ ذیل طریقے پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۲ تصـ: ۱۰

میت

لڑکی اختری بیگم	پوتا محمد ناصر	پوتا محمد ساجد	پوتی شبنم اختر	بھائی
۵	۲	۲	۱	محروم

مرحوم کا کل ترکہ ۱۰/ برابر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۲/۱۴۴۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تَمَّتْ بِفَضْلِ اللّٰهِ تَعَالیٰ وَكَرَمِهٖ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ أَوَّلاً وَآخِرًا
وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَآلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِکَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

۲۸/ محرم الحرام ۱۴۴۶ھ مطابق ۴/ اگست ۲۰۲۴ء یکشنبہ

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

مرتب کی علمی کاوشیں

سیرتِ طیبہ:

❑ نعت النبی ﷺ نمبر (ماہنامہ ندائے شاہی):

۶۵۸ ؍صفحات پر مشتمل اس ضخیم نمبر میں علماء دیوبند اوران کے ہم مشرب شعراء کی حمد ونعت اور منقبت پر مشتمل ۵۳۸ ؍نظمیں (عربی، فارسی اور اُردو) نہایت خوبصورتی سے جمع کردی گئی ہیں، بفضلہٖ تعالیٰ اس مجموعہ کے مطالعہ سے قارئین کے قلوب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ومحبت سے معمور ہورہے ہیں، عشاقِ رسول کے لئے یہ ایک قیمتی سوغات ہے۔

❑ شمائلِ رسول:

یہ نبی اکرم ﷺ کی شمائل طیبہ سے متعلق ۴۰ ؍اَحادیث کا جیبی سائز مختصر مجموعہ ہے، اُردو ترجمہ مولانا مفتی محمد عفان منصورپوری زیدعلمہ نے کیا ہے، یہ رسالہ بار بار چھپ چکا ہے، اور کئی زبانوں میں اس کا ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔

❑ خطباتِ سیرتِ طیبہ:

سرورِ عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے مختلف گوشوں پر دس خطبات کا یہ مجموعہ خاص طور پر نوجوانوں اور عام مسلمانوں کے لئے شائع کیا گیا ہے، یہ خطبات مرادآباد کی ''مسجد ابراہیمی'' محلہ کسرول میں بالترتیب دس روز تک جاری رہے، بعد میں انہیں کتابی شکل دے دی گئی۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ گھروں میں اس کی تعلیم ہو؛ تاکہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کے متعلق اہم معلومات مسلم معاشرہ کو حاصل ہوں۔ الحمد للہ یہ کتاب متعدد بار چھپ چکی ہے، نیز ہندی زبان میں بھی اس کی اشاعت ہوچکی ہے۔ صفحات: ۲۴۰

❑ مسک الختام فی الصلوٰۃ علی خیر الانام:

اس رسالہ میں اولاً درود شریف کے مختصر فضائل جمع کئے گئے ہیں، بعد ازاں احادیثِ شریفہ اور سلفِ صالحین سے منقول درود شریف کے چالیس منتخب اور پسندیدہ کلمات یکجا کردئے گئے ہیں، اور اخیر میں چند مقبول دعائیں بھی درج ہیں، جن کی قبولیت کی بہت امید ہے، انشاء اللہ تعالیٰ۔ تمام عربی عبارتوں کا سلیس اور عام فہم ترجمہ بھی کیا گیا ہے؛ تاکہ عوام کے لئے سہولت ہو۔ جیبی سائز، صفحات: ۱۰۴

فقہ وفتاویٰ:

❑ کتاب المسائل (پانچ جلدیں، کتاب الطہارت تا کتاب النفقات):

واقعہ یہ ہے کہ مسائل کا یہ مجموعہ ہر مسلمان گھرانے کی دینی ضرورت ہے، اور عوام وخواص سب کے لئے یکساں طور پر مفید ہے، اور چوں کہ ہر مسئلہ کے ساتھ اصل فقہی عبارات مذکور ہیں؛ اس لئے یہ کتاب حضراتِ علماء کرام اور مفتیانِ عظام کے لئے اصل مأخذ سے مراجعت میں سہولت کا ذریعہ بھی ہے۔ کتاب کی اصل افادیت کا اندازہ اس کے مطالعہ ہی سے ہوسکتا ہے، اس منصوبہ پر آگے بھی کام جاری ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔ صفحات جلدِ اول: ۵۹۰، جلدِ ثانی: ۳۵۲، جلدِ ثالث: ۵۲۸، جلدِ رابع: ۳۲۸، جلدِ خامس: ۵۱۲

❑ کتاب النوازل (۱۹؍جلد):

یہ کتاب مرتب کے اُن فتاویٰ کا منتخب مجموعہ ہے، جو دارالافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد سے گذشتہ پچیس سالوں میں جاری ہوئے ہیں۔ ترتیب وتحقیق کا کام جناب مولانا مفتی محمد ابراہیم قاسمی سلمہ نے انجام دیا ہے۔ فتاویٰ کی زبان نہایت آسان اور اُسلوب دل نشیں ہے، اور ہر فتویٰ معتبر حوالہ جات سے بھرپور مزین ہے۔ ۱۹؍جلدیں شائع ہوچکی ہیں، جن میں طہارت سے لے کر فرائض تک کے مسائل جمع ہوگئے ہیں۔

صفحات جلدِ اول: ۶۸۸، صفحات جلدِ دوم: ۵۶۰، صفحات جلدِ ثالث: ۶۴۸، صفحات جلدِ رابع: ۶۳۲، صفحات جلدِ خامس: ۵۷۶، صفحات جلدِ سادس: ۶۲۴، صفحات جلدِ سابع: ۶۴۰، صفحات جلدِ ثامن: ۵۷۶، صفحات جلدِ تاسع: ۶۰۸، صفحات جلدِ عاشر: ۵۴۴، صفحات جلدِ حادی عشر: ۵۲۸، صفحات جلدِ ثانی عشر: ۶۴۰، صفحات جلدِ ثالث عشر: ۶۰۸، صفحات جلدِ رابع عشر: ۶۹۶، صفحات جلدِ خامس عشر: ۶۲۴، صفحات جلدِ سادس عشر: ۶۰۸، صفحات جلدِ سابع عشر: ۶۲۴، صفحات جلدِ ثامن عشر: ۵۲۸، صفحات جلدِ تاسع عشر: ۴۷۲

❑ اِرشادالسائلین (۲؍جلدیں):

''التذکیر یوٹیوب چینل'' پر ''دینی رہنمائی'' کے نام سے علمی وفقہی سوالات کے جوابات ہر اتوار کو رات میں ۱۰؍بجے (ہندوستانی وقت کے مطابق) نشر کئے جاتے ہیں۔ اُن میں سے سردست ۵۰؍مجلسوں میں نشر شدہ ۹۸۸؍سوال وجواب کا مجموعہ ''اِرشادالسائلین'' کے نام سے دو ضخیم جلدوں میں شائع ہوا ہے۔ جس میں تحقیق ومراجعت کا کام جناب مولانا مفتی محمد ابراہیم قاسمی مرادپوری سلمہ نے انجام دیا ہے۔ یہ سوال وجواب قیمتی اور مفید معلومات پر مشتمل ہیں، اور عربی واُردو کتابوں کے معتبر حوالہ جات سے مزین ہیں، اِس سلسلے میں آگے بھی کام جاری ہے، ترتیب کے بعد اگلی جلدوں کی اِشاعت ہوگی، اِن شاءاللہ تعالیٰ۔ صفحات جلدِ اول: ۶۳۲، صفحات جلدِ دوم: ۵۹۲

❑ دینی مسائل اور اُن کا حل:

دور حاضر کے اہم پیش آمدہ مسائل کے ۶۵۰؍مختصر اور جامع جوابات پر مشتمل یہ قیمتی مجموعہ ہر گھر کی ضرورت اور قدم قدم پر رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ یہ مسائل کئی سال سے رسالہ تحفۂ خواتین مرادآباد میں سوال وجواب

کی صورت میں شائع ہورہے تھے، اب انہیں عربی عبارات اور حوالوں کے ساتھ جمع کر کے شائع کیا گیا ہے، جو عوام کے علاوہ اہل علم وارباب افتاء کے لئے بھی مفید ہے۔ صفحات: ۴۱۶۔

❑ درسی سوال وجواب:

یہ اُن پانچ سو سے زائد سوال وجواب کا مجموعہ ہے، جو مسلم شریف اور ترمذی شریف کے درس کے دوران طلبہ دورۂ حدیث شریف کی طرف سے کئے گئے، ہر جواب مختصر جامع اور مدلل ہے۔ مطالعہ ہی سے اس کی اَہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ صفحات: ۴۰۰۔ ملنے کا پتہ: کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

❑ فتویٰ نویسی کے رہنما اُصول:

یہ فقیہ العصر علامہ ابن عابدین شامیؒ کی معروف کتاب ''شرح عقود رسم المفتی'' کی روشنی میں اُصولِ افتاء پر ایک انوکھی کتاب ہے، جس میں ۳۴؍ اُصول متعین کر کے ہر اُصول کے اِجراء اور تمرین کے لئے رہنمائی کی گئی ہے۔ جو طلبۂ افتاء نظر میں گہرائی اور مطالعہ میں گیرائی کے مشتاق ہیں، اُن کے لئے یہ کتاب قدم قدم پر معاون بن رہی ہے۔ نیز بفضلہ تعالیٰ تجربہ سے یہ طرزِ اجراء بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ کتاب کے شروع میں ایک قیمتی ابتدائیہ ہے، جس میں فقہ وحدیث اور تفسیر سے متعلق ماٰخذ کی ۱۱۹؍ کتابوں کا تعارف کرایا گیا ہے، جو طلبہ اور علماء کیلئے نہایت مفید اور کارآمد ہے۔

❑ فتاویٰ شیخ الاسلام:

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کی علمی اور فقہی آراء اور مکتوبات کا یہ مرتب مجموعہ بالخصوص فقہ وفتاویٰ کے شائقین کے لئے گراں قدر تحفہ ہے۔ ہر مسئلہ حوالہ جات سے مزین ہے، اور نادر علمی نکات، فقہی تحقیقات اور قیمتی اِفادات کو بہت سلیقہ اور عمدگی سے مرتب کیا گیا ہے، یہ کتاب ہندوستان کے علاوہ پاکستان میں بھی شائع ہوچکی ہے۔ صفحات: ۲۵۱، ناشر: مکتبہ دینیہ دیوبند

❑ تحفۂ رمضان:

رمضان المبارک، رؤیتِ ہلال، صدقہ فطر، اعتکاف، زکوٰۃ اور عیدین وغیرہ سے متعلق فضائل ومسائل پر مشتمل یہ مختصر کتاب اپنے موضوع پر بہت جامع ہے، اور مرتب کے سلسلۂ تالیفات کی پہلی کڑی ہے، اور عرصۂ دراز سے مختلف کتب خانوں سے شائع ہورہی ہے۔ صفحات: ۱۷۲۔

❑ الفہرس الحاوی علی حاشیۃ الطحطاوی:

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نوراللہ مرقدہٗ نے فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح'' کی تفصیلی فہرست تیار فرمائی تھی، اُسی کو مختلف نسخوں سے ملاکر مرتب نے بہت اچھے انداز میں شائع کیا ہے، جس کی بناپر اِس کتاب سے استفادہ بہت آسان ہوگیا ہے۔ حضرات اہل علم وطلبۂ افتاء بطور خاص اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

❑ حج وزیارت نمبر (ندائے شاہی):

۲۳۲ صفحات پر مشتمل یہ معلوماتی نمبر حجاجِ کرام کی رہنمائی میں ممتاز حیثیت رکھتا ہے، اور اپنی جامعیت کی وجہ سے نہایت مقبول ہے۔

دعوت واِصلاح:

❑ ایک جامع قرآنی وعظ:

یہ قرآنِ کریم کی ایک جامع ترین آیت: ﴿اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ الخ﴾ کی مبسوط ومفصل شرح پر مشتمل ایک ضخیم تالیف ہے، جس میں اسلام کی انسانیت نواز فطری تعلیمات کو بہت مثبت اور مؤثر انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ عوام وخواص بالخصوص داعیانِ قوم، ائمہ وعلماء کرام کے لئے اس کتاب میں بیش بہا مواد جمع کردیا گیا ہے، فالحمد کلہ للہ۔ صفحات: ۲۸۷۔ ناشر: فرید بک ڈپو دہلی

❑ اللہ سے شرم کیجئے:

اِس کتاب میں اللہ تعالیٰ سے حیاء کرنے کے متعلق ایک جامع ارشادِ نبوی کی تفصیلی شرح کے ضمن میں نہایت مفید اِصلاحی مضامین (آیاتِ قرآنیہ اَحادیث طیبہ اور اَحوال واَقوالِ سلف) خوب صورتی کے ساتھ جمع کردئے گئے ہیں، یہ کتاب مردہ ضمیر کو جھنجوڑنے، اور غفلت کے پردے ہٹانے میں تریاق کی حیثیت رکھتی ہے۔ جو شخص بھی صدق دل سے اور عمل کی نیت سے اِس کا مطالعہ کرے گا، اُسے اِن شاء اللہ یقیناً نفع ہوگا، کتاب کی زبان سادہ اور عام فہم ہے۔ ہر بات حوالہ جات سے مزین ہے۔ عوام وخواص کے لئے یکساں طور پر مفید ہے۔ اب تک ہندو پاک کے مختلف کتب خانوں سے اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں، اور مسلسل اِس کی اِشاعت جاری ہے۔ کئی زبانوں میں اِس کا ترجمہ بھی ہوچکا ہے، فالحمد کلہ للہ۔ صفحات: ۴۳۲، ناشر: فرید بک ڈپو دہلی وغیرہ

❑ اللہ والوں کی مقبولیت کا راز:

اِس کتاب میں اَکابر واَسلاف کی مقبول صفات مثلاً: تواضع، زہد وتقویٰ، عفو ودرگذر، حلم وبردباری، جود وسخا اور خوف وخشیت سے متعلق پُر اَثر اور حیرت انگیز حالات وواقعات بیان کرکے اُن کی روشنی میں اپنے کردار کا مؤثر انداز میں جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ کتاب علماء، طلباء اور اَپنی اِصلاح کے خواہش مند حضرات کے لئے اکسیر کی حیثیت رکھتی ہے۔ زبان بہت آسان اور عام فہم ہے، یہ کتاب بھی ہندو پاک کے متعدد کتب خانوں سے مسلسل شائع ہورہی ہے، الحمد للہ۔ صفحات: ۱۹۲، ناشر: فرید بک ڈپو دہلی وغیرہ

❑ دعوتِ فکر وعمل:

یہ کتاب مختلف دینی، اِصلاحی، سماجی اور معاشرتی موضوعات پر مبنی ۹۷ر قیمتی مضامین کا مجموعہ ہے، جن میں پوری قوت کے ساتھ فکری اِصلاح پر زور دیا گیا ہے۔ اِن مضامین کے مطالعہ سے اِصابت رائے اور اعتدال کے جذبات پروان چڑھتے ہیں، موجودہ دور میں دینی خدمات میں مشغول حضرات کے لئے اِس کتاب کا مطالعہ نہایت کار آمد ہے، اَکابر علماء کی تقریظات سے کتاب مزین ہے، متعدد کتب خانوں سے اِس کی اِشاعت ہورہی ہے۔ صفحات: ۵۴۰، ملنے کا پتہ: فرید بک ڈپو دہلی وغیرہ

❑ لمحاتِ فکریہ:

اِس کتاب میں ندائے شاہی مارچ ۲۰۰۳ء سے لے کر مئی ۲۰۰۵ء تک کے اِدارتی مضامین اور دو رسالوں ''اِسلام کی اِنسانیت نوازی'' اور ''اِسلامی معاشرت'' کو یکجا کرکے شائع کیا گیا ہے۔ اِس مجموعۂ مضامین میں قرآن وسنت اور آثارِ صحابہ سے نہایت قیمتی ہدایات نقل کی گئی ہیں۔ صفحات: ۳۲۰، قیمت: ۱۰۰ر روپئے ناشر: فرید بک ڈپو دہلی

❏ مشعلِ راہ:

یہ کتاب بھی ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد کے اِدارتی مضامین ''نظروفکر'' کا مجموعہ ہے، جس میں جون ۲۰۰۵ء سے ستمبر ۲۰۰۸ء تک کے مضامین شامل کئے گئے ہیں، اِس مجموعے میں خاص طور پر اُمت میں رائج کج فکری اور بدعملی پر نکیر سے متعلق مستند تحریریں شامل ہیں، جو علماء اور عوام سبھی کے لئے مفید ہیں۔ صفحات: ۴۰۰، ناشر: مرکز نشر و تحقیق لالباغ مرادآباد

سیر وسوانح:

❏ ذکرِ رفتگاں (۶؍جلدیں):

یہ ماہ نامہ ''ندائے شاہی'' مرادآباد میں گذشتہ (۱۹۸۹ء تا ۲۰۲۱ء) میں وفات پانے والی اُمت کی اہم اور مؤقر شخصیات پر شائع شدہ تعزیتی مضامین کا بیش قیمت مجموعہ ہے، جس میں بہت سے اکابر اور اہم حضرات کے مختصر سوانحی خاکے اور تأثرات جمع ہوگئے ہیں۔ تذکرۂ اکابر کے شائقین کے لئے یہ بیش بہا تحفہ اور سیر وسوانح کے باب میں قیمتی معلومات کا ذخیرہ ہے، جس کا مطالعہ انشاءاللہ ذہن میں تازگی اور روح میں بالیدگی کا سبب ہوگا۔

کل صفحات ۶؍جلدیں: ۳۶۷۲

❏ تذکرۂ فدائے ملتؒ:

یہ امیر الہند، فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہ صدر جمعیۃ علماء ہند کی یاد میں منعقدہ فدائے ملت سیمینار (منعقدہ ۲۰۰۸ء) میں پیش کردہ مقالات کا بہترین مجموعہ ہے، جس میں نہ صرف حضرت فدائے ملتؒ کے حالات اور قابلِ تقلید روشن کارنامے جمع ہوگئے ہیں؛ بلکہ ملتِ اسلامیہ ہند کی گذشتہ نصف صدی کی تاریخ کے اہم پہلو بھی اس مجموعۂ مضامین میں جابجا بکھرے ہوئے ہیں۔ اکابر کی سوانح سے دل چسپی رکھنے والوں کے لئے یہ ایک قیمتی سوغات ہے، جسے جمعیۃ علماء ہند نے بہت اہتمام سے شائع کیا ہے، اور مختصر مدت میں اس کے کئی ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں۔　صفحات: ۱۲۰۰، ناشر: جمعیۃ علماء ہند

❏ فدائے ملت نمبر (ندائے شاہی):

حضرت فدائے ملت مولانا سید اسعد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہٗ کی حیاتِ طیبہ اور خدماتِ عالیہ پر یہ ایک تاریخی اور جامع دستاویز ہے، جس میں نصف صدی کی ملی تاریخ کے اہم واقعات یکجا ہوگئے ہیں۔ اس ضخیم نمبر کے صفحات کی تعداد ۸۸۷ ہے۔

❏ مشاہدات وتأثرات:

یہ کتاب حضرت مولانا سید حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مختلف حضرات کے تأثراتی مضامین کا مجموعہ ہے، جسے مرتب نے حضرت مولانا سید رشید الدین حمیدیؒ سابق مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کے حکم سے ترتیب دیا تھا۔

❑ خصوصی ضمیمہ:

جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کے مایۂ ناز مہتمم حضرت مولانا سید رشید الدین حمیدیؒ کی وفات پر یہ ضمیمہ شائع کیا گیا تھا، جس میں حضرت موصوف کی گراں قدر خدمات اور تأثراتی مضامین کا احاطہ کیا گیا ہے۔

❑ تحریک ریشمی رومال؛ ایک مختصر تعارف:

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی اِنقلابی تحریک ریشمی رومال کے متعلق تاریخی اور دستاویزی معلومات پر مشتمل یہ مقالہ مرتب نے طالب علمی کے زمانہ میں شیخ الہند سیمینار (منعقدہ جنوری ۱۹۸۶ء) کے لئے لکھا تھا، جو بعد میں رسالہ کی شکل میں شائع کیا گیا، اور موقع بموقع ہندوپاک میں اس کی اِشاعت ہوتی رہتی ہے۔ صفحات: ۴۱، ناشر: جمعیۃ علماء ہند

❑ پیکرِ عزم وہمت، اُستاذ اور شاگرد:

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہما کی سبق آموز حیاتِ طیبہ پر مشتمل کئی قیمتی مضامین اِس مختصر رسالہ میں شامل ہیں، جن کا مطالعہ علماء اور طلباء کے لئے بالخصوص مفید ہے۔ صفحات: ۸۰، ناشر: مرکز نشر وتحقیق لال باغ مرادآباد، ملنے کا پتہ: کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

تاریخ:

❑ تحریک آزادئ ہند میں مسلم عوام اور علماء کا کردار:

ہندوستان کی تحریکات آزادی میں شروع سے لے کر اخیر تک مسلم عوام اور علماء نے جو عظیم ترین قربانیاں پیش کی ہیں، اُن کو نہایت اختصار اور جامعیت کے ساتھ سوال وجواب کے انداز میں اِس کتاب میں جمع کر دیا گیا ہے۔ انداز نہایت دلچسپ ہے، اور ہر بات حوالہ سے مدلل ہے۔ کتاب کے اَخیر میں مولانا معز الدین احمد صاحب کے قلم سے اُن حضرات کا جامع تعارف بھی شامل ہے، جن کا نام کتاب کے اندر کسی نہ کسی عنوان سے آیا ہے، اپنے اسلاف کے کارناموں سے واقفیت کے لئے نئی نسل کے حضرات کو اِس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ صفحات: ۲۲۸، ناشر: مرکز نشر وتحقیق لال باغ مرادآباد، ملنے کا پتہ: کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

❑ تاریخ شاہی نمبر (ندائے شاہی):

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کی سوا سو سالہ تاریخ پر مبنی یہ نمبر دستاویزی حیثیت کا حامل ہے، اور نادر و نایاب تاریخی معلومات کو شامل ہے، اِس کی اہمیت کا اندازہ باذوق حضرات ہی لگا سکتے ہیں۔ صفحات: ۶۴۸، ناشر: مکتبہ ندائے شاہی مرادآباد۔

رابطہ: محمد ابوبکر صدیق منصور پوری 8791034667 محمد اسجد قاسمی 9058602750